

ماہنامہ

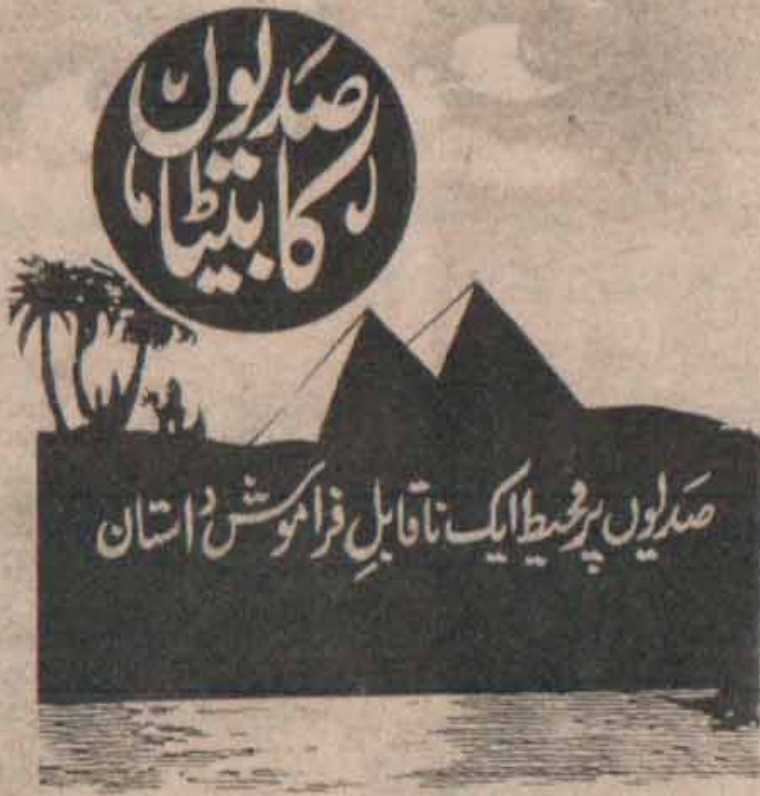
جاسوسی ڈائجسٹ کراچی

صدیوں کا بیٹا

PDFBOOKSFREE.PK

1





طیارہ تین سو مسافروں کے بارگراں کو اٹھائے آسمان کی وسعتیں تاپ رہا تھا اس کے جدید ترین پرسکون ماحول میں مسافر اپنی سیٹوں پر آرام سے دراز تھے خوبصورت اور اسمارٹ ایئر ہوسٹس اپنے فرائض کی انجا ہی میں مشغول تھیں۔ اور پائلٹ روم میں چار ماہر ہوا باز پوری طرح مستعد تھے نیویارک ایئر پورٹ سے پرواز کئے ہوئے پورے سات گھنٹے چکے تھے اور تھیک ایک گھنٹے کے بعد طیارے کو ایک اور بین الاقوامی ایئر پورٹ پر اترنا تھا جہاں تھوڑی دیر کے قیام کے بعد اسے آگے روانہ ہونا تھا۔

پرسکون ماحول میں سفر کرنے والے مسافر اپنی سیٹوں پر دراز سو رہے تھے، سوچ رہے تھے اور اپنے ہمسفروں سے گفتگو کر رہے تھے۔ ان لوگوں نے اپنی زندگی کی حفاظت ان چاروں ہوا بازوں کے سپرد کر دی تھی، جو بلاشبہ ماہر فن تھے اور خود مطمئن ہو گئے تھے۔ پائلٹ کینبن میں مصروف ہوا باز، طیارے کی پرواز سے مطمئن تھے۔ صرف ایک گھنٹہ باقی رہ گیا تھا، جس کے بعد انھیں کچھ دیر آرام کا موقع ملنے والا تھا۔ وہ اس ایک گھنٹے کے سفر کو کامیابی سے جاری رکھنا چاہتے تھے۔ لیکن قدرت ان کے اس ارادے کے خلاف

تھی۔ حالات ایک پراسرار کہانی کو جنم دینے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ چنانچہ طیارے نے آنکھوں گھٹنے کے پہلے آٹھ منٹ کا سفر طے کیا تھا کہ طیارے کے آلات ایک خوفناک طوفان کی نشاندہی کرنے لگے۔ طوفان کی سمت اشارہ کرنے لگے اور پائلٹ چونک پڑے۔ انھوں نے طیارے کی رفتار کنٹرول کی۔ طوفان کی نشاندہی کے بعد تیز پرواز ہوا بازی کے اصول کے خلاف تھی۔ رفتار کنٹرول کرنے کے بعد انھوں نے دوسرے آلات سے طوفان کی قسم اور اس کی شدت کا جائزہ لینا شروع کیا اور طوفان کی کیفیت معلوم کر کے ان چاروں کی آنکھوں میں تشویش کے آثار ابھر آئے طوفان اسی فضا کی پٹی پر تھا جہاں سے وہ گزر رہے تھے اور جہاں انھیں اپنا باقی سفر جاری رکھنا تھا اور اس قدر شدید تھا کہ اس میں طیارے کو گزرنے کا انتہائی خطرناک تھا۔ چنانچہ وہ چاروں سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔

”جس علاقے میں طوفان ہے اور جس لائن سے ہم گزر رہے ہیں یہاں پہاڑ نہیں ہیں اور ایسی کوئی بلندی نہیں ہے جس سے طیارے کو نقصان پہنچ سکے۔ چنانچہ کیوں نہ چھی پرواز کر کے گزر جائے“ ایک پائلٹ نے رائے دی۔

”مجھے اس رائے سے اختلاف ہے۔ طوفانی جھکڑ طیارے کے







نظر موجود تھا۔ بھیلوں کی تیز روشنیوں میں کبھی کسی جانور کو نہیں دیکھا تھا، اور بلند پہاڑوں کا ایک طویل سلسلہ نظر آنے لگتا تھا۔ لیکن اور بھی موت لگی اور نیچے بھی فیصلہ نہ کیا جاسکتا تھا کہ کون سی موت ان کا مقدمہ بنیگی۔

اور پھر جہاز کو ایک خوفناک جھٹکا لگا اور پالٹ کیلئے دوسرے رخ راہ کو گئے۔ انھوں نے مشکل خود کو وسیع الاطلاق لیکن پالٹ نہیں کوانی نقصان پہونچ گیا تھا۔ سیدھا ڈاؤل لوٹ گئے تھے۔ شیشے کے ٹکڑے پورے کپیس میں بکھر گئے تھے۔ سمٹنا ہالک ناکارہ ہو گیا تھا۔ اور یہ تباہی کبھی کی زبان نے چائی تھی جو ہر حال برق فتنہ کو دھوکہ دینے کا بیابان ہوئی تھی۔ مسافروں میں بیچ بیکار بھی اور ہوشیار بھی تھا۔ انھیں پرسکون رکھنے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن اب موت سامنے تھی۔ لوگ سب کچھ بھول گئے تھے اور وحشت زدہ شیشوں سے باہر دیکھ رہے تھے۔

پائلٹوں نے منہ پھل کر دیکھا تو کوسنیلا آسمان کے دو اچھن ناکارہ ہو گئے تھے اور یہ صرف ایک علامتیں ہوا تھا۔ طوفان نہ جانے کب تک سب سے گا اچی تواتر رہی۔ پالٹ اس بات کو محسوس کر رہے تھے۔

"مائیکل!" ایڈمنڈ سسکو نے راتی آواز میں پیکل اور نوجوان بیکل اسے دیکھنے لگا۔ حالات ضرورت سے زیادہ خراب ہو گئے تھے۔ جہان کے مسافروں کو اب زندگی کی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ کیوں نہ ان لوگوں کو اس بات سے آگاہ کر دیا جاسے۔

"فہرست سسکو میں اس کے خلاف ہوں۔ اگر موت مقدمہ ہے تو ان لوگوں کو موت سے قبل اس کا خوف کیوں لایا جاسے۔ کیا آپ لوگ حالات سے باہر مایوس ہو گئے ہیں؟" تھوڑا پالٹ راڈرک نے کہا۔

"ہاں! حالات اب جانے کتنوں سے باہر ہو چکے ہیں۔ اب تو ہم کسی سمت کا بھی اندازہ نہیں کر سکتے۔ نہ جانے ہم کہاں ہیں، جہاز کا رخ کس طرف ہے؟"

"گویموت بالکل قریب ہے۔ راڈرک نے دیوانگی سے پوچھا اور دوسرے لوگ اس قوی جیسی نوجوان کو دیکھنے لگے، جو خاموش بیٹھ اور متین تھا لیکن اس وقت اس کی آنکھوں میں وحشت ناپرج رہی تھی۔

"ہاں۔ موت قریب ہے۔ راڈرک۔ لیکن اس کا یہ مقدمہ نہیں کہ تو اس کو نیچے جائیں۔ آخر ان سب کو وہاں ایڈمنڈ سسکو نے کہا۔

"آپ کا خیال غلط ہے۔ جہاز نے راڈرک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "واصل میری خواہش ہے کہ جہاز کو ایک ناکارہ چیز سمجھ کر بیٹھ حوالہ کر دیا جائے۔ موت نے ہم پر حملہ کیا ہے۔ ہم اس سے بھرپور مقابلہ کر رہے ہیں۔ اس کے حوالے کریں گے۔"

"اوہ! احم کیا کرنا چاہتے ہو۔ اگر چہاے زمین میں کوئی خیال ہے تو ہم تم سے تعاون کریں گے۔"

"آپ میرے خیال کو دہرائی کہیں گے۔ میں جو کچھ کروں گا، تجربہ اور مہارت کے اصول کے خلاف ہوگا، اور مجھے یقین ہے کہ اس میں میں بھی آپ مجھے اس کی اجازت نہیں دیں گے۔"

"تم جتنا تو جہیں۔ ایڈمنڈ نے کہا۔ اور ایک بار پھر انھیں نور کو مضبوطی سے سنبھالنا پڑا۔ جہاز نے کسی پتے پر دوبارہ چلی گئی تھی۔ لیکن راڈرک نے انھیں کچھ تباہی کے رستے کی۔ وہ غلطی کی طرف بھاگا، اور اس نے اسے اتھائی اور پھر کڑیا۔ جہاز کا اگلہ حصہ آسمان کی طرف بلند ہو گیا اور اب وہ اوپر اٹھ رہا تھا۔ بالکل کسی راٹ کی طرح، مسافر کرسیوں سے چپک گئے تھے۔ ہوشیار جہان کے آخری حصے میں گر رہی تھیں اور انھیں کالی پتھر کی آگ لگی تھی۔ خود پالٹ لیکن کے دروازے پر جا رہے تھے۔ اب جہاز ایک کڑی کی طرح تھا جس کی دیواروں میں نصب شدہ کرسیوں میں انسان نہک رہے تھے۔ اگر مضبوط چپڑے کی پٹیاں انھیں سنبھالنے نہ ہوتیں تو وہ سب جہاز کی دم میں بھرے ہوتے۔

"راڈرک۔ تم پاگل ہو گئے ہو، یہ کیا کر رہے ہو، جہاز بیدار ہو۔ ایڈمنڈ اپنے اوپر سے دوسرا پالٹوں کو دھکیلتا ہوا بولا۔

"اگر تم لوگوں میں کسی نے مجھے روکنے کی کوشش کی تو اسے قتل کر دوں گا! راڈرک نے دیوانگی سے کہا۔ وہ جہاز کے تھرائل سے لگا ہوا تھا اور ایک ہاتھ سے جہاز کی رفتار مسلسل تیز کرتا جا رہا تھا۔ پالٹوں نے خوف سے آنکھیں بند کر لیں۔ جو وہ آٹھنے کی بات بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ان کے دماغ سنسنہا رہے تھے۔ آنکھوں میں تاریکی چھپتی جا رہی تھی اور جہاز کی راٹ کی طرح آسمان پر بھاگتا رہا تھا۔ اس وقت اگر کبھی کی کوئی لہر اسکے اوپر جی جھٹکے تو جہاز کو تو وہ اس کا آخری بوسہ دیتا۔ اس کے بعد جہاز کا جو باقی نہ رہتا۔ لیکن برقی جھکڑوں کے تمام نشا نہ خالی جا رہے تھے۔ البتہ اگر جہاز بیدار ہو جائے تو اس میں ہوتا تو اب تک ان کتنی کھلی کا بیابان ہو چکے ہوتے۔ نہ جانے کتنی بلندی تک وہ اسی طرح اٹھتا رہا۔ مسافروں کے دم گھٹے جا رہے تھے اور پھر راڈرک نے دوسری کوشش کی۔ اس نے تمام تھرائل جھکا دیئے اور ایک بار پھر خوفناک افراتفری برپا ہوئی۔ بہت سے مسافر زخمی ہو گئے تھے۔ ایک ہوشیار کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئی تھیں۔ پالٹ بھی جہاز کے انجن سے ٹکراتے تھے۔ مائیکل کا سر جھٹ گیا تھا چنانچہ ایڈمنڈ اور والوب دیوانہ وار راڈرک پر چھپے۔ انھوں نے اس دیوانے کو قابو میں

کر لیا کی کوشش کی، لیکن راڈرک ان دیوانوں میں سب سے کم عمر سب سے قوی بھی تھا۔ اس وقت اس کی ہڈی حالت بالکل درست تھی۔ اس کے ہاتھ تو اب کھلے تھے۔ والوب کو کئی ڈنٹا پھال دیا۔ اور دوسرے ہاتھ سے اس نے ایڈمنڈ کی گردن پکڑ لی تھی۔

"میں آپ کی بے حد عزت کرتا ہوں مگر ایڈمنڈ براہ کرم اڑت کر۔ وہ ہونے دیکھتے ہیں چارہ ہاں۔ اس نے خود بخود ہیچے میں کہا۔ اور ایڈمنڈ نے دونوں ہاتھ اکٹھے کیئے۔ "شر ہے۔ راڈرک نے اس کی گردن پر مار دی اور پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ جہاز تیز رفتاری کی آخری حدود کو چھو لے گا۔ اس کے انجنوں سے شعلے نکلنے لگے۔ لیکن راڈرک کو کسی چیز کی پروا نہیں تھی۔ اب وہ جہاز کو نیچے۔ اور نیچے آتا رہا تھا۔ اور چند منٹ کے بعد ان سب نے محسوس کیا۔ کہ طوفان پیچھے رہ گیا ہے۔ وہ جہاز کا تعاقب کر سکتا ہے۔ کامیاب ہے۔ اور یہ احساس بہت اذیت دیتا تھا۔ یہ احساس جسموں میں مسرت کی طرح پھیل کر آئے والہاں انھوں نے طوفان کو شکست دے دی ہے۔ وہ طوفان کے پیچھے سے نکل آئے ہیں اور اب طوفان ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ زخمی ہونے کے باوجود ان کے دلوں میں تاریکیوں پیدا ہو گئیں۔ ان کے جہاز کی تھرائل آگئی۔ انھوں نے اس میں اس کے اپنا کام سنبھال لیا۔ لیکن جہاز کی کیفیت دیکھ کر ان کے ہوش گم ہو گئے۔ صرف وہ انجن کام کر رہے تھے۔ ایڈمنڈ نے کہہ دیا کہ جہاز والی سوئی اب بے جان ہو چکی تھی۔ گویا ایڈمنڈ ختم ہو چکا ہے۔ اور جہاز صرف ریڑھوں میں چل رہا ہے۔ وہ انجن تباہ ہو چکے ہیں۔ اور باقی دو انجن بالکل بیکار ہیں۔ وہ کتنی دیر تک ساتھ دوں گے۔

اس خوفناک صورت حال کے بعد پہلی باجس چیز کا جائزہ لینا تھا وہ جہاز کی بلندی تھی۔ ایڈمنڈ سسکو نے بلندی کے آگے کا جائزہ لیا۔ اور اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ جہاز زمین سے صرف پچاس فٹ اوپر تھا۔ "بھلا یہ تھا۔ ہاں۔ یہ منجھو تھا کہ ابھی تک جہاز کے پرچے نہیں ٹوٹے تھے۔ انھوں نے آنکھیں صاف کر کے ونڈ شیلڈ سے دوسری طرف دیکھا۔ تاہم نگاہ بے ہوشی سے نظر آ رہے تھے۔

"صرف۔ ان کے ذہن میں تصور ابھرا۔ وہ کسی رفقاء نہ تھے۔ مگر ان برف کے میدانوں میں طیارہ باخفاخت اتر سکے گا۔ اگر اترے گا تو گرے گا۔ ایڈمنڈ سسکو کو خود ہی اپنے سوال کا جواب مل گیا۔ وہ کہتا تھا کہ جہاز کو تیرا لانا تھا چنانچہ اس نے بڑی نرمی سے راڈرک پر اپنا ہاتھ رکھ کر دیا۔ اور ان کے ہوشوں پر مسکراٹ پھیل گئی۔

"آپ کا مشورہ درست ہے سسکو۔ یہ نیچے۔ اس نے کہا۔ کچھ خوفناک انداز میں نیچے جھکیا۔ اور اس کے ساتھ ہی انجن بند

کر دیئے۔ پلٹے سے برف سے ایک خوفناک رگڑکھائی اور برف کے سفید قزاق کا بادل بند ہو گیا۔ ونڈ شیلڈ ٹھک گیا اور پھر طیارہ یہ تہ اذیت طور پر رک گیا۔ نہ جانے کیسے۔ لیکن بہر حال رک گیا تھا۔

سسکو نے ایک گری سانس لی۔ وہ راڈرک کی بے نشان جرأت پر دنگ تھا۔ درحقیقت اس وقت راڈرک جیسا آدمی تھا اس بیڑی سے طیارے کو زمین پر جسے مار سکتا تھا۔ اگر وہ احتیاط سے اسے نیچے آگئے کی کوشش کرتے تو اتنی آسانی سے کامیاب حاصل نہ ہوتی۔ اور ممکن تھا طیارہ ضائع ہو جاتا۔ اس وقت انھیں اس اقدامات کی ہی ضرورت تھی۔

وہ سب دونوں ہاتھوں میں منہ چھپ کر گری گری ماریں ماریں لینے لگے۔ ونڈ شیلڈ برف سے ڈھکی ہوئی تھی۔ لیکن اب اس کی طرف توجہ دینا کوئی ضروری نہیں تھا۔ اس سے قبل مسافروں کی خبر لینی تھی۔ چنانچہ وہ چاروں سمت کر کے اٹھے اور پالٹ کیسین کا دروازہ کھول کر دوسری طرف نکل آئے۔ مسافروں میں سکرات کا عالم طاری تھا۔ کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ زخمی ہوشیار بے ہوش پڑی تھیں۔ بہت سے مسافروں کے جسموں سے خون بہہ رہا تھا۔ ان میں سے اکثر کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ شلوار بے ہوش ہو گئے تھے۔ بہت سوں کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ وہ تو اس کو دیکھتے تھے اور ان پر سکتہ طاری تھا۔

"ہماری طرف سے زخمی ہو گئے۔ ہنگ گئے۔ ہنگ گئے۔ کتنی آوازیں۔ پلٹا سے کوئی آواز نہیں آ رہی ہے۔ ایڈمنڈ سسکو نے ان لوگوں کی ناگفتہ بہ حالت کو تشویش سے دیکھتے ہوئے کہا اور بہت سے بے جان جسموں میں زندگی دور گئی۔

"ہاں۔ ہنگ گئے۔ ہنگ گئے۔ ہنگ گئے۔ کتنی آوازیں ابھریں۔ اور دوسرے لوگ بھی چونک پڑے اور پھر انھوں نے دیوانہ وار پٹیاں کھول دیں۔ قہقہے لگانے لگے۔ ناچنے لگے۔ ان سب کے اعصاب کشیدہ تھے۔ لیکن ابھی بہت سے لوگ اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے۔

"ہم لوگ ہوشوں کو دیکھو۔ وہ بے چاریاں اپنے خرافات پر قائم تھے۔ سب سے زیادہ عصیت کا شکار رہی ہیں۔ سسکو نے بیٹوں پالٹوں سے کہا اور ان بیٹوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ انھوں نے ہوشوں کو اٹھا اٹھا کر ایک جگہ ٹھان دیا۔ دو ہوشیار زندہ کی کھینچیں۔ ان میں سے ایک کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئی تھیں۔ دوسری نے ہر پاش پاش ہو گیا تھا۔ ان دونوں کی لاشوں کو کپڑوں سے ڈھک دیا گیا۔ اور وہ دوسرے مسافروں کا جائزہ لینے لگے۔

پھر سسکو نے مسافروں سے اپیل کی کہ آج اسے پاس نہ



کا کافی سامان موجود تھے۔ براہ کرم آپ میں سے جو حضرات اکثر بیرون بازاری طبی امداد سے واقفیت رکھتے ہوں درخصاً کارآمد طور پر دوسروں کی مدد کرنا اور اس کی اپیل پر بہت سے لوگ تیار تھے۔ انہوں نے سسکو کی تباہی ہونی بلکہ سے فرسٹ ایڈ کا سامان حاصل کیا اور بھی مسافروں کی مرہم پی کر کے لگے۔ سسکو اور اس کے ساتھی بھی تیزی سے مصروف عمل تھے۔ ابھی تک انہوں نے اس جگہ کی طرف توجہ نہیں دی تھی جہاں طیارہ اتر تھا۔ یہ حال وہ بند کی بات تھی۔ پہلے مسافروں کی مکمل پرکریبی ضرورت تھی۔ یہ بہت ضروری کام تھا۔ جہاز کے مسافر پوری تندرستی سے تعاون کر رہے تھے۔ معمولی زخموں نے اپنے زخموں کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ دوسروں کی مرہم پی کرنا اور توجہ دینی اور سب کے تعاون سے وہ بہت جلد حالات پر قابو پا کر سامان کا کامیاب کام کیا۔ لیکن پوسے مسافروں کے سرفے سے چند انساناں کٹھنات بھی ہوئے تھے۔ مسافروں میں سے تین تالیس افراد کتھنات بند ہونے سے ہلاک ہو گئے تھے۔ ان میں زیادہ عورتیں تھیں اور چند بچوں کے مرد بھی تھے۔ دو بوسٹیں ہلاک ہوئی تھیں۔ اس طرح مارنے والوں کی تعداد پینتالیس تھی اور بہر حال یہ بڑی تعداد تھی۔ لیکن کیا کیا جاسکتا تھا۔ باقی لوگوں کا پیچ جانا ہی بچ رہا تھا۔

لاشوں کو جہان کے آخری حصے میں پہنچا دیا گیا۔ سینیں کھول دی گئیں چند موشس موش میں لگی تھیں۔ موش میں آتے ہی انہوں نے اپنے فرائض نبھال لئے۔ کچن میں گرم کافی تیار کرنے لگی اور پھر وہ مسافروں میں تقسیم کر دی گئی۔ اس کے بعد سسکو راڈرک اور دوسرے دونوں پانڈے طیلے کے دروازے کے قریب پہنچ گئے۔ انہوں نے دروازے کو کھولنے کی کوشش کی لیکن دروازہ جام ہو گیا تھا۔ کافی در تک کوشش کرتے ہی بدکھی وہ ناکام رہے تو انہوں نے مسافروں کو مدد کے لئے طلب کیا اور سب کی کوشش کرنے لگے۔ لیکن دروازہ دس سے دس دھوا۔ پھر سسکو کو کبھی کچھ خیال آیا۔ اور اس نے سیٹوں کے برابر والے شیشوں سے دوسری طرف جھانکا اور اس کے چہرے پر عجیبے تاثرات پھیل گئے۔ شیشوں کے دوسری طرف برف آئی ہوئی تھی اور جس انداز میں برف نظر آرہی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ طیارہ کافی حد تک برف میں دھنسا ہوا ہے۔

”وکتوب!“ اس نے ایک پانڈے کو آواز دی۔ اور واکتوب جلدی سے اس کے قریب پہنچ گیا۔ ”ڈیڈ شیلڈ کے واہر چلا کر اُسے صاف کرو۔ میں ایک اور خطرے کے باعثیں سوچ رہا ہوں۔“

”بہت بہتر۔“ واکتوب نے خطرے کی وضاحت نہیں طلب

کی اور اس کی ہدایت پر چل کر پانڈے روم میں داخل ہو گیا۔ اس نے دائرہ چلانے کی کوشش کی لیکن واہر کا مہیا بدموہ سکے۔ ڈیڈ شیلڈ پر بھی برف کی موٹی تہ تھی جسے طاقتور واہر صاف نہ کر سکتے تھے اس نے واہس آکر سسکو کو اس کے باغے میں بتایا۔

”ہوں۔“ سسکو نے ایک گہری سانس لی۔ اور پھر وہ راڈرک سے مخاطب ہو کر بولا۔ ”راڈرک! میرا اندازہ ہے کہ طیارہ برف کی کسی جگہ میں گھس گیا ہے۔ میں اس کے اس طرح رک جانے کی وجہ سوچ رہا ہوں۔ اور اس خطرناک صورت حال کے عینا تک خاک کا اندازہ نہ ہو تو لگا سکتے جو۔ ایکسٹریا دور تک ساتھ دے دے سکے گی۔ اور اس کا۔۔۔ پھر وہی بلے سی کی موت راڈرک کے چہرے پر گہرے غور و فکر کے آثار پیدا ہو گئے۔ پھر اس نے کہا۔ ”ہم نے انتہائی حد تک اپنے فرائض کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے لیکن صرف ہم لوگ سب کچھ نہیں کر سکتے۔ اس لئے زندگی بچانے کے لئے جہاز کے مسافروں کو ہماری مدد کرنا ہوگی۔ میرا خیال ہے اس صورت حال مختلف ہے ہم ان سے صاف کہہ دیتے ہیں کہ انہیں ہمارے ساتھ انتہائی محنت کرنا ہوگی۔“

”میرا خیال ہے یہ لوگ انکار نہیں کریں گے۔ لیکن کیا کیا جاسکتا ہے۔“ یہ سب کچھ آپ سسکو اور پھر چوڑی، ہاں ایک بات اور عرض کرنا وہ یہ کہ ان حالات میں طیلے کے یہاں سے نکلنے اور اس کی درستگی کا سامان ہی نہیں پیدا ہوتا۔ سب سے بڑی بات یہ کہ انہیں چل چکے ہیں اور ان میں ختم ہو گیا ہے۔ البتہ ہمارے وائرسس کام کر سکتے ہیں۔ ان کے ذریعہ ہم امداد پارٹیوں کو طلب کریں گے۔ لیکن اسی صورت میں جبکہ ہم کلی ہوا میں پہنچنے کا موقع مل سکے۔

”لیکن پروگرام کیا ہے راڈرک؟“

”ہم برف میں سرنگ بنائیں گے جہاں باہر تک پہنچا سکیں اور اس کے لئے ہمیں سیشیں توڑ کر ان کے پاسے وغیرہ دیکھنے پڑیں گے جس سے برف کھڑکی جاسکے۔ راڈرک نے کہا۔ اور سسکو گردن ہلاتے ہوئے پھر اس کی ایک گہری سانس لے کر کہا۔

”بلشہر۔“ قدرت نے تمہیں بہت سی صلاحیتوں سے نوازا ہے میں تمہارے اس کارنامے کی تعریف تفصیل سے اور فرصت کے وقت کروں گا جو تم نے طیارے کو طوفان سے نکال کر انجام دیا ہے۔ فی الحال ہم تیار تو ہیں۔ اور پھر وہ مسافروں کے درمیان کھڑے ہو کر بولا۔

”دوستو۔“ پیشہ ورانہ فرائض کی انجام دہی میں ہم نے زندگی

کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جو کچھ کیلئے، وہ آپ کے سامنے ہے۔ میں ان کی طبیعت کا رشتہ پانڈے ہوں لیکن مجھے اعتراف کرتے ہوئے شرمندگی ہے کہ میں پانڈے کو ان کی اور اپنی زندگی سے واہس ہو گیا تھا۔ خوفناک طوفان نے ہمیں جابلوں طرف سے جکڑ لیا تھا۔ عقل ساتھ چھوڑ گئی تھی۔ اعضا مفلوج ہو گئے تھے۔ آپ اس خوفناک مشترکہ حال کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جہاں درہمیش تھی۔ کیونکہ آپ کو اہل بات بتانے سے گریز کیا گیا تھا۔ اسی صورت میں جبکہ بہت بار شیخے تھے اور صحت منظر پر لحاظ قریب ہوتی جا رہی تھی سسکو نے جو ان دوست نے اپنے خون کی گرمی کو استعمال کیا۔ اُس نے ایک بہادر نوجوان ہمارے کا ثبوت دیتے ہوئے صحت کے مہینے کو قبول کیا۔ اور وہ حقیقت ہوا بازی کی دنیا کو اگر کسی اس کا رائے کو جاننے کا موقع ملا۔ تو میرا دوست (راڈرک) دنیا بھر کے ہوا بازیوں کا بہرہ وگوارا اُس نے ایک ایسا ناقابل یقین کارنامہ انجام دیا جسے عقل کبھی تسلیم نہیں کر سکتی۔ اخلاقی مدد و شامس رہی اور طیارہ نیچے اترنے میں کامیاب ہو گیا۔ ساتھ ہی۔ طیارے کے دو انجن تباہ ہو چکے ہیں۔ انجن قطعی ختم ہو گیا ہے۔ اور اس وقت یہ طیارہ ہمارے لئے صرف ایک سرچھپنے کی جگہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہمارے فرائض اسی وقت تک ہم پر لگاؤ ہیں جب تک ہم قدرت کے ہاتھوں میں نہ ہو جائیں اور ہم اس دورے کو جس آگے نکل آتے ہیں۔ چنانچہ۔ میری درخواست ہے کہ آپ ہمیں اپنی صحبتوں کا ڈھار دیکھیں۔ ہم میں سے کسی کی غلطی سے یہ حادثہ نہیں پیش آیا ہے۔ اب اسی صورت میں جبکہ ہم ایک قدرتی آفت کا شکار ہو کر کسی نامعلوم جگہ آ پڑے ہیں۔ تو ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ اپنی اور دوسروں کی زندگی بچانے کے لئے اپنی رضا کا از خودات پیش کرے۔ اجتماعی جدوجہد ہمارے تکیا بن سکتی ہے۔ میں آپ کے حقیقت حال نہیں چھپاؤں گا۔ طیارے کے ناکارہ اجن کسی نہ کسی طرح اسے نیچے تو لے آئے۔ لیکن وہ اسے روکنے میں ناکام رہے۔ اور زمین پر اترنے کے بعد طیارے کے خود بخود رک جانے کی وجہ ہماری سمجھ میں بھی نہیں آئی تھی۔ لیکن دروازہ کھولنے کی کوشش اور دوسرے حالات کا جائزہ لینے کے بعد انکشاف ہوا ہے کہ طیارہ برف کے

کسی ٹوے میں گھس گیا ہے۔ یہی اس کے کھٹانے کی وجہ تھی۔ نہیں کہا جاسکتا کہ برف کا یہ تو وہ کتنا طویل و دراز ہو۔ بہر حال۔ جو کچھ بھی ہو۔ ہمیں نکلنے کی جدوجہد تو کرنا ہی ہے۔ کیونکہ بہت تھوڑے وقت کے بعد ہم آگین کی کئی کاشکار ہو جائیں گے اور یہ طیارہ ہماری قوری جا بگاڑا اس لئے ضرورت ہے کہ ہم ہر مرحلے میں ایک دوسرے کی مدد کریں،

میں آپ میں سے ہر ایک کی رائے قبول کروں گا کیونکہ اب مسئلہ ہم کے لئے یکساں ہے۔ میری رائے ہے کہ ہم سب جو کچھ بھی ہاتھ لگے اسے لے کر برف میں سولے کریں اور بالآخر اس کے اختتام تک پہنچ جائیں کیا آپ لوگ ہماری مدد کریں گے؟“

عورتوں کے علاوہ تقریباً تمام ہی مسافر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان میں بوڑھے بھی تھے اور جوان بھی۔ ان سب نے سسکو کے ساتھ تعلق کا وعدہ کیا۔ اور سکون خوش ہو گیا۔

”زندگی میں بہت سے مرحلے آتے ہیں دوستو! کچھ لوگ مقررہ زندگی پسند کرتے ہیں۔ لیکن ان کی مصروفیات انہیں اجازت نہیں دیتیں۔ اب غیر متوقع طور پر اس کا موقع مل گیا ہے۔ کل جب آپ اپنے مکانوں کے ڈرائنگ روم میں یا خراب گاہ میں بیٹھ کر اپنے بچوں اور دوستوں کو اس خوفناک سفر کی کہانی سنائیں گے تو آپ کو ایک عظیم مسرت کا احساس ہوگا! آئیے۔ زندگی کی جدوجہد کی ابتداء کریں۔“

سسکو نے کہا۔ اور پھر وہ سب شیٹیں اکٹھا کرنے لگے! سب ہی کے چہروں سے خوف دور ہو گیا تھا!

جو لوگ زخمی تھے اور ان کا ساتھ نہ دے سکتے تھے۔ انہوں نے محضرت کی توسع کرنے کہا: ہم آپ کو بھی اپنے شانہ نشانہ محسوس کر رہے ہیں۔ آج آپ زخمی ہیں۔ تو ہم آپ کے لئے کام کر رہے ہیں کل ہم بھی زخمی ہو سکتے ہیں۔ اس وقت آپ ہماری مدد کریں۔“

سسکو کا خیال تھا کہ سب پہلے دروازے کو اندر سے اکٹھا لیا جائے اور اس کے بعد برف میں سرنگ کی کھدائی شروع کی جائے، لیکن راڈرک نے ایک بار پھر زبانت کاٹنا چاہا۔ اُس نے کہا۔ طیارے کی وائیں بائیں سمت، غیر یقینی ہے۔ نہ جانے اس توڑے کی چوٹی کتنی ہو۔ اس کے یکس اس کے سامنے کی سمت زیادہ موزوں ہے کیونکہ بہر حال اس طرف برف تیز تر تھی کہ طیارے کو داخل ہونے کا موقع مل گیا۔ اس لئے ڈیڈ شیلڈ توڑ کر سامنے کے رخ پر کھدائی موزوں ہے گی۔

”مناسب خیال ہے۔“ سسکو نے اس سے اتفاق کیا اور

نوجوانوں کی ٹیم ان لوگوں کی قیادت میں پانڈے روم میں داخل ہو گئی۔ ان سب کے ہاتھوں میں طیارے کی کریسوں کا ٹوبا اور دوسری چیزیں تھیں۔ ڈیڈ شیلڈ پر ضربیں لگائی جانے لگیں اور چند منٹ کے بعد مضبوطی ڈیڈ شیلڈ چکنا چور ہو گئی۔ انہوں نے شیشے کے ٹکڑے صاف کئے۔ اور پھر راڈرک سسکو، واکتوب اور امیکل اپنے ہاتھوں میں پکڑے اور۔۔۔



برف میں سوار کرنے لگے! اگر برف کے بجائے مٹی ہوتی تو انھیں ایک شکل یہ پیش آسکتی تھی کہ وہ کھڑی ہوئی ٹی کو کہاں لے جاتے۔ ظاہر ہے اسے طہانے میں بھرنے کا تو کام نہیں تھا۔ لیکن برف میں وہ جانے کی خاصیت ہوتی ہے۔ اس چیز کو انھوں نے مد نظر رکھا تھا۔ گویا آنا بلو سوار کیا جا رہا تھا جس کی برف سوار کی دیواروں میں وہ بکھڑوس ہو جاتے۔ یہ ترکیب انتہائی کارآمد رہی۔ برف کی کھدائی میں بھی زیادہ مشکلات نہیں پیش آتی تھیں کیونکہ وہ زیادہ سخت نہیں تھی۔ دوسرے لوگ اپنی باری کا انتظار کرتے رہے۔ پھر تقریباً پانچ فٹ کی کھدائی کے بعد ایک دوسری ٹیم مہرہوت ہوئی اور یہ لوگ بیٹھ کر کام کرنے لگے! اس طرح چار چار آدمیوں کی ٹولیاں کھدائی میں مہرہوت رہیں۔ کام تیزی سے جاری تھا۔ وہ لوگ پوری دھڑپ سے اس میں مصروف رہے تھے اور اجتماعی جہد کے کامیابی سے ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہر بارٹی نام نہاد کرپاچے پانچ فٹ کھدائی کر چکی تھی۔ اس طرح جب کھدائی باری کی باری آتی تو اسے زیادہ محنت نہ کرنی پڑی!

انہوں نے ابھی پانچ فٹ کھدائی پوری بھی نہیں کی تھی کہ ایک کمال برف کی دیوار کے پار نکل گئی! ہوا کا ایک سرد ہولناکانہ کے چڑوں سے گزرا۔ اور ان کے منہ سے خوشی کی چھٹی نکل گئیں۔ انہوں نے جلدی بلدی اس سوار کو چوڑا کیا اور پھر برف کے دوسری طرف نکل گئے! اس طرح انہوں نے برف میں تقریباً چالیس فٹ لمبی سڑک بنا کر باہر نکلنے کا راستہ تیار کر لیا۔ وہاں ہی دینیں دوسرے لوگوں کو اس کی خبر پڑی گئی! اور وہ طوفانی دینیں جہاز کے بہت سے مسافر باہر آ گئے! ان میں سے کچھ اور اس کے سامنے بھی تھے۔

لیکن باہر کا منظر بہت عجیب تھا۔ جہاں تک نگاہ کا کام کرتی تھی برف کے میدان نظر آ رہے تھے۔ ان میدانوں میں وزدست بھی تھے! لیکن برف سے ڈھکے ہوئے اونچے نیچے برف کے تودے چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے اور برف سے غلط رنگ بات بھی کہ ان کے بائیں سمت تقریباً چار پانچ فریٹنگ کے بعد خوفناک ڈھلان چھپے ہوئے تھے۔ گویا ڈھلان بھی برف سے ڈھکے ہوئے تھے لیکن ان کی گہرائی سے اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ زمین سے ہزاروں فٹ کی بلندی پر ہیں۔ گویا اس طوفانی طوفانی برف کے اختتام پر بھی ڈھلان ہوں گے اور جغرافیائی حیثیت سے ان ڈھلانوں پر پھر سربسین کیا جاسکتا تھا۔ نہ جانے کہاں وہ خوفناک کھڑوں سے پڑے ہوں! انہیں گرنے کے بعد زندگی کا تصور بھی محال ہو گا!

دوسرے لوگ اس خوبصورت منظر کو دیکھ کر ہنسنے لگے۔

تھے۔ لیکن سکو اور اس کے ساتھیوں کے چہروں پر عجیبے شرمیلیے ہونے لگے!

”بہر حال۔ ایک مرحلے تک یہی ہو گیا۔ میں احساس ہے کہ یہ پلان بھی مجھے لئے سودمند نہیں ہے۔ اگر ہم امدادی پارٹیوں کو اس طرف متوجہ کر کے تو یہاں سے نکلنا آسان نہ ہو گا۔ لیکن زندگی کی آخری سانس تک جہد ضروری ہے۔ کیا ہم یہ خوفناک صورت حال محسوس کر سکتے ہو سکو۔“

”کیوں نہیں۔ میرا خیال ہے تمام جہاد یہ لوگ اسے محسوس کر رہے ہوں گے۔“

”ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہاں تک کہ اگرناٹے۔ بہر حال اس کے لئے ضروری انتظامات کرنے ہوں گے! مثلاً خوراک اور دوسری چیزوں کا خیال رکھنا ہو گا۔ کوئی چیز ضرورت سے زیادہ خرچ نہ کی جائے۔ ظاہر ہے ہمارے پاس خوراک کا بندوبست تو ہے نہیں۔ اب صرف امدادی پارٹیوں کی آس ہے۔ اگر وہ یہاں تک پہنچ گئیں تب تو ٹھیک ہے۔ ورنہ زندگی بڑے مشکل مرحلے میں داخل ہو جائے گی!“

”اب کیا حکم ہے جناب۔“ وانکوب نے پوچھا۔

”ابتدائی انتظامات۔ میرا خیال ہے۔ طہانے کی کھدائی کی اطلاع سب کو مل گئی ہوگی۔ اور امدادی پارٹیاں بہت جلد روانہ ہوں گی۔ اس لئے سب سے پہلے جہاز کے تمام مسافروں سے رنگین کپڑے لے لو۔ اور ان کے فلیگ بنا کر پوری چوٹی پر پھیلا دو۔ پہلے یہ کام کرو۔ ان کے بعد ہم وائرلیس پر باہر سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کریں گے! بلکہ وانکوب اور ڈاکٹر دوسرے نوجوانوں کے ساتھ مل کر یہ کام نہالیں۔ ہم کسی بلندی پر وائرلیس اسٹیشن قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ وہاں سے قریبی ملک سے رابطہ قائم کیا جاسکے!“ مسکو نے کہا۔

”مناسب۔“ ویسے کیا آپ اس علاقہ کے بارے میں کوئی اندازہ قائم کر سکتے ہیں مسکو۔“

”بہت مشکل ہے۔ اور اگر کبھی ملے تو وہ فی الحال ہمارے لئے سودمند نہیں ہے۔ اس سے فائدہ بھی کیا ہو گا۔“

”ہاں۔ یہ تو درست ہے بہر حال ہم اپنے مشن پر چلتے ہیں۔ آپ اپنے کام کو مکمل تک پہنچائیں۔“ ڈاکٹر نے کہا اور وہ واپس ٹرنک میں داخل ہو گئے!

~~~~~

دنیا کے زمانے کوئے غیر آباد اور مران خطے میں۔ آبادی بڑھ

تھی۔ انسانی زندگی جہد میں مصروف تھی۔ ذہانتیں ابھرتی تھیں۔ لوگوں نے اپنے اپنے کام ہاٹ لے لئے تھے۔ سب میں دشمن کے ساتھ ان کی صداقتیں اظہار و کفایت میں پہنچی ہوئی تھیں۔ لیکن زندگی کے اس تاریک موڑ پر وہ جاگ اٹھے تھے اور وہ سب کچھ کر رہے تھے جو زندگی کا مقصد ہے۔

برف کی تقریباً تمام بلندیوں پر رنگین کپڑے لہا رہے تھے! انہیں اپنی پوری زندگی میں باندھ دیا گیا تھا۔ جہاز سے ہر چیز نکال لی گئی تھی اور اسے اس کے آگے بھیج دیا تھا۔ ڈاکٹر درحقیقت بہترین انسانی صلاحیتوں کا ایک ثابت ہوا تھا۔ اس سے قبل بھی اس کے ساتھیوں نے اس کے ساتھ وقت گزارا تھا۔ لیکن اس وقت اس کی جو صلاحیتیں سامنے آئی تھیں۔ وہ بہت آگے تھیں۔ اس نے جہاز کے قریب لکڑیاں نکال لی تھیں۔ اور ان کی دیوار کے ان کے آگے شہر بنائے تھے اور پھر وہ ڈاکٹر کی مدد سے سب سے پہلے اس نے ان کا رنگ ٹھیک کر لیا تھا اور اس قریب کی شاندار کامیابی سے نوجوانوں میں مسرت کا ہر دور گئی تھی!

وہ برف پر ایک رنگ کے کپڑے بٹھے برف کے میدان پر پہلے پہر پہنچے تھے۔ برف کا طویل اور ٹھوکر مارا سرفراں ان کے لئے کچھ نہیں رہا تھا۔ انہوں نے میدان کے قریب جہاز کے تمام علاقے کی سیر کی تھی ہاں وہ وہاں کے علاقے بھی جانتے تھے اور اس طرف کوئی بھی جہاز نہیں کر سکا تھا! دوسری طرف سے کچھ اور ایک بلندی پر نوجوانوں کے ساتھ وائرلیس کا تمام سامان لے کر ایک بلندی پر پہنچے جہاں طرہ جہاز کے بعد اس پر وائرلیس اسٹیشن بنا چکے تھے۔ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ کس وقت برف کا طوفان اچھلے اور برف پڑی ہوئے لگے اس لئے انھوں نے اسٹیشن پر چھت کا بندوبست بھی کیا تھا۔ کافی بلندی پر باندھے تھے۔ بہر حال اس انداز میں کام ہو رہا تھا! ان سے ان لوگوں میں زندگی کا جذبہ چل رہا تھا اور اگر ایک خوفناک ٹھونان کے ساتھ زبردستی تیار وہ لے اپنی زندگی کا خوبصورت دور کر سکتے تھے۔ ان کے دل میں لگی تھی اور وہ کی کام میں لگی نہیں محسوس کرتے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اگر ان کے ذہن پر وہ خوفناک تصویر ہوتا تب شاید ان میں سے ایک بھی اس جذبہ اور اس لگن سے کار نہ کرتا۔! بہر حال ہمدردی اور نیکیوں کے بے شمار مظاہر کھینچے ہیں! آپ تھے اور قریبی طور پر وہ سب ایسی ہی کے لوگوں سے نکل آئے تھے۔ انہیں امید تھی کہ بہت جلد وہ یہاں سے واپس آ سکیں گے!

پھر اندر سے مسکو نے وائرلیس سے پہلا پیغام انشرا کیا۔ اس نے

اپنا کوئی نمبر دی دنیا کے لئے دوسرا اور اپنی پوزیشن بتانے لگا! یہ سلسلہ سوڑی چھپنے تک جاری رہا لیکن ٹرنس میٹر پر جوابی پیغام نہیں وصول ہوا تھا اس کا مطلب تھا کہ قریب میں کم از کم اس وائرلیس کے حیطہ عمل میں کوئی ایسی آبادی نہیں تھی جو ان پیغامات کو وصول کر سکتی ہو! اگر قریبی وائرلیس کی فراہمی یا کسی اور وجہ سے وہ پیغامات وصول نہیں کر سکتی تھی۔ بہر حال سکو یاروس نہیں ہوا۔ سوڑی چھپنے پر اس نے وائرلیس اسٹیشن پر دو لوگوں کی ڈیوٹی لگا دی۔ یہاں تک اور وانکوب تھے۔ باقی تمام لوگ ٹرنک کے کرائے دین شہر جہاز میں آ گئے!

رنگین کی حالت بہتر تھی۔ چوٹیں بے جہاز یہاں بھی اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف تھیں۔ وہ لگا کھانا تیار کر رہی تھیں۔ جوتیار ہونے کے بعد جہاز کے مسافروں میں تقسیم کر دیا گیا۔ وانکوب کو کھانا وائرلیس اسٹیشن میں پہنچا دیا گیا تھا۔ ویسے رات کے چھپنے کی باہر کی افسانہ کا فی مرد ہو گئی تھی۔ اس لئے وانکوب اور وانکوب کے لئے موٹے لباس کا خاص بندوبست کر دیا گیا۔ اس کے بعد مسکو نے نوجوانوں کو غلاب کر کے کہنا شروع کر دیا۔

”میسٹر دوستو۔ کیا ہم اس بات پر غور نہ کریں کہ اس قدر قیامت سے نمٹنے کے لئے ہم نے جس اتحاد کا ثبوت دیا ہے وہ لافانی ہے۔ ہم نے چند گھنٹوں میں اپنی بقا کے لئے جو کچھ کیا ہے۔ وہ ناقابل شکست ہے۔ ہم میں سے ہر فرد نے اپنی ذہانت کا ہر پیر استعمال کیا ہے۔ اور اب ہم سب اس وقت تک ایک ہی خانہ کے افراد ہیں، جب تک امدادی پارٹیاں یہاں نہیں پہنچ جاتیں۔ اس کے بعد ہم اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے لیکن میرا خیال ہے زندگی کی آخری لمحات میں بھی اس سفر کو ذہول نہیں کریں گے میں کوئی فلاسفر نہیں ہوں! ایک سیدھا سادہ انسان ہوں اور دانشوروں کے چند اقوال سے واقف ہوں نہیں! آپ کے سامنے دوسرا جہاز ہوں۔

میسٹر خیال میں سانس کی آمدورفت جہد جہد کی دوسری شکل ہے! ہماری زندگی میں دوسرے عمل دہی ہے اور یہ عمل ہمیں زندہ رکھتا ہے جس طرح ایک جوہری سونے کا زور تیار کر کے اس میں رنگین گلیوں سے گھاسی کر کے اسی طرح زندگی کا حسن حادثات سے نکھرتا ہے۔ یہ حادثے زندگی میں جڑے ہوئے کیلے ہوتے ہیں جن کی چمک انسان کو تروتازہ کرتی ہے۔ بعض واقعات یہ حادثے نہیں پتیتوں میں پہنچاتے ہیں اور صرف اوقات ہی ہماری زندگی کا عروج ہوتے ہیں! اپنی غلطیوں میں کرنا چاہتا۔ صرف چند باتیں عرض کروں گا۔ میں نے وائرلیس پر دن بھر کوشش کی ہے لیکن کسی بھی



دوسرے کسی کنٹرول ٹاور سے رابطہ قائم نہیں ہو سکا۔ ممکن ہے امدادی پارٹیاں ایک ہفتہ ایک ماہ ایک سال تک یہاں نہ پہنچ سکیں۔ ممکن ہے ہمارا کسی جگہ سے رابطہ قائم نہ ہو سکے۔ ایسی صورت میں کیا ہم خود کشی کر لیں گے؟ میرا خیال ہے یہ انسان کو تو بہن ہوگی۔ اور اس طرح جان دینے والے سکون سے مرہی نہ سکیں گے۔ میں نے وقت تک جدوجہد کر لی ہوگی جب تک ہم اپنی منزل پر پہنچ جائیں۔ یا جان نہ دے دیں۔ ہم نے کوشش کی کہ کبائے زندہ رہنے کی کوشش کریں گے اور اگر اس کوشش میں موت آجائے تو میرے خیال میں وہ زندگی کی صحیح منزل ہوگی۔ اس میں آپ کو ہلاکت کا حق نہیں دے رہا آپ لوگ خود اپنے ہی خود مختار ہیں۔ ہمیں ہر قسم کے حالات سے دوچار ہونے کے لئے خود کو تیار کرنا ہوگا۔ میں تو صرف جہاز چلانا جانتا ہوں۔ ان حالات سے بچنے کے لئے مجھے آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہوگی۔ میں چلتا ہوں کہ ہم ایک طویل جدوجہد کا بندوبست کریں۔ اس برف پر زندگی گزارنے کے بارے میں سوچیں۔ یہ ہماری قسمت ہے کہ ہم کل ہی یہاں سے خوش و خرم روانہ ہو جائیں۔ امداد گزارہ روانہ ہو سکیں تو یوں کی کاشکار ہو جائیں بلکہ یہاں وقت گزارنے کے لئے ہمارے پاس تمام ذرائع ہوں۔ آپ میرا مقصد سمجھتے ہیں۔؟

ہاں مہر مسکو آپ کی گفتگو حقیقت سے متاثر ہے!

آپ متاثر شخص نے کہا۔

یہاں کوئی کسی گنگا نہ نہیں کہے گا! کوئی کسی پر مسلط نہیں ہوگا! ہر فرد کو آزادی ہے اپنی اپنی اور دوسروں کی بھلائی کے لئے سوچے اور دوسروں کو بھی اس پر عمل کرنے کی تلقین کرے۔

مناسب شروع ہے!

بہاؤ زین جو کچھ موجود ہے اب وہ صرف ہم سب کی بھلائی کے لئے ہے۔ میں اس پر اپنا اپنی اپنی کاپی کا حق نہیں سمجھتا اب سب کچھ آپ کے ہے۔ اس کی تفصیل آپ مجھ سے پوچھ سکتے ہیں۔ خود کچھ کہتے ہیں۔

آپ اس کے حقدار ہیں۔ ہاں انہیں صرف کوئی کہہ دے کہ ہمارے پاس مختصر ترین سامان ہے جو شاید چند روز کے لئے بھی کافی نہ ہوگا! اس برف پر پانی کی کمی نہیں ہے۔ ہم جنگلی پانی چاہے حاصل کر سکتے ہیں۔ البتہ ٹوئک کا مسئلہ ہے۔ میری باجی زائے یہ ہے کہ یہ مسئلہ نوجوانوں کی کسی ٹوٹی کپڑے پر دیکھا جاتا نہیں خاص طور سے اس کا ٹکڑا ٹکڑا ہونے لگا ہے۔ اور دوسروں اور اپنے لئے خوراک بنائیں گے۔ نکل کر شکار کر لیں۔ اور دوسروں اور اپنے لئے خوراک بنائیں گے۔

جو کچھ ہے مہر مسکو۔؟ کسی نے سوال کیا۔

ہاں۔ برفانی پرندوں کے بارے میں میں نے سنا ہے۔ نہیں شکار کرنے یا دیکھنے کا اتفاق کبھی نہیں ہوا۔؟ یا ڈونڈ سکونے جابجا۔

میرا خیال ہے میں اس سلسلے میں کچھ مدد کر سکتا ہوں۔

ایک اور سیانی طرح کے جسم آدمی نے کہا۔ جس کی خوبصورت اور بھی اندر سے تو زاجم اور بڑی بڑی سیلہ انھوں سے زبان کا اظہار ہوتا تھا۔

ضرور۔ فرمائیے مہر۔؟

خاموش ہو گیا۔

آپ مجھے پرفیسر خاور کے نام سے یاد کرتے ہیں میری متعلق رہا تھی گاہ نو یا رک میں ہے۔ میں وہاں گورنٹ کے حکمران بنانا کا ارادہ کر رہا ہوں۔ میرا وطن ایسا ہے جہاں سب سے عزیز موجود ہیں۔ انھیں میں ایک عزیز کے بچے کی مشادی کے سلسلے میں میں اپنی دونوں بیٹیوں فرزانہ اور فرزانہ اس نے ترک کر دو خوبصورت لڑکیوں کی طرف اشارہ کیا کے ساتھ اپنے وطن جابجا تھا کہ یہ عادت پیش آگیا۔ میں اس پوسے میں آپ لوگوں کی کارکردگی کو دل سے سراہتا ہوں گو بوجھ ہو لیکن اس جدوجہد میں جانوں کی طرح حصہ لینے کو تیار ہوں اور اپنی تمام خدمات پیش کر رہا ہوں۔ ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ برفانی پرندوں کا شکار سخت مشکل کا ہے اور خاص طور سے ایسی شکل میں جب آپ کے پاس بارودی تھیلے ہوں خوش قسمتی سے میں شکاری بھی رہا ہوں۔ اس لئے اس کے بارے میں جانتا ہوں البتہ یہاں آپ کو بہترین غذا مل سکتی ہے جو برف کی زندگی کے لئے ضروری بھی ہے۔ یہ ایک خاص قسم کی مچھلی ہوتی ہے جسے برفاؤ سے کہتے ہیں۔ ان جگہوں پر جہاں مستقل برف رہتی ہے یا یہ برف کے نیچے رہتی ہے۔ اس کے پاؤں بھی ہوتے ہیں اور برف میں سوراخ کونے کے سلسلے میں وہ اپنے پاؤں استعمال کرتی ہے۔ جگہ جگہ سوراخ کر کے کھجور کے غول خوراک کی تلاش میں باہر نکل آتے ہیں۔ بہر صورت اگر ہم وہ غول تلاش کر سکیں تو کچھ بھی ایسی جگہوں پر جہاں برف کی سطح نرم ہو۔ تقریباً چار فٹ گہرا گڑھا کر کے ان مچھلیوں کو تلاش کیا جا سکتا ہے۔ یہ بات گرم ہوتی ہیں اور ان کا گوشت لذیذ اور بہم ہوتا ہے۔ اور اس علاقے میں وہ مچھلیاں بکثرت مل سکتی ہیں ان کی تلاش کیلئے اپنی غذا پیش کرتا ہوں۔

بہاؤ زین کی قیمتی معلومات ہم سب کے لئے زندگی بخش ہیں۔

سکونے تعریفی لہجے میں کہا اور دوسرے لوگ بھی پرفیسر خاور کو مبارکباد

پیش کرنے لگے!

خاصی رات گئے تک وہ ایک دوسرے سے تعارف حاصل کرتے رہے۔ بیشتر لوگ اس ہم کے لئے کارآمد تھے۔ ان کے پروان کی ذرا دیاں کر دی گئیں۔ اس طرح برف کے نیچے سے ٹھیک ٹھیک گاہ میں وہ لوگ ایک خانہ کی حیثیت اختیار کر گئے! باہر شاید سردی شدید ہو، لیکن اندر اس کا قطعی احساس نہیں تھا البتہ آدھی رات کے قریب مائیکل اور واکوب واپس آگئے! انھوں نے بتایا کہ سردی ناقابل برداشت ہے۔ اگر وہ پوری رات وہاں رہے تو صحت کر رہ جائیں گے۔

ٹھیک ہے۔ ہم دن کے وقت اپنا کام جاری رکھیں گے اور رات میں آرام کریں گے۔ مسکونے نے کہا اور ان لوگوں کو آرام کا مشورہ دے کر خود بھی ایک گوشے میں لیٹ گیا۔

دس روز۔ دس طویل کہانیاں۔ امید ہم کی کہانیاں! جن میں امیدوں کی خوشیاں، یاموسی کی تاریکیاں یہاں تھیں۔ ہر نیا سوچ امیدوں کی روشنی سے نکلتا تھا اور یاموسی کی تاریکی میں غرق ہو جاتا۔ رات آہوں اور سسکیوں کی رات ہوتی۔ یہ جینی سے کروڑوں بدلی باتیں مستقبل پر غور کیا جاتا۔ لوگ لکھ کر کہتے تھے۔ لیکن گزرنے والا وقت انھیں یاموسی کی طرف کھکھکاتا تھا۔ اور وہ بالآخر ٹھیک بے بسی کی موت پر غور کرنے لگے۔ انھیں یقین ہوتا تھا کہ ایک دن ان سفید برفوں میں ان کی قبر بھی شامل ہوں گی جو ایک قطار میں بنی ہوئی تھیں۔ یہ ان لوگوں کی قبریں تھیں جو طوفان کے خوف سے ہلک ہو گئے تھے۔ ابھی تک اس قبر میں کسی قبر کا اضافہ نہیں ہوا تھا۔ لیکن چند بڑے بھولے کی حالت کافی خراب تھی۔ وہ مری کا شکار ہو گئے تھے اور قریب ہلک تھے۔ یہ لوگ ان کے لئے نہیں کر سکتے تھے البتہ جہاز کے مسافروں کے لئے پرفیسر خاور کا دم نہ ٹھنکتا تھا۔ وہ بے جا گواہوں کا دم نہ ٹھنکتا تھا۔ اس نوجوانوں کی ٹیم کے ساتھ برفاؤ سے تلاش کرتی تھی اور اب مزید نوجوانوں کی ایک ٹیم مچھلیوں کی تلاش میں نکل جاتی اور یہ حال اتنی چھلیاں حاصل کر لیتی کہ وہ زندہ رہ سکتے۔ انھیں مچھلیوں کے خون کو پرفیسر خاور نے ان ہماروں کو استعمال کرایا تھا، لیکن جن لوگوں کے توئی ہیں زندگی کی آخری کہانی سنائیے ہوں انھیں اس خون سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا تھا۔ دائرے میں پریچھے والے اب صرف لیکر پٹ مہر تھے۔ ورنہ ان کی ہر کوشش ناکام ہو گئی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے ہزاروں میل تک کوئی آبادی نہ ہو۔ وہ دنیا کے ایسے سرے پر ہوں جہاں اب تک انسان کے

قصد نہ پہنچ سکے ہوں۔ ان دنوں میں انھوں نے آسمان کی آہستہ آہستہ جھلکی سے کسی طیارے کو گزرتے دیکھا تھا۔ معلوم ہوتا تھا جیسے نیا لکھا تک اس علاقے سے ہی ناواقف ہو۔ اسے اس کے وجود کا ہی علم نہ ہوا!

اور یہ صورت حال سب محسوس کر رہے تھے لیکن ابھی ان کے جوہلے بہت نہ ہوئے تھے، چند لوگ اب بھی پورے تھے اور دوسروں کو بھی زندگی کے راستے دکھانے کی بھرپور کوشش کر رہے تھے اور انہیں کی کوششوں نے ابھی تک سب کو کنٹرول کیا ہوا تھا۔ گیارہویں صبح دو بوڑھے آدمی جا رہے ہوئے۔ اور یہ صبح تمام مسافروں کے لئے سخت غم تھی۔ سب کے دل کاٹ گئے تھے اور اب سب کا اپنا مستقبل نظر آ گیا تھا۔ دونوں بوڑھوں کو بغیر کسی کے دھن کر دیا گیا۔ ان کے جسموں سے لباس بھی اُتار دیا گیا تھا تاکہ وہ دوسروں کی زندگی بچانے کے کام آسکے۔ تھا۔ یہ اب ان مردہ جسموں کو لباس کی ضرورت نہیں تھی۔ غور سے خاص طور سے متاثر تھیں۔ ان کے چہرے خوف سے سفید ہو گئے تھے۔ ان میں بہت کم تھیں جو طیارے سے باہر نکلتی تھیں۔ ورنہ وہ زیادہ تر اندر ہی رہتی تھیں۔ اس ڈر نوجوان شکار کو بھی نہ گئے، چنانچہ جہاز کے کچھ ہی ضروریات پوری کی گئیں۔ جو بہر حال خطرناک بات تھی۔

یوڈاٹھہ ہاگ گزرتا تھا۔ اور اس بوڑھے ماویں حالات کافی بدل گئے تھے۔ ہر شخص خود مختاری کی زندگی گزار رہا تھا۔ اخلاقیات کے سلسلے کو بچے اثر ہو گئے تھے۔ انسان فطری زندگی پر تیار تھا۔ اب کوئی کسی کے لئے کچھ نہ کرتا، جہاز کی ایک ایک چیز ختم ہو گئی تھی۔ اب خود شکار کرو خود کھا کر یہ عمل ہو رہا تھا۔ بوڑھے ماہ کے عرصے میں مزید تیس ماہ ملک ہو گئے تھے۔ ان دنوں میں سب کے کھانے کی سبکی کے ساتھ ساتھ وہ بھی بے بسی کی زندگی گزار رہے تھے۔ وہ بے چارے مچھلیاں جی کے ساتھ رہتے تھے، ورنہ مانی صرف رحم دلوں کے رحم و کرم پر تھیں۔ جہاز کے چاروں ہاٹ لاوارث غور توں کے بند تھے، وہ خود بھوکے رہ کر انھیں کھلاتے تھے لیکن کب تک مسلسل ناقوں نے انھیں بھی مار دیا تھا اور وہ صحیح طور سے کام نہیں کر سکتے تھے۔ اس وقت کو نہ تھا جو دوسروں کے لئے سوچے۔ جو سوچنا بھی چاہتے تھے وہ دوسروں کے لیے سے بدل لیتے تھے۔ اگر کوئی اس سلسلے میں نوجوانوں کو بچانے کی کوشش کرتا تو دوسرے اس کا مذاق اڑاتے یا اس جگہ سے اُٹھ کر چلے جاتے۔ سب کے سب ذہانیت سے دور ہوتے چاہتے تھے اور اب چھوٹے چھوٹے حادثے بھی ہونے لگے۔



وہ ایک مری شام تھی۔ سفید برف پر مری آسمان کے سائے پڑے تھے اور نقابے حسین ہوئی تھی۔ لیکن ان لوگوں کے لئے اس موسم سے لطف اندوز ہونے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ وہ سب تو زندگی کے لئے تڑپ رہے تھے۔ یہ موسم کا حق تو فرصت کی بات نہیں بہت سے لوگ پھیلان کی تلاش میں لپکے تھے۔ گویا یہاں پھیلان کی تلاش تھی، لیکن جگہ جگہ انہیں نقصان پہنچا تھا اس لئے پھیلان بھی اب قحط ہوئی تھیں وہ کھلے ہوئے ملاؤں میں پھرنے سے گریز کرتیں۔ اس لئے بہت سے ناچرخے کارگوں کو بھوکے ہی رہنا پڑا تھا۔

پرفیسر اورانی دونوں لوگوں کے ساتھ اس وقت ملیاے سے کافی دور ایک برفانی ٹیلے کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھیں ایک نوکدار دستاں سے وہ برف کھنڈ رہا تھا۔ گرم ہاں میں دونوں انگلیاں آداس بھی ہوئی تھیں پرفیسر چونکہ اس سلسلے میں کافی تجربے کا اٹھا کئے کسی بھی دن اسے اورانی کی بچوں کو بھوکا نہیں مرنے پڑا تھا۔ بلکہ دوسری کچھ ادارت عورتیں بھی اسی کی کاوشوں پر اکتفا کرتی تھیں۔

اس وقت بھی اس نے ایک ایسی جگہ کا انتخاب کیا تھا جو دوسروں کی نگاہوں میں بیکار تھیں، لیکن پرفیسر کو یقین تھا کہ پھیلان نے یہ جگہ محفوظ خیال کی ہوگی اور یہاں ضرور موجود ہوں گی۔ گھر کے کنا سے بڑے کا کافی وسیع رہے ہو گیا تھا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد باقی نکل آیا۔ پرفیسر نے پیشانی سے پسینہ خشک کیا اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اس کی تیز نگاہیں پاؤں کا جائزہ لے رہی تھیں۔ وقتاً فوقتاً ہچکچاہٹ اور دوسرے گھاس نے ایک پھیلی کو کچل کر باہر گھسیٹ لیا۔ فزول کے پاں ٹھسکاری چاڑھتا۔ اس نے جلدی سے پھلی کی گردن علیحدہ کر دی، حالانکہ یہاں آنے سے قبل وہ بے حد نفاس پسند اور اڑا اڑا کر الڑی تھی اس نے اپنی زندگی میں شاید پہلی بار ماریا ہو، لیکن اب پھیلان کو وہی صاف کرتی تھی اور ان کے گوشت کے تھلے بناتی تھی۔

پرفیسر پھلی اس کے حوالے کر کے دوسری پھلی تلاش کرنے لگا اور پھر اس نے دوسری پھلی بھی پکڑ لی۔ اس کے بعد وہ تیسری پھلی تلاش کر رہا تھا کہ ٹیلے کے دوسری سمت قدموں کا آواز سنائی دی اور پرفیسر گردن موڑ کر دیکھنے لگا۔ آنے والا جن کا دوسرے تھا۔ چھوٹی چھوٹی کینڈ توڑ کھول اور موٹی گردن والا جن آئے۔ جو بالینہ کے ایک کلب میں ورزش کر رہا تھا۔ اس کا جسم بے حد توندور تھا۔ دائیں گال پر چاقو کے زخم کا گہرا نشان تھا جو اس کی شخصیت کی صحیح نشاندہی کرتا تھا۔

”میلو پرفیسر“ اس کے طنز سے انداز میں گپا اور بچہ دونوں لوگوں کو دیکھنے لگا۔  
 ”میلو! پرفیسر نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔  
 ”خوب۔ خوب۔ تم نے خوراک کا بندوبست کر لیا ہے نہ جانے ان پھیلان کو ہم سے کیا پیر ہو گیا ہے۔ صبح سے مصروف ہوں ایک بھی ہاتھ نہیں لگی۔“  
 ”مجھے ایک پھلی اور چاہیے۔ اس کے بعد گر لھا ہمارے حوالے کر سکتا ہوں۔“

”حالات کچھ ایسے ہو گئے ہیں پرفیسر کہ اب خود کچھ کرنے کوئی نہیں چاہتا۔ میں بھی سوچا کہ کیوں نہ دوسروں کی محنت پر ہاتھ نہ لایا جائے۔ اس تصور کو ذہن میں جگہ دی تھی کہ آپ ملاقات ہوگی۔ اگر آپ کا اذکار ہم دونوں کو پہلے ہی پہنچا دے گا۔ اس کا نام کیا ہوگا۔“  
 ”کیا نہ ہو۔“ پرفیسر نے اس نے دوسری بار لوگوں کو دیکھا۔  
 ”کیا کہنا چاہتے ہو۔“ پرفیسر پتھر پر گڑھے کی طرف سوچ رہا تھا۔

”میں ان ہی سے ایک پھلی لئے جا رہا ہوں۔ تم ایک کے بجائے دو پکڑ لیتا۔“  
 ”ممکن ہے دو پھیلان نہ مل سکیں۔“ پرفیسر نے سکون سے کہا۔

”تب بھی۔ یہ تمہارے لئے کافی ہوں گی۔“  
 ”نہیں ڈیرا آئے۔ کچھ اور لوگ بھی ہیں جن کی خوراک کا بندوبست مجھے کرنا ہے۔ میرا خیال ہے وہ تم سے زیادہ اہم ہیں کیونکہ وہ خود یہ سب کچھ نہیں کر سکتیں۔“

”اوہ۔ تم شاید عورتوں کی باتیں کر رہے ہو۔ اپنی فکر پرفیسر اپنے ہاتھ میں سوچ۔ حالات ایسے ہو گئے ہیں کہ میں صرف اپنے ہاں میں سوچنا چاہتا ہوں۔ دینے میں تو ایک اور بات ملاحظہ رہی۔“  
 ”وہ بھی بدلو۔“ پرفیسر نے گردن اٹھاتے ہوئے کہا۔  
 ”میں سوچ رہا ہوں پرفیسر کہ یہاں اس چھوٹے سے خطے میں جہاں خوراک کے لئے ان پھیلان کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے انفرادی تعداد زیادہ ہے۔ ظاہر ہے یہ پھیلان بھی ایک دن تم ہو جائیں گی۔ کیوں انفرادی کمی کر دی جائے گا۔ دو سے نو تک زیادہ عرصے تک زندہ رہ سکیں۔“  
 ”وہ کدو طرح۔“ پرفیسر سیدھا ہو گیا تھا۔

”تم بڑے لوگ زندگی کے بہت سے دور کچھ کچھ ہو تم نے کافی پیش کر دیتے ہیں۔ ایسا ہی مختصر میں تو ہم نوجوانوں کو زندہ رہنے کا موقع دے گا۔“  
 ”میلو تم لوگوں کی وجہ سے ایک لکھت کا ماحول پیدا ہو گیا ہے۔ نوجوان لوگ اب تم سے چلی ہوئی ہیں۔ کون جانتے یہاں سے زندہ وہاں جانے کا بندوبست ہو رہا ہے۔ کیوں نہ اس تھوڑی سی زندگی کو گنبد یا لکھت دی جائیں۔ لیکن نوجوانوں کی وجہ سے یہ ناممکن سا ہو گیا ہے۔ اس لئے میرا خیال ہے تمہیں ہمارے لئے میدان خالی کر دینا چاہیے۔ تم لوگ صاف کارانہ طور پر خود کشی کرو۔ تاکہ تمہارے بعد ہم عیش کر سکیں۔“

”خوب۔ خوب۔“ پرفیسر غلغلے سے کہتا ہوا کہ کیا تم نے دوست نوجوانوں سے مشورہ کر لیا ہے۔“  
 ”انہندہ تم سے کی ہے۔“ آٹھ پتھر پکڑ کر بولا۔

”میں سے تمہاری بات ماننے۔“ کارگوں نے تو۔“  
 ”پہلے تمہارا بڑا بھائی کو بھلاؤ۔“  
 ”ہی ان کے حق میں بڑا ہوگا! اور ایسے مجھے تمہاری بڑی بہت پسند ہے۔ پرفیسر۔“ اس نے فزول کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ ہاں۔ فی الحال لوگوں کے ہوائے بڑھوں کی باتیں کر دیتے ہیں۔“ کیونکہ ظاہر ہے اپنی زندگی میں تو وہ انہیں لوگوں سے قریب نہ ہوتے دیکھے۔

”یہ گفتگو پھر کبھی تفصیل سے ہوگی۔ فی الحال مجھے بھوک لگی ہے۔ اس لئے میں اپنا دھڑے جا رہا ہوں۔“ وہ فزول کی طرف بڑھا۔  
 ”دونوں لوگ اب ایک دوسرے کے قریب ہو گئے تھیں اور یہی نگاہوں سے اس بدست آدمی کو دیکھ رہی تھیں۔

”ہاں۔ ہاں۔“ فزول نے پھر دیکھا۔ یہ نیکال ہے میں نے بھی تمہارا وعدہ تسلیم نہیں کیا ہے۔“ یہ اپنے خیال میں پہلے ہوا وعدہ تھا اور پھر ان عورتوں کا جنہیں پھیلان پکڑ کر رہنے والا اور کوئی نہیں ہے۔ ”بڑے غلغلہ نے اس کے قریب پہنچتے ہوئے کہا۔

”تمہارے تسلیم کرنے نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ بالکل اچھے ہوئے ہوئے۔“

”فرق پڑے گا۔“ فزول نے کہا۔ ”میں نے کہا تھا۔“  
 ”کیا فرق پڑے گا! وہ بھی بتاؤ۔“ آٹھ نے ایک پھلی اٹھا کر دیکھا۔  
 ”ہوئے کہا۔“

”میلو! بڑے نے جواب دیا اور اس کی لات اڑنے کے لئے پڑی۔ آٹھ پھلی سمیت دوسری طرف اٹھ گیا۔ اور لوگوں کے منہ سے اسی بولتی چیخ نکلی گئی۔ آٹھ نے اٹھنے میں پھرتی دیکھا تھی کیونکہ یہ حال وہ ایک کلب کا پیشہ ور لڑکا تھا۔ دوسرے اٹھنے کے لئے وہ نکل کر آکر سیدھا کر لیا جیسے پھیلان حاصل کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ اور بڑے پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ بڑے کا دلچسپ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ آٹھ کے چہرے پر غمناک آثار تھے۔ پھر اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”اس میں نہ صرف ان پھیلان۔ بلکہ ان لوگوں کے لئے بھی تم سے جنگ کروں گا۔ تمہارے بعد میری ملکیت ہوں گی اور مجھے یقین ہے کہ میرے اس اقدام کو میرے نوجوان دوست سراہیں گے۔“

”جنگ۔ جنگ۔“ یہ تھلا کا نام ہو گا۔ اور وہی طرز پر تم ان کے بیرونی جانور۔ آؤ۔ آؤ۔ میں بڑھا آدمی ہوں۔ تمہاری طرح پتلا نہ ثابت ہو سکتا ہوں! پرفیسر غلغلے سے کہتا ہوا تھا۔ اور آٹھ نے پوری قوت سے اس پر حملہ کر دیا۔ لیکن آٹھ خود بھی اس نے ہوا گول جاتے وہ آٹھ سمیت پرفیسر کے سر سے اچھل کر دوڑ جا کر۔ لیکن نیچے گرے ہوئے اس نے پھر اپنے ورزشی داؤ کا استعمال کیا تھا چنانچہ دوسرے نے وہ پھر پھروں کے بل کھڑا تھا۔ اب اس کی آنکھیں کھول کر خون کی طرح سرخ تھیں۔

”فدا احتیاط سے مجھے کرو آٹھ۔“ کیا لوگوں کی طرف اچھل کر کھڑے ہو۔ تمہاری کامیابی پر نوجوانوں کی خوشیوں کا انحصار ہے۔ میں چاہتا ہوں تم کا سیلاب ہو جاؤ۔ آؤ ہاں۔ ذرا پھرتی سے وار کرو۔ کافی وقت ضائع ہو رہا ہے۔ اور درحقیقت اس بار آٹھ نے پوری صلاحیتیں استعمال کی تھیں۔ اس نے پرفیسر کو ایک طرف جھکا دی وہ دوسری طرف سے حملہ کر دیا۔ نوکدار اور پرفیسر کے سینے کی طرف لپکا اور بغل سے نکل گیا۔ البتہ اب وہ پرفیسر کے موٹے بازوؤں میں جھنسا ہوا تھا۔ بالکل اس انداز میں جیسے معانقرہ ہو رہا ہو۔ البتہ اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ لیکن اس انداز میں کہ اس کے ہاتھ جنبش بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اور خود اس کا دم گھٹا جا رہا تھا۔ اس نے جسم کی پھر پور قوت صرف کر کے خود کو پرفیسر کی گرفت سے آزاد کرنے کی کوشش کی۔

لیکن فدا کی پناہ۔ اسے محسوس ہوا تھا جیسے وہ لوہے کے شکنجے میں جکڑا ہوا ہو۔ اس کی سانس اٹھنے لگی! ”تمہیں کیجیے سے لگا کر بڑی قوت مل رہی ہے۔“



دو حقیقت بہادر آدمیوں سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ہے۔ کیا میں تمہاری پسلیاں اپنے جسم میں نصب کروں؟ دوسرے نے ہم کو الگ کھلاؤں گا۔ یہودی فرستے رہے پر غلوں نے بے میں کہا۔ لیکن آج کے حالات خراب تھے۔ اس کی زبان بند ہو چکی تھی۔ ہاتھ میں دبا ہوا نوکدار کڑی بھرت پر چڑھا تھا اور آنکھوں کے نیچے تاریکی چھائی جا رہی تھی۔ کچھ بول تو وہی سیکھ لیں۔ تمہاری خوش فعلیاں کہاں گئیں؟ یہودی فرستے دو بھرے لیے میں کہا۔ ہم۔ ہم۔ ہم۔ مجھے۔ چہ۔ چھوڑو۔ بہ مشکل تمام لڑے کے منہ سے الفاظ نکلے۔

آہ عزیز من، اتنی جلدی۔ ابھی تو خیر میں دل کی دلی میں ہیں۔ یہ حال اگر تم تکلیف میں ہو تو ٹھیک ہے۔ یہودی فرستے ایک آہ سے چھوڑ دیا۔ اور وہ پٹ سے ہفت پرگر پڑا۔ خوف کے بادلوں دونوں لڑکوں کی ہنسی نکل گئی تھی۔ لیکن آکر کے دل پر جبریت رہی تھی وہی جاننا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ آٹھ کھجک جائے، لیکن بولنے سے شیطان نے ڈبائے کیا کیا تھا کہ اس کے اصاب اس کے قابو میں نہ تھے وہ آٹھ کر بیٹھنے کی ہمت بھی نہ پا رہا تھا۔ دوڑا چند ساعت اُسے دیکھا رہا۔ پھر پھلیوں کے گڑھے کے پاس جا بیٹھا۔

آج کے چند ساعت اسی طرح چلا رہا۔ پھر آٹھ کر بیٹھ گیا چند لمحات دونوں ہاتھوں سے سر پکڑے بیٹھا رہا۔ اور پھر پاؤں اس قابل لگے کہ آٹھ کر بجاک سے تیزی سے آٹھ کر ایک طرف دوڑا چلا گیا۔

پھلی تو نہیں لے گیا۔ بولے خاندان سے پہنچ کر کہا۔ اور دونوں لڑکیاں بے تماشہ نہیں بیٹیں۔ بولے کے بڑوں پر بھی سزا بٹھ پھیل گئی تھی۔

\*\*\*\*\*

برفانی قیامت کی صورتوں سے بہت سے لوگ دل ہلائے ہو گئے تھے۔ سب ایک دوسرے سے بیزار تھے لیکن ایک ساتھ زندگی پر مجبور تھے۔ رات کو خاص طور پر وہ کجا ہو جاتے تھے کیونکہ برف کی سخت سردی جہاز کے دفن شدہ مکان تک نہیں پہنچ سکتی تھی اور وہ ان کے لئے محفوظ پناہ گاہ تھا۔ اگر یہ پناہ گاہ نہ ہوتی تو شاید ان میں سے ایک ہی زندہ نہ بچا ہوتا۔ رات کو سردی ایسی ہی شدید ہوتی تھی۔ دن بھر وہ لوگ جانوروں کی طرح خوراک کی تلاش میں نکل جاتے اور رات کو تھکے اندر جہاز کے ڈھانچے میں آ پڑتے تھے۔ بعض اوقات سب کے وجود ہونے کے باوجود بے پناہ زحمت چھائی ہوتی کوئی ایک دوسرے بات کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔

اس خاموشی کو کسی کے رونے کی آواز توڑتی، لیکن عالم یہ تھا کہ لوگ روتے والے کو سر ہٹا کر دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ سب ایک ہی مصیبت کا شکار تھے کون کسے تسلی دیتا تھا۔

یہ رات بھی دوسری بھیا تک دونوں کی طرح تھی۔ جہاز میں لوگ اٹے سیدھے چرے تھے۔ کچھ جاگ رہے تھے، کچھ سو رہے تھے، خاص رات گزری تھی۔ دفعتاً جہاز میں ایک تیز سرائی چیخ گئی تھی۔ لوگوں نے کسندی سے پہلو دے۔ اور پھر گفتگو میں سر جھپائے۔

”نہیں۔ نہیں۔ خدا کے لئے نہیں۔“ دو آدمی سرائی آواز پر سنائی دی۔ یہ آواز ان عام آوازوں سے ذرا مختلف تھی جو زمانہ سرائی دیتی تھیں کسی کو غائب کر کے پکڑا گیا تھا۔ اس لئے سونے والے کچھ چمکے۔

”نہیں۔ نہیں۔ آہ۔ نہیں۔“ موت کی آواز پھر گونجی اور پھر وہ زور سے چیخی۔ ”بچاؤ۔“

اور اس بار بہت سی گزریں اٹھ گئیں۔ جہاز کی دم کے قریب ایک ڈفی سیٹ پر کوئی ڈرامہ پڑا تھا۔ وہ ایک اسپیش نوجوان تھا جس نے اپنے قریب سوتی ہوئی ایک لاوارث لڑکی پر دوش باندھ کر دیا تھا۔ چونکہ ہوتے لوگ گزریں کچھ اور بلند کر کے ان دونوں کی دیکھنا کشتی دیکھنے لگے۔

”میں۔ میں تجھے قتل کروں گا“ کبھی۔ در زمانہ موت رہا۔

اسپیش نوجوان کی غرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ اور اس کے ساتھ ہی کپڑے پھینکے کی آواز سنائی دی۔

”بچاؤ۔ آہ۔ بچاؤ۔“ کی ہیر چینی۔ اور پھر وہ آٹھ کھجک بھاگی۔ اسپیش نوجوان نے کپک کر اس کی جا لگی۔ ”یہ۔ لڑکی بڑی طرح گری۔ دوسرے نے اسپیش نوجوان اس پر سوار ہو کر لڑکی کی گتھی چھین سنائی دے رہی تھیں۔

لیکن اسی وقت ایک اور نوجوان آٹھ کر اسپیش نوجوان کے سر پر بیٹھ گیا۔

دوسرے نوجوان نے پوری قوت سے اس کے پسے ہاتھوں کو پکڑ کر اسے لڑکی پر سے اٹھالیا۔

”میرا خیال ہے اس سخت سردی کے باوجود ابھی یہاں موجود لوگوں کے خون اس قدر سرد نہیں ہوئے ہیں۔ اس دوسرے نوجوان نے کہا اور اسپیش نوجوان نے اسے ایک موتی کی گالی دی۔ دوسرے نے وہ دوسرے

نوجوان سے پٹ پڑا۔ لیکن اسپیش نوجوان کے مقابلے میں یہ دوسرے نوجوان کافی طاقتور تھا۔ اس نے اسپیش نوجوان کے دبلے پتلے جسم کو کمرے پکڑ کر اٹھایا اور پوری قوت سے جہاز کی دیوار سے دے مارا۔ اسپیش نوجوان کی دلہن چیخ مٹا دی۔ اور بہت سے لوگ گھبرا کر اٹھ گئے۔

روشنی میں جہاز کی دیوار کے قریب اسپیش نوجوان بڑی طرح تڑپ رہا تھا۔ اس کا سر و ٹھونڈوں میں قسیم ہو گیا تھا۔

”یہ تم نے اچھا نہیں کیا پامٹ۔“ ایک اور نوجوان نے کہا۔

”جسم میں سے جتنے اس کے متاعی ہوں اٹھ کھڑے ہوں۔ دوسرے نوجوان نے جہاز کا پامٹ رڈرنگ تھا غرائی ہوئی آواز میں کہا اور اس کے تینوں ساتھی آٹھ کر اس کے قریب پہنچ گئے، اسپیش کی حمایت میں بولنے والے نوجوان نے خاموشی میں ہی عزایت بھیجی تھی۔ اور دوسرے لوگوں میں سے بھی کوئی کچھ نہ بولا۔ اسپیش نوجوان نے تڑپ کر دم توڑ دیا تھا۔

”اس کی لاش اٹھا کر باہر پھینک دو۔“ ڈرگٹے اپنے ساتھیوں سے کہا اور ان کو باہر اٹھانیکل نے آگے بڑھ کر اسپیش نوجوان کی ہاتھیں پکڑیں، پھر وہ آگے کھینچے ہوئے ہاتھ لے جانے لگے، دریاں میں سونے والے جلدی جلدی آٹھ گئے تھے۔ انھوں نے لاش لے جانے والوں کو راستہ دے دیا تھا اور پھر ہاتھیں لاش باہر پھینک کر واپس آ گئے۔ تمام مسافروں پر سخت طاری تھا۔ لڑکی ایک کونے میں بیٹھی رڑی تھی۔ بوڑھے خاندان نے اپنی بیٹی کو آواز سے کہا کہ لڑکی کو اپنا لبا دے دو اور نوجوان اور نوجوان جلدی سے آٹھ کر لڑکی کے قریب پہنچ گئیں۔ انہوں نے لڑکی کو لباس پہنایا، اور اسے اپنے پاس ہی لایا۔ جہاز کے دلوں میں سفر پر اپنی گھبراہٹ گئے۔ سب خاموش تھے اور کبے ذہنوں میں بے شمار حالات کھلا رہے تھے۔ ان کے ذہن نہ جانے کہاں کہاں سفر رہے تھے۔ اور رات بھر لوگ کبھی سوتے کبھی بیدار رہتے خاص طور سے نوجوان کی بڑی حالت تھی۔ سب ہی خوفزدہ تھیں۔ اگر یہ جہان بڑھ گیا تو؟

دوسری صبح جب معمول اٹاں تھی۔ لوگ جہاز کے ڈھانچے سے باہر نکل آئے، اور اپنے اپنے شغل میں مصروف ہو گئے۔ وہی ہڈاری وہی باؤسی، خوراک کی تلاش! وہی روزمرہ کے معمولات، رات کے واقعے کو سب فراموش کر چکے تھے۔ شاید وہ لڑکی بھی جس کے ساتھ وہ واقعہ پیش آیا تھا۔

”کیا تم کچھ دیر مجھ سے گفتگو کرنا پسند کرو گے۔“ جہان لڑکے نے نوجوان کے کمرے پر ہاتھ دھکتے ہوئے کہا۔ اور نوجوان چونک کر

ملک گیا۔ اس نے سوائے نظروں سے جہاز کے کوئی کچھ۔ یہ وہی نوجوان تھا جس نے اسپیش نوجوان کی موت پر آواز بلند کی تھی۔ لیکن پھر رڈرنگ لڑکے اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر خاموش ہو گیا تھا۔

”کیا بات ہے؟“ اس نے آٹھ کے تنزدہ جسم سے خوفزدہ ہو کر پوچھا۔

”ایک انتہائی اہم مسئلہ۔“ آٹھ نے کہا۔ ”آؤ۔ ہم اس ٹیلے پر مل کر بیٹھیں۔“ اس نے دوستانہ انداز میں نوجوان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور نوجوان اس کے ساتھ چل پڑا۔

”میں اس کے لئے رنجیدہ ہوں، یہ رات کو سیدھی سے مار ڈالا گیا۔“ آٹھ نے برف کے سخت توفان پر جھٹکے ہوئے کہا۔ ”کیا وہ تمہارا دوست تھا۔“

”نہیں۔ اسی سفر میں شناسائی ہوئی تھی۔“ نوجوان نے کہا۔

”تمہارا نام شاید بار ہے؟“

”ہاں۔“

”جو مسٹر بارٹر۔ اگر غور کیا جائے تو اب تو ہم سب ایک دوسرے کے دوست، ایک دوسرے کے مخلصین، تقدیر نے اس ویرانے میں ہمیں لاپسٹ کیا ہے۔ اور یہاں ہم موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ کیا یہ بے بسی کی موت سب کو قبول ہے؟“

”میں سمجھ نہیں سکا۔“ بارٹر نے کہا۔

”معمولی سا بات ہے مسٹر بارٹر۔ ہم جانتے ہیں کہ موت ہم سے قریب تر سوتی جا رہی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اس فزٹا زائلی سے نکلنا ناممکن ہے۔ لیکن یہ خشک لمحات۔ موت کا انتظار۔ ہم موت کا انتظار اس طرح کیوں کریں۔ کیوں نہ ہم برف کی سفیدی میں کچھ کر لیا شامل کر لیں تاکہ ہشتے کھینچے موت کو قبول کر لیں۔“

”دیکھتوں سے کیا مراد ہے؟“

”یہ لڑکیاں۔ جن کی تعداد نوجوانوں کے برابر ہی ہوگی۔ کیونکہ ہم مردوں میں بوجھوں کا شمار نہیں کریں گے۔ یہ لڑکیاں لڑکی اس مختصر زندگی کو دلچسپ بنا سکتی ہیں۔ لیکن بوڑھوں نے اس بھیا تک مقام پر بھی ہمارے اوپر پابندیاں عائد کر دی ہیں۔ نوجوانوں کے مقابلے میں بوڑھوں کی تعداد بہت کم ہے۔ اگر ہم نوجوان اتحاد کر لیں تو ان بوڑھوں کی ہمارے سامنے کیا ہے گی۔ اور اگر انھوں نے ہمارے معاملات میں ناگاہ اڑنے کی کوشش کی تو ہم انھیں موت کے گھاٹ اتار دیں گے،



بلکہ میرا تو یہی خیال ہے کہ پوچھوں کی زندگی ضروری نہیں ہے یہاں ہمارے گوارے کے لئے صرف یہ چھیاں ہیں جن کی تعداد کے بارے میں کوئی اندازہ لگانا مشکل ہے۔ لیکن بہرحال یہ ہمارا کچھ وقت ضرور لے سکتی ہیں ان پوچھوں کی وجہ سے یہ حرکت بھی خالصتاً بے ہوشی ہے جو ہمارا حق ہے چنانچہ انہیں قتل کرنے سے کافی خوف لگ سکتا ہے۔ ہم میں سے ہر نوجوان اپنی پسند کی لڑکی منتخب کرے گا اور اس لڑکی کا فیصلہ ہوگا۔ اس کے لئے خود رک تلاش کرے گا! میں ایک بات کہوں گا اگر ہماری زندگی میں یہ لڑکیاں شامل ہو جائیں تو ہمارے دلوں میں انگ پیل ہو جائے گی۔ اور اس طرح ممکن ہے کہ ہماری پوشیدہ صلاحیتیں ابھر آئیں۔ اور ہم یہاں سے نکلنے کا بندوبست کریں۔“

بارڈر تیز رفتاری سے آڑے کی شکل دیکھ رہا تھا پھر اس نے ہوش تکر کے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ”میں تم سے متفق ہوں سٹر اکرے! لیکن کیا دوسرے نوجوان اس کے لئے تیار ہوجائیں گے؟“ انہیں تیار کرنا ہوگا اگر تم میری بات سے متفق ہو تو دوسرے بھی متفق ہوں گے۔ پھر کیوں اس کی ابتداء ہم کریں۔ اگر ہم انہیں متفق کر کے تو پھر کس کی مجال ہوگی کہ ہمارے سامنے آئے! میں جانتا ہوں کہ نوجوانوں میں سے کس سے کچھ ہمارے خلاف بھی ہو گئے لیکن اگر ہماری تعداد بڑھ گئی تو پھر وہ کچھ نہ کر سکیں گے۔“

”بالکل ٹھیک ہے سٹر اکرے۔ پھر وہ کرم مجھے بتاؤ۔ مجھے کیا کرنا ہے۔“

”مختص طور پر کہہ دوں گی یہ تم شروع کر دی جاؤ۔ تم اپنے طور پر اور میں اپنے طور پر نوجوانوں سے بات کرتا ہوں۔ اور پھر وہ بھی یہی کام کریں۔ تمام تحریکیں اسی طرح چلیں گی۔“

”میں یہ کام آج ہی شروع کر دوں گا!“

”دعہ۔“ آڑے نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہوا

”دعہ۔“ بارڈر نے جواب دیا۔ اور وہ ایک دوسرے سے ہاتھ مل کر نہعت ہو گئے۔

بڑھاپہ و فیروزہ نادران سب سے آخر میں نکلا تھا۔ دوسرے تمام شکاری کاوش میں ہاپکے تھے لیکن بڑھاپہ کی تاروں میں معروف تھا۔ جانے وہ ہجاز میں کیا کیا تلاش کرنا پڑا تھا۔ آج اس نے اسکا ٹنگ تھوڑی سی سائڈ لے لئے تھے۔ جسے دیکھ کر اس کی بیٹی فرزانہ نے پوچھا۔

”یہ اسکا ٹنگ شوڑ کیوں ڈیڈی؟“

”آج میں ذرا لمبے راستے پر جاؤں گا۔ غاور نے مکرانے کوئے کہا۔“

”لیکن ہم لوگ۔“

”تم لوگ آٹھ بیس رہو۔ دوری لڑکیوں کو ساتھ لے کر قریب چلو۔ کی بر کر و میرا خیال ہے تم لوگ اپنی حفاظت کر سکتی ہو۔“

”لیکن کیوں ڈیڈی۔ آج یہ تبدیلی کیوں۔“

”میں تم سے کہہ چکا ہوں فرزانہ۔ آج میں ذرا لمبا سفر کروں۔ کیا میں تمہاری طرف سے دشمن ہو جاؤں۔“

”جیسی آپ کی مرضی ڈیڈی۔“ فرزانہ نے کہا۔ اور بونے نے مسکرا کر ان دونوں کے شانے سے تھپتھپاتے اور پھر وہ برف کی مرنگ سے باہر آگیا۔ باہر آکر اس نے اسکا ٹنگ شوڑیوں میں باندھے اور ہاتھوں میں پکڑے ہوئے گزروں سے اپنے جسم کو دھکیلے لگا اور پھر وہ برف کے میدان میں پھسلے لگا۔ آہستہ سے نوجوان اسے راستے میں ملے لیکن وہ ان سب کو نظر انداز کر کے آگے بڑھتا ہوا تھا اس کا رخ ان ڈھلانوں کی طرف تھا جو ناقابل عبور تھے۔

برف پر رزق کی تلاش میں مرگرداں لوگوں کو وہ بہت پیچھے چھوڑ آیا۔ بلاشبہ طاقت ور بونے شمار صلاحیتوں کا مالک تھا وہ شائد اسکا ٹنگ کر رہا تھا اور تیزی سے آگے بڑھتا ہوا تھا جس لائن پر وہ آگے بڑھ رہا تھا اس نے پوری طرح ذہن نشین کر لیا تھا اور پھر وہ اتنا آگے بڑھ گیا تھا جتنا دوسرے لوگ سمجھ نہیں آتے تھے لیکن وہ وہاں بھی نہ ٹکا کافی دیر کے بعد وہ بالآخر ڈھلانوں کے قریب پہنچ گیا۔ گہرے ڈھلان تادم تھا پھیلے ہوئے تھے اور ان کا کہیں اختتام نہیں نظر آ رہا تھا۔ یقیناً ان ڈھلانوں کے اختتام پر دوسرے ڈھلان بھی تھے۔ وہ نہ جانے کہاں تک گئے ہوں۔ بونے ڈھلانوں کے کنارے پر کھڑا ہو کر چاروں طرف دیکھتا رہا۔ پھر اس کی نگاہ برف کے ایک سرے پر کسی سیاہی پڑی۔ اور وہ اسے گھورتا رہا پھر اس نے گڑبھاٹے اور اس سیاہی کی طرف بڑھے لگا آٹھوڑی دیر کے بعد وہ سیاہی کے نزدیک پہنچ گیا۔ یہاں تک کہ اس نے پھر ڈھلانوں کو دیکھا۔ اس طرف سے ڈھلان دو رنگ ہوا تھے اور راستے میں برف کے بھڑے ہوئے تھے جنہیں نظر آتے تھے کبھی منٹ تک ان ڈھلانوں کو دیکھنے کے بعد اس نے ان سیاہ چٹانوں کو دیکھا جو برف سے جھانک رہی تھیں۔

تمہی اور وہ چٹانیں ابھری تھیں۔ وہ چٹانوں کے قریب پہنچ گیا اور انہیں ہاتھوں سے ٹھٹھلے لگا چٹانوں کا بائزہ لینے کے بعد اس نے اندر سے ہلکے ہوئے تھیلے سے برف کھونے کا آلہ نکالا اور پھر ایک چٹان کے پاس بیٹھ گیا۔ اس نے اسکا ٹنگ شوڑیوں کو ایک طرف رکھے اور پھر چٹان کی جڑ سے برف صاف کرنے لگا۔ کافی برف کھونے کے بعد اس نے گہری سانس لی۔ وہ چٹان

کی اطمینان کر چکا تھا۔ اس کے بعد اس نے چٹان کے ایک ٹکڑے کو کاٹنے کی کوشش شروع کر دی۔ نہ جانے کیا بات تھی چٹان زیادہ سخت نہ تھی اور تھوکی سی کوشش کے بعد وہ اس کا ایک بڑا ٹکڑا علیحدہ کر کے زمین کا پیاب ہو گیا تھا۔ وہ جن ذلتی پتھر کو ایک طرف رکھنے کے بعد وہ پھر ویسا ہی ایک ٹکڑا علیحدہ کر لے لگا اور دو ٹکڑے کی سخت محنت کے بعد اس نے چاروں ذرتی پتھر چٹان سے جدا کر لئے۔ پھر وہ ان ذرتی پتھروں میں سے ایک کو برف پر رکھ کر ہاتھوں سے اس کے کنارے پر لے آیا۔ دوسرے پتھر کو اس نے اس جگہ سے تقریباً چاس گز دور رکھا اور اس طرح باقی دونوں ٹکڑوں کو بھی اس نے چاس چاس گز کے فاصلے پر رکھ دیا اس تمام کام سے تنہا گیا تھا چنانچہ ایک بڑا پتھر گہری گہری سانس لینے لگا۔ آٹھوڑی دیر کے بعد وہ پھر اٹھا اور ایک ٹکڑے کے قریب پہنچ گیا۔ پتھر ڈھلان کے کنارے پر تھا۔ آٹھوڑی طاقت لے کر ڈھلان پر ڈھکیل دیا اور ذرتی پتھر ڈھلان پر پھسلے لگا۔ وہ تیزی سے ڈھلان پر جا رہا تھا اور بونے گاڑی انھوں سے اس کا شاہد کر رہا تھا۔ وہ پتھر کی رفتار بھی بڑھ کر رہا تھا اور اس کے پھسلنے کا انداز بھی دیکھ رہا تھا۔

لیکن اچانک پتھر ٹکڑوں سے اوجھل ہو گیا۔ وہ نرم برف کے کسی تختے میں غروب ہو گیا تھا بونے کا دل دھک سے ہو گیا۔ چار منٹ وہاں رہنے کے بعد وہ دوسرے پتھر کے نزدیک آیا اور اس نے اسے بھی ڈھلان میں ٹھیک کر دیا۔ دوسرا پتھر بھی اسی رفتار سے چل پڑا۔ اس نے پہلے پتھر سے کافی زیادہ فاصلے طے کیا لیکن ایک مخصوص فاصلے پر پہنچ کر وہ زور سے اچھلا اور فضا میں کئی گز بلند ہو گیا۔ اس کے بعد پتھر گرا اور پھر بلند ہو گیا۔ اس دوران وہ آٹھ منٹ ہوتا رہا تھا۔ بہر حال کافی دور تک نظر آنے کے بعد وہ بھی ٹکڑوں سے اوجھل ہو گیا اور بونے نے ایک گہری سانس لی۔ پھر تیسرے پتھر کی طرف چل پڑا تیسرا پتھر بھی ڈھلان کے طے کرنے لگا اور بونے اس کا گہری نظروں سے جائزہ لیتا رہا۔ تیسرے پتھر کی کسی رکاوٹ کے ان ڈھلانوں تک پہنچ گیا جو آگے جا کر ٹکڑوں سے معدوم ہو جاتے تھے اور بونے نے ایک گہری سانس لی۔ اس نے برف پر ایک گہرا نشان بنایا اور آخری پتھر کی طرف چل پڑا۔ اور اس پتھر نے بھی اپنا سفر بخیر و خوبی طے کیا تھا اور وہ بھی ٹکڑوں سے معدوم ہو گیا۔ بونے نے یہاں بھی ایک نشان بنایا اور پھر وہ قریب چار منٹ ابھری ہوئی چٹانوں کو دیکھنے لگا۔

سورج ڈھلنے لگا تھا۔ بونے نے چند جھیلے ہوئے پتھر کاٹ کر برف کا ایک تودہ بنایا اور پتھروں کو اس پر رکھ دیا۔ یہ جو یا اس نے نشان بنایا تھا۔ اس کا ہم سے فارغ ہو کر اس نے اسکا ٹنگ شوڑہ بار بار ہاتھ سے اور محنت سے روئی سے واپسی کا سفر شروع کر دیا۔ اب اس نے اپنا اصل کام

شروع کر دیا۔ وہ گزروں سے برف ٹھٹھل رہا تھا۔ ایک جگہ وہ گر گیا اور اس اس نے اسکا ٹنگ شوڑہ بار بار کھول دیتے۔ اس کے بعد وہ برف میں گر کر کھٹکتا لگا یہاں تک کہ پانی صاف آیا اور شام کو چار بجے کے قریب جب وہ واپس پٹا تو اس کے تنوں پر جسم سے چار پھیلیاں نکلی ہوئی تھیں۔

دو ایک آبرو کو صبح تھی۔ رات پھر برف باری ہوئی رہی تھی۔ اور برف کی تہ بڑھ جاتی ہوئی تھی۔ جب بونے بونے اور جوتھ بونے گوتھ کا اشارہ کر کے شکار کا تلاش میں جانے کی تیاریاں کر رہے تھے پھر وہ ایک ایک کر کے باہر نکلے گئے۔ نوجوانوں کی بہت بڑی تعداد آج بونوں سے پہلے باہر نکل گئی تھی صرف چند نوجوان تھے جو پوچھوں کے ساتھ ہی باہر نکلے تھے۔ مرنگ کے دبانے سے وہ جندی کر گئے ہوں گے کہ اپنا تک پوچھوں کا ایک گروہ سامنے سے نکل آیا۔ ان کی تعداد تشر کے قریب تھی سب کے سب برف کھونے کے آلات سے مسلح تھے اور سب کے ہاتھوں پر ایک ٹوٹا کا تاثر تھا۔ بونے اور ان کے ساتھی نوجوان جو تک کر گئے۔

تب آڑے آگے بڑھا۔ اس کا پیروہ شرات سے چمک رہا تھا۔ اس نے ایک زبردست مسکراہٹ سے غاور کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”بونے پھر فیروزہ خاور میں نے جس وقت کی پیشین گوئی کی تھی۔ بالآخر وہ آیا۔ آج نوجوانوں کا گروہ میرا ہم نوا ہے اور میرے ایک شاہد پر تم سب کے گروہ کے لئے کوئی تار ہے۔“

”لیکن بات کیلئے سٹر اکرے۔“ ایڈمز سسکو نے بونے کو دیکھا۔

”ہم نوجوانوں نے ایک فیصلہ کیا ہے سٹر سسکو۔ کافی فوری طور پر اس کے بعد ہم نے ان نوجوانوں کو چھانٹا ہے جو ہمارے ہم نوا ہیں۔ امید ہے تم بھی ہم سے اتفاق کرو گے۔“

”وہ فیصلہ کیا ہے سٹر اکرے؟“ ایڈمز سسکو نے پڑائی سے کہا۔

”سٹر سسکو۔ آپ کو علم ہے کہ یہاں اس برف پر ہماری زندگی طافاتی ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کس وقت موت کے ٹھٹھنے میں پانچنے یہاں موت کے موت کے غاور کو نہیں۔ برف مری ہوگی۔ یہاں موت کو آہستہ آہستہ جاری طرف بڑھ رہی ہیں اور بہ حال سے یہ قبول کر کے لے مجبور ہیں یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں جب ہم اپنی اشیاء کو پہنچ چکے ہیں تو کیوں نہ زندگی کے لیحات آزادی سے اور اپنی مرضی سے گزاریں ہم نے محسوس کیا ہے کہ ہم تم بونوں کے قیدی بن کر رہ گئے ہیں۔ تم نے اپنی زندگی کا زیادہ وقت پیش و عشرت میں گزارا ہے لیکن ہم اس نوجوانی



موت قبول کرنا پڑی ہے کیا یہ انصافی درست ہے؟  
 مینین یہ انصافی ہم سے کسی کی نہیں ہے اُرشے کیا تم ہیں  
 اس کا ذمہ دار سمجھتے ہو یا پس سکونے کہا۔  
 "ٹھیک ہے تم اس کے ذمہ دار نہیں ہو لیکن تم نے جوقیودہ کا  
 اوپر لٹا رکھی ہیں کیا تم ان سے انکار کرو گے؟  
 "براؤ کریم ان کی تفصیل بتاؤ۔"

میں ہوں گے :

”تب تمہیں تھوڑی دیر کی رعایت ہے۔ اس طرف جاؤ اور کوئی  
 کام لے کر آؤ جو ہمیں قابل قبول ہو۔“

ان دندوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کچھ تیاریوں کی ضرورت ہے۔ ہمیں اپنی  
بیشیوں کو بھی آبرو کی اس جنگ میں شریک ہونے کے لئے تیار کرنا ہے۔ انہیں  
غیرت پر مشتمل کا برقی دینا ہے۔ تاکہ جب ہم ان کے مقابلے پر آئیں تو تیار  
ہوں۔ لیکن اندازے سے پرہیز ہے۔ پہلے یہ دیکھنا ہے کہ ان کا موقع دینے  
کے لئے تیار نہیں ہیں۔ پسٹو لیرے دوستو! جڑے نشے کو رفع کرنے کے لئے کچھ  
قرائیاں بھی دی جاتی ہیں۔ جہیں کچھ ایسے بھی کام کرنے ہوں گے جن سے ہمارے  
ضمیر وادار ہو جائیں لیکن مایوسی کے انتہائی اندھیروں کو روشن کرنے کے لئے  
ضمیر کا بوجھ بھی برداشت کرنا پڑے گا۔ نو جوانوں کو دھوکہ دینے کے لئے ہمیں  
ان سے تعاون کرنا پڑے گا ایسی باتیں کہنا پڑیں گی جو ان کے لئے دلکش ہوں۔  
قابل قبول ہوں۔ سو۔۔۔ میں خدا کے وجود کو ماستے رکھ کر کہتا ہوں کہ لغاری  
بیشیاں میری اپنی بیشیاں ہیں۔ تمھاری بہنیں میری اپنی بہنیں ہیں۔ میں جو کچھ  
ان لوگوں سے کہوں گا وہ میرے اور تمھارے ضمیر کے خلاف ضرور ہوگا۔ چھٹکار  
دل کے کھڑے ضرور کرنے کا لیکن۔ یہ ضروری ہے میرے دوستو۔ یہ ضروری ہے  
ہم دشمن پر فتح حاصل کر لیں گے۔ اگر ہم مرے قاتلوں سے مر لیں گے۔ اپنی بیشیوں  
کی عزت کے ساتھ دشمنوں سے ہم اگر سب کدو تو نو جوانوں کے گفتگو کرنے  
کے لئے میرا انتخاب کرلو۔ میں جو کچھ کہوں، جو کچھ کروں اسے مصلحت مانو۔ اور  
اس پر صاف کر دو۔















نے فرشتہ رحمت ہیں۔ اگر وہ ان پھیلوں کی نشاندہی کر کے ہمارے لئے خدا کا مسئلہ حل کرتے تو ہم زندے کتنے افراد زندہ ہوتے؟ شاید ایک بھی نہیں۔  
 پروفیسر کے گفتگو کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ پروفیسر لامحدود علوم کے ماہر ہیں وہ زمین و آسمان کے ہر جزئیات کی حالت کی نشاندہی کر سکتے ہیں۔  
 انھوں نے مجھے بتایا کہ ان ڈھلانوں سے پرے۔ برف کا بڑا علاقہ ختم ہو جاتا ہے اور وہاں درخت اور پھل پھول موجود ہیں۔ وہاں خشکی کے جانور بھی مل سکتے ہیں۔ لیکن یہ کہ وہ علاقہ بھی آبادی کی نشاندہی نہ کر سکے۔  
 لیکن کم از کم وہاں رہ کر زندگی اتنی ناپائیدار ہے جس کے امکان اس برف پر موجود ہیں۔ فرض کرو یہاں کوئی شدید طوفان آجاتا ہے۔ اس وقت ہم کہاں ہوں گے۔ برف کے نیچے پھیلوں کی تعداد بھی ختم ہوتی جا رہی ہے اور وہ چند روز ہی چل سکیں گی۔ اس کے بعد موت لاشی ہے۔ چنانچہ پروفیسر کی ہدایت کے مطابق کیون زندگی کے لئے زندگی سے بھرپور ایک کوشش کرنی چاہئے۔

"لیکن وہ نئی دنیا میں برف کے ڈھلانوں کو عبور کرنے کے بعد ہی تو حاصل ہو سکتی ہے؟" آئرش نے بے یقینی سے کہا۔  
 "ہاں ہیں برف کے ڈھلان عبور کر سکتے ہوں گے۔"

"یہی تو مسئلہ ہے۔ کیسے؟"  
 "اس کے لئے کبھی پروفیسر کے بے پناہ صلاحیتوں کا مکر رہی ہیں۔ ہمیں اس عظیم انسان کا شکر گزار ہونا چاہئے مشر آئرش۔ اگر وہ چاہتا تو آج ہم میں دو ہوتا۔ اپنی لڑکیوں سمیت فورا چھوڑ چکا ہوتا تو ہمارے لئے یہاں سے نکلنے کا تصور بھی ناممکن تھا۔"

"میں اس مسئلے پر سنجیدگی سے غور کرنے کے لئے تیار ہوں۔  
 براہ کرم آپ میں سے چند افراد پر مشورہ کرنا کہ میں کیا کرنا چاہوں۔ آئرش نے کہا۔  
 "تم ان نوجوانوں کے لیڈر ہو آئرش۔ کیا یہ سب جہادی بات مانیں گے؟"

"ہاں اس کا تجربہ آج ہو چکا ہے۔ آپ فرزانے معلوم کر سکتے ہیں۔ آئرش نے فرما لیا کہ میں آج کی کاروائی وہاں ہی اور خدا اور مسکو حیرت سے دیکھنے لگا۔

"بہر حال تم نے شرافت کا ثبوت دیا ہے آئرش۔ بیشک ہم تم سے وعدہ کر چکے ہیں اسے ضرور پورا کریں گے۔ لیکن اس سے پہلے بہتر زندگی گزارنے کے لئے جدوجہد کرنی چاہئے تو کیا حرج ہے؟" مسکو نے نرم لہجے میں کہا۔  
 "میں تیار ہوں۔ آئرش نے جواب دیا اور مسکو، خدا اور

دوسرے لوگ آئرش کے ساتھ کیمپ میں داخل ہو گئے جہاں پہاڑ کی سیٹھیں موجود تھیں، وہ سب ان کیسیوں پر بیٹھ گئے تہ خاوند نے کہا۔

"میں نے پوری زندگی خطرناک ہمارے ہاتھ میں گذاری ہے۔ ان ہمارے مجھے زمین کو پہچاننے کا تجربہ بھی دیا ہے اور اس تجربے کے تحت میں دھوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ڈھلانوں سے پہلے سنگلاخ زمین موجود ہے، جہاں درخت، پھل پھول اور پانی کے چشمے موجود ہیں۔ ہم وہاں رہ کر بہترین زندگی گزار سکتے ہیں اور ان کے ہاں پہنچ کر ہمیں مذہب دنیا تک سفر کرنے کی سہولت بھی فراہم ہو جائے۔"

"ٹھیک ہے پروفیسر لیکن یہ ناقابل غور ڈھلان ہے؟"  
 "برف اس ناپائیدار اور تکلیف دہ زندگی سے نجات حاصل کر کے بہتر زندگی گزارنے کے لئے خوشی کے انداز میں اگر ایک کوشش کر لی جائے تو کیا حرج ہے؟"

"آپ کے ذہن میں کوئی ترکیب ہے؟ آئرش نے پوچھا۔  
 "ہاں۔ میں چند روز قبل چند تجربات بھی کر چکا ہوں۔ اور اگر یہ نئی صورت حال نہ پیدا ہوتی تو میں شاید اپنے پروگرام پر عمل بھی کر چکا ہوتا۔ پروفیسر خاوند نے کہا۔

"خوب تب آپ مجھے اس تجربے کے بارے میں بتائیں گے پروفیسر؟"  
 "ہاں، لیکن کل صبح۔ میں عملی طور پر اپنے تجربے کی نشاندہی کر رہا تھا۔"  
 "اگر وہ کامیاب تجربہ ہے پروفیسر۔ تو تم نوجوانوں کو اس کے لئے تیار پاؤ گے؟" آئرش نے کہا۔

"ٹھیک ہے چنانچہ ہائی گنٹو کل صبح تک کے لئے ملتوی؟"  
 پروفیسر نے کہا۔ اور وہ لوگ اٹھ گئے۔ آئرش انھیں ہاتھ پر کھینچنے کے لئے آیا تھا۔ اور پھر وہ پھیلوں کی تیار کر کے میں صرف دیکھنے لگا۔

اسی رات۔ پروفیسر اور فرزانہ سب مول ایک دوسرے سے سرگوشیاں کر رہے تھے۔ آئرش کے رفیق نے مجھے اچھین میں ڈال دیا ہے۔ کیا یہ حقیقت ہے کہ اس نے کسی لڑکی کی آبرو بچائی تھی؟  
 "ہاں، یہ حقیقت ہے ٹیڈی۔ لیکن سانپ نے فتنی طور پر کھینچ لی چڑھائی ہے۔ دیکھی وقت کھینچ لی ہے باہر آ سکتا ہے۔"

"اوہ۔ میں تعجب چاہتا ہوں۔ پروفیسر نے سرگوشی کی۔  
 "صباح کو ان کے تہہ نظر نکال تھے۔ انھوں نے لڑکیوں سے کہا کہ وہ آدھی کھانا ختم کر دیں اور اب دیکھ ان کے بڑے فیصلہ کر چکے ہیں کہ انھیں نوجوانوں کے سپرد کر دیں گے تو لڑکیوں کو بھی ان کا فیصلہ قبول کر لینا چاہئے۔

میں نے جو تمام لڑکیوں کو سمجھا دیا تھا کہ اگر ہم ان لڑکیوں کو چالاک سے دھوکا دے کر ان کے تہہ نظر نکالیں تو اس سے انھیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اور ان کے ساتھ ہر قسم کی باتیں خود ذلیل آئرش نے پوچھا۔  
 "کیا تمہارا ہاں اس کے ساتھ ہر قسم کی باتیں اور پھر ان کے لئے یہی قیوت بنا کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ اس وقت تک لڑکیوں کے اوپر اپنے فیصلہ کو دائرہ رکھا جائے۔ یہ ایک پروگرام کے مطابق وہ ان کو دہو جائیں۔ وہ اگر وہاں گیا اور اسی پتہ میں اس نے ایک کو قتل کر دیا۔"

"اوہ۔ پروفیسر نے گہری سانس لی پھر سرگوشی میں بولا۔  
 "بہر حال یہ سب زمین کا بوجھ دور کر لیا۔ میرا دل چاہ رہا ہے کہ ایک ذرا اور قیوت لگاؤں۔ پھر پھر ایک کمال اور کچھ بڑوں میں شامل ہونا چاہتا تھا۔ سب اب سو جاؤ فرزانہ ممکن ہے کہ ان دنوں کے لئے بے حادیت رکھنا ہو۔  
 دوسرے صبح حسب مقرر سب لوگ جاگ گئے۔ وافر مقدار میں پھل پھول حاصل کی جا رہی تھیں۔ اس لئے آج تک صبح کا ناشتہ بھی ہونے لگا تھا۔ ناشتہ سے فراغت ہو کر وہ سب باہر نکل گئے۔ نوجوان بھی ساتھ تھے۔ تب آئرش نے نوجوانوں کو اکٹھا کیا اور بولا۔

"دوستو! پوچھو نے ہم سے قیادت کا وعدہ کیا تھا اور ایک انھوں نے اس پر عمل نہیں کیا ہے اس بات سے ہم سب واقف ہیں کہ اس کے لئے ہم صرف موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ کون اس بات سے انکار کر سکتا ہے کہ کسی بھی وقت برف کے نیچے پھیلوں کا ذخیرہ ختم ہو جائے۔  
 برف پر کوئی خوفناک طوفان آجائے اور ہم سب برف کے نیچے دفن ہو جائیں۔ اسی صورت میں یہ بونٹے بھی ہمارے لئے کچھ نہیں کر سکیں گے۔ پروفیسر خاوند ہاتھ میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اگر وہ پھیلوں کی نشاندہی نہ کرتے تو۔

ہم سب اب تک ہلاک ہو چکے ہوتے۔ انھیں پروفیسر خاوند نے اپنی لامحدود معلومات اور تجربے سے پتہ چلا دیا ہے کہ برف کی ان ڈھلانوں کے دوسری طرف سنگلاخ زمین موجود ہے۔ جہاں درخت، پھل پھول اور شکار موجود ہے۔ اگر ہم وہاں تک پہنچ جائیں تو برف کے اس دیوار سے نجات پا سکتے ہیں اور ہم اس کے بعد رہنے والے دنیا سے رابطہ قائم کر کے کوئی ذریعہ بھی نکال لیں گے۔ پروفیسر نے ہاتھ پر پوچھنے کے لئے کوئی تجربہ کیا ہے، جسے وہ ہمارے سامنے دہرائتا ہے۔ دوستو! اگر بونٹے وہہ کریں کہ وہاں جا کر رہیں گے۔ جسے یہ تمام زمین گے اور پھر کسی تاخیر کے لڑکیوں کو ہمارے حوالے کریں گے۔ میں ان کے اس تجربے سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟

"اگر برف کے اس جہنم سے نجات مل سکے تو اس سے بڑی بات اور کون سی ہو سکتی ہے؟" لڑک نے کہا۔ اور ان تمام نوجوانوں نے.....  
 ہاتھ اٹھائے جو اصل بونٹوں کے ساتھی تھے اور اکی دیکھا دیکھی دوسرے نوجوان بھی جلد ہو گئے۔  
 تب آئرش نے پروفیسر سے درخواست کی کہ پروفیسر۔ ہم آپ کا تجربہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن اس سے قبل یہ وعدہ ضروری ہے کہ وہاں جا کر بھی آپ اپنے وعدے کے پابند رہیں گے۔"

"مشر آئرش! ہم بونٹے یہاں سے نکلنے کی ایک کوشش کر رہے ہیں۔ اگر ہم اس میں کامیاب ہو گئے تو اس جگہ پہنچ کر بھی ہم آپ کے حکم میں رہیں گے۔ وہاں جا کر ہماری قیوت کو دہو دینا چاہئے۔ میں ایک بار پھر بھی کہتا ہوں کہ اگر لڑکیوں کے حصول سے نوجوانوں کی صلاحیتیں نکھر آئیں تو ہم خوشی سے انھیں ان کے حوالے کرنے کو تیار ہیں۔ ہاں۔ یہ وعدہ ہے۔ ہم سب بونٹوں کا وعدہ ہے کہ کسی دنیا میں قدم نہ رکھتے ہی، نوجوانوں کو تمام لڑکیوں سے منسلک کر دیا جائے گا اور اجازت دے دی جائے گی کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزاریں۔" آئرش نے مسکاتے کہا۔

"ہم سب تیار ہیں۔ ہم سب تیار ہیں۔ نوجوان خوشی سے ہنسنے لگے۔ تب بونٹے خاوند نے انھیں اپنے ساتھ لے کر اٹھارہ گیارہ دھو سب اس کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ ان کا رخ خوشحال ڈھلانوں کی طرف تھا۔  
 ڈھلانوں تک کا طویل اور دشوار گزار راستہ طے کر کے وہ اس نشان تک پہنچ گئے جو پروفیسر خاوند نے کچھ روز قبل ایک تجربہ کر کے بعد لگا دیا تھا۔  
 پروفیسر خاوند اس نشان کے پاس پہنچ کر گر گیا۔

"یہ میرے تجربے کا نشان ہے۔ یہاں برف بہت لمبی ہے اور اس کے نیچے ہی سیاہ پتھر موجود ہیں جو میں نے بطور نشان لگا دیا ہے۔ کیا نوجوان چند روزی پتھر کاٹنے میں میری مدد کریں گے؟"

"ضرور۔" چند نوجوانوں نے کہا اور پھر وہ برف ٹوٹنے والی کدو لہاں سے برف ہٹا کر پتھروں کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے لے گئے۔ پتھر ڈیر میں چل پانچ روزی پتھر اکٹھا کر لے گئے۔ اور پھر پروفیسر کے اشارے پر ایک پتھر نشان سے دھلے جایا گیا، اور ڈھلان کے کنارے پہنچ کر اسے نیچے لٹکا دیا گیا۔ پتھر کی برق رفتار گھومتی کی طرح برف کی ڈھلانوں پر پھسلنے لگا۔ اور نوجوان وہ خوفناک منظر دیکھنے لگے۔ پھر ایک جگہ پہنچ کر پتھر دھلے اچھلا اور نہ جانے کہاں غائب ہو گیا۔ نوجوانوں کے دل دہل گئے تھے۔  
 "اس لئے میں نے یہ جگہ ناموزوں قرار دے دی بونٹے خاوند



کہا۔ اور پھر اس نے ایک چھرا سی انداز میں نشان کے دوسری طرف اشارہ کیا اس چھرا کو مشرقی سیاحی ہوا تھا۔ پھر کے بعد دیکھ کر یہ نشان چھرا اس نشان کے سامنے آگے دیکھے رکھے گئے۔ اور پہلے چھرا کو نشان کے سامنے والے ڈھلان میں دھکیل دیا گیا۔ پھر کا طوفانی سفر شروع ہو گیا اور دو تیزی سے نکلا ہوا دور دور ہوتا گیا۔ لیکن اس چھرا نے برف کے طوفان میں ملحق میدان کی کوئی پار کر لیا اور اس کی سیاحی اس وقت تک نظر آ رہی جب تک نگاہوں کی حد نہم نہ ہوئی۔ پروفیسر کے اشارے پر دو مسافر اور پروفیسر کے چھرا کو بھی اسی طرح لڑو کا لیا گیا۔ اور ان دونوں چھروں نے اپنا سفر پھر دھکیل دیا۔

نوجوان خوفزدہ نظروں سے اس تجربے کو دیکھ رہے تھے۔ پروفیسر خادو نے دلچسپ نگاہوں سے انھیں دیکھا اور پھر بولا "میں نے طے کیا تھا کہ ایک چڑی میل کاٹوں گا جس میں چاروں طرف برف نہ گھونٹنے والے آلات کیوں کی طرح گاڑیے جائیں گے۔ میں اس عمل پر یزید میں بھیج کر انھیں اس قابل بنانوں گا کہ انسانی جسم کو ان پر تکلیف نہ ہو۔ پھر رسیوں کی مدد سے یہ اپنی طرف پھریں اور وہ کو ان کیوں سے جوڑوں گا اور اس کے بعد ہم ان ڈھلانوں کا سفر شروع کریں گے اور اس وادی تک پہنچ جائیں گے جو اس برف کے قید خانے سے کہیں زیادہ بہتر ہے اور جہاں رہ کر زندگی بڑی کٹھن نہیں ہے گی۔ ہم ان سے آگے بڑھنے کے انتظامات بھی کر سکتے تھے لیکن پھر مجھے احساس ہوا کہ میں خود غرضی سے کام لے رہا ہوں۔ میں نے سوچا اپنی تجویز دوسروں کے سامنے پیش کروں تاکہ وہ ستر بھی ہمت کریں میں پوچھنے سے انکار و گرام آپ کے ساتھ پیش کر رہا ہوں۔ ہم نے اس برف سے گزر کر اس وادی میں جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اور اب آپ سب کو اس سفر کی دعوت دیتے ہیں۔ سفر کا طریقہ کار البتہ تھوڑا سادہ لایا گیا ہے۔ خادو نے خاموش ہو کر نوجوانوں کے خشک چہرے اور خوفزدہ آنکھوں کو دیکھا۔ اور اس کے ہونٹوں پر طنز پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مجھے آپ کے چہرے دیکھ کر دکھ ہوا ہے۔ آپ جو ہم لوگوں کو قتل کرنے کیلئے مجھے چھرا نظر آئے تھے، میری تجویز سن کر دہشت ہو گئے ہیں۔ بھئیہ رنگ ہے آپ کے خون کا۔ کیا آپ کی دلیری میں تک محدود ہے؟"

"طنز نہ کریں پروفیسر۔ آٹھویں نے آگے بڑھ کر کہا "بلکہ ہم آپ کا تجربہ خطا سے بھرپور ہے لیکن برف کے اس ویرانے میں مسک کر موت کا انتظار کرنے سے یہ بد جہاں بہتر ہے کہ ایک بار زندگی بھر لو جو جہد کرنا جائے۔ اگر اس جہد میں موت آجائے تو وہ زیادہ

بہتر ہوگی۔ میں تمام نوجوانوں کے ہاتھ میں تو نہیں کہتا، لیکن مجھے یقین ہے کہ ہم میں سے چند ایسے ضرور ہوں گے جو اس جہد میں جہد لینا پسند کریں گے۔ لیکن اس سے قبل چند سوالات ضروری ہیں۔

"کیا ہے؟"

"نمبر ایک۔ کیا میں چھروں پر اس انداز میں سفر کرنا ہوگا، جس طرح آپ نے بتایا ہے۔ نمبر دو۔ کیا آپ بوٹے ہمارے ساتھ دوں گے تو نہیں کر رہے ہیں۔ نمبر تین۔ اگر ہم اس وادی میں پھر دو توی ہو چکے گے تو کیا آپ لوگ اپنے وعدوں سے انحراف تو نہ کریں گے؟"

"بیس سی سوال ہیں؟ پروفیسر خادو نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔"

"سوال نمبر ایک کا جواب ہے کہ۔ اس سلسلہ میں، میں ایک بات کہہ چکا ہوں کہ سفر کا طریقہ کار اجتماعی طور پر چھرا سادہ لایا گیا ہے جس کے ہاتھ میں، میں ابھی بتاؤں گا سوال نمبر دو کا جواب ہے کہ کسی قسم کے دھوکے کا امکان ہوں نہیں ہے کہ یہ سفر اجتماعی طور پر کیا جائے گا یعنی ہم سب ساتھ ہوں گے۔ زندگی یا موت جو کچھ بھی ہوگا ساتھ ساتھ ہوگا اور سوال نمبر تین کے ہاتھ میں موت انتہائی کہا جاسکتا ہے کہ ہم نے وہاں بھی خود کو کبے بس نہیں سمجھا ہے۔ یہاں بھی ہم تم سے اس وقت تک جنگ کر سکتے ہیں جہاں تک ہم سب ختم ہو جائیں اور ہمارے ہر ذرہ میں ثابت ہوں گے۔ لیکن ہم نے نوجوانوں کے مطالبات کو عقل کی روشنی میں پرکھ کر صرف اس لئے منظور کر لیا کہ ممکن ہے اس سے ان کی صلاحیتیں بڑھ جائیں اور وہ یہاں سے نکلنے کا کوئی طریقہ... سوچ لیں، یہی کوشش اس وادی میں ہو چکے ہیں۔ بعد میں چنانچہ کسی قسم کے انحراف کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

آٹھویں نے ہلکا سا پھر اس نے کہا "میں مٹھوں ہوں پر نہیں اب براہ کرم وہ طریقہ بتائیے جس کے تحت ہم سفر کریں گے؟"

پروفیسر خادو نے مسکراتے ہوئے نوجوانوں کی طرف دیکھا اور پھر بولا "ہم تیار شدہ لباس کے ڈھانچے کو برف کے پہاڑ سے کھود کر نکال لیں گے۔ اس کا سامنے کا ٹوٹا ہوا حصہ درست کریں گے اور پھر اسے ڈھلان تک لے آئیں گے۔ پھر ہم سب اس لباس سے پہنچ جائیں گے اور طیارہ ڈھلان پر چھوڑ دیا جائے گا۔ چنانچہ ہمارا سفر بڑی عمدہ ہوگا لیکن بد قسمتی سے طیارہ انھیں نہیں پر داز کرے گا بلکہ برف پر دھسے گا۔ اور آٹھویں کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے

اور پھر ان نگاہوں سے پروفیسر خادو کو دیکھ رہا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے لوہوں کے چہرے بھی مشرق ہو گئے تھے۔ چھرا سفر کرنے کی سب سے زیادہ کے ڈھانچے میں سفر کرنے کا تصور زیادہ دلچسپ تھا۔ اور اس کے لئے تقریباً کسی تیار تھے جس کا اندازہ ان کے چہروں سے ہو رہا تھا۔

"کیا خیال ہے دوستو! کیا زندگی اس جہد میں جہد میں جہد کے لئے تیار ہو؟"

"ہم سب تیار ہیں۔ تقریباً کسی نے ایک وقت جواب دیا۔

"پروفیسر خادو درحقیقت عقلمند و مبالغہ کرتے ہیں۔ اس ناگہانی آہٹ میں اگر پروفیسر خادو نے سادہ دہم تو ہم سب اب تک مر چکے ہوتے۔ ان کی لازوال ذہانت نے غذا کا مسئلہ حل کیا۔ اور اب پروفیسر کی ذہانت نے ایک اور مسئلہ حل کیا ہے۔ درحقیقت برف پر سفر کرنا سفر زندگی کا ایک الٹا تجربہ ہوگا۔ نتیجہ کچھ بھی ہو ہم سب آپ کے ساتھ ہیں پروفیسر، ہم سب آپ کے زیر ہدایت کام کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آٹھویں نے اعلان کیا اور نوجوان تیار ہو گئے۔ ان میں بڑھوں کی ہلکی سی شاں تھی۔ لیکن چند چہرے ایسے بھی تھے جو صرف مسکراتے تھے۔ اور ان کی مسکراہٹ میں موت چھپی ہوئی تھی۔ جیسے ایڈمنڈ سسکو پر فیسر خادو۔ راز دہک...."

برف کی کھدائی کا منظر بے حد پر جوش تھا۔ تقریباً سوا دو افراد برف کے اس مضبوط پہاڑ کو ڈھانچے کے لئے کوشاں تھے۔ یہ کھدائی زیادہ مشکل نہیں تھی۔ صرف برف کے اس تومے کو زمین پر بکھرا دینا تھا۔ جو پہاڑ کی شکل رکھتا تھا۔ اور سب اس میں مصروف تھے۔ بوٹے نوجوان لڑکیاں سب ہی برف کھود رہے تھے۔ لڑکیوں کو ساتھ کام کرتے دیکھ کر نوجوانوں کے ہموں میں اور پتی آگئی تھی اور وہ پوری محنت اور جانفشانی سے کام کر رہے تھے۔ البتہ پروفیسر خادو کی رہنمائی میں بڑھوں کی ایک ٹیم جو دس افراد پر مشتمل تھی علیحدہ ہو گئی تھی۔ یہ لوگ پھیلیاں حاصل کرنے گئے تھے۔

شام کو جب ٹیم واپس آئی تو اس کے ساتھ پھیلیوں کا ایک بڑا ذخیرہ تھا۔ جسے دیکھ کر کھدائی کرنے والوں نے خوشی کا نعروں کا کیا۔ پانچ دن کی محنت کا نتیجہ خاطر خواہ ہوا تھا۔ پہاڑ کی ہلکی سمت سے لباس کے ڈھانچے پھیلنے لگا تھا۔ پھر حال اس کے بعد کام کل پر ملتوی کر دیا گیا۔ اور وہ لوگ کھانے پینے میں مشغول ہو گئے۔

اب ہر دن میں امتحان تھی۔ لیکن جو لوگ اپنی مقدار پر سیاحی مل چکے تھے، ان کی خوشی عارضی تھی اور بڑھوں کا گروہ انھیں صرف اپنے مقصد کے لئے استعمال کر رہا تھا۔ اس گروہ سے بڑھوں کو کوئی دلچسپی نہیں تھی جو ان کی محنت کے لئے دے رہا تھا۔ اگر وہ چالاکی سے کام نہ لیتے تو شاید وہ انھیں قتل بھی کر چکے ہوتے اور برف پر ایک شرمناک ڈرامہ بھی کا شروع ہو چکا ہوتا۔ جس میں مساویات کی دھجیاں اڑا دی جاتیں۔ انسانیت کی چٹیں اس دھجیلے میں گونگ رہی ہوتیں، ایسے درندوں کو یہ توقف تو بنایا جاسکتا ہے، ان سے ہمدردی کے پتے بھی ہیں؟

دوسرے دن صبح سے وہ لوگ پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئے بوٹے خوراک کی تلاش میں نکل گئے۔ نوجوان آج کل سے بھی زیادہ تیزی اور تندی سے کام کر رہے تھے۔ چنانچہ سورج کے جب واپسی کا سفر شروع کیا، تو اس کی کرنوں نے جہان کے ڈھانچے کو برف میں دھسے لگا کر ڈھانچا برف کے پہاڑ سے نکلی آیا تھا۔ اور یہ ڈھانچہ واپس آنے والے بڑھوں نے بھی دیکھ لیا تھا جو پھیلیاں لائے تھے بوٹے خوش ہو گئے تھے۔ پروفیسر خادو کے ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔ اور تعویذی دیکر کے بعد وہ کام کرنے والوں کے پاس پہنچ گئے۔ سب ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے۔ شام کو کھانے پینے سے فارغ ہو کر ایک میٹنگ ہوئی جس میں اب دوسرے اقدامات پر غور کرنا تھا۔

چنانچہ آٹھویں نے پروفیسر خادو سے سوال کر دیا۔ "اب میں کیا کرنا ہے پروفیسر؟"

"کل کا دن ہمارے سفر کا دن ہوگا۔ ممکن ہے کل کام مکمل نہ ہو سکے۔ اس صورت میں پورے سوچ میں ہم ضرور سفر کے قابل ہو جائیں گے۔ جہاں میں مرنے مرنے سے موجود ہیں چنانچہ ان تینوں سے لباس کو باہر کر برف پر بکھیرنا ہے۔ خاصا مشکل کام ہے۔ لیکن جبکہ یہ جہاں طیارہ ہم تمام لوگوں کو اٹھا کر پر داز کر سکتا ہے تو کیا ہم جاندار اسے گھسیٹ کر وہاں تک نہیں لے جا سکتے چنانچہ کل ہمارا ہی کام ہوگا۔ ہمارے پاس پھیلیوں کا خاصا ذخیرہ موجود ہے، اس لئے کل ہمیں خوراک کی تلاش کی ضرورت نہیں پڑے گی میں نے اس راستے کا انتخاب کر لیا ہے جس پر سے ہم لباس کو گھسیٹ کر خطرات نشان تک لے جائیں گے۔ وہاں پہنچ کر ہم اس کے دہرے شیلڈ والے حصے کو جھڑک دیں گے۔ جس سے ہماری آمد و رفت کا راستہ ہے۔ اس کے لئے ہم سینوں کے ڈھانچے استعمال کریں گے جو آج تک ہمارے حصے کام آئے ہیں۔ لیکن۔ لباس کے کوڑھلانے کے سرے تک پہنچنے کا کام سب سے مشکل







ہیٹوں کی عزت بجاتی ہے۔ ان تمام مضموم لڑکیوں کی عزت بجاتی ہے جو خطرے میں تھیں۔ ان کمزور بڑھوں نے اپنی بیٹیوں کو اس لئے پروشی نہیں کیا تھا کہ وہ انہیں تمہاری ناپاک ہوس کی بیخوشی چڑھا دیں۔ ہم نے یہ سنا نہیں اس وقت تیار کر لی تھی جب تم انسانیت کی سطح سے گرے تھے۔ ہم بھی تو اس برف کے ویرانے میں تمہارے ساتھی تھے۔ میں بھی تو انہیوں کا خزان تھا۔ تم نوجوان جو ہمارا سہارا بنے، ہماری عزت کے دہے ہوئے تھے۔ تم نے میں قتل کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ لیکن ہم نے تمہیں قتل کرنے کا فیصلہ نہ کیا۔ اور دیکھ لو۔ ہم کا یہیاب ہو گئے۔

"میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا ورنہ سے۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" سنا۔ آؤ۔ اس کتے کو فنا کرو۔ آؤ۔ آؤ۔ اسی وقت راؤرک اور وہ دوست نوجوان جو چالاکی سے باقی نوجوانوں کے گردہ میں شامل ہو گئے تھے آگے بڑھ آئے۔

"ہماری موجودگی میں یہ کیسے ممکن ہے دوستو! یہی موت تمہارا بھی مقدر ہے۔ ہمارے بازو اس قدر کمزور نہیں ہیں۔ ہمارے خون اس قدر سرد نہیں ہیں کہ ہم اس علیحدہ جہد میں حصہ نہ لیتے۔ لیکن موت تمہاری تقدیر میں بکلی تھی۔ ہم مل سے ان لڑکیوں کی عزت کرتے ہیں۔ ہم انہیں اپنی آبرو سمجھتے ہیں۔ ان کی حفاظت ہمارا فرض ہے۔ ہم تمہارے ساتھ اسی لئے شامل ہوئے تھے کہ تمہیں جہد میں سہا کر دیں۔ یہ ہمارے بزرگوں کا پروگرام تھا۔" راؤرک نے کہا۔

دولت و دینی ان نوجوانوں سے دست و گریباں ہو گئے اور برف پر زندگی اور موت کی جدوجہد ہونے لگی۔ آٹھ پہاڑ ہو گیا تھا۔ وہ وحشیوں کی طرح خاد پر چلنے کر رہا تھا۔ لیکن۔ شکست آج بھی اس کا مقدر تھی۔ پروفیسر خاد نے بری طرح مار مار مارا اور وہ اپنی تمام تر جنگی مہارت کے باوجود ابھی تک خاد کو ہاتھ نہ دے سکا تھا۔ دوسری طرف شریف نوجوانوں نے ان پتے کچے باقی نوجوانوں کو درست کر دیا تھا۔ ان میں سے بہت سے بڑے بچے ہیں۔ انہیں تک پہنچے تھے۔ پروفیسر خاد نے آٹھ کو دو ٹول بازوؤں پر اٹھایا اور سر سے بلند کر لیا۔ آٹھ سخت جھڑو جھڑو ہاتھ لیکن گراؤنٹل خاد کے سٹنے اس کی ایک دھیل رہی تھی۔ خاد نے دھلان کے کنارے سے گیا اور آٹھ پر چھینے لگا۔ اب وہ رو رہا تھا، گراؤنٹل خاد زندگی کی ہیک ماٹنگ رہا تھا۔

"تیرا خون گندہ ہے آٹھ، میں تجھے معاف نہیں کر سکتا۔"

مارکو تو دوسروں کے لئے خطرہ بنا رہا تھا۔ خاد نے کہا اور آٹھ کو دھلان پر اچھال دیا۔ آٹھ کے چہرے پر حیرت تھی۔ دو دھلانوں پر پھسلنا جا رہا تھا اور لڑکیاں کانپ رہی تھیں۔

"ان سب کا خطرہ آٹھ کے لئے مختلف نہیں ہو گا۔ خاد مڑ کر غریبا اور برف پر پڑے ہوئے نوجوان چرخ پڑے۔ انہوں نے اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کی۔ لیکن دوسرے نوجوانوں نے انہیں پکڑ لیا اور پھر انہیں بھی ایک ایک کر کے دھلانوں پر چھینک دیا گیا۔ یہ تھا ان سفارک انسانوں کا انجام جو انسانیت کے باقی تھے جو اپنا فرض بھلا کر ہوس کے شکنجے میں جکڑ گئے تھے۔ انہوں نے شیطان کو دوست بنایا تھا۔

کئی لڑکیاں دہشت سے بے ہوش ہو گئی تھیں، دوسری لڑکیاں بھی کانپ رہی تھیں، لیکن ان کے دل کے گوشوں سے سکون کی لہر بھی اٹھ رہی تھیں۔ وہ مصیبت زدہ تھیں اور مصیبت میں اگر ایک اور مصیبت شامل ہو جائے تو ان کا پرسان حال کون تھا۔ وہ سب بے یار و مدعا تھیں۔ ان کے سر پرست ہو گئے تھے، جیسے بھی تھے ہر حال ان کے لئے اہمیت رکھتے تھے اور وہ ان قوی میکس نوجوانوں سے جنگ میں جیت نہیں سکتے تھے۔ چنانچہ جو کچھ ہوا بہتر ہی ہوا تھا۔

ہو اسائن سائیں کر رہی تھی اور چاروں طرف سناٹا طاری تھا۔ دھلان پر پھسلنے والوں کا اب نشان بھی نہ تھا۔ البتہ انچی چیخوں کی بازگشت دجانے کہاں کہاں سے ہوتی ہوئی، اب بھی کانوں تک پہنچ رہی تھی یا پھر یہ صرف سماعت کا دم تھا۔ سب خاموش تھے۔ اس بھیانک واقعہ کے بعد ان کے اعصاب کشیدہ ہو گئے تھے۔ کان سائیں سائیں کر رہے تھے اور دم گھٹے جا رہے تھے۔ اندر چاروں سکسوسر کپڑے بیٹھا تھا۔ وہ اپنے ضمیر سے جنگ کر رہا تھا۔ بیشک وہ ان سب لوگوں کا قاتل تھا۔ لیکن۔ وہ تھے ہی تو اسی قابل۔ اگر وہ زندہ رہتے تو دھلان کے نیچے بھیانک ایٹم بم پڑتے۔ ویسے سب لوگ اس پروگرام سے واقف نہیں تھے۔ اس لئے ان کے لئے یہ اچانک صورت حال اور زیادہ بھیانک تھی۔ وہ سب خوف و دہشت سے سفید پڑ گئے تھے۔ کافی دیر تک فلسفہ فضا قائم رہی پھر پروفیسر خاد نے ایک گہری سانس لی اور بھاری آواز میں بولا "ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ اور یہی انسانیت کا تقاضہ بھی تھا۔ خدا کی قسم اگر میرے ساتھ میری بیٹیاں نہ ہوتیں تب بھی میں اس سلسلے میں اتنی ہی سرگرمی سے حصہ لیتا اور ان کا وہی حشر کرتا جو میں نے کیا ہے۔! چنانچہ میرے دوستو۔ شیطان کا سوگ منانا بھی

فطری ہے۔ ان کی موت پر جگہ شکار اور کھانا ہے۔ خدا کی قسم ہم اپنی زندگی میں ان مضموم بیٹیوں کو ان بیٹیوں کے حوالے کرنے کو تیار نہ تھے۔ خواہ ان کا سنا حشر ہمارا کیوں نہ ہوتا۔ سوگ کی فضا ختم کر ڈیڑھ دوستو۔ آؤ۔ میں تمہیں حقیقت سے واقف کروں۔ آؤ میرے قریب جاؤ۔ اور فضا کی خاموشی ختم ہو گئی۔ سب گہری گہری سانسیں لینے لگے سکسوسکا پیتے قدموں سے یا پھر آگیا۔ راؤرک، ہونے اور شریف نوجوان بھی ایک جگہ آئے ہوئے تھے۔ تب ہونے خاد نے کوسنا شروع کیا۔

"میں نے جو کچھ تم سے کہا ہے وہ حقیقت نہیں ہے۔ دھلانوں سے پرے کی دنیا کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں کہ وہاں کیا ہے؟۔ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا ہے کہ جہاں یہ خوفناک سفر کہاں ختم ہو جائے گی دنیا کا تصور میں نے پیش کیا تھا، وہ صرف ایک فرض ہے۔ اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ البتہ ذاتی طور پر میں نے وہی کچھ فرمایا تھا جو میں نے بتایا تھا۔ یعنی میں اپنی بیٹیوں کے ساتھ کسی وقت ان دھلانوں سے گزرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اور اگر وہ صورت حال پیش نہ آتی جو آگئی تھی تو شاید اس وقت میں تمہارے درمیان نہ ہوتا۔ میں نے تمہارے کو پسلا کر مناسب جگہ پر نشان لگایا تھا۔ لیکن ان لڑکیوں کی آبر و خطرے میں چھوڑ کر جانا میرے ضمیر کے گوارہ نہ کیا۔ اور میں نے واقعی طور پر اپنا پروگرام ملتوی کر دیا۔ ہم ہر وقت ان خطرناک نوجوانوں کے بارے میں سوچتے رہتے تھے جو جنگ لگتے تھے۔ تمہارے سسکو سے اپنا تجربہ بیان کیا اور ان کے سامنے یہ تجویز رکھی جسے انہوں نے بہت پسند کیا۔ اگر ہم ان نوجوانوں کو اس حسین دنیا کے خواب نہ دکھاتے تو وہ بھی اس کام پر تیار نہ ہوتے۔

بہر صورت! میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اب آؤ قدم اقدام کا فیصلہ کرنا ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ہم جہاز کو کہاں تک لے آئے ہیں۔ کیونکہ ان کے بغیر ہم یہ کام اتنی آسانی سے نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن ابھی وقت نہیں گزرا۔ اسے واپس بھی لے جایا جاسکتا ہے۔ تاہم اس بے یقینی کی زندگی سے یہ بہتر ہے کہ ہم جان کا خطرہ مول لیں۔ اگر آپ لوگ اس سفر کے لئے تیار نہ ہوں تو میں آپ کی موجودگی میں کروں گا۔ البتہ میں آج ہی یہاں سے جا رہا ہوں۔ اور اب میں آپ کے خواب کا منتظر ہوں۔"

"ہم واپس نہیں جائیں گے پروفیسر۔ آپ نے جو کچھ کیا ہے، ٹھیک کیا ہے۔ ہم واپس نہیں جائیں گے۔ ہم یہ فرم کریں گے خواہ اس کا انجام موت ہی کیوں نہ ہو۔ بہت سے لوگوں نے کہا۔"

"میرے بہادر دوستو۔ زندگی جدوجہد کا نام ہے۔ اس ویرانے

میں ہم اپنا جہاز کی طرح نہیں چسے رہ سکتے۔ زندگی کو اوپر لگا دو اس وقت مقصد زندگی ہے اور موت بہر حال زندگی کی انتہا ہے جو ان دھلانوں پر بھی موجود ہے۔ اور اس برف کے میدان میں بھی۔

"ہم سب تیار ہیں۔ ہم سب تیار ہیں۔ تقریباً سب کہا۔" تب آؤ۔ وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ کسی نئی زندگی۔ یا فرشتہ اجل کو انتظار کی تکلیف کیوں دی جائے۔ فرزاں۔ آؤ سب سے پہلے ہم اس سفر کے لئے نگرہ سڑکوں۔ اور پروفیسر کی دونوں لڑکیاں آگے بڑھ آئیں۔ پھر وہ جہاز کے دروازے کے اندر داخل ہو گئے۔ اور ان کے پیچھے دوسری لڑکیاں۔ بے ہوش لڑکیوں کو ان کے والد اٹھا کر اندر لے گئے تھے اور ان کی مدد نوجوانوں نے کی تھی۔ پیاسے کے اندر سڑکوں کے بنے ہوئے جال کے ایک ایک خانے میں ایک فرد کو بٹھا دیا گیا۔ اور رتیاں ان کے جسموں سے نکڑ دی گئیں۔ بڑا شاندار انتظام کیا گیا تھا۔ ایک ایک کے تمام لوگ جہاز میں داخل ہو گئے۔ بہت چھوٹے چھوٹے کمرے تھے۔ پڑا ہوا تھا۔ جہاز کی بارنگ لگا چکا تھا۔ بالآخر آخری آدمی بھی اندر آ گیا۔ اور جہاز کا دروازہ مضبوطی سے بند کر دیا گیا۔

جہاز اب بھی ملن تھا تب پروفیسر خاد نے ایک رستہ پکڑا اور جہاز کے اگلے حصے میں پہنچ گیا۔ پھر اس نے دوسروں کو اشارہ کیا۔ سسکو اور اس کے تینوں ساتھی پانڈ بھی اگلے حصے میں پہنچ گئے۔ جہاز ایک بار زور سے دنگا۔ اس کا اگلا حصہ نیچے پھٹنے لگا تھا۔ ان کی دیکھا دیکھی جہاز نوجوان بھی رستے مضبوطی سے پکڑے ہوئے آگے آئے۔

جہاز کا توازن بگڑ گیا۔ ایک خوفناک جھٹکا ہوا اور ان کی ہچکچاہٹیں لگ گئیں۔ جہاز سست رفتاری سے نیچے پھسل رہا تھا۔ دوسرے برق رفتاری سے واپس پلے اور رتوں کی مدد سے اپنی جگہوں پر آئے۔ لیکن جہاز دھلان پر آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کے پہلوں کی رتیں برف کھرج رہی تھیں اور جھٹ برف کی گرت سے آزاد ہوئیں تو اچانک جہاز طوفانی رفتار سے آگے بڑھنے لگا۔ اب وہ باقاعدگی سے برف پر پھسل رہا تھا اور یہ ناز۔ ان کے دل پر چھل چھلک رہے تھے۔ جہاز کی کھڑکیوں کے شیشوں سے باہر نظر نظر کر رہا تھا۔ جہاز کے پھسلنے سے سخت بھی موٹی برف کھرج کر گرنے ہو رہی تھی اور دونوں طرف برف کی چادریں بند ہو گئی تھیں۔ انھیں بند ہو گئیں دونوں کی دھڑکنیں سست ہو گئیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ آسمان سے نیچے گرنے لگے۔ کچھ کمزور دل ساکت ہو گئے، کبھی دھڑکنے کے۔ کسی کو کسی کا جوش نہیں تھا۔ سب کے دانت پھٹے ہوئے تھے اور وہ جگتی



کی کیفیت میں مبتلا تھے۔ انھوں نے مضبوطی سے سیٹیاں پکڑی ہوئی تھیں۔ جہاز کو خوفناک جھٹکے لگ رہے تھے۔ جس کی بوڑھے کے حلق سے قہقہہ بلند ہو گیا۔ وادیاں۔ ہا ہا ہا۔ موت کی وادیاں۔ ہمزہ زنی سے موت کی منہریں ملے کر رہے ہیں۔ ہا ہا ہا۔ ہا ہا ہا۔ وہ قہقہہ لگا رہا۔ اس کا ذہنی توازن بگڑ گیا تھا۔ لیکن کسی کی ہمت تھی کہ انھیں کھول کر اسے دیکھ سکے۔ سب پر یہی کیفیت طاری تھی۔ سب کے دماغ خالی ہو رہے تھے۔ باہر کا کسی کو پتہ نہیں تھا۔ نہ جانے جہاز کہاں جا رہا تھا۔ نہ جانے کتنا فاصلہ طے ہو چکا تھا۔ نہ جانے کتنی سانسیں باقی رہ گئی تھیں۔ اب وہ صرف حالات کے رحم و کرم پر تھے۔ دفعتاً جہاز بہت زور سے اچھلا۔ اب ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ فضا میں اوپر کی طرف ٹاٹ رہا ہو۔ بوڑھے خاوند نے ہشکل انھیں کھول کر اپنے برابر کی طرف سے جھانکا جہاز اسی کی طرف سے ٹکرا کر اچھل گیا تھا اور اب اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ اس نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کی طرف دیکھا۔ دونوں کی گزریں ڈھکی ہوئی تھیں۔ دونوں ہی بے ہوش ہو گئی تھیں۔ یا شاید مری گئیں۔

تقریباً سب کی ایک جیسی کیفیت تھی۔ تب جہاز زور سے نیچے گرا۔ اور رگ گیلہ پھر وہ گیند کی طرح اچھلا اور کی گئے تاکہ ایک بعد پھر اس نے اسے آگے بڑھنے لگا۔ لیکن۔ اس دوران قیامت برپا ہو گئی تھی۔ کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ گئے تھے۔ ایک ٹوٹا ہوا شیشہ سسکو کے رخسے سے گھس کر گدی سے نکل آیا تھا۔ جہاز کی کھڑکیاں اور دروازے ٹوٹ کر ٹکڑوں پر آکرے تھے۔ کسی کا سر غائب ہو گیا تھا کسی کی گردن۔ راز کا بھیجہ ہانپ رہا تھا۔ کسی بوڑھے کی گردن کا ورک گویں آگری تھی اور خون اٹھ رہا تھا۔ اور جہاز کے پینڈے پر برف کی رگوں کی آواز کانوں کے پردے چاٹنے سے رہی تھی۔

پھر جہاز کے پینڈے میں ایک بڑا سوراخ ہو گیا۔ اور جولوگ اس سوراخ کے قریب بیٹھے تھے، ان کی ٹانگیں غائب ہونے لگیں۔ ان کے بغیر ٹانگوں کے ہم اچھل کر تھیلوں کے جال سے باہر نکلتے اور پورے جہاز میں پھرنے لگے۔ بڑا دشت خیز منظر تھا۔ کہیں سر اچھل رہے تھے۔ کہیں کٹے ہوئے ہاتھ اور پاؤں تڑپ رہے تھے۔ کوئی کسی خون اٹھتے دھڑکے سے دھب گیا تھا۔ کوئی اپنے اچانک غائب ہوجانے والے شائقین کی تلاش کر رہا تھا۔ کھل ہوئی کھڑکیوں کے سوراخوں سے برف اندر آ رہی تھی اور خون پرستی کی طرح جتنی جا رہی تھی۔ پھر ایک زوردار دھماکا ہوا اور جہاز کا دروازہ کھل گیا۔ نکلے چمٹے دروازے سے برف کی ایک چادر اندر گھس گئی۔ پھر کسی مضبوط چیز سے رگڑا کھار دروازہ اٹھ گیا۔ مضبوط دروازے کے اکھڑنے سے جہاز سا گھوم گیا۔ اس کا رخ بدل گیا۔ لیکن۔ اس کا سفر اب بھی جاری تھا۔ وہ اب بھی

مستحضر رہے۔ پھر بولے واضح ہوتے گئے۔ وہ انسان ہی تھے۔ ان کے جسموں پر نہ پتہ تھے لیکن ان کے چہرے بے حد خوفناک تھے۔ وہ خوفناک منکاحوں سے لے گھوڑے تھے اور ان کے ارادے اچھے نہیں معلوم ہو رہے تھے۔ یہی ہے۔ ان میں سے ایک نے گرجی ہوئی آواز میں کہا۔

”ہاں، یہی ہے۔“ پیچھے سے کسی آواز میں پھر اس۔ اور ان میں سے چند ہولے پیچھے سے نکل کر آگے بڑھ آئے۔ تب اس نے دیکھا۔ سب سے آگے والا میوٹا آٹھ لڑے تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک لمبا چاقو تھا، جس سے خون ٹپک رہا تھا۔ وہ خشکی نظر سے اسے گھورتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ اور پھر اس نے بھیانک آوازیں کہا۔

”بوڑھے شیطان۔“ اب بول۔ اب میرے ہاتھوں سے بچ کر کہاں جائے گا۔ تو میرا قاتل ہے۔ اور اب میں تجھے قتل کروں گا ہا ہا ہا۔ اب میں تجھے قتل کروں گا۔ اس نے چاقو لہرایا اور چاقو خالوں کے بائیں شانے میں پیوست ہو گیا۔ ایک تیز کڑاہ اس کے منہ سے نکل گئی اور آٹھ لڑے قہقہہ لگا رہا پیچھے رہ گیا۔ پھر دوسرے لوگ سامنے آئے اور وہی نوجوان تھے جنہیں اس کے حکم سے قتل کیا گیا تھا۔ ان سب کے ہاتھوں میں لمبے لمبے چاقو تھے۔ پھر وہ اس کے ہم پر چھوٹے چھوٹے نشان لگنے لگے۔ اور ان نشانوں سے خون اٹھنے لگا۔ وہ اسے آدھیں سے کرمانا چاہتے تھے۔ ان میں سے کسی نے بھی چاقو کا ایسا وارہ نہیں کیا تھا جو کہ گھبراہٹ اور اس کی زندگی ختم کر دیتا۔

وہ پتیلہ بکرا ہتھارہ اور نوجوان اس کے ہم پر دم لگاتے رہے یہاں تک کہ وہ زمینوں سے ٹھنڈا ہو کر زمین پر گر پڑا اور نوجوان تھپتھپے لگنے لگے۔ پھر انہوں نے اس کے گرد وحشیانہ قہقہے شروع کر دیے۔ وہ اس کے جسم کو ٹھونکنے لگے۔ اور ہر ٹھونکنے پر اس کی کڑاہ نکل جاتی۔ کافی دیر تک یہ قہقہے جاری رہے۔ پھر نوجوانوں نے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے چاقو زین پر پھینک دیے۔ اور ان کی طرف جھپک آتے انہوں نے اسے ہاتھوں پر اٹھایا۔ اور اس کے زخموں سے چور چور جسم کو لے کر ایک طرف چل دیے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے نیلا آسمان تھا اور جسم درے پٹھا جا رہا تھا کافی دور چل کر وہ مرے۔ اور اس کے بعد انہوں نے اسے فضا میں اچھال دیا۔

ایک اور فزولش پیچ اس کے حلق سے آزاد ہو گئی۔ وہ نیچے گر رہا تھا۔ گھبراہٹ میں۔ اور گھبراہٹ میں۔ نہ جانے ان گھبراہٹوں کی انتہا کیا تھی وہ گرتا رہا۔ اور پھر ایک اور دھماکا ہوا۔ وہ کسی چیز پر گر رہا تھا۔ تب اس کے ذہن پر تاریکی مسلط ہو گئی۔ وہ اسی طرح گم حسی رہا۔ اتنی بلدی سے گرنے کے باوجود وہ زندہ تھا۔ اور اس زندگی پر اسے ہمت تھی۔ اس نے اس جگہ کو ٹھونکا۔ جہاں وہ لگا تھا۔ نہ جانے کوئی کیسی تھی۔ نہ جانے کسی کیسی تھی۔ اس کے ہاتھ کی لمبی شے سے ٹکرائے۔ اور جھپک گئے۔ تب اس نے ہشکل انھیں کھولیں اور اس کی لمبی شے کو دیکھنے لگا۔ چند لمحات کو نظر نہ آیا۔ پھر کھول کر دیکھی وہاں اتنی گئی۔ اور تب اس نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ خون میں ڈوبے ہوئے تھے۔ لیکن۔ وہ لمبی شے کیا ہے۔ اس نے کہیں پر نہ دیکھا۔ تھوڑی سی گردن اٹھائی۔ ایک سیاہی شے تھی۔ پوسے طور سے حواس متنبہ کر کے اس نے دیکھا۔ وہ انسانی جسم کا کوئی اندرونی ٹکڑا تھا۔

شاید پچھلے۔ کلہبر۔ یا اور کوئی ایسی ہی شے۔ لیکن۔ کس کا جسم ہے۔ یہ کوئی جگہ ہے جہاں اسے پھینکا گیا ہے۔ سر پر کمان تو نہیں ہے۔ یہ سیاہی جھٹکتی ہے۔ اور تو زیادہ اونچی بھی نہیں۔ کوئی صندوق۔ شاید کوئی صندوق۔ لیکن ان لوگوں نے تو اسے کسی صندوق میں بند کر کے نہیں پھینکا تھا۔ پھر یہ صندوق کہاں سے آگیا۔

وہ حیران سے سوچا رہا۔ اور پھر۔ اسے واقعات یاد آتے گئے۔ وہ نوجوان کہاں سے آگئے۔ وہ تو رہے تھے۔ آٹھ لڑے بھی مری گئے تھے اور وہ خود تو جہاز میں تھا۔

جہاز۔ اس کے ذہن میں جھٹکا ہوا۔ جہاز میں تو فزولش بھی تھی۔ فزولش بھی تھی اور دوسرے لوگ بھی تھے۔ اس کے باوجود کہ پورے جسم میں شدید تھیں اٹھ رہی تھیں۔ وہ ٹھٹھکا کر اٹھ گیا۔ اب ایک بھیانک منظر اس کی نگاہوں کے سامنے آگیا۔ وہ تو جہاز میں تھا۔ جہاز کا ٹکڑا ڈھانچے اس کے سامنے تھا۔ اس کی چھت کھلی ہوئی پکڑ کر فرش سے مل گئی تھی اور اس کے نیچے جو بھی تھا پکڑ گیا تھا۔ ابتدا پر پکے ہوئے زخموں سے خون ابھی پھیلاؤ کی شکل میں اچھل رہا تھا پورے جہاز میں خون ہی خون تھا۔ اعضا اب کچھ سے بڑے تھے۔ سب تو جہاز کے بھیانک نظر آ رہے تھے۔ پکچھے ہوئے جسموں سے اندرونی اعضا بھی باہر نکل آئے تھے۔ ان انسان ایک دوسرے پر پڑے تھے۔ تب سب کچھ اس کے ذہن میں آگیا۔ سرفرم ہو چکا تھا۔

اور۔ اور۔ وہ زندہ تھا۔ مگر۔ فزولش۔ فزولش۔ وہ اپنے زخموں کو کھول گیا۔ اس نے ایک رسی سے دونوں ہاتھ لکڑے ٹانگوں پر قوت صوف کی اور کھڑا ہو گیا۔

”فزولش۔“ اس کے حلق سے وہ فزولش۔ فزولش۔ وہ پھر چٹھا۔ اور رسیاں پکڑ پکڑ کر آگے بڑھنے لگا۔ وہ فرش دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کا دل غم و اندوہ میں ڈوبا ہوا تھا۔ جہاز کا ایک بھی مسافر زندگی کی سانس نہیں لے رہا تھا۔ سب مری گئے۔ لیکن وہ کیسے زندہ تھا۔ اور ابھی تھوڑی دیر قبل جو کیفیت اس پر بیت رہی تھی وہ۔ وہ موت ایک تصویر تھی۔ ایک خواب تھی۔ اس کے ہم پر تھم تھے جن میں تھیں اٹھ رہی تھیں۔ لیکن یہ نرم چاقوؤں کے نہیں تھے۔ اس کے پاؤں کی جھوڑی چیز کو لگی اور وہ چڑا چھل کر تھیلوں کے جال پر آگری۔ اس نے اسے دیکھا اور دل پکڑ کر رہ گیا۔ یہ نوجوان راز کر رہا تھا۔ وہی جہاز اس نے مسافر کو بچانے کی ایک کامیاب کوشش کی تھی۔ انہیں برف پر اتار لایا تھا۔

لیکن انھیں کس کو دیکھتا۔ بے نیلے نہایت ہاں میں ہاں پا رہا ایک چہرہ اس کے سامنے تھا۔ یہ ہاتھ تھی۔ ایک خوش و شگ بوش۔ نوجوان نہیں۔ لیکن اس کا جسم جیسے کے ساتھ نہیں تھا۔ جسم نہ جانے کہاں تھا۔ اس کا دل ڈوبنے لگا۔ کیا فزولش کا فزولش چہرہ بھی اسی طرح خون میں ڈوبا پڑا ہوگا۔ آہ۔ نہیں۔ نہیں۔ یہ ناممکن ہے۔ یہ ناممکن ہے۔ فزولش۔ فزولش۔ اس نے دہشت سے کانپتی آواز میں کہا۔ وہ رسیوں کے جال میں جھانکتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ اور پھر وہ جہاز کے آخری حصے میں پہنچ گیا۔ لیکن انسانی لاشوں کے ٹکڑے میں زندگی کہاں سے ہوئی۔ کوئی زندہ نہیں نظر آ رہا تھا۔ خون میں ڈوبے ہوئے چہروں کے صحنہ خود بھی نہیں پہلے جاتے تھے۔ پورے پورے جسم اعضا کے نیچے دیے پڑے تھے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ابل پڑے۔ ”فزولش۔“ اس کی ڈوبی ہوئی آواز ابھی اور وہ پھیٹ پھیٹ کر رہنے لگا۔ اس کا دل بٹھا جا رہا تھا۔ کافی دیر تک وہ مزدکے بیٹھا رہا۔ پھر اس نے چہرے سے دونوں ہاتھ ہٹائے۔ حالات سے اندازہ ہوتا تھا کہ فزولش اور فزولش بھی نہیں بچ سکی ہیں۔ دونوں لاشیں بھی ہی انساں موت کا شکار ہو گئی ہیں۔ پھر اب۔ اسے کیا کرنا چاہیے۔ خوشی۔ ایک لفظ اس کے ذہن میں ابھرا۔ ہاں۔ اب اس نے ہاتھ زنگی میں کیا رکھا ہے۔ نہ جانے وہ خود کیوں بچ گیا۔ یہ سب کچھ







بروفیسر خاوند نے چنگ کراس کے اشارے کی امت دیکھ کر اور ایک لمبے لمبے اس پر راز نظر کو دیکھ کر اس کے دل میں بھی سردیوں اٹھنے لگیں، وہ شیشے کا بنا ہوا ایک خوبصورت تابوت تھا جس کے اندر وہی مناظر بھی صاف نظر آ رہے تھے۔ تابوت میں گلابی رنگ کا سیال اور تنگ بھر ہوا تھا اور اس سیال میں ایک انسانی جسم تیر رہا تھا، تابوت کا ڈھکن بند تھا اور اس کے مین اور پیرانی کی جلی ہوئی ایک بہت بڑی بوتل اونچے اٹھی ہوئی تھی۔ اسی بوتل کا پوٹا دباؤ شاید بند تھا لیکن اس دباؤ میں کوئی خفا سا سوراخ بھی تھا جس سے ایک چمکدار قطرہ قطرہ وقفہ وقفہ سے تابوت پر ٹپک رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے تابوت پر چمکایاں گر رہی ہوں، اور پھر شاید یہ قطرہ اسی غلابی سیال میں گرا رہا ہوگا، کیونکہ اس کے کسی جگہ بہنے کے نشانات نہیں نظر آ رہے تھے۔

اس پر راز خاوند میں یہ تابوت، اور اس میں موجود انسانی جسم نظر کرنے کے بعد یہاں رکنا ایک مشکل کام تھا، لیکن بروفیسر کی مشہور بات اس تھا۔ اسے موت و حیات کی حقیقت معلوم تھی، لیکن خود ہی جی بڑی ان لوگوں کی وجہ سے یہ بھی ہو سکتی تھی کہ وہ اور کیا کرنا کہاں جانا۔ وادی کا نظارہ وہ کر چکا تھا۔ پاروں طرف حشرات الارض کی بھرمار تھی، کوئی جانتے پناہ نہیں تھی، اگر اس خوفناک غارت سے بھی جاتا تو باہر کی دنیا تو اس سے بھی خوفناک تھی، اور پھر یہ تو دن کا وقت تھا، رات کی طور پر بھی گزاری جا سکتی تھی۔

”خدا ان لوگوں کے دل مضبوط کرے“ اس کے دل سے دعا گئی اور اس نے دونوں لوگوں کے بازو کو انہیں خود سے قریب کر لیا۔ فست زانہ نے ہنسی کی طرف دیکھا۔ اور فروزاں مسکرا دی۔ تب بونٹے نے سرور انداز میں دونوں لوگوں کی گردن میں ہاتھوں کی گرفت سخت کر دی اور پکچے ہوئے انداز میں بولا۔

”انکھیں پر سکون انداز میں بند تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ سکون کی نیند سو رہا ہو۔“ وہ تینوں منہ چائے اسے دیکھتے رہے۔ مردانہ سن کا کوئی تقابلی تصور ہو سکتا ہے تو وہ اس سے ٹھہر کر نہ ہوگا۔ ایسا متناسب اور مڈول جسم، ایسا پرواہیت ہے جو اس سے قبل انسانی نگاہوں سے نہیں گذر سکا ہوگا۔ ڈروانی سنگتاشی کا سر سے سین شاہکار نظر آتا تھا۔ دونوں لڑکیاں اس سے چھوڑنا نہ معلوم ہو رہی تھیں۔ ان کی آنکھوں میں شوق و جذبہ کی آتش تھی۔ مٹی مٹ تک وہ توں کی طرف سکت و جادہ کرتے دیکھتے رہے۔ اس کے چہرے سے نظر ہلنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ پھر بوڑھا خاوند ہی چوٹھا۔

”واہ۔ اس فکر کے شہشاہ تو بے مثال ہیں، کیا خیال ہے ان حضرت سے تعارف حاصل کیا جائے۔“ اور بونٹے کی آواز سے دونوں لڑکیاں چونک پڑیں۔ پھر انھوں نے پاروں طرف دیکھا۔ اور فروزاں بول پڑی۔

”یہاں کوئی اور بھی ہو سکتا ہے ڈیڈی؟“

”ممکن ہے۔ پھیلتے تلاش کیا جائے۔ کیا خیال ہے۔“

”آئیے دیکھیں۔“ فروزاں نے کہا۔ وہ تینوں تابوت کے پاس سے ہٹ گئے اور غار کے دوسرے حصوں کی تلاش لینے لگے۔ پھر بونٹے خاوند نے دونوں آوازیں لگائیں۔ وہ کسی انجانی شخصیت کو کھارہا تھا لیکن اس کی بھار کا کوئی جواب نہیں ملا۔ صرف اس کی آواز کی بارگشت تھی۔ اور اس وقت تک کوئی بھی راہی جب تک اسے دہانے سے باہر نکل جانے کا موقع نہیں ملا۔

”کوئی نہیں ہے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔“

”ممکن ہے غار کے دوسرے حصوں میں کوئی ہو۔ آپ نے وہ بڑی سرنگ دیکھی ہے؟“

”ہاں۔ آؤ۔ اس طرف چلیں۔“ بونٹے نے کہا۔ اور پھر دونوں لوگوں کا ہاتھ پکڑے ہوئے اس دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ جس کے دوسری طرف ایک خوبصورت کمرہ تھا اور اسی کمرے میں ایک سرنگ کا دباؤ نظر آ رہا تھا۔ وہ سرنگ کے دہانے پر پہنچ گئے لیکن لطف کی بات یہ تھی کہ یہ سرنگ بھی نایک نہیں تھی اس میں روشنی لانے کا خاص انتظام کیا گیا تھا۔ سیلین اور گولڈن جیسی کوئی شے اس پورے غار میں کہیں موجود نہیں تھی۔ وہ آہستگی سے سرنگ میں داخل ہو گئے۔ ان کے دل تیزی سے دھڑک رہے تھے لیکن ان دھڑکنوں میں خوف کا عنصر نہیں تھا بلکہ ایک ہلکا سا جھٹکا تھا۔ وہ اس پر راز دیکھنے میں پڑے۔

”اس سرنگ میں جگہ نہیں تھی۔ بلکہ اس کا تعلق اسی پر راز خاوند سے تھا۔ ایک سرسبز میدان تھا جسے ایک خوبصورت لان کی شکل دی گئی تھی۔ پاروں طرف پھولوں کے درخت تھے ان کے نیچے پھول کھلے ہوئے تھے۔ پھر ان کے درمیان میں ایک سنگ مرمر کا خوبصورت حوض بنا ہوا تھا اور اس کے لال کے شقائق پانی میں رنگین پھولیاں تیر رہی تھیں۔ حوض کے کنارے کھائے گئے گولڈن جیسی سرسبز سنگ مرمر سے تراشی ہوئی نیچیں پڑی تھیں۔ انھوں کا سا کاش خاطر معلوم ہوتا تھا جس نے بھی یہ غار اور یہ دنیا تعمیر کی تھی، بلاشبہ وہ صاحب ذوق تھا، لیکن وہ کون تھا، کہاں تھا، یہ کسی کو معلوم نہیں تھا۔ انھوں نے لان کا ایک کچر لگایا۔ سبنا موش تھے۔ بروفیسر نے دونوں لوگوں سے رکنے کے لئے کہا اور خود پھولوں کے ایک درخت کی طرف بڑھ گیا اور پھر جب اس نے درخت کی طرف ہاتھ بڑھایا تو دونوں لڑکیاں ہم گئیں۔ انہیں انٹیلیو قے یاد آ گئے جن میں اس قسم کے مانا سے ہادوگروں کے ہوتے تھے اور انہیں ہاتھ لگنے سے شرم دیو آتا تھا لیکن بونٹے خاوند نے اطمینان سے چل توڑے اور انہیں گولڈن جیسی بھر کر ان کے قریب پہنچ گیا۔

”اس فکر کے محران کی طرف سے ہماری پہلی ضیافت اس نے مسکرا کر پھل روکیوں کو دیتے ہوئے کہا۔ اور دونوں لڑکیاں بھی مسکرا دیں۔ وہ پھل ہمارے لئے کس قدر راجہ ہو گئے ہیں۔ ہماری زبانیں لڑاؤ کے پیکے اور کھوش کے ذائقے کی عادی ہو گئی ہیں۔“

”ملاؤ پناہ کی زیارت ہو جائے۔ اس کے بعد ممکن ہے میں کچھ اور لوگوں سے نوازا جائے۔“ خاوند نے بدستور پر مزاج انداز میں کہا۔ اس طرف لڑکیوں کے ذہن سے خوف زائل کرنا چاہتا تھا اور انہیں اس پر راز وادی کے امر سے دلچسپی لینے کے لئے تیار کرنا چاہتا تھا۔ وہ خود بھی غیر تقی کیفیت سے اہل تھا۔ اسے سب کچھ خواب معلوم ہو رہا تھا، مہذب دنیا کے دور کا ہار تھا۔ ان خطرناک دھماکوں کی انتہا پر یہ پر راز دیکھا مٹی کی مٹی سے بنا تھا۔

ہادوئی واقعات اس نے بھی سنے اور پڑھے تھے لیکن ان کی کسی مٹی کی شکل کا ہار خود اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا اس کا اسے یقین نہیں تھا۔ واقعات ایسے غیر مربوط تھے کہ اس کا ذہن بھی منتہا تھا اور وہ قطعی نقطہ نگاہ سے کسی چیز کا پتہ لینے سے محذور تھا۔ ان غاروں میں بونٹے تھا عقل انسانی کے کسی طرح تسلیم نہیں کرتی تھی لیکن یہ سب کچھ اس کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ اسے یہ دنیا تسلیم کرتی تھی۔ یہاں اسے نہ جانے کتنا وقت گزارنا تھا، چنانچہ ان گزریں پر غور نہ رہا تو زندگی کچھ دکھن ہو جائے گی۔ اگر۔ جنوں اور مسکوں کی دنیا ہے، تو بہر حال ان کے ساتھ گزارنا تھا، خواہ وہ ان لوگوں سے کسی طرح بچش آئیں۔ اور وہ اسی کے لئے اپنی بیٹیوں کو تیار کر رہا تھا۔

پہلے کھانے سے ان کے حوض کوئی تازگی کا احساس ہوا۔ پھر انھوں نے حوض سے پلوں میں پھر کر پانی پا اور پھر بوڑھے خاوند نے ایک زبردستی کی ڈھکائی کرنا۔ تو ثابت ہوا لوگوں کے کوئی الوحت یہاں اس تابوت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ ممکن ہے اس پر راز دنیا کا شہشاہ کا کھیلے گیا ہو اور اپنی فوج کے ساتھ واپس آئے والا ہو۔ بہر حال ہم اس کا انتظار کریں گے اس سے ملاقات نامی دلچسپ ہے گی۔ یہ بھی یہی ممکن ہے کہ وہ افریاب کا کوئی عزیز ہو۔ اور۔ تابوت میں لیا ہوا نوجوان شہزادہ بدرالہتاب ہو جسے افریاب کے چھنے سے اس ہادوئی تابوت میں قید کر لیا ہو۔ چنانچہ انتظار کیا گیا لیکن کیا ہم شہزادہ بدرالہتاب کو افریاب کے چنگل سے نکلنے کی کوشش کریں نہیں ہم ہے کہ آخر میں جیت بدرالہتاب کی ہی ہوتی ہے چنانچہ اس جیت کا ذریعہ کم یوں ذہن جائیں۔“

فرزاد اور فروزاں بونٹے خاوند کی دلچپ باتوں پر مسکرا رہی تھیں اور حقیقت بوڑھا ان کے دلوں سے خوف زائل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا چنانچہ فرزانہ نے کہا۔

”آپ کی کرنا چاہتے ہیں ڈیڈی۔“

”دیکھیں تو سی۔ تابوت میں کون صاحب آرام فرما رہے ہیں۔ ان کے آرام میں نکل انداز کی جلتے۔“

”مم۔ مگر وہ۔۔۔ لاش ہے۔“ فروزاں بھلائی۔

”یہی تو معلوم کرنا ہے کہ وہ لاش کیوں ہے۔ دیکھنے سے ان کی ہوش کسی گدھے کی نہیں ہے جو تابوت سے نکلے ہی دولتیاں مانا شروع کرے۔“ بروفیسر نے کہا اور ان دونوں کا ہاتھ پکڑے ہوئے واپس سرنگ کی طرف چل پڑا۔ خود ہی دیر کے بعد وہ اسی تابوت کے نزدیک کھڑے تھے۔ تابوت کا جسم اسی انداز میں تھا اور چاندی کی بوتل سے بدستور چمکایاں گر رہی تھیں۔ بروفیسر اس وقت قد سے بہتر حالت میں تھا چنانچہ اس نے







لیکن میں اپنے دوست کی شخصیت سے ناواقف ہوں۔ انھوں نے سنبھلے ہوئے کہا۔

”اس کے لئے کچھ بہت طلب کر دل گا۔ فرض جہان نوازی ادا کرنے کے لئے مجھے سخت دیر کا رہا۔ کیا اجازت ہے؟“ اور پھر وفیسر نے گردن ہلایا اس نے لڑکیوں کی طرف گردن خم کیا اور ایک طرف ہل دیا۔ بڑی شاہانہ چال تھی، بڑا پروتار انداز تھا۔ وہ بے حد سمارت تھا اور اس کی شخصیت ہر انسان پر حاوی ہو جانے والی تھی۔! پھر جب وہ نگاہوں سے اٹھیں تو فرزانے نے متحیر چہرے میں کہا۔

”یہ سب کیا ہے ڈیڈی؟“

”مجاہدات عالم، بہر صورت وہ مزہ نگاہ ہے۔ اور ایسے شخص سے میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔“

”لیکن وہ اس بات میں کیا کر رہا تھا؟“ وہ سیال میں غرق تھا۔ اس جو بندہ ابوت میں قید تھا۔ اس کے باوجود زندہ ہے۔“

”کون جانتے وہ کیا ہے لیکن میں اس پر اعتماد کرنا نہیں چاہتا۔ لیکن ہے اس پر راز انسان کے ذرائع لامحدود ہوں ممکن ہے وہ میں پررونی دنیا کے پتھیلے کا بندہ ہو سکے۔!“

”خدا کرے“ فرزانہ کے منہ سے حسرت آمیز انداز میں نکلا۔

”اس نے خود پرست نہ چڑھا رکھا ہو ڈیڈی۔ اپنی اصلی شکل دیکھا وہ ہمارے لئے خطرناک ثابت ہو۔“ فرزانے نے تشویشناک چہرے میں کہا۔

”ایسی شکل میں بھی ہم مجبور ہوں گے۔ اس وقت قسمت ہمارے لئے رستے متعین کرے گی۔ ہم بے بس ہو چکے ہیں۔“

”وہ وہ سیال کیسا تھا ڈیڈی۔“ فرزانہ نے پوچھا

”تم اس لیبارٹری کو دیکھ رہی ہو۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کوئی فطیر سائنسدان ہے۔ ممکن ہے وہ اس دہانے میں کوئی تجربہ کر رہا ہو۔“

”بہر حال اس کا تعلق بیرونی دنیا سے ضرور ہو گا۔ ایسی سیال اس کے خیال میں نیا آگ کو ہم آہنگ کر لیتا ہے۔ گویا ہونٹ کسی زبان میں کچھ بھی کہیں۔ وہ اسی زبان میں ہم تک پہنچے گا جو ہم بولتے اور جانتے ہیں۔“

”اوہ! اسی لئے ہم اس کی زبان سمجھنے لگے تھے۔!“

”ہاں اس کا یہی کہنا ہے۔“

”لیکن یہ فراڈ بھی تو ہو سکتا ہے ڈیڈی۔ ممکن ہے وہ خود کو پرائمر اور باوقف الفطرت ظاہر کرنے کے لئے یہ اداکاری کر رہا ہو۔“ آؤ میں فرزانہ نے کہا

”اس کا تجربہ تم کر سکتی ہو۔ وہ ہم سے دوبارہ ملے گا۔ ہونٹ ہلنے کے انداز سے بات کہتے چل جاتا ہے۔ تم اس کے ہونٹوں پر نگاہ رکھنا۔ گلاس

کی اوٹنگی الفاظ سے ملتی ملتی ہو تو۔ ہمارے فراڈ سمجھ سکتے ہیں۔ ورنہ پھر میں اس کی باتوں پر یقین کرنا پڑے گا۔“

”وڈر فل۔ میں بھی خیال رکھوں گی۔“ فرزانے نے کہا اور اسی وقت دور سے انہیں وہ آواز نظر آیا۔ اس کے جسم کا لباس بدل چکا تھا، اور وہ اُن کے کرشمہ شدہ رہ گئے۔ وہ اعلیٰ درجے کا سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ جس پر بیچ کرتی ہوئی ٹائی بانڈی لگی تھی۔ بائیں ہاتھ کا اسٹاک قلم تھا جس سے اس کا سامنے بے پناہ ہو گیا تھا۔ بلاشبہ لڑکیوں نے اس کی دلچسپی و توجہ اپنی زندگی میں نہیں دیکھا تھا۔ شہرت، مانتی تھی ورنہ وہ اپنی پسند کا انبار ایک دوسرے پر کر بیڑی تھیں وہ تینوں اسے دیکھنے لگے۔ عزیز مدبر۔ کیا میں نے اس لباس کا استعمال غلط کیا ہے؟“ اس نے بڑے غار کے سلسلے ٹھہرے ہو کر کہا۔ اور غار اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ اس کے انداز میں بچوں کی سی معصومیت تھی۔

”لیکن چند لمحات میں یہ خوبصورت لباس تم نے کہاں سے ہیکار کیا ہوئے غار نے غیورانی سے کہا۔ اور اس کے ہونٹوں پر پھر وہی دیکش سکرپٹ پھیل گئی۔

”یہ ایک طویل داستان ہے۔ آؤ۔ میں نے تمھارے لئے کچھ بندوبست کیا ہے۔ تم لوگوں کو شاید کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔ میں تمھارے چہروں پر غصہ نہیں دیکھ رہا ہوں۔ ہاں ایک بات اور بتاؤ۔ کیا تمھارے ساتھ کچھ دوسرے لوگ بھی ہیں؟“

”تھے۔ آپرو فیئر نے ادا سے کہا۔ لیکن اب ان میں سے کوئی زندہ نہیں ہے۔“

”مجھے مدد دی ہے۔ بہر حال۔ انھوں نے خفا کا سامنا کیا ہے۔ تم ان کے لئے آرزو ہو لیکن تم کہنا جانا انھوں نے کیا سکون پایا ہے۔ اس کے آخری الفاظ حسرت آمیز ہو گئے۔ اور وہ پھر حیرت سے اس کی شکل دیکھنے لگے۔ اس کی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

”آؤ حسین لڑکیو۔ میں نے تمھارے لئے اور اس محترم انسان کے لئے لباس کا بندوبست کیا ہے۔ لباس تبدیل کر لو۔ اس کے بعد زندگی کے دوسرے لوازمات سے لطف اندوز ہوں گے۔ اس نے دونوں لڑکیوں کے ہاتھ پکڑ لئے اور نہ جانے اس کے لمس میں کیا تقاضا تھی کہ وہ دونوں اپنی منہ طلب ہوتی محسوس کرنے لگیں۔ وہ اس کی مطیع ہو گئیں۔ اس کے ہاتھ کی لطیف دلت ان کے رگ پیے میں مزاحمت کر گئی اور ان کا دل چاہا کہ وہ زندگی کی آخری سانس تک ان کے ہاتھ کی طرح تھا رہے۔ البتہ بڑے غار کے چہرے پر بھی کسی تشویش کے آثار پھیل گئے تھے۔ تاہم وہ بھی ان کے ساتھ چل پڑا۔ وہ انہیں لئے ہوئے ایک دروازے میں داخل ہو گیا۔ غار کو یاد آیا کہ وہ اس دروازے میں داخل ہوا تھا یا نہیں۔ البتہ اس نے وہ محسوس نہیں دیکھے تھے۔ جو

”میں روشن ضمیر نہیں۔ البتہ قیافہ شناس نمود ہوں۔“

اس طرح لڑکیوں کا ہاتھ پکڑنا نہیں آیا ہے۔ اس بارے میں صرف تین باتیں کر دی گئیں بغیر ہوں میں اپنی مرضی کسی پر مسلط نہیں کرتا۔ ہاں اگر حسن و قیوت میں آؤش میں اگرے تو میری کسی کی مداخلت پسند نہیں کرتا۔ تاہم تمھارے لئے سوک کے متون نہ ہو کہ تم میری دنیا میں میرے بھائی جیو۔ اس کے لئے لڑکیوں کے دونوں ہاتھ چھوڑ دیئے اور بولا۔ ”تجھے کافی ہے اس لباس میں نہ کرلو۔“

انہیں تبدیل کر لو اور اس دروازے سے باہر آ جاؤ۔ غار نے بڑے قہر سے لڑکیوں کی طرف سے ٹکروندہ ہو میں تمھارے جذبات کا خیال رکھوں گا۔“ وہ باہر چل گیا۔

پرو فیئر اور لڑکیاں ایک دوسرے کی تسکین کو دیکھتے تھے لڑکیاں کچھ غل غل تھیں۔ تب پرو فیئر نے ان کی حالت دیکھ کر کہنے لگا۔ ”کیا تم نے اس کے ہونٹوں پر غور کیا۔“

”ہاں ڈیڈی۔“

”کیا اندازہ لگایا۔“

”اس کے الفاظ کی اوٹنگی الفاظ سے غفلت ہوتی ہے۔“ فرزانہ نے کہا

”میرا بھی یہی خیال تھا۔ اس طرح میں اس کے بیان پر یقین کرنا بظاہر بہت ہی غیر خیال ہے۔ ہم اس سے تعاون کریں گے۔ اور تم بھی۔ وہ ہمارے کام آ سکتا ہے۔ لیکن وہ خطرناک قسم کا قیافہ شناس ہے۔ کوئی کام ایسا نہ کرنا ورنہ ہمارے گندے غار اس کے لئے تین تین کچھ اخلاقی تو کو توڑنا ہے۔ میری طرف سے اجازت ہے کہ تم کچھ تمھارے اوپر اعتماد ہے۔“

”شکر ہے ڈیڈی۔“ فرزانہ نے کہا۔

”ہم اب لباس تبدیل کر لو۔ میں بھی اپنے لئے کچھ تلاش کر لیتا ہوں۔“

ان لڑکیوں کو دیکھ کر یہ لباس جبر پر مجب لگتا ہے۔ پرو فیئر نے کہا۔ اور پھر اس نے اپنے لئے ایک دستی ڈھالی مبرا اور ایک پائے طرز کا لباس پسند کیا اور اسے لئے ہوئے دوسری طرف چلا گیا۔ فرزانہ نے فرزانہ کی منظر دیکھا اور دونوں ایک دوسرے سے شرم گئیں۔

”تھوڑی دیر کے بعد وہ تینوں لباس تبدیل کر کے اس دروازے کی طرف بڑے گئے جس کے پاس میں اس نے بتایا تھا۔ دروازے کے دوسری طرف ایک ہی راہداری تھی جو باڑ تراش کر جو کوڑ بنائی گئی تھی اور اس راہداری سے اختتام پر ایک کمرہ تھا۔ وہ کمرے میں ایک خوبصورت میز کے سامنے کھڑا تھا۔ میز پر چاندی کی چمکا لٹسٹر پائ رکھی ہوئی تھیں۔ جن میں خشک میوے اور لکین گوشت سمجھا ہوا تھا۔ اس نے پراخلاق انداز میں انہیں میز کے گرد پڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر خود بھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

”شروع کرو مدبر۔ مجھے ہمارا کھانے کا ساتھ دینا۔ بڑی مسرت ہوئی ہے۔“ اس نے کہا اور بڑے بڑے گوشت کا ایک ٹکڑا اٹھایا۔ اس نے اسے چٹکا اور پھر منہ لے لے کھانے لگا۔ بڑا لذیذ گوشت تھا۔ فرزانہ اور فرزانہ بھی ایک طویل عرصہ کے بعد اس نعمت کو کھانے لگیں۔ ان کے ہونٹوں پر سکرپٹ بھی بڑھ گیا انہیں بڑے غار کی چٹین گوئی یاد آ رہی تھی بڑے نے ارادہ مذاق کہا تھا کہ جہاں غار کو جاگ جاتے وہ نہ جانے میں کون کون سی نعمتوں سے نوازا جائے گا۔ گوشت کے علاوہ ارادہ مذاق کچھ تھے لیکن اس کا ایک ایک لفظ کتنا درست ثابت ہوا تھا۔ درحقیقت ان نعمتوں کو کے دو والے کھول دیتے تھے۔

”میں تمھارے پاس میں سب کچھ جانتے کے لئے چچر ہوں ہو جو لا حیرت کی بات ہے۔ کہ اس بھی کچھ تمھارا نام بھی نہیں معلوم۔“ غار نے گوشت کے ایک بڑے ٹکڑے کو چبانے ہوئے کہا۔

”یہاں بہت سی باتیں ہیں سب کچھ بتانے کو تیار ہوں مدبر۔ لیکن اس کے لئے نہیں طویل وقت صرف کرنا پڑے گا۔ میری داستان مختصر نہیں ہے۔“

”آؤ تم اتنا لذیذ گوشت، اور ایسے نفیس میوے پیش کرتے ہو تو طویل وقت صرف کرے میں کیا رعب ہے؟“ بڑے غار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جیز میں تم اپنی پوری زندگی کھا سکتے ہو۔ یہاں اس کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”حیرت ہے۔ حالانکہ یہاں میں نے ایسے ہافو نہیں دیکھے ہیں کھانا کیا جاتا ہے۔ شاید وہ اس اداوی کے کسی پوشیدہ حصے میں پائے جاتے ہیں۔“

”شکر ہے کہ ہافو اس اداوی کے کسی حصے میں نہیں پائے جاتے۔ یہ گوشت، بوتھ کھاتے ہو۔ صدیوں پرانا ہے۔ اب یہ تم ہی تباہ کئے ہو کہ کوئی صدی ہے۔“

”کیا مطلب۔“ بڑے نے کہا۔ ”فرزانہ اور فرزانہ بھی ہو کھ پڑیں۔“

”کھاتے رہو۔ میں نے دست کہا ہے۔“ اس نے سنجیدگی سے کہا۔

”شاید تم مذاق کر رہے ہو۔ بڑے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور وہ بھی مسکراتے لگا۔

”شاید۔“ اس نے کہا۔ اور بڑے چاہے کھانے میں مشغول ہو گیا۔ خوب سیر ہو کھانے کے بعد وہ میز سے اٹھ گئے۔ اور وہ انہیں ساتھ لئے ہوئے ایک لار کمرے میں پہنچا۔ یہاں چاروں طرف سیاٹ دیواریں تھیں۔ تب ایک دیوار کے قریب پہنچ کر اس نے دیوار کا ایک حصہ دلیا۔ اور دیواریں ایک چوڑی سل کھل گئی۔ اندر عجیب سی دھات کے بے ہونے شفاف صندوق میں گوشت کے کپاچے اور کھ پتے ہوئے تھے۔ بڑے کا مدد حیرت سے کھل گیا۔



میں نے مذاق نہیں کیا تھا۔ ایک خاص محل سے اس کو شہت کو صدیوں کے لئے محفوظ کر لیا گیا ہے۔ اس میں روزانہ کی سی لذت اور طبیعت ہمیشہ برقرار رہے گی، اس نے کہا۔ اور بولتا ہوا میرے لئے دیکھنا ہوا۔

”مجھے اپنے ہاتھ میں بتا دو دوست۔ تم تو حقیقت مجھے اللہ کی کوئی کڑا معلوم ہوئے ہو کیا تم کوئی یاد دہاؤ گے۔“

”جادو۔ اللہ ہی۔“ وہ حقارت سے مسکرایا اور ان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔ ”آؤ۔ شہت کے کعبے میں بیٹیں۔ وہاں بچہ لڑکھو کریں گے؟“

”تمہارے ہاتھ میں ہے شمار انھیں ہمارے ذہنوں میں ہیں۔ کیا تم ایک دوست کی حیثیت سے انہیں دوشہیں کرو گے؟“

”میں حاضر ہوں مدبر میں تمہاری ہر انھیں دور کرنے کو تیار ہوں دلائل کے ساتھ۔ شہت کے ساتھ۔ اور اس کے ساتھ شہت بھی ہوں کہ تم میری ہر بات کو حقیقت سمجھو گے۔ اس نے کہا۔“

”دودھ۔ دیے میرا نام ناو ہے۔“ بولنے لگا۔ اور میری دونوں پچھیاں فروزاں اور فرزانہ ہیں۔“

”غاور۔ یعنی آفتاب۔ سورج۔ فروزاں۔ روشن۔ فرزانہ جلاؤ۔ ہوشیار۔ بڑے خوبصورت اور وزوں نام ہیں۔ اس نے کہا۔“

”اب یہی بات عجیب تیز ہے۔ تم ہماری زبان سے ناواقف ہو لیکن اس کے معنی سمجھتے ہو۔ تمہارے جسم پر قدیم لباس تھا لیکن بے تمہوت میں نظر نہ پڑے۔ یہ سب کیا ہے۔ یا تو صرف جادو۔ یا۔ پھر تم کوئی ایڈوانس ہو جو اس دہائے میں تقدیرات کر رہے ہو۔“ بولنے لگا۔ اور وہ ہنس پڑا۔

”ابھی سب کچھ تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا میرے ہاتھ میں جہاں اور کیا خیال ہے؟“

”تم شہت کے تاہون میں بیٹے تھے۔ تاہوت میں گلابی رنگ کا بال ہوا ہوا تھا اور ایک بوتل لٹک رہی تھی جس سے چنگاریاں نکل رہی تھیں، اور میری کچھیں نہیں آیا۔“ وہ کیا تھا۔“

”چنگاریاں حیات تھیں۔ روں کو زندہ رکھنے میں معاون تھیں۔ شہت کو گہرا اور با اثر بنانے میں آکسیر تھیں۔ اور گلابی سیال جسم کا محافظ تھا۔ لیکن تم ابھی نہ سمجھو گے!“

”تم ایک مسندال ہو۔ اور دنیا سے دور اس دیرانے میں تجربات کر رہے ہو۔“

”تمہارے تمام قیافے غلط ہیں میرے دوست۔ لیکن فکر نہ کرو۔ میں تمہیں اپنے ہاتھ میں سب کچھ بتاؤں گا۔ تم کسی چیز سے ناواقف نہ رہو گے۔“

”کیونکہ تم میرے جہان ہو۔“ آؤ۔ اس کو جسے آؤ۔ میں تمہیں اپنی لائبریری دکھاتا ہوں۔ آؤ۔ اور وہ انہیں لئے ہوئے ایک کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس کو کمرے پر غیر پہنچے ہی دیکھ چکا تھا۔ وہی کھانا تھا جسے شمار کرتا تھا۔ وہی کوئی تھیں۔

”ان کتابوں میں تاریخ کا نشانہ بھی ہوتی ہے۔ اس نے لٹاریوں کو طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ لیکن میں نے وقت کا ایک تینتین رکھا ہے۔ اس نے ایک الماری کے اوپر اپنے سے ایک کتاب نکالی۔ لیکن یہ کتاب نہیں تھی۔ ایک صندوق تھا جسے کتاب کی شکل لے دی تھی۔ اس نے صندوق کھولا اس میں سیاہ رنگ کی کوئی چیز تھی۔ کڑی کی طرح سخت تھکے بن پر عجیب سے نشانات کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے وہ کڑی نکال نکال کر ان کے سامنے رکھ دیے۔“

”یہ تحریر کی ابتدا ہے۔ جب انسان کے ذہن میں اپنی انسانی تعمیر ظاہر کرنے کے اس خیال نے زندگی پائی تھی۔ یہ لکیریں اس کے خیالات کی ترجمان ہیں۔ یہ درختوں کی پھال ہے۔ اور اس پر نشانہ لے ناخنوں سے تحریر کر کے گئے ہیں۔ تم اس زبان کو نہ چھو سکو گے لیکن میں آؤ۔ ابھی اس سے اسی طرح واقف ہوں جس طرح اس وقت واقف تھا۔ جب یہ طریقہ رائج ہوا تھا۔ ظاہر ہے۔ تمہاری سمجھ سے بالاتر ہے۔ اس نے کھلے واپس صندوق میں رکھ دیے۔ اور پھر ایک صندوق نکال دیا۔ اس صندوق میں خشک پتے چنے چنے ہوئے تھے۔ اس نے چند پتے نکال کر ان کے سامنے رکھ دیے۔ یہ تحریر کا دوسرا دور ہے۔ جب انسان قوت کی منازل پر گامزن ہو گیا تھا۔ پتوں پر نگین مٹی سے بنے ہوئے نشانات خیالات کے ترجمان بنے۔ اس سلسلہ میں حقیقتات ہوتی رہی۔ شہت نے میرے نقوش مختلف اشکال اختیار کر کے تھے۔ جانوروں کی شکلیں غلوں پر پذیر ہوئیں۔ انسانی شکلیں ترتیب دی جانے لگیں۔ اگر تم ابتداء سے لے کر تک کی تحریروں کے نمونے دیکھو تو تمہارے کئی ہفتے اسی میں صرف ہو جائیں گے۔ میں نے یہ کتابیں بڑی اقبالی سے رکھی ہیں۔ ان کتابوں میں ادوار کی تاریخ ہے۔ ایک ایک حرف اپنے دور کا ترجمان ہے۔“

”پر وہ فیروز خاں کی ان کتابوں میں تاریکیاں ناچ رہی تھیں۔ اس کا دماغ سنسنار تھا۔ یہ پرامن انسان اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔“

”یہ۔ یہ۔ کیا ہیں۔ تم نے کہاں سے حاصل کیں۔ مگر۔ گریہ۔ مہذب دنیا کو مل جائیں۔ تو پوری دنیا میں تہلکہ مچ جائے۔ اس نے پھولے ہوئے ماس کے ساتھ کہا۔“

”میری توہین نہ کرو دوست۔ میں ان کتابوں کا معتقد ہوں یہ سب میں نے تحریر کی ہیں۔ صدیوں کی محنت کے بعد۔ بڑی جانفشانی کی ہے میں نے ان پر، ہاں میری ہی تحریریں ہیں۔ اور پھر ادوار کی ہیئت اور تہذیب کے ارتقا پر پیش نے پیش گوئیاں کیں۔ جو ان کتابوں میں درج ہیں۔“

”اگے لےھا اور اس نے ایک کتاب نکالی۔ یہ نفس قسم کے کاغذ پر تحریر ہوئی تھی۔ اس نے اس کے صفحات اٹکے اور پھر کتاب کا ایک ٹکڑا نکال کر اس کے گریہ۔ دیکھو۔ شاید یہ تحریر تمہاری سمجھ میں آ سکے۔ یہ مقام دور کی کوئی ہے۔ یہ اس زبان کا کس ہے جو اس وقت کے لئے ہے۔ جب پھر ہوا تھا۔ ہاں لیکن میری آخری کتاب نہیں ہے۔ کیا تم بتا سکو گے میرے دوست کمرے۔ جیٹن کوئی درست ہے یا غلط۔ اور نیا اور کتاب پر چھک گیا۔ وہ لڑکیاں بھی بے ساختہ تھک آتی تھیں اور حقیقت ان کی زبان تھی۔ انہوں نے کوئی ربط نہ تھا ان میں لیکن زبان انھیں کی تھی صرف عمومی الفاظوں کے ساتھ ان الفاظ سے تحریر بن سکتی تھی۔“

”ہاں۔ غاور نے گردن ہلائی۔ یہ ہی ہماری زبان ہے۔ یہ کس ہماری زبان کے حروف ہیں۔“

”تب نہیں میرے جسم پر موجود لباس پر حسیہ نہ ہونی چاہیے۔ اس دور کے لئے یہ لباس تیار کیا گیا تھا اور اس وقت کے لوگ اس لباس کو دیکھ کر خوب ہنسے تھے لیکن میں جانتا تھا کہ جسے دو میں آنکھ کوئی ہے۔ اس کے لئے ضروری تیاریاں میں نے کر لی تھیں۔ تمہارے جسم پر بھی یہی لباس لہا لہا میں نے تمہارے لباس میں آنا مناسب سمجھا۔“

”بولنے غاور کی انگلیں لرز رہی تھیں۔ اس کا دل مانڈا تھا۔ ہمارا تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ تب اس نے غاور کی طرف دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر ایک طنز پر مسکراہٹ پھیل گئی۔“

”ابھی تو تم میری فطرت کا میری شخصیت کا ہزارواں حصہ بھی اس میں مان کر ہو۔ اور تمہاری حالت بگڑ رہی ہے۔ لیکن۔ میں تمہیں سب کچھ بتانے کا تہیہ کر چکا ہوں۔ آؤ۔ ان کرسیوں پر بیٹھو۔ میں نے سب کچھ تمہارے لئے ہی تیار کر لیا ہے۔ یہ سب تمہارے لئے ہے میرے دوست۔ ذہن نشین لے۔ بلکہ اس دور کے ہر شخص کے لئے۔ اور جب میں دوبارہ کھلے گا۔ ہاں کروں گا۔ تو جیٹن پٹن گوئی کے طور پر آئندہ دور کا انتظام کروں گا۔ اس دور کا انتظام جو میری کتابوں میں درج ہے۔ ہاں میں نے اس دور کے انتظام کے لئے بھی پیش گوئی کی ہے۔ اور اس کا تینتین میں موجودہ دور میں کروں گا۔ یہ طریقہ کار ہے۔ اس نے انہیں بیٹھنے کے لئے کرسیاں ڈالیں۔ اور وہ بے جان سے ان کرسیوں پر گر پڑے۔“

”وہ بڑے اعتماد قدموں سے چلتا ہوا ہر شکل گیا لیکن اس کے ہاتھ کے بعد کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ ایک لفظ بھی بول سکے۔ وہ کب لہا لہا۔ زمین اور زبان کو غلوں محسوس کر رہے تھے۔ پھر جب وہ واپس آئے۔ اس کے ہاتھ میں ایک خنجر تھا۔ جس میں تین گلاس لٹکے۔“

”ہوئے تھے۔ ان گلاسوں میں ایک رنگین مشروب موجود تھا۔“

”وہاں سے لو۔ تمہارے اعصاب درست ہو جائیں گے۔“

”یہ کیا ہے۔“ بولنے غاور نے گلاس اٹھا لیا۔“

”میرا تیار کردہ ایک مشروب ہے۔ اسے پی لو۔ اس کی افادیت کا اندازہ تمہیں ہو جائے گا۔ اس نے کہا اور بوتل کی عقیدہ دونوں لڑکیوں نے بھی کی۔ انھوں نے گلاس اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لے۔ اس سے پہلے ہی انھوں نے ایک مشروب پیش کیا تھا اور وہ اس کا کمال دیکھ چکے تھے۔ اس نے انہیں یہ مشروب پینے میں تامل نہ ہوا۔ اور۔ یہ مشروب بھی حیرت انگیز ثبات ہوا۔ انہیں اپنے ذہنوں میں ایک خوشگوار کیفیت کا احساس ہوا۔ ان کی طبیعت بھال ہو گئی۔ اعصاب درست ہو گئے۔ ذہن صاف ہو گئے۔ آنکھوں کو ایک جگہ سے سرود کا احساس ہوا۔ طبیعت میں جھللی سی پیدا ہو گئی۔ اور بولنے غاور نے سر کراتے ہوئے کہا۔“

”تم جو بھی ہو دوست۔ میں تمہاری حیرت انگیز شخصیت کا کافر کرتا ہوں۔ وہ حقیقت انسان تمہاری انگلیوں پر پاگل ہو سکتا ہے لیکن تمہارے پاگل نہیں ہونے دیتے۔ یہ تمہارا کمال ہے۔ لیکن ابھی تک میں تمہارے نام سے بھی ناواقف ہوں۔“

”ہاں۔ اس نے پڑھیاں انداز میں کہا۔ پھر کراتے ہوئے بولا۔“

”مجھے اس دور کا نام تم دو گے۔ میری کوئی نام نہیں ہے۔ ہر دور کے انسان مجھے اپنی پناہ کا نام دیتے ہیں۔ تم بھی ہو جاؤ مجھے کہہ سکتے ہو۔“

”لیکن تو تمہارا کوئی نام ضرور ہو گا۔“ بولنے غاور نے کہا۔“

”میرا نام۔ ہاں۔ میرا نام وقت ہے۔ میرا نام خیال ہے۔ تم مجھے ایک آئینہ کہہ سکتے ہو۔ جو زمانے کہاں سے کہاں تک ہے۔ مجھے خود بھی اپنے ہاتھ میں نہیں معلوم لیکن کمرے دوست میں اپنی ابتداء نہیں بتا سکتا۔ میں اپنی انتہا نہیں بتا سکتا۔ میں۔ ابتداء ہوں۔ نہ انتہا۔ وہ کھوے ہوئے ہیں۔“

”تمہارے والدین نے تمہیں کوئی نام ضرور دیا ہو گا۔“

”والدین۔ میں اس نام کے مفہوم سے آشنا ہوں لیکن میرے والدین نہیں تھے۔ مجھے صدیوں نے جنم دیا ہے۔ کوئی عورت میری ماں نہیں تھی۔ میں خود صدیوں کا بیٹا ہوں۔ سب ہر صدی میری ماں۔ ہر دور میرا باپ ہے۔ انھوں نے مجھے کوئی نام نہیں دیا۔ اس وہ میری پرورش کر رہے تھے۔ میری بات۔ ایک خیال تھی۔ جب دنیا بڑھتی تھی۔ زمانے اس دنیا میں کیا کیا تھا میرے جسم کے قدرت خفا میں منتشر تھے۔ میں اس دین کا نشانہ میں بھٹکتا رہا تھا۔ میرے جسم کی کوئی شکل نہیں تھی۔ صرف ایک خیال تھا۔ دنیا کے وجود کا احساس







جاؤ تو دل سے مختلف، جنہیں میں نے ایک شکار کیا تھا اور میں خوب غور سے اُسے دیکھنے لگا۔ امیری آنکھوں میں حیرت اُٹھ آئی۔ یہ جانور تو میری طرح تھا۔ ہاں، بالکل میری طرح، صحت مندی سافر ق تھا۔ اس کے سر کے بال بہت لمبے تھے، اس کے سینے پر دو چھوٹے چھوٹے سنت کو بان ابھرے ہوئے تھے۔ دردی جگے گھنے کیے کی مانند تھی مجھ سے متنوری مختلف تھی۔ پس اس کے علاوہ اور کوئی اختلاف نہیں تھا۔

اپنے جیسے ایک جاندار کو دیکھ کر مجھے حیرت کی سی تھی اور میں کچھ خوشی ہی محسوس کر رہا تھا۔ گو درد کی ابتداء ہو چکی تھی، لیکن میں اس حرکت سے بے پروا نہ ہو رہا تھا۔ میرا دل اس کے کھلنے کو نہیں چاہا۔ حالانکہ وہ پوری طرح میری گرفت میں تھی۔ دھنسا اس کے منہ سے ایک تیز چمک نکلی اور اس نے اپنے لیے ناخنوں سے میرے جسم کی خراشیں بنا دیں وہ غصہ کا اظہار کر رہی تھی۔ میں نے اظہار خیر نکالنے کے طور پر اسے چھوڑ دیا۔ اس نے ایک ذوق بھری اور مجھ سے دور جا کر کھڑی ہوئی۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کی کالی کالی آنکھوں میں غصہ، مایوسی اور طمانے کی ایک انتہا میں بھی خاموش اس انوکھے اور دلکش جانور کو دیکھ کر ہمارے احوال اس کی طرف متوجہ رہا تھا۔ پھر میں نے منہ سے ایک بے معنی آواز نکالی اور اس کی طرف بڑھ گیا۔

لیکن اس نے غور کرنے کی کوشش نہیں کی تھی وہ بھی خود میری نگاہ کے انداز میں کھڑی رہی اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے آہستہ سے ہاتھ بڑھایا اور زلی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ تب اس کے ہونٹ پھیلے اور وہ گوشت انداز میں سکرا دی۔ منہسی اظہار خوشی کا قدرتی طریقہ ہے۔ میں ہی نہیں دیا تو یہ ہم دونوں نے ایک دوسرے کو قبول کر لیا۔ اس نے میرے اوپر حملہ کیا۔ نہ میں نے اس کے اوپر، نہ وہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے۔ ہاتھ آگے بڑھ گئے۔ اس کے ہاتھ کی لمبائی میرے جسم پر منتقل ہو رہی تھیں۔ یہ دنیا کی پہلی زبان تھی میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ بھی درد کا شکار ہے۔ ایک جگہ اس نے مجھے لٹکے کا اشارہ کیا اور میں بھی رک گیا۔ اس نے خود سے متنوری دور پر ایک بیرونی زائیں ایک سفید رنگ سے جانور کو کچھ تلاش کرتے دیکھ دیا تھا۔ میں آہستہ سے آگے بڑھا ہی تھا کہ اس نے مجھے دبوچ لیا۔ وہ مجھے آگے بڑھنے سے روک رہی تھی۔ میں نے چمک کر اسے دیکھا تو اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ اور پھر اس نے تھک کر ایک پتھر اٹھایا۔ ایک نوکدار پتھر اور اسے ہاتھ میں تولیے لگی۔ میں نے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے پتھر پلٹ کر دیا اور پھر آگے بڑھنے لگی۔ اور پھر اس نے اس جانور کے سر کاٹنا لے لیا۔ پتھر اس پر کھینچ مارا۔ پتھر سیدھا اس جانور کے سر پر لگا تھا۔ اور دوسرے سر وہ جانور اٹھا ہوا گیا۔ تب اس نے پیرا ہاتھ پکڑا اور پتھر پھینک دی۔ اس جانور کی طرف دوڑی۔ جانور کا

سر لہو لہاں تھا اور وہ تڑپ رہا تھا۔

اس نے جانور کو پکڑ لیا اور دست سے اچھلنے کو دے دیا۔ لیکن میں اس پتھر کو اٹھا کر دیکھ رہا تھا۔ شکار کرنے کا یہ طریقہ میرا عجیب بہت ہنسنا تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ پھر اس کے اس کوٹے کی کیا کام کیا تھا۔ وہ مجھ سے زیادہ ذہین تھی کہ اس نے شکار کرنے کا اتنا آسان طریقہ دریافت کر لیا تھا۔ پتھر کو الٹ پلٹ کر غور سے دیکھنے کے بعد میں نے اسے نیچے ڈال دیا۔ اس دوران وہ جانور کا تپا پکڑ چکی تھی۔ اس نے بے پناہ قوت سے کام لیتے ہوئے جانور کے ہاتھ پاؤں توڑ رہے تھے اور وہ ساکت تھا۔ تب میں بھی اس کے ساتھ شامل ہو گیا۔ ہم دونوں نے اس کے بال پلٹے کٹائے اور پھر اس کے ٹکڑے کر کے اس کا گوشت کھانے لگے۔ اس کے گلابی ہونڈوں سے خون نچک رہا تھا اور چہرہ خوشی سے تھم رہا تھا۔ ہم دونوں نے سرسبز گوشت کھایا اور پھر اس جگہ بیٹھ گئے۔ وہ دلکش نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے ایک بات محسوس کی تھی وہ یہ کہ جس طرح وہ میرے لئے آجی تھی، کوئی کتا اس نے اپنے جیسے کسی جانور کو نہ اس طرح کبھی دیکھا تھا اور اس کا تصور کرنا تھا۔ اس طرح میں اس کے لئے جہنی نہیں تھا، وہ مجھ سے بہتر تھا۔ ہمارا غور ہوئی تھی، لیکن میں ابھی تک حیران تھا۔ میں بلکہ اس کے جسم پر آکر رہا تھا۔ اسے ہم سے موازنہ کر رہا تھا اور حیران ہو رہا تھا!

ہم لوگ کافی درنگ وہاں بیٹھے امام کرتے رہے۔ جانور کو شہر پہنچانے کے بعد میں اس دھن سے خجالت ملی تھی لیکن مجھے احساس تھا کہ یہ دور ہمیشہ کے لئے ختم ہونے والا نہیں ہے۔ ہمیں ہمیشہ اس سے دوچار رہنا پڑے گا۔ اس لئے میں نے اندازہ لگاتے ہوئے سوچ رہا تھا میں اس کے ہاتھ میں بھی سوچ رہا تھا۔ وہ آنکھیں بند کر کے بیٹھی تھی۔ اور پکڑا رہا تھا۔ ہاتھ میں پکڑ چکی تھی۔ آہ وہ آہی۔ اس نے سب مولیں پیرا ہاتھ پکڑ لیا اور وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ اس کا منہ ولولہ ہم گویہی طرح طاقتور اور دست نہیں تھا۔ لیکن وہ میرے جسم سے زیادہ حسین اور دلکش تھا۔ اور اسے دیکھ کر میرے حواس پر ایک نشہ طاری ہو رہا تھا۔ ہم اس وقت کسی کیفیت کو کوئی نام نہیں دے سکتے تھے۔ البتہ محسوسات سے الگ تھے۔ سورج کی چمک ماند ہو چکی۔ ہم پہاڑوں میں کیلیں کرتے رہے پھر وہ رک گئی۔ اس نے میری طرف دیکھا۔ اور پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر دردی جگے کر لیا۔ میں اس کی اس حرکت کو غور سے دیکھنے لگا۔ میرا کھڑا ہاتھ اس کے چپٹے پر رکھا ہوا تھا۔ اور میں اس حرکت کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تب اس نے زمین پر پڑا ہوا ایک پتھر اٹھا کر میرے منہ سے لے کر دیا۔ اور ہنس پڑی۔ اس کی دلکش ہنسی کی کٹنگ آج بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہے۔ میں ہنس دیا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے بھی ہنس دیا۔

اور ان تھپے لگانے لگے۔ پھر میں نے بھی ایک پتھر ہاتھ میں اٹھایا اور ہم دونوں اس کی تلاش میں چل پڑے۔

اس طرح جھوک کے انہماک سے ہم نے ایک اشارہ پکڑ لیا۔ اس نے پیرا ہاتھوں کے درمیان ہم دونوں کے لیے اور شکار تلاش کرتے رہے۔ اور پھر میں نے شکار نظر آگیا۔ بہت بڑا شکار تھا۔ لمبی گردن کا بے حیرت جانور اس کے سامنے کے چھ پر نوکدار سینک بھرے ہوئے تھے۔

وہ رک گئی۔ شاید جانور کی حساسیت سے وہ خوفزدہ ہو گئی تھی۔ لیکن میں اس سے خوفزدہ نہیں تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ کی گرفت میرے ہاتھ پر رک دی اور میں نے ہاتھ میں پکڑا ہوا پتھر اس کے انداز میں توڑا لیکن اس نے مجھے پتھر مارنے سے روک کر اٹھا پھر اس نے مجھے پتھر شروع کر دیا۔ وہ مجھ والے سے نکالنے ہانا چاہتی تھی۔ میں نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا۔ یہ تو بے شک اور دھمکا کو دیکھ کر کیوں غار ہو رہی ہے۔ لیکن وہ شاید اس کو لاکھ جانور سے واقف تھی۔ البتہ میری قوت کے بارے میں مجھ کو نہیں علم تھا۔ اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پیٹ پر رکھ لیا۔ اور وہ میری شکل دیکھنے لگی۔ اور پھر قد سے مذہب کے بعد وہ مجھ کو اس کے شکار کے لئے تیار ہو گئی۔ جانور گونجے۔ اپنے نوکیلے سینک زمین اوپر اٹھا۔ میں نے پتھر توڑا اور پھر اس کی قوت سے اس پر کھینچ لیا۔ میں اس کے سر کاٹنا نہیں لے سکا تھا۔ اس نے پتھر جانور کے بازو پر پڑا۔ اور وہ درد سے چنچل پڑا۔ اسی وقت اس نے بھی پتھر جانور پر پڑے۔ اسی پتھر جانور کے سر پر لگا تھا۔ لیکن اس کا پتھر بڑا بڑا تھا۔

اور وہ پتھر دھن سے چنگاڑا۔ میرا ہاتھ کی طرف لپکا۔ اس نے ایک عجیب ماری اور میرا ہاتھ پکڑ کر پتھر کی کوشش کی لیکن اس نے ہاتھ پکڑ بند نہ آئی۔ اور میں اس کو غور جانور سے جنگ کرنے کے لئے لپکا۔ جانور دونوں ہاتھوں کی وجہ سے زیادہ تیز نہیں دوڑ سکتا تھا۔ پھر وہ طحال زائے ہم دونوں کی طرف آ رہا تھا۔ اس نے خوفزدہ انداز میں ایک اور پتھر ماری اور اچھل کر ایک چٹان پر چڑھ گئی۔

اس دوران جانور میرے قریب آچکا تھا۔ اس نے دونوں پاؤں اٹھا کر مارے اور پھر گردن کھینچ کر اپنے نوکدار سینکوں سے مجھ پر حملہ کر دیا۔ اس نے اسے بہت خوفناک تھی، لیکن فطرت میری پہلا تھی۔ میں پتھر سے اس کے سامنے سے بھاگ گیا اور اس کے نوکیلے سینک ایک چٹان سے ٹکرائے۔ چٹان کا ایک ٹکڑا اٹھ گیا لیکن اس کے ساتھ ہی اس جانور کو ہمارا ہاتھ لگا تھا۔ اس کا ایک سینک لپٹی جگہ سے اٹھ کر لپکا! اور غلغلہ مونی ہمارے اس کی آنکھوں کو دھمکا دیا۔ اس دوران میں اس کے سینک کے رخ بدل گیا۔ اس پر پتھر پڑا۔ اور ہم دونوں کی طرف خوفناک قوت آتی ہوئے لگی۔

میں وقت کا بیٹا۔ اس لوگ کے نیلے دھن سے مزار کا قاتل تھا۔ اس سے قبل اس نے کسی انسان کے اتنے قوی ہیکل جانور سے ٹکرنے کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ میری اور اس جانور کی فکری برابری ہے۔ گو وہ جسارت میں مجھ سے دس گنا تھا۔ لیکن بہر حال میں اسے گرنے پر تیار نہ تھا۔ تب میں نے ہوشیاری سے کام لیا اور اسے آگے پھر ویسا ہی طوفانی حملہ کرنے کا موقع دیا۔ جیسا اس نے پہلے کیا تھا۔ اسی بار میں جان بوجھ کر ایک بڑی چٹان کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ اور وہی ہوا جو میں چاہتا تھا۔ زخمی و زبردہ پھر سنبھلا اور اس نے ایک اور خوفناک حملہ میسجے اور پکڑ لیا۔ وہ فٹے سے چنگاڑا رہا تھا اور میرے جسم کے ٹکڑے کر دینا چاہتا تھا۔ لیکن میں کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔ جوئی وہ میرے قریب پہنچا میں اس کے سامنے سے بھاگ گیا اور اس بار اس کی دباؤ بہت خوفناک تھی۔ اس کا دوسرا سینک بھی اٹھ کر نیچے لپکا گیا تھا۔ میں نے عقب سے اس پر حملہ کر دیا اور اس بار میں اسے نیچے گرنے کا کام لیا۔ دو ستر لٹے میں نے چٹان سے نیچے چھلانگ لگا دی اور ایک بڑا پتھر اٹھا۔ اس جانور پر پڑے مارا۔ جانور پہلے ہی نیم جان ہو رہا تھا۔ پتھر کے وار کی آواز نہ لاسکا اور آہستہ آہستہ اس کی دباؤں بہت جلد چلی گئیں۔ پھر اس نے دم توڑ دیا۔ اس نے خوشی کی ایک چیخ ماری اور دوڑ کر مجھ سے پٹ گئی۔ اس کا جسم جیسے میسجے جسم میں پیوست ہو گیا اور میں اپنے جسم میں لطیف حرکت محسوس کرنے لگا۔ پھر وہ آہستہ سے الگ ہو گئی اور ہم اس جانور کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس کے مونے اور سخت جسم کے ٹکڑے کرنے میں بھی ہمیں کافی وقت پیش آئی۔ لیکن بہر حال ہم اس کی ایک ٹانگ علیحدہ کرنے میں کامیاب ہو گئے اور پھر ہم ایک پتھر پر چڑھ کر اسے اس دمزدہ گوشت کی ضیافت اڑانے لگے۔ اس کے چھوٹے چھوٹے دانت گوشت ادھیٹھنے میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ جانور کی ایک ٹانگ بھی ہمارے لئے کافی ہوئی۔ روشنی کم ہو گئی تھی اور تاریکی جیتی جا رہی تھی۔

ہم اپنے لئے پناہ گاہ تلاش کرنے لگے اور اس کے لئے زیادہ ٹھیک دوز گرنی پڑی۔ ایک بے دار چٹان کے نیچے ہم نے رات گزارنے کا پروگرام بنایا۔ وہ وہاں کی زمین کو چھوٹے چھوٹے پتھروں سے صاف کرنے لگی اور میں آہستہ سے اسے دیکھتا رہا۔ اس سے تب مجھے کسی جگہ کے مٹا کرنے کا خیال نہ آیا تھا حالانکہ رات کو سوتے وقت چھوٹے ٹکڑے پتھر تکلیف دہ ہوتے تھے۔ اس نے وہ جگہ صاف کر لی اور جگہ صاف کر کے ہوتے ہیں اس کے خوبصورت جسم کو دیکھتا رہا۔ گوا کے اور میرے جسم میں تھوڑی سی تبدیلی تھی۔ لیکن نہ جانے مجھے اس کا جسم اس قدر پرکشش



کیوں معلوم ہو رہا تھا۔ ہم گھوڑی اور سنگلاخ زمین پر لٹ گئے۔ تازی پھیل گئی تھی۔ اور اب اس کا چہرہ بھی صاف نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں سو جانے کے لئے کوشش کرتا تھا اور وہ بھی کوشش کر رہی تھی اور پھر ہماری آنکھوں میں خودی تیرنے لگی۔ اس کی گہری گہری سانسیں میرے کانوں میں گونج رہی تھیں اس کے جسم سے سینی یعنی خوشبو اٹھ رہی تھی جو مجھے بہت پسند آتی تھی۔ میں نے اس کی طرف من کر لیا۔ اور پھر مجھے بند لگئی۔

رات گزرتی رہی۔ لیکن ابھی صبح نہیں ہوئی تھی کبری آنکھ کھل گئی۔ کسی جانور کی چمکاہٹ سے میں جاگ گیا تھا اور جاگنے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ جسم سے لپٹی یہ غیر سوری تھی اور اس کے سانس میرے سانسوں سے بڑا تھے۔ اس کے سانسوں میں ایک دلفریب تھک تھی جس سے میں پوری طرح بیدار ہو گیا۔ مجھے اس کے نرم و لطیف جسم کا لمس بہت بھلا معلوم ہو رہا تھا۔ میں اس کے سانس کی خوشبو کو کو اور قریب لے کے لئے اس کی طرف جھک گیا اور

وہ بھی جاگ گئی۔ اس کے سانس گرم ہو گئے تھے اور ایک لطیف آغ ان سے اٹھ رہی تھی اس کی سیاہ آنکھوں میں ایک عجیب سی کیفیت دوڑ رہی تھی۔

کوئی خوفناک جانور ہمارے نزدیک ہی چمکا رہا تھا لیکن ہمیں کسی بات کی پردہ نہیں تھی خواہ وہ ہمارے چہرے ہی کیوں ناڑا دیتا۔ ہم کتاب فطرت پڑھ رہے تھے اور کچھ جاننے کے باوجود اس کا ایک ایک باب ہمارے سامنے کھلتا جا رہا تھا۔

کیفیت و سستی سکون و سرور کی ایک دنیا آباد ہو گئی۔ اس کی پھرتی اس کے جسم کی چمک اس وقت سے کہیں زیادہ تھی جب وہ شکار کی تلاش میں ہوتی اور اس پر حملہ آور ہوتی۔ اس کا بیجاں اس کی غریب اس وقت سے کہیں زیادہ تھی جب وہ بھوک سے تڑپ رہی ہوتی اور اس کے بعد ہمارے سامنے اسی طرح سکون پزیر ہو گئے جیسے ہم نے پیٹ بھر کر گوشت کھا لیا ہو۔ وہ میرے سینے سے نہایت کربے سمدھ ہو گئی۔ مری آنکھوں پر بھی منوں بوجھ آچڑا تھا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ تیش گورنور دار ہو گیا۔ اور اس نے اپنا سفر شروع کر دیا۔ تب اس نے میرے سینے سے منڈکا لا۔ اور اس کے ہونٹوں پر سکواٹ بھرائی۔ رات کے کھیل کے اثرات ہم دونوں کے چہروں سے مٹا دیے۔ ہم دونوں ہی اس کھیل کی دریافت پر سرور تھے۔ نذا معلول نہایت تھکا چڑھا تھا ہم اپنے قوی

ہیکل شکار کے نزدیک پہنچ گئے۔ جہاں ہمارے بہت سے دونوں کو روایا تھا۔ ہم نے جانور کا گوشت حاصل کیا۔ پھر پھر کھایا اور پھر ایک کا ہاتھ کڑے ہوئے پٹریوں تلے پختہ ہو گئے۔ ہم بہت خوش تھے ہمارے چہروں سے عیاں تھی۔ وہ پٹریوں کے اس علاقے سے بخوبی تھی اور اطمینان سے ایک مخصوص سمت جاری تھی۔ میں صرف اس لئے رہا تھا تب وہ مجھے لئے ہوئے ایک نیلے پانی کی جھیل کے قریب لگی۔ جھیل کے پاروں طرف سرسبز درخت ایسا دکھتے اور ان کے درمیان وہ جھیل بے حد حسن نظر آ رہی تھی۔ جھیل میں کنول کھلتے تھے۔ اس نے بہت بھری لگا ہوں سے میری طرف دیکھا اور جھیل چھلانگ لگا دی۔ جھیل کے شفاف پانی میں وہ جھیل کی طرف تیر رہا۔ کبھی غوطہ کھاتی اور کبھی سطح پر آتی۔

پھر ایک بار کانٹے پر آگراں نے میری سی نظروں سے اسے حیرت تھی کہ میں اس کو پھیل سے دور کیوں ہوں۔ اور اسے دور نہ رہ سکا۔ میں بھی پانی میں کود گیا۔ اور نہ جانے کیسے ہمیں کھیلوں کرتے تھے۔ دنیا بہت فخر تھی۔ میں دیکھنے والا کوئی پھر ہم نہ ہاتے نہاتے تھک گئے۔ تو وہ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے کی طرف چل پڑی۔ میں وہاں کا ساتھ دے رہا تھا۔ اور کانٹات طلب پر خوش تھی۔ اس ہماں شفت سے ہمیں پھر بھوک لگنے لگی۔ ہم نے شکار کی تلاش کے بہت اچھے شکار کی طرف دیکھا۔ اور تیزی سے دایلی کا سفر شروع کر دیا۔ اب ہم دونوں ایک دوسرے ضرورت سمجھنے لگے تھے، گوا بھی اشلے ایجاد ہوئے تھے، لیکن آنکھ کی ترجمانی تھیں۔ آنکھوں کے اثر سے ہم ایک دوسرے کا مقصد سمجھ سکتے تھے۔ طویل فاصلے پر کے ہم اپنے ٹھکانے پہنچ گئے۔

لیکن ہمارے ٹھکانے پر زبردست جنگم ہو رہا تھا۔ میں پرواز کرنے والے ہی گولہ کے بہت پر زور سے ہمارے شکار کو سمجھ کر اس پر حملہ آور ہو گئے تھے۔ لیکن پھر اس میں اتفاق ہو گئی تھی اور ایک دوسرے سے لڑنے لگا۔ شکار کا زیادہ سے زیادہ گوشت حاصل کرنے کوشاں تھے۔ ہمیں دیکھ کر وہ خوفزدہ ہو گئے۔ اور اپنی دنگ بھول لیکی انہوں نے شکار کے گوشت کو جگہ جگہ سے فوج ڈالا تھا۔ اس جھوٹے پھراٹھا کر ان کی طرف چلائے اور وہ پھراٹھا کر فضا میں تپ نہ لے اپنے شکار سے گوشت حاصل کیا اور اسے کھانے لگے۔ اس گوشت کا مزہ خوب ہو گیا تھا۔ ہمیں وہ زیادہ پسند نہیں آیا۔ مہجوری تھی۔ اس وقت اسی پر لڑا کر رہا تھا۔ چنانچہ ہم نے حسب ضرورت

گوشت حاصل کر کے کھایا اور پھر آرام کرتے لیٹ گئے۔ اس میں نے حسب معمول تازی بھرائی۔ اس کی طرف دیکھا۔ وہ بھی میرے نزدیک آئی تھی دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ بھی میرے شانے کی منظر تھی۔ اور پھر اس کی گونجاہٹیں بان مگر خوشیوں میں ہماری لذت آمیز سرکے یاں بھی خوشیوں و چرساںوں کی بارگشت بڑھنے لگی۔ اور ہم اس جانور کی طرف مت ہو گئے۔ جس کے سنگ ٹوٹ چکے تھے۔

وہ خاموش ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں اس پر سرور زندگی کے خواب لہرا رہے تھے اور اس کے شانے بیٹھے انسانوں کے چہرے مختلف کیفیات کے حامل تھے۔ وہ ایک پارا سرور میں گرفتار تھے۔ وہ خود کو اس ماحول میں محسوس کر رہے تھے، جب انسان جانوروں سے برتر تھا۔ اس کی کسی اقدار سے واقفیت نہیں تھی۔ وہ خود کو نہیں پہچانتا تھا۔ اس کے باک فوجوں کی آوازیں ایسا سحر تھا کہ اس سحر سے لپٹنے کو بھی نہیں چاہتا تھا اور جب اس کی خاموشی سے یہ خوفناک اور وہ جاگ پڑے۔ پرنسپل خاور نہ پانی بخوبی کی طرف دیکھا۔ اور فریاد اور فریاد لگا کر ایک سرے کی شکل دیکھنے لگیں۔ پھر ان کے چہرے پر شفق بھوٹ آئی۔ ان کی نگاہیں شرم سے جھک گئیں اور ان کی پیشانی پر پسینے کے قطرات ابھر کرے۔ باپ کی موجودگی میں یہ دلکش داستانیں سن کر وہ محبوب ہو گئی تھیں۔ لیکن داستانیں ان کی کیفیات سے بے خبر اپنی دم میں ہی مست تھا۔ اس کی آنکھیں نہ تھیں۔ وہ اس ماحول سے نہیں لگنا چاہتا تھا جہاں کا تصور اس کے ذہن میں تھا۔

لیکن یہ داستانیں ایسی ہی دلکش ایسی ہی جواں کہ تھی کہ ان تمام کیفیوں کے باوجود وہ اسے شنے کے غلام نہ سمجھتے اور اس کی خاموشی انہیں گراں گزرتی تھی۔ پورے خاموشی کی گہری گہری سانسیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ اس سے قبل کہ وہ کچھ کہتے۔ اس کی آواز بھر بھری۔

”دوسری صبح حسب معمول تھی۔ ہمارے دلہا لپٹے کچھ اور گہرے ہو گئے تھے۔ ہم کی بھی کیفیت کے اظہار سے بے نیاز تھے۔ لیکن وہ گہرے رشتے جو ہمارے دونوں کے درمیان قائم ہو چکے تھے اس اظہار کے متقاضی نہیں تھے۔ ہم نے اپنے ہاں شکار کا گوشت کھایا لیکن بہت کم مقدار میں۔ ہمیں وہ گوشت بالکل پسند نہیں آیا تھا۔ اس اور اس گوشت کے ساتھ ہی ہمیں اس جگہ سے بھی نفرت ہو گئی۔ اس طرح ہم اس بات سے واقف ہوئے کہ تازہ شکار کا مزہ اچھا ہوتا ہے۔ ہم وہاں سے چل پڑے۔ اس کی خوشی آج بھی قائم تھی۔ اس کے چہرے کی دنگ کہ اس کے ٹھکانے کی آواز اور وہ بہت میں لگ رہی تھی۔ ہم نے اسی جھیل میں پانی کا کھیل کھیل دیا۔

بہت دیر تک کھیلنے کے بعد لاکر باہر نکل آئے اس کے بل اس کے چہرے اور گولہ سے چپے ہوئے تھے اور اس کی چال میں لڑکھائے تھی۔ وہ تھکی دیر تک یہ سہارا لے جاتی رہی۔ اور پھر ہونٹوں کی طرح کھیلنے بچنے لگی۔ آج ہم جھیل کی مخالفت مت جابھے تھے۔ نہ جانے ہم کہاں سے کہاں نکل آئے۔ زمین وسیع تھی۔ سرسبز علاقہ بہت چھپے ہو گیا تھا اور اب ہم سنگلاخ چٹانوں کو ملے کر رہے تھے۔ وہ ایک دیوانہ نظر آ رہی تھی، جو اس کی چھت سے مختلف تھی۔ نہ جانے اس سفید دیوار کے عقب میں کیا تھا۔ اب ہمیں بھوک لگ رہی تھی۔ ہم نے دو پھراٹھا کر باتوں میں پکڑ لیے اور شکار تلاش کرنے لگے۔ لیکن ان سنگلاخ چٹانوں میں ہمیں شکار نظر نہ آیا اور ہم اس کی تلاش میں بہت دور نکل آئے۔ اس سوچی تیزی سے سفر کر رہا تھا اور اب اس کے چہرے چمکے کے آثار نظر آ رہے تھے۔

دوسری طرف ہم بھی بھوک نے تھکا کر دیا تھا۔ ہماری رفتار بھی سست ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ لیکن ہمیں شکار نہ ملا۔ ہم دونوں بھوکے تھے۔ لیکن مہجوری۔ یہ رات بھوکے رہ کر گزارنی تھی۔ اس رات کو ہمیں مناسب جگہ بھی نہ مل سکی۔ اس لئے ہم ٹھکانے آسمان کے نیچے ہی رات گزار دی۔ پھر چوں کہ میری باتوں میں آئی کہ وہاں درو کو بھول گئے جو تھوڑی دیر پہلے محسوس ہو رہا تھا۔ وہ میرے بازوؤں میں جذب ہو گئی اور ہم گہری نیند سو گئے۔

بہترین طبی مشورہ  
بہترین طبی مشورہ  
بہترین طبی مشورہ

بہترین طبی مشورہ  
بہترین طبی مشورہ  
بہترین طبی مشورہ

بہترین طبی مشورہ  
بہترین طبی مشورہ  
بہترین طبی مشورہ











دشمن کی تیزی کو کافی احساس نہیں تھا۔ ہاں وہ جاننا چاہتا تھا کہ وہ کتنے دور پہنچ سکتا ہے اور اسی وقت سواروں سے شہر کو آگ لگانے کے لئے ایک ہتھیار کی ضرورت ہے۔ ان میں وہ بھی شامل تھی جو جانور کے چنگل میں پھنس گئی تھیں!

اور کچھ کام بالکل مشکل نہ ہوا۔ زلزلے کے شکار بہت سے جانور تھے جن سے تھوڑے فاصلے پر مردہ اور نیم مردہ موجود تھے۔ ان میں کچھ شدید زخمی ہو گئے تھے، کچھ مر چکے تھے۔ میں نے اپنے فنی جانور کو دکھا جس کے زخموں سے تازہ تازہ خون بہہ رہا تھا اور وہ درد سے تڑپ رہا تھا۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اس کے جسم کے ایک اور حصے پر ہاتھ پڑے تھے۔ پر دانستہ جلد سے اور وہ تکلیف سے چٹکھٹا رہا تھا۔ لیکن اس میں اتنی تکلیف نہیں تھی کہ وہ مدافعت کرتا۔

میں نے اس کے جسم سے کافی گوشت ٹوٹا اور اسے دانتوں سے چبانے لگا، لیکن خدا جلے کیوں مجھے اب اس گوشت میں لطف نہیں آ رہا تھا۔ میری ساتھی جس طرح گوشت کو آگ پر بھونپتی تھی اس سے گوشت زیادہ چھوٹا تھا۔ تاہم یہاں ایسے انتظامات نہ تھے اور میں اس سلسلے میں اتنی فکرت نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے میں نے ایسے ہی گوشت کھالیا اور میری تکلیف رفع ہو گئی۔ نہ جانے یہ پتی سہلی جگہ کہ دور نکل آیا تھا۔ یہاں میرے جیسا کوئی دوسرا موجود نہیں۔ میں نے پتا چلایا۔ وہ طرف دیکھا۔ لیکن مردہ جانوروں کی لاشوں اور دھلکی درختوں کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ تب میں دوبارہ اس چٹان کی طرف بڑھ گیا جس پر میں سوار ہوا تھا۔

پھر میری نگاہ چٹان کے دوسری طرف آٹھ گئی اور میں تعجب اور دیکھنے لگا۔ دوسری طرف خوفناک گہرائیاں تھیں، لیکن ان گہرائیوں کی انتہا نظر آرہی تھی۔ بھوری سپاٹ ریت۔ جس کا طویل میدان تازہ تازہ چلا گیا تھا اور اس کے دوسری طرف لہریں لیتا ہوا نیلا پانی۔ جو دور آسمان سے ملتا ہوا تھا۔ یہ منظر مجھے بے حد حسین لگا، کیسا دلکش تھا یہ منظر۔ ہندوستان کے لئے اس جگہ نہیں تھا۔ لیکن اس کی تصویر میں نے اپنے دل کے آئینے میں تھی اور میں اس وقت اس کوئی نام نہیں دے سکتا تھا۔ تاہم میں اس کو پسندیدہ لگا ہوں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے ان گہرائیوں میں ترکاریوں کے نزدیک پہنچنے کی کوشش شروع کر دی، اور میں تڑپا رہا۔ سوئی گرتی رہی۔ اور اس وقت رتھنا ندی دیکھی تھی جس میں نے گہرائیوں میں سلاقم رکھا لیکن پہلا قدم دیکھتے ہی سیکڑوں میں ایک عجیب سا شور مچا، ایک خوفناک شور۔ میں اچھل پڑا۔ شاید زمین پھرنے والی تھی۔ میں منہ لگا لیکن زمین نہ لرزی البتہ۔ دور۔ میں نے بہت سے جانوروں کو بھاگتے دیکھا

وہ بے تماشہ بھاگے چلے جاتے تھے اور ان کے عقب میں ایک بہت بڑی چٹان رنگ رہی تھی۔ سیاہ رنگ کی اس خوفناک چٹان کو دیکھتے دیکھتے بڑی جیتھوئی اور اس سے زیادہ جیتھوئی وقت ہوئی جب یہ جانور سیکڑوں سے گزرتے۔

یہ جانور وہ نہ تھے جن کا میں شکار کرنا تھا۔ بلکہ یہ تو سب سے جیسے تھے، بالکل ایسے جیسے۔ ان کے ہاتھوں میں پتھر کے تھیڑے تھے۔ لیکن وہ خوفزدہ ہو کر بھاگ رہے تھے اور سیاہ چٹان ان کے پیچھے رہ گئی تھی ان کی طرف بڑھ رہی تھی۔ چند دھڑکتے ہوئے جانوروں نے میری طرف دیکھا۔ شاید انہیں تعجب تھا کہ میں ان کی طرف خوفزدہ کیوں نہیں ہوں۔ اور پھر جب انہوں نے مجھے دھڑکتے نہ دیکھا۔ تو ان میں سے ایک نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے دھکیلنے لگا۔

میں اس کا مقصد سمجھ گیا تھا۔ چنانچہ مجھے یہ سیکڑوں میں گیا آیا کہ میں نے بھی دوڑ شروع کر دیا۔ اب میں اپنی کے انداز میں ان کے ساتھ بھاگ رہا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ پتھروں کی ایک اونچی دیوار کے نزدیک پہنچ گئے۔ اس دیوار میں چھوٹے چھوٹے سوراخ تھے۔ سب ان سوراخوں میں گھس گئے۔ یہ سوراخ اندر سے کافی ٹھنڈے تھے اور ان میں ایک ہی روشنی بھری ہوئی تھیں۔ یہ روشنی پتھروں کے گڑھوں میں ہو رہی تھیں۔ اور روشنیوں کے نزدیک چھوٹے چھوٹے ہاتھ مارے اور لاکھ سیکڑوں میں چھپی ہوئی تھیں۔ چھوٹے ہاتھ مارانے کے سینوں سے پلٹے ہوئے تھے، اور سینے پر بھروسے ہوئے کو بانوں کو چوم رہے تھے۔

میں کھجور پر مائل دیکھتا رہا۔ اس وقت وہ لوگ خوفزدہ تھے۔ اس لئے اپنے درمیان ایک اجنبی پرانوں نے توجہ زدی۔ وہ پتھر کے بڑے بڑے ٹکڑے ان سوراخوں میں پھنسا رہے تھے۔ میری آنکھیں کوئی بات نہیں آ رہی تھی۔ دفعتاً دیکھنے والوں میں ایک دلزدہ چیخ بھری اور میں چونک پڑا۔ یہ چیخ لاکھ سے مشابہ تھی۔

”لاکا۔“ ”میسرے منہ سے اچانک نکل گیا۔“  
”بے بی۔ بے بی۔“ ”میسرے قریب بیٹھا ایک بڑا جانور پڑا۔“  
”لاکا۔“ ”میں نے اس کی طرف دیکھا۔“

”بے بی۔ بے بی۔“ ”اس نے خوفزدہ انداز میں سوراخ کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے سوراخ کی طرف دیکھا۔ اس سوراخ کو بھی پتھر کے بڑے ٹکڑے سے بند کر دیا گیا تھا۔ نہ جانے کس نے یہ سوراخ بند کیا کی آئی کہیں آٹھ کھڑکیوں کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے سوراخ کا پتھر ہٹایا۔ اور

اگر لگا گیا۔!

سیاہ ہتھکڑی چٹان زیادہ دور نہ تھی۔ میں نے سہلی ہارے اور پتھر دیکھا۔ وہ چٹان نہیں تھی۔ وہ تو کوئی جانور تھا۔ جو اپنے سیاہ نال سے گردن نکال نکال کر اپنے قریب کی کسی شے پر بے ہوش ہوا اور کھڑکیاں اچھل کر دور بھاگ جاتی۔ میں نے اس کی شے سے گود کھینچا۔ وہ شے کو اڑکھیکے بلاتھی، اور لاکھ جیسی تھی تیر تیر جیسی، اس کے منہ سے نکل رہی تھیں۔ میری آنکھوں میں لاکھ گھوم گئی۔ اور میں تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔ وہ اچھل اچھل کر سیاہ شے کی گردن سے پھٹنے کی کوشش کر رہی تھی اور سیاہ شے بار بار گردن بڑھا کر اسے اپنے منہ میں پکڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں جانوروں کے شکار سے واقف تھا۔ گو سوار پتھر کا پتھر دیکھتا رہا۔ اس میں تھا لیکن دوسرے خوفناک اور دیکھنے پر جانوروں طرف کھینچے پڑے تھے۔ میں نے ان میں سے ایک لیا تو کیلا پتھر اٹھا لیا اور پھر شہر تیزی سے اس سیاہ شے کے نزدیک پہنچ گیا۔ وہ میری طرف سے غافل رہتا تھا۔ اس غلامیورت غلوں پر حملے کر رہی تھی۔ میں اس کی گردن کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر میں نے اس کی گردن پر پوری قوت سے وار کر دیا۔ سیاہ شے ٹھٹھکی اور میری طرف متوجہ ہو گئی۔ اس کے سر کے حصے پر دو بڑی بڑی آنکھیں تھیں، جو لاکھوں کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

اس نے لاکھ کی طرف سے توجہ ہٹا کر میری طرف منڈل کر دی لیکن میں اس کے لئے تڑپا نہیں تھا۔ میں نے بہت جلد ٹھوس کر لیا کہ وہ خوفناک جانور تیزی سے اپنی گردن کو حرکت نہیں دے سکتا اور اسے اپنے ہاتھ جیسے جسم کو حرکت دینے کے لئے گردن ہٹانی پڑتی ہے۔ اس کا جسم ناقابل ترمیم مزبور ہے لیکن اس کی گردن پر قابو پانا بڑی بات نہیں ہے چنانچہ میں پھرتی سے پتھر سے جل جل کر اس کی گردن پر وار کرنے لگا۔

میسرے ہر وار پر سیاہ جانور ٹھٹھکا جاتا تھا۔ لیکن وہ میرا کچھ نہ لگاڑ سکتا تھا۔ دفعتاً مجھے کچھ خیال آیا اور اس بار میں نے اس کی آنکھ کا نشانہ لیا۔ اور پھر مسرے ہاتھ کو لاکھ پتھر چوری قوت سے اس کی آنکھ میں پھونک دیا۔ پتھر کا تھوڑا سا ٹکڑا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس جانور کا منہ کھل گیا۔ ایک تیز اور خوفناک دھڑکنائی دی اور جانور نے اپنی گردن اپنے جسم میں داخل کر لی۔ پھر اس کا چٹان جیسا جسم پھٹنے لگا۔ وہ بہت تیزی سے پھٹے جا رہا تھا۔

میں نے کچھ اور پتھر اٹھا لیے۔ اور اس کے جسم پر پانے لگا۔ ان لڑکاتوں سے گہرا گروہ تیزی سے پھٹے پٹا اور پھر پٹ کر اس برقی رفتار

سے بھاگ کر میں چٹان آ گیا۔ میرا خیال باطل تھا کہ وہ تیر نہیں دوڑ سکتا۔ اور اسی وقت سواروں سے شہر کو آگ لگانے کے لئے ایک ہتھیار کی ضرورت ہے۔ ان میں وہ بھی شامل تھی جو جانور کے چنگل میں پھنس گئی تھیں!

یہاں تک کہ جانور پانی میں گھس گیا اور پھر وہ سمندر کی گہرائی میں ڈھکیا گیا۔ پتھر مارنے والے رک گئے تھے۔ ایک شے کے سکوت رہا تو ایک بار پھر وہ شہر چھوٹنے لگی۔ ان کے منہ سے ایک آواز نکلی۔

”یا نا کو۔ یا نا کو۔“ اور پھر سب با نا کو نا کو چھوٹے ہوئے تھے۔ گردن چٹنے لگے اب بعد میں مجھے اس لفظ کے معنی معلوم ہوئے۔ وہ مجھے فوج شکار کرنے والا کہہ رہے تھے۔

پھر چٹان سے لوگ جن کے بال بہت بڑے ہوئے تھے سیکڑے پاس آئے۔ اور ان میں سے ایک نے کہا۔ ”کو بے۔ کو بے۔“ لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ تب اس نے میرے سینے پر ہاتھ لکھ کر کہا۔ ”کو بے۔“ میں اس کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تب وہ اپنے سینے پر ہاتھ لکھ کر بولا۔ ”آنا۔ آنا۔“ پھر اس نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا۔ ”کو بے۔“

اور اس بار اس کی بات میری سمجھ میں آ گئی۔ اور اس کے ہاتھ ہی لاکھ کا دیا ہوا نام مجھے یاد آ گیا۔

”توسا۔“ ”میں نے جواب دیا۔“

”توسا۔“ وہ خوشی سے چٹا۔ اور پھر اس نے دوسروں کی طرف رخ کر کے کہا۔ ”توسا۔“ اور وہ سب خوشی سے توسا توسا چھوٹنے لگے۔ انہوں نے سیکڑے درخت چٹانیاں تھا اور وہاں سے تھے ان میں لاکھ جیسی عورتیں بھی شامل تھیں اور مرد بھی تھے، پھر وہ بھی آگئی جو جانور کے چنگل میں پھنس گئی تھی۔ وہ سیکڑے بال قریب پہنچ گئی۔ اس کے ہاتھوں میں خوب صورت پتھروں کی ایک ملا تھی جو اس نے اظہار عقیدت کے طور پر میری گردن میں ڈال دی۔ اور دیکھئے سب لوگ غماز مٹ گئے، وہ مجھ سے دور دور بھاگ گئے صرف وہی لاکھ سیکڑے پاس تھی۔ ملا ڈالنے کے بعد اس نے اپنے سر کے لیے خوبصورت بالوں میں سے چند بال توڑے اور انہیں ایک کچھ کی شکل میں موڑنے لگی۔ پھر اس نے وہ بال میری ملائی ہاتھ سے لے لیے۔ اس طرح پتھر فیروز نے مجھے اپنا مالک تسلیم کر لیا تھا۔ یا موجود زبان میں آپ اسے میری بیوی سمجھ سکتے ہیں۔ ”وہ دھڑک گیا۔ اور پھر اس نے مسکراتے ہوئے فزول اور فزول



اور پھر پروفیسر کی طرف دیکھا۔ "شریف دیکھو۔ کیا تم میری داستان سے اکابرٹ محسوس کر رہی ہو؟ لیکن مجھ کو۔ میرا خیال ہے تم بھی جھٹکے گئے ہو گے۔ آؤ کچھ چل قدم چلو۔"

"تمہاری داستان ایک تاریخ ہے جو ان سے ہو سکتا ہے۔ تم بہت جلد متحقق ہو اور یہ تاریخ اب دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اور اگر تفصیل بہت سے لوگوں نے لکھی ہے، البتہ تمہاری داستان اس سے کون ہے کہ تم خود کو اس کا ایک کردار بنا کر پیش کر رہے ہو۔ اگر تم مجھے معاون کو نو جوان تو میں یہ کچھ لگاؤ دو حقیقت تم ایک بے مثال داستان گو ہو اور تمہاری داستان گوئی انسانی اقدار کو بے شک اسی ماحول میں لے جاتی ہے جس کی کہانی سنائی جا رہی ہو۔ حقیقت کیا ہے یہ تو تم ہی جان سکتے ہو پروفیسر خاور نے صاف گوئی سے کہا۔

"میں تم سے بے انتہائی شکریت نہیں کروں گا مگر۔ ان تین تہیں میری سچائی کا ثبوت خود دیکھو اور ایک دن تم اپنی زبان سے کہو گے کہ میرا ایک ایک لفظ درست ہے۔ اس سے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ سب اس کمرے سے نکل آئے اور اس پر اسرار پائی عمارت کے ایک کھنکھے ہوئے حصے میں آ گئے۔ اس خوشگوار حصے کو پروفیسر خاور پہلے دیکھ چکا تھا۔ اس وقت موسم کے لحاظ سے علاقہ اور حسین ہو گیا تھا۔ وہ سب سرسبز گھاس پر چہ گئے۔ پروفیسر خاور نے کہا۔

"اس غارت سے باہر دوسری طرف بے پناہ حضرت الائن ہیں۔

کیا وہ ریگ کریں ان آسکتے؟

"یہ پر اسرار دنیا میری صدیوں کی تحقیق ہے۔ میں نے اسے مکمل کرنے میں جری محنت کی ہے۔ ہر بار جب میں یہاں آتا ہوں تو شرف کے مطابق تبدیلیاں کرتا ہوں۔ حضرت الائن یہاں نہیں چڑھ سکتے ان کے لئے ایک حصہ قائم کر دیا گیا ہے۔ اس حصہ میں وہ داخل ہونے کی کوشش کریں گے تو توپ ٹپ کر مر جائیں گے۔ لڑنے اس دنیا پر اثر انداز نہیں ہو سکتے کیونکہ اس صورت میں یہ یہاں ان نرم رنجی ثابت ہوں گی۔"

"میں نہیں دیکھتا کہ یہ زیادہ ذہنی اور پر اسرار انسان کہہ سکتا ہوں؟" پروفیسر نے تعریفی جھنجھک سے کہا۔

"ہم کہانی سننے کے لئے چین ہیں مشر۔" فرزان نے کہا اور وہ مسکراتے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لی اور بولا۔

"اس کا ہم نے فی فی تھا۔ دنیا بہت سچی ہوئی تھی۔ چھوٹے چھوٹے انسانی گروہ قریب قریب رہتے تھے لیکن ایک دوسرے سے واقف تھے وہ اپنا دنیا خود دیکھ رہے تھے ان میں سے کچھ ابھی دنیا اور اس کی ضرورتوں

سے ناواقف تھے۔ کچھ عقل کا استعمال دیکھتے تھے اپنی ضروریات پوری کرنے میں مفرحوں انداز میں کامیاب ہوتے تھے ان کا عمل جن تیزی سے اس دور میں تھا اس کے بعد بہت سست ہو گیا۔ ان لوگوں نے کھانا لپیٹ کر بنالیا تھا اور عورت اور شکار کے لئے تھکے تھکے نہیں تھے۔ وہاں مزارک لٹھا رائج تھا۔ جو سب عقائد کے ساتھ ساتھ ان کے دوسروں سے انھیں الگ کر دیتا تھا۔ اسی کے بعد پڑھائی کا رواج تھا۔ سب میں تعلیم پڑھائی باقاعدگی سے تھی یہ تین سو سال قبل کے تھے اس وقت انہیں ستمنا کر سکتے تھے اس میں موت کی پینہ بھی قبول کی جاتی۔ ویسے اس وقت پسند کو کوئی معیار نہ تھا کچھ رومات بھی پڑھ لکھی تھیں جو میس کے ساتھ بھی اہلی گئیں۔ بے سمندر کے پانی سے غسل دیا گیا اور پھر جسے چھوڑنے والی چربی کی جگہ میں میرا جسم پکنا اور پکدار ہو گیا۔ یہ اس وقت کا شکار تھا۔ ان لوگوں نے چربی جلانے کا طریقہ دریافت کر لیا تھا اس طرح اس آگ کو محفوظ رکھا گیا تھا جو گوشت جھونے اور روشنی رکھنے میں معاون ثابت ہوتی۔ شیشے کے گلاس میں گڑھے کر کے ان میں چربی بھری جاتی اور پھر چربی آہستہ آہستہ جلی جاتی جس سے ان کے مازوں میں روشنی رہتی تھی۔

چربی مل کر میس جسم پر چھینکتی تھی نقش نگار بناتے گئے اور پھر مجھے ایک چھوٹا سا غارت بنا کر دیا گیا۔ یہ سب کیا انہوں نے میری اس خدمت کے اعتراف میں کیا تھا جو میں نے سیاہ جانور کو لذت دے کر بچھڑانے میں انجام دی تھی اور پھر بے نیکی میری محنت میں بیچ دیا گیا۔

پکدار بے نیکی کے ہم کی لذت کا اور میری پہلی ساتھی لڑکی سے کہیں زیادہ تھا وہ پرجوش لڑکی تھی بہت متاثر تھی کیونکہ میں اس کی زندگی بچائی تھی میری باتیں پھر حسین ہو گئی تھیں اب بے نیکی میری شریک حیات تھی اور میں ذہنی طور پر بے مدد تھیں تھا۔ میں ان کے ساتھ شکار میں شریک تھا میں ان کی ذہانت دیکھتا اور پھر اس میں اختلاف کرتا۔ اس طرح میں نے شکار کے چند نئے طریقے ایجاد کئے، جس سے شکار آسان ہو گیا۔ وہ سب بھی مجھ سے بے پناہ متاثر تھے۔ پھر ایک نام ہم سب ایک خوندگاہ بن گئے اسے گینڈے کا شکار کہتے تھے۔ یہ طویل القامت گینڈے بہت خوندگاہ تھا اور اس میں کاسر اور پھر کے تھیار کے کراس کے ساتھ ڈٹ گیا تھا لیکن وہ گینڈے کو ہلاک کرنے میں ناکام رہا اور ایک بار گینڈے کا داؤ چل گیا اس کا لمبا اور نوکدار سینگ کاسر دار کے سینے میں اتر گیا اور سر دار کا جسم اس کے سینگ میں پھنس گیا۔ گینڈا اس کے جسم سے جان چڑنے کے لئے بیجا ہاتھ اور زور سے پھینکا کرتے تھے لیکن سر دار کا خون اچھل اچھل کر گینڈے کی آنکھوں کو چھلکا رہا تھا چنانچہ ایک ہاتھ لگا کر وہ گرا اور پھر پھسل رہا تھا۔ ہم نے اسے شکار

کر لیا۔ لیکن سر دار کا کھانا۔ اور میس نے ہن میں ایک خیال گردش کر رہا تھا۔ گینڈے کا یہ سینگ پتھر کے تھیار سے زیادہ مضبوط ہے۔

سر دار کی لاش کو گینڈے کے سینگ سے نکال لیا گیا لوگوں نے اسے سب و تدر ایک جڑے پتھر پر رکھ دیا اور شکار کے کاروبار میں واپس آ گئے۔ اُدوسر لوگ بھی اپنے اپنے شکار لے آئے تھے چنانچہ شکار کا گوشت تعلیم ہوا سینے سے آگ پر بھونکا اور کھانے میں مصروف ہو گئے۔ بے نیکی میس کے ساتھ فارین تھی اس میں اور وہ گوشت لے آئے تھے اور میں خاص طور سے گینڈے کا سینگ اٹھا لیا تھا جسے میں ایک نوثر پتھیر بنا رہا تھا تھا۔ چنانچہ گوشت کھانے کے بعد میں بے نیکی سے پتھر لے گیا اس کے لئے کے بجائے گینڈے کے سینگ کو صاف کرنے لگا میں نے اس کی نوثر دیکھی اور خیال کیا کہ میرا طرح یہ نوثر کاسر کے سینے میں اتر گئی تھی اسی طرح یہ میس ہاتھوں سے کئی بھی جانور کے سینے میں اتر چکے تھے۔ میں نے گینڈے کے سینگ کے کنارے پر لگے ہوئے تمام گوشت کو انہوں سے منٹا لیا۔ اس سینگ میں میرا ہاتھ آسانی سے اندر تک چلا جاتا تھا۔ بے نیکی جیسے میس اس تھیار کو دیکھ رہی تھی۔ اور جب میں اس تھیار سے مطمئن ہو گیا تو میں نے اسے ایک طرف رکھ دیا۔

دوسرے دن بے نیکی کے پوزھوں نے سر دار کے آفتاب کا فیصلہ کیا۔ اس روز ایک خاص انداز سے شکار کھیل گیا۔ یعنی لوگ ڈیوئوں میں ہٹ کر شکار کھیلنے نہیں گئے تھے بلکہ اجتماعی طور پر کھیلے تھے اور پھر سینگ پر شکار سامنے آیا۔ وہ ایک طویل القامت جھینسا تھا جس کی ناک سے شعلے نکل رہے تھے۔ ایک تو بیسیں آدمی کو اس کے شکار کے لئے بھیجا گیا اور وہ اپنا پتھر کا تھیار لے کر شکار کرنے گیا۔

لیکن جھینسا اس سے زیادہ طاقتور اور جاک تھا اس نے اطمینان سے قوی بیسیں جوان کو ہلاک کر دیا۔ میں نے اپنا تھیار اپنے ہاتھ پر چڑھا لیا تھا اور اسے استعمال کرنے کے لئے تیار تھا۔

جھینسا اپنے شکار کو ہلاک کر کے گروہ پر حملہ آور ہوا لیکن اسی لمحہ ایک شکل یزیدی انہوں نے اسے اجتماعی طور پر ہلاک نہیں کیا بلکہ ایک آدمی کو اس کے قتلے پر چھوڑ دیا گیا لیکن وہ بچا جھینسا کی ایک لڑکی کی تاب نہ لگا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ گروہ فز ہونے کی کوشش کر رہا ہے کوئی بھی اس کوئی جھینسا کے مقابل نہیں کر سکتا میں نے اپنے تھیار کو زونے کا فیصلہ کیا اور گروہ کے زور ہونے سے پہلے ہی جھینسا کی طرف دیکھا۔

خونی جھینسا دو آدمیوں کو ہلاک کر کے کئی طاقت کا اندازہ لگا دیا تھا چنانچہ اس نے اپنے اس نئے مقابل یعنی مجھے بھی بیسیں پر کھینچنے کی کوشش

کی لیکن میں نے پھر سے اس کا داؤ خالی دیا اور اپنا مضبوط تھیار اس کا پسلیا پر مارا۔ جھینسا کے لئے یہ ضرب غیر متوقع تھی۔ اس کے ذہنوں نے ٹھوکر کھائی۔ اور اسی دوران میں نے دوسرا دار اس کے سینے کے درمیان سے پھر کیا جہاں پسلیاں نہ تھیں۔ میسے مضبوط ہاتھ کی قوت اور پھر نوکدار سینگ جھینسا کے سینے سے خون کا فوارہ بلند ہو گیا۔ اور پھر سینگ پہلے پہلے واروں سے اسے ہلاک کر دیا تب چاروں طرف سے توسا۔ توسا کی آواز میں بلند ہو گئیں۔ اور اس طرح میں اس پتھی کا سردار بن گیا۔ اب میری سربراہی میں شکار ہوتا اور میں ان کے مسائل کا حل کرنے والا بن گیا۔!

اور پروفیسر زندگی گزرتی رہی۔ ہم ترقی کرتے رہے۔ جانوروں کی نگاہ میں سے مضبوط ہڈیاں چھانٹ لی گئیں اور ان کے پڑے ہوئے سینگ بے اختیار بننے لگے۔ اب پوسے گروہ نے پتھروں کے تھیار چھوڑ کر پتھروں کے تھیاروں کا استعمال شروع کر دیا تھا۔ بے نیکی بڑھتی ہوئی۔

لیکن یہ تیرتہ پتھر طور پر جانور تھا۔ سینگ اندر کی تبدیلی نہیں ہوتی تھی۔ پھر ایک دن بے نیکی بڑھ گئی۔ اسے دھچکے کی بیماری تھی اور وہ مر گئی۔ اس کی لاش ایک پتھر پر رکھ دی گئی۔ اب میں تنہا رہ گیا تھا۔!

میسے سٹن پیدا ہونے والے پہلے جانور ہوئے اور پھر پوسے ہو گئے لیکن میں وہی تھا۔ میں ان لوگوں سے متفرق تھا اور اب مجھے اپنے سینگ پر تجربا میزوں وہاں سے آتا تھا۔ ان لوگوں کے ساتھ زندگی ایک مور پڑا تھا ہوئی تھی چنانچہ میں اس زندگی سے گنا گیا تھا پھر ایک شام میں اپنے مضبوط تھیار لئے اور اس سے تھکا ہوا گیا۔ میں سمندر کے کنارے سے سفر کرنے لگا! مجھے کسی نئی دنیا کی تلاش تھی۔ سوچ ڈوبے تھے پناہ دھنسنے سے اور میں سفر کر رہا تھا اور ایک صبح جب میں نے اپنے گروہ پیش کا بازو لیا تو میں ایک غریب اور سرسبز وادی میں کھڑا تھا۔ چاروں طرف درخت جو ہم سے تھے۔ ان درختوں پر جیسے گھونسلے بنے ہوئے تھے ان گھونسلوں میں جیسے جیسے ہمارا انسان موجود تھے۔

میں ان ہی دنیا کو دیکھ کر بہت خوش۔ دوزخ کا نام لگا رہا تھا۔ اٹھائیس مار رہا تھا۔! روشنی کھتی تھی درختوں پر جو انسان بچے آئے انہوں نے مجھے دیکھا اور قہقہے لگانے لگے! میں بھی انہیں غور سے دیکھ رہا تھا ان لوگوں نے درختوں کے چوڑے پتوں سے جسم کے وہ حصے دھکے کھینچے جو پیشہ و اعضا میں شامیر تھے میں۔ یہ تہذیب سے قریب انسان تھے۔ میں ان کے عقیدوں کے جواب میں ہتھے لگانے لگا! میں نے ان سے دوستی کی خواہش ظاہر کی اور انہوں نے مجھے دوست تسلیم کر لیا۔ مجھے آہستہ آہستہ پرے جایا گیا۔ مجھے درخت پر چڑھنا نہ آتا تھا چنانچہ چاندانوں نے مجھے



درخت پر چڑھا اور میں ان کے مکان کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ انہوں نے اپنی ضروریات میں طرح پوری کی تھیں اسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ اوپر باران لگوں کے ساتھ میں نے گوشت کے علاوہ اور کوئی چیز بھی کھائی۔ یہ پہلے اور سبز بن گئیں۔

میں صرف گوشت کی لذت سے آشنا تھا۔ پہلے بہتر بننے پسند نہ آئیں۔ لیکن میں ان کی تہذیب کو اپنا چاہتا تھا۔ یہ دنیا بیکس نے انہیں بھی پناہ میں لے لی تھی۔ انہوں نے انہی کے انداز میں سبز بن کر استعمال کیا۔ انہی کی کلر میں نے اپنے جسم کو تھوڑے سا دکھکا اور ان میں شامل ہو گیا۔ انہوں نے بوسہ خوں سے مجھے قبول کر لیا۔ وہ مجھ میں کافی دلچسپی لے رہے تھے۔ مجھے کوئی انوکھی مخلوق سمجھتے تھے۔ یہاں بھی سرداری نظر آ رہی تھی۔ ان کا سردار ایک نوجوان اور قوی سیکل آدمی تھا۔ اس کی درجنوں بیویاں تھیں اور ایک بہت بڑے درخت پر وہ ایک بہت بڑے مکان میں رہتا تھا۔ یہ لوگ زبانیں نہیں کہتے تھے اور انہوں نے اس میں کافی ترقی کر لی تھی۔ چنانچہ چند لوگوں نے نچھائی زبان کھانا شروع کر دی۔ میں جہانگیرہ انسان تھا اور مجھے کی صلاحیت کچھ تھا چنانچہ میں آسانی سے ان کی زبان سیکھنے لگا۔ وہ سب مجھ سے خوش تھے۔

میں بھی اسیے پر اور اتنا دل کر رہا تھا۔ میں ایک طویل زندگی گزار رہا تھا اور اب زندگی کے بہت سے لذتیں میری سمجھ میں آ گئے تھے۔ میری زندگی پر جو جو دھاری ہو گیا تھا وہ ان لوگوں میں آجاتے تھے۔ ٹوٹ گیا تھا!

وقت گزرتا گیا۔ اب میں ان میں سے ایک تھا۔ ان کے ساتھ رہنا۔ ان کے ساتھ کام کرنا۔ درختوں پر رہنے والے یہ انسان ترقی کے خواہشمند تھے گوان کے اذہان میں ترقی کا کوئی خاص تصور نہیں تھا۔

لیکن انسان ضروریات خود بخود رستے بناتا کویتی ہیں۔ پھر ایک شام جب میں مڑوں کے ساتھ بیٹھا تھوڑوں کا ایک کپڑا پہن رہا تھا کہ قبیلہ کا ایک آدمی دوڑا ہوا آیا۔ "گوئیے لا۔ گوئیے لا۔" اس نے سر دھو کر بتایا اور سردار اچھل کر کھڑا ہو گیا اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

کے پر اور اسی دوسری عجیب و غریب چیزیں بندھی ہوئی تھیں۔ وہ سب ایک قطار میں اسی طرف آگئے تھے۔ میں نے سردار کا چہرہ دیکھا اور شدید غصے میں تھا اور دانت پیس رہا تھا۔ چوں چوں وہ قریب آئے گئے سردار کے غصے میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہ لوگ بھی پتہ لپیٹے ہوئے تھے اور ان کے بہنو بہن بھائی جی سے نقش و نگار رہتے ہوئے تھے۔

"کیوں آئے ہو؟" سردار نے غصے سے رستے ہوئے کہا۔ "تم نے اس طرف کا رخ کیوں کیا ہے۔" "آؤں والوں میں سے سب آگے آئے والے نے چوڑے چوڑے سیاہ مچھلے سردار کی طرف بڑھائے۔ یہ درختوں کی سیاہ چھائی تھی جس پر اشکات کھڑے ہوئے تھے۔ وہ لوگ سردار کی زبان نہیں سمجھتے تھے اور سردار ان مچھلوں کی زبان نہیں جانتا تھا۔ اس نے ان مچھلوں کو نور سے دیکھا۔ اور پھر انہیں ایک طرف پھینک دیا۔ پھر اس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔ اور وہ سب آئے والوں پر ٹوٹ پڑے۔ ان میں نے انسان کا انسان کو ہلاک کرنے کا تمام تر دھنک باری دیکھا۔ پہلی بار میں نے یہ تماشا اس وقت دیکھا تھا جب لاکا نے جوش رقابت میں میری پہلی ساتھی کو قتل کر دیا تھا۔

ذرا سی دیر میں تھوڑوں کے چوڑے تھپڑوں سے آئے والوں میں سے ایک ایک کو ہلاک کر دیا گیا۔ اور پھر ان کے سر پھیلوں پر لٹک کر تھوڑوں کے ہتھیاروں سے ان کی گردنیں علیحدہ کر دی گئیں۔ اس کے بعد ہاتسوں ان کھوپڑیوں کو اتار دیا جو وہ لوگ لٹے تھے اور ہاتس کے نوکیلے سروں پر ان لوگوں کی کھوپڑیاں تانگ دی گئیں اور پھر کچھ لوگ ان ہاتسوں کو لے کر چل پڑے۔ کھوپڑیوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ سردار ہاتسوں والوں کی ترقی کر رہا تھا۔ کئی میل کا سفر ختم کر کے ہم اس علاقے میں پہنچ گئے جہاں درختوں کی سلسلہ ختم ہو جاتا تھا اور خشک چٹانی علاقہ شروع ہوتا تھا۔ سردار کا اشارہ پر چٹانوں کے سوراخوں میں ہاتس گاڑ دیے گئے۔ تب کہیں جا کر سردار کا غصہ اتر آیا۔ اور پھر ہم سب اچھل چل پڑے۔ لیکن سردار کے چہرے سے کسی خاص جذبے کا اظہار ہو رہا تھا۔

سیاہ چھال کے لوگ اسی جگہ پر آئے تھے جہاں سردار نے پہنچے تھے اور یہ غیر عادی وہ سیاہ چھال اسی انداز کی تھی جن کی کتاب میں نے نہیں دیکھی تھی۔ یہ کتاب میری تحریر کر رہی تھی۔ اور ان لکیروں میں اس وقت کی ایک ایک تفصیل موجود ہے۔ میں اس کتاب کا مصنف ہوں اور اس میں وہ باب بہ آسانی تلاش کر سکتا ہوں جن میں ان لوگوں کے طرز رہائش اور وہاں کے اہم واقعوں کی تفصیل لکھی ہے۔ گواں تحریر میں رہا نہیں ہے۔ منظر کشی نہیں ہے، لیکن بہر حال تم اس دنیا کی تبدیلی کو قبول نہیں کرے ایک

کہہ سکتے ہو۔ راستے میں سردار نے ان مچھلوں کو اٹھالیا۔ وہ کیروں کی زبان نہیں سمجھ سکتا تھا۔ لیکن اس پر غور کرنا ضروری تھا۔ وہ جانا چاہتا تھا کہ کیروں میں رہنے والے گوئیے لا اس کے لئے کیا لاتے تھے۔ بعد میں مجھے گوئیے لا کی تفصیل معلوم ہوئی۔ گوئیے لا ایک قبیلہ تھا جس کے تمام باشندے کیروں کو گوئیے لا کہتے تھے۔ انسان میں رقابت اور دشمنی ابتدائی ہے۔ گوئیے لا قبیلے کے لوگ درختوں پر رہنے والوں سے زیادہ ذہین تھے۔ پھر انہیں تھا لیکن ان کی زندگی سخت کھنکھاتی تھی۔ چٹانی علاقے میں انہیں شکار نہیں ملتا تھا۔ مچھلوں کا وجود نہیں تھا اور سب سے بڑی ذلت یہ کہ انہیں پانی مشکل سے دستیاب ہوتا تھا۔ پانی حاصل کرنے کے لئے وہ مجبوراً اس علاقے میں لاتے تھے لیکن اس علاقے کے لوگ ان سے نفرت کرتے تھے اور اکثر انفرادی حملوں میں ہوتی تھیں جن میں گوئیے لا اس قبیلے کے لوگوں کو ہلاک کر دیتے تھے اور کبھی یہ لوگ گوئیے لا والوں کو کافی باغی نقصان پہنچاتے تھے۔ اس طرح نفرت و رقابت کا یہ سلسلہ طویل ہوتا جا رہا تھا۔ اب کب کوئی تبدیلی آ سکتی ہوئی تھی۔ لیکن گوئیے لا والے شاید اس کی تیاریوں میں مصروف تھے اور آئے والے ان کے کامدے تھے جو اس قبیلے کے لئے کوئی پناہ لاتے تھے۔

چنانچہ سردار نے قبیلے کے ذہین لوگوں کو جمع کیا اور کچھ وقت کی چھال کی آڑ میں کیروں پر غور کر جانے لگا۔ یہ لکیریں کسی نوکلر چیز سے کھڑک رہی تھیں، لہذا بران کا کوئی مفہوم واضح نہیں ہوتا تھا۔ لیکن وہ سب اپنے طور پر قیاس آرائی کرتے رہے اور کسی نتیجے پر پہنچ سکے۔ لکیروں کا پیغام ان کی سمجھ سے بالاتر تھا۔ چنانچہ جب کئی دن کے غور و خوض کے بعد بھی کوئی فیصلہ نہ ہو سکا تو سردار نے چھال کے ان مچھلوں کو پھینک دیا اور وطن ہو گیا۔ زندگی حسب معمول گزرنے لگی۔ لیکن میں کچھ تردد میں مبتلا تھا۔ ابھی تک اس قبیلے کی کوئی لاکھیری طرف ملتفت نہیں ہوئی تھی۔ میری ایک بہانہ کی حیثیت سے کب کی ختم ہو چکی تھی۔ اب تو میں اسی قبیلہ کا ایک فرد تھا۔ درست تھا کہ اس کے اندر وہ خال ان لوگوں سے مختلف تھے لیکن باقی اور کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ سردار نے بھی یہ بات ضروری سمجھی تھی۔ آپس میں یہ لوگ ملحق وقت کرتے تھے۔ ہر روز ان ایک دوسرے کے ساتھ بہتے تھے لیکن میں کسی انسانی وجود سے محروم تھا اور یہ محرومی بعض اوقات میرے لئے غصے کا باعث بن جاتی تھی۔ میں سوچتا کہ توڑ پھوٹ کسی لاکھیاں ہوں۔ یا پھر یہ قبیلہ چھوڑ دوں۔ لیکن تقدیر ان جیسے خود خال والی لاکھیاں نے مجھے گمراہ نہیں کر دیا تھا۔ لیکن اس سے قبل کہ میں اپنے دونوں لادوں میں سے کسی کو مہلی جاسم پناہ، اچانک ایک شام حالات بدل گئے۔

سردار اور اس کے ساتھی گوئیے لا کی طرف سے غافل نہیں رہتے تھے۔ سردار کی حفاظت کی جاتی تھی اور کچھ لوگ ہمیشہ نگاہی کرتے رہتے تھے۔ شام کو سردار اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ درخت کے نیچے گھاٹ پر بیٹھا تھا لگ بھگ دوڑتے ہوئے آئے اور سردار کے سامنے جھک گئے۔

"کیا بات ہے۔" سردار نے چونک کر پوچھا۔ "گوئیے لا۔ گوئیے لا۔" "گوئیے لا۔ گوئیے لا۔" "پھر آئے ہیں وہ؟" سردار غصے سے بولا۔

"ایک ماہ سے 'ہوہا۔ ہوہا۔' آئے والوں نے بتایا اور سردار اچھل پڑا۔ اس کا مطلب تھا کہ اس بار وہ جگہ کرنے آئے ہیں اور ان کے ساتھ پورا لشکر ہے۔ سردار اچھل کر کھڑا ہو گیا اور پھر سخت افزائش کے عالم میں اس نے اپنے قبیلے کے جھگڑوں کو اکٹھا کیا۔ پھر اور دو لوگوں کے ہتھیار کھنے کے لئے گئے اور درختوں میں اتر گئے۔ سب ہی ان ہتھیاروں کو کھ کر جگہ کرنے چل پڑے۔ میسے پاس بھی ہتھیار ایک بڑا ہتھیار تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد سردار پچھلے ہوئے لشکر کے ساتھ سرحد پہنچ گیا جو درختوں کے اندر نام نہاد سامنے ہی بے شمار گوئیے لا نظر آ رہے تھے۔ دراز خاموشی

ختم جسم۔ میدانوں میں رہنے سے ان کے جسموں پر براہ راست دھوپ پڑی تھی اور ان کے جسم تلے کی رنگت اختیار کر گئے تھے۔ لیکن ان کے غفلت و خوں میں بہتے والوں سے حیرت تھی اور ہم بھی سخت شقت کی وجہ سے مضبوط تھے جبکہ درختوں میں بہتے والے آسانتوں کی وجہ سے ہونے اور بھگتے لیکن سفید تھے۔ گوئیے لا حسب معمول کھوپڑیوں اور پھیلوں کے ہتھوں کے علم اٹھاتے ہوئے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ ان کا ہتھیار ہلکے اور ہموار ہیں۔ وہ زیادہ سبک روی سے کام کر سکتے ہیں۔ پھر ان کے لادوں میں صرف مرد تھے۔ جوان اور بوڑھے، مرد ہی مرد۔ جن کی تعداد کافی تھی۔ دونوں لشکر آئے سامنے آ گئے۔

پھر گوئیے لا کی طرف سے کڑی کے ڈھول پیٹے جانے لگے اور اس کے ساتھ ہی وہ اپنی زبان میں جھنجھٹے جاتے لگے۔ اور اس کے بعد وہ دونوں کی طرف آگے بڑھے۔ میں بہت حیران کا اندازہ لگا دیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ گوئیے لا یقیناً اس قبیلہ پر بھاری پڑیں گے۔ ان کی تعداد میری زیادہ ہے اور وہ طاقتور بھی ہیں۔ لیکن مجھے یہ حال ان لوگوں کا ساتھ دینا تھا کیونکہ میں ان میں سے ہی رہا تھا اور یہی ہوا۔ دونوں لشکر آپس میں گھٹ گئے۔ اور گوئیے لا کے نظر ناک ہتھیار کھوپڑیوں کے ٹکڑے کرنے لگے۔ انہوں نے اس قبیلے کی سفین الٹ دیں۔ ان کے ایک ایک جوان نے اس قبیلے کے رکنوں کو ہلاک کر دیا۔



کیا۔ وحشت اور بربریت میں وہ بھی اپنا ثانی نہیں سمجھتے تھے، انھوں نے مرو اور عورت کی تخصیص کے بغیر ہر چیز کو ملک کر لیا۔ میں بھی ہلک کر رہا تھا۔ میسٹر ہاتھ میں پتھر کا ایک وزنی ہتھیار تھا۔ اور اب تک اس ہتھیار سے میں چھ گوشت لہا کر چکا تھا۔ دفعتاً دونوں پہل گویہ ہا میری طرف بڑھے۔ ان کے جسم پر ان کی طرح مضبوط تھے، اور ان کے ہاتھوں میں مضبوط ڈبیلوں کے ہتھیار تھے۔ دونوں نے ایک ساتھ میسٹر اوپر حمل کیا اور میں نے پتھر بدل کر ان کے درمیان دیے۔ پھر میسٹر کا ہتھیار گھوما اور ان میں سے ایک کی گردن میان سے ٹوٹ گئی۔ دوسرا چپے پٹ گیا تھا اس نے سنبھل کر چھپر چھلک کر دیکھا لیکن میں نے پھر اس کا حملہ اپنے ہتھیار پر روکا اور میری کا ہتھیار درمیان سے ٹوٹ گیا۔ قریب تھا کہ میں اپنے ہتھیار سے اس گویہ لاکھ بھی خفایا کر دوں۔ کہ اچانک بہت کوشش اس شخص کے گرد کھڑے ہو گئے۔ وہ اس کے لئے اپنی زندگی قربان کرنے کو تیار تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ ان میں کوئی مٹا کر شہید بھی۔

میں اپنے ہتھیار کو گردش دے رہا تھا پھر گویہ لاکھ اور گروہ ہاں آگیا اور مجھ سے جنگ کرنے لگا۔ مجھے بہت درد محنت کرنا پڑی تھی۔ ان کے ہتھیار میسٹر کے جسم پر کڑے پڑے ہاتھ تھے اور ہتھیار کا ری ہوتا تھا۔ نہ بھٹائیوں ان کے ہتھیار میسٹر اور کرا کر نہیں دنت تھے اور اس وقت انھوں نے انھیں خوفزدہ کر دیا۔ اب وہ بیت سناٹے سے کھڑے لگے۔ دوسرے گویہ لاکھ اپنے ہتھیار کو کھینچ کر کھڑے تھے غیر متعادل مقابلہ پس ہونے لگے۔ وہ دوسروں سے ملک کر گئے۔ میسٹر مقابلہ کو نہ تھا۔ سب سے بالکل تھک کر رہے تھے۔

اس کی طرف دیکھا اور جانے کیوں وہ بھی مسکرائے لگا۔ اس نے مسکرا کر کہا: سامنے ہاتھ پھیلا دیئے۔ میں نے قبیلہ والوں کو دیکھا اور جہان رہ گیا۔ تقریباً سب ہی کام آچکے تھے اور جو باقی بچے تھے وہ غار میں ہوتے تھے۔ انھیں گت ہو رہی تھی۔

یہ سب کچھ میری توقع کے مطابق تھا، میں انھیں دیکھتا رہا اور پھر میں نے اپنا ہتھیار پکڑ لیا۔ میسٹر ہتھیار پکھینچنے ہی اس شخص کے گرد کھڑے گویہ میری طرف لپکے، وہ اپنے ہتھیاروں سے مجھے قتل کرنا چاہتے تھے، لیکن اسی وقت وہ شخص چپا۔ اس نے زور زور سے اپنے آدھوں سے کچھ کہا اور وہ سب رگ گئے اور پھر واپس پلٹ گئے، تب وہ شخص آگے بڑھا، اس نے میرا ہتھیار اٹھ لیا۔ میسٹر ہاتھ میں دیا اور پھر میرا بازو پکڑ کر اپنے بازو پر رکھ لیا۔ یہ اظہار دوستی تھا۔ اس کے چپے سے میں نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ وہ مجھ سے دوستی چاہتا ہے۔ میں نے اس کی طرف دیکھا

وہ مسکرا رہا تھا۔ میں بھی مسکرایا۔ پھر اس نے مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔

جا بجا مقامی لوگوں کی لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ زخمی ہوتے ہوئے تھے اور گویہ لاکھ انہیں چن چن کر ہلاک کر رہے تھے۔ مجھے ایسا ہی منظر سے کوئی دلچسپی نہیں رہ سکتی تھی۔ شکست خوردہ لوگ میسٹر نہیں تھے میں تو ان کے درمیان ایک اجنبی کی سی زندگی گزار رہا تھا۔ مکمل فتح حاصل کرنے کے بعد گویہ لاکھ کے گھٹے ہو گئے۔ ان کے بھی بے شمار ساتھی لے گئے تھے۔

اور پھر میسٹر ساتھی نے مجھے وہ لوگ آگے بڑھ کر پکار رہے تھے اپنی زبان میں جگ کر کہہ کر کہہ کر تمام گروہ لاشیں اٹھانے پر پل پڑا۔ وہ لاشیں کو گندھوں پر رکھ کر کہیں دور لے جائے تھے۔ میرا قوی ہیکل ساتھی ایک اونچی جگہ کھڑا یہ کادیکھ رہا تھا۔ اسے اس اس ہو گیا تھا کہ میں اس کی زبان نہیں جانتا۔ اس نے وہ کبھی کبھی اشاروں میں مجھے غفلت کر رہا تھا اور میں اگر اس کے اشارے سمجھ لیتا تو اسی طرح اسے جواب دیتا۔ گروہ نے میسٹر ہلاک کر کے اور انھوں پر ہاتھ پکڑے ہوئے شادہ کیا۔ کہ میسٹر مخالف اس قبیلہ والوں سے شکست میں۔ کیا میں ان میں سے نہیں ہوں۔ پھر جب میں دوسرے وفد کے بعد اس کی بات سمجھا تو میں نے گردن ہلا دی یہی نے کہا۔ کہ میں دوست آیا ہوں۔ بہت دوست ہے جہاں زمین ملتی ہے۔ اس نے سمجھ جانے والے انداز میں گردن ہلا دی تھی۔

پورا علاقہ لاشوں سے صاف کر کے وہ چل پڑے۔ ان کا پورا لشکر میدانوں کی طرف واپس چلا رہا تھا۔ میں بھی لاکھ کے ساتھ تھا۔ وہ مجھ سے بڑی ہمرانی سے پیش آ رہا تھا۔ میں نے بھی اس کی دوستی قبول کر لی دونوں ہی میسٹر کے اجنبی تھے۔ ہر حال یہ فائدہ تھا اور مجھے تو کسی کے ساتھ زندگی گزارنی تھی۔ طویل سفر کے بعد ہم ان میدانوں میں پہنچ گئے جہاں گویہ آباد تھے۔ میں اُن کی طرف رہائش دیکھ کر حیران رہ گیا۔ ان کو گولے میدانوں میں مکان بنائے تھے۔ چٹائی پتھروں کو چن چن کر انھوں نے دیواریں کھڑی کی تھیں اور ان پر لکڑی اور گھاس کی چھت ڈالی تھی۔ گویہ ذہنی طور پر وہ بے حد آگے تھے اور انھوں نے مکانوں کی ابتداء کر لی تھی۔

میں نے ان مکانوں کو عجبت سے دیکھا۔ ویسے مجھے یہ مکان بہت پسند آئے تھے۔ خاص طور سے ان پر لکڑی اور گھاس کا استعمال۔ یہ لکڑی انھوں نے نہ جانے کہاں سے حاصل کی تھی۔ شاید وہ فحشوں کے علاقے سے چوری چھپے۔ لیکن اب یہ پورا علاقہ انہی کا تھا۔ اور اب ان کے لئے ترقی کے لئے کھل گئے تھے۔

مکانوں کی اس جگہ سے دور۔ عورتوں کوڑھوں اور بچوں کے گھاس پر دست جوڑنے کے لئے فوجیوں کا استقبال کیا۔ وہ سب گلیوں پر کھڑے تھے۔ خوشی سے بچ رہے تھے، ان کی عورتیں بھی اپنی کی طرح دلزاد تھیں۔ انھوں نے لاشیں اٹھائیں، انھوں نے بھی اپنے جسم مختصر ریل سے دھکے دے کر آگے اور رنگ بگنے پر وہ بھی چھپی ہوئی تھیں کی رنگت والی اور خیریت والی وہ لڑکیاں مجھے بہت پسند آئیں۔ ان کے لیے مجھے بے حد رشک تھا ان کی گرمی کی گرمی کی طرح تیلی اور گلیاں حصہ سبک تھا۔

استقبال کرنے والوں میں سے آگے ایک طویل القامت ہونٹا تھا، جس کے سینے پر بڑی ڈالھی لہرائی تھی، سر پر پیروں کی ڈالھی تھی اور ہاتھوں سے ترانے ہوتے ہوئے گھڑوں کے لئے شمار ہا پڑے ہوئے تھے جن سے اس کا پورا جسم چھپا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں بڑی بڑی اور لاشیں تھیں اور چہرے پر حیرت تھا۔ اس کا دھماکہ مہینہ تھا اور اس کے ہاتھوں پر لکڑی کے پتھروں پر بڑے بڑے دھماکہ مہینے تھے۔ اس نے وہ کبھی کبھی اشاروں میں مجھے غفلت کر رہا تھا اور میں اگر اس کے اشارے سمجھ لیتا تو اسی طرح اسے جواب دیتا۔ گروہ نے میسٹر ہلاک کر کے اور انھوں پر ہاتھ پکڑے ہوئے شادہ کیا۔ کہ میسٹر مخالف اس قبیلہ والوں سے شکست میں۔ کیا میں ان میں سے نہیں ہوں۔ پھر جب میں دوسرے وفد کے بعد اس کی بات سمجھا تو میں نے گردن ہلا دی یہی نے کہا۔ کہ میں دوست آیا ہوں۔ بہت دوست ہے جہاں زمین ملتی ہے۔ اس نے سمجھ جانے والے انداز میں گردن ہلا دی تھی۔

پورا علاقہ لاشوں سے صاف کر کے وہ چل پڑے۔ ان کا پورا لشکر میدانوں کی طرف واپس چلا رہا تھا۔ میں بھی لاکھ کے ساتھ تھا۔ وہ مجھ سے بڑی ہمرانی سے پیش آ رہا تھا۔ میں نے بھی اس کی دوستی قبول کر لی دونوں ہی میسٹر کے اجنبی تھے۔ ہر حال یہ فائدہ تھا اور مجھے تو کسی کے ساتھ زندگی گزارنی تھی۔ طویل سفر کے بعد ہم ان میدانوں میں پہنچ گئے جہاں گویہ آباد تھے۔ میں اُن کی طرف رہائش دیکھ کر حیران رہ گیا۔ ان کو گولے میدانوں میں مکان بنائے تھے۔ چٹائی پتھروں کو چن چن کر انھوں نے دیواریں کھڑی کی تھیں اور ان پر لکڑی اور گھاس کی چھت ڈالی تھی۔ گویہ ذہنی طور پر وہ بے حد آگے تھے اور انھوں نے مکانوں کی ابتداء کر لی تھی۔

میں نے ان مکانوں کو عجبت سے دیکھا۔ ویسے مجھے یہ مکان بہت پسند آئے تھے۔ خاص طور سے ان پر لکڑی اور گھاس کا استعمال۔ یہ لکڑی انھوں نے نہ جانے کہاں سے حاصل کی تھی۔ شاید وہ فحشوں کے علاقے سے چوری چھپے۔ لیکن اب یہ پورا علاقہ انہی کا تھا۔ اور اب ان کے لئے ترقی کے لئے کھل گئے تھے۔

تمام مکانوں سے بڑا اور اندر سے خوب بنا ہوا تھا۔ یہاں گھاس کے ڈھیر تھے مجھے وہی بول رہا تھا نظر آ رہا۔

نوجوان اس کے سامنے جھکا۔ اور میں اس کی دیکھا کھی ہوئے کے سامنے جھکا گیا۔ اس بات سے بڑا حیرت بخش ہوا اور اس کے بازو پکڑ کر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے ایک ہاتھ اٹھایا اور مجھے مجھے جانے کا اشارہ کیا۔ میں اس کے سامنے بیٹھ گیا اور وہ اس نوجوان سے کہنے لگا کہ تیار رہا۔

نوجوان میرے سامنے جھکا اور پھر مکان کے دروازے سے باہر چلا گیا۔ پورا علاقہ مجھے دیکھ رہا تھا اور مجھے ایسا معلوم ہوا تھا جیسے اس کی نگاہیں میرا زمین ٹوٹ رہی ہوں۔ پھر اس نے گردن ہلا دی اور اٹھ کر چھروں سے چٹنی ہوئی دیوار کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس نے دیوار کی ایک درخت خشک پتیاں لٹکائیں۔ سوکھی ہوئی پتیاں نکلی تھیں۔ ان کا دھماکہ مہینہ تھا اور باقی سوکھ کر پٹا ہو گیا تھا۔ پوڑے سے وہ پتیاں دونوں تھیلیوں میں مسلایا۔ میری طرف دھکا دیں۔ میں کچھ نہ سمجھ سکا تو اس نے اپنا منہ کھولا۔ اور پھر اسی مسلی ہوئی پتیاں پھانک دیں، باقی میری طرف دھکا دیں۔ اب میں اس کا مطلب سمجھ گیا اور میں نے بھی وہی عمل کیا۔ اس نے کیا تھا میں نے وہ پتیاں پھانک دیں اور انہیں چلنے لگانے لگا۔ وہ ایسا کیوں کر چاہتا تھا۔

لیکن ان بدلتے پتھروں کا رد عمل حیرت انگیز تھا مجھے اپنے جسم میں سناٹا ہی محسوس ہوا اور پھر مجھے میسٹر کے ہاتھ سے درد کا گھٹا لگنے لگا۔ اس دردناک سے جھکا، اس نے اپنا منہ کھولا۔ وہ پتیاں میری طرف سے آ رہی تھیں۔

مجھے یقین ہے کہ اب تم میری بات سمجھو گے۔

میں اچھل پڑا۔ نہ جانے کیا میں پوڑے کی زبان سے یہ واقعہ دیکھا تھا شاید میں یقین آجائے پرنسپر۔ کہ وہ ایسا عجیب نہیں اور ان کیوں کو یہ ایسا ہے انہیں پتھروں کی ایک بدلتی ہے۔ اس کے نتیجے میں تم میرا کافی انصاف دینی زبان میں خوب سمجھو گے۔ اس مسئلے میں اس سے میری دیکھا، اور میں اس کی دیرانتہ فائدہ اٹھا رہا ہوں۔

پھر اس نے اپنا تعارف کر لیا۔ "میرا نام اساس ہے۔ وہ تو سا۔ میں نے وہاں کیا۔ لاکھ مجھے اس سے پتھر سے سنا پرنسپر۔ اسے سنے مجھے تین سو سال پہلے تھیں سو سال۔" فائدہ حیرت سے سمجھ گیا۔

یہاں خوبصورت لڑکی۔ پوڑے میں سو سال پہلے



بعد میں کیا۔ اس نے فرزانہ کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”پھر کیا ہوا؟“ فرزانہ بول پڑی۔ وہ اس کا مانی کے ظلم کو برقرار رکھنا چاہتے تھے اور اس میں کوئی مداخلت نہ تھی۔ ”گو گزشتہ لمحے اپنے ہاتھ میں بناؤ تو وہاں۔“ تم کو کون ہو۔“ ان کے ساتھ ساتھ کہہ رہے تھے۔ ”مگر میں موجود ہوں۔“ وہ اس سے کہتا تھا۔ ”کیا تمہارا تعلق درختوں میں ہے یا لوں سے ہے۔“ ”میرے بوجھا نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”اے اے کا بھی یہی خیال ہے اور اسی خیال کے تحت اس نے اپنی زندگی کی حفاظت کی تھی۔ میں تمہارے جیسے ہر کچھ شخصیت کے ساتھ رہا ہوں۔ اور آج باہر میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تم سب کے ساتھ رہنا پسند کرو گے۔“ میں نے اٹھ کر اٹھ کر دیا تو وہ خوش ہو گیا اور پھر اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اور میں نے اچھے ہوئے انداز میں اسے اپنے ہاتھ میں بتایا جسے سن کر وہ ششدر رہ گیا۔ ”وہ مجھے بھی پیشی لگا ہوں سے دیکھ رہا تھا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”میرا علم تمہارے ہاتھ میں کچھ نہیں تھا۔ اور کوئی اتنا سیکر علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میں دیکھوں گا۔ میں پھر کون کا کہہ کر کیا ہو۔“ اور پھر اس نے مجھے اپنی زندگی کا مقصد بتا دیا۔ وہ ہر لمحے اپنے ساتھ رکھتا۔ میں آج تک جہاں ہوں وہیں غاروں۔ اس وقت جبکہ تہذیب نو زائید تھی اس وقت سے وہ علوم کہاں سے حاصل کیے تھے جو صدیوں کے بعد قائم ہوئے۔ وہ جاوید تھا وہ سائنس کا تھا۔ یقیناً اس کی معلومات نے دنیا کو بہت کچھ دیا۔ اس نے مجھے بھی بہت کچھ سکھایا جو شاید میں صدیوں کے بعد سکھاتا ہوں۔ مجھے ”سرفاٹس“ سکھایا اور میں نے مجھے بہت دلکش معلوم ہوا میں نے اس میں ”اصل کرنی“ اب میں ہر خیال کو کیوں میں دھانے کا مہر لگا رہا تھا۔ اس دن رستہ دی۔ اس کا خیال تھا کہ میں اس کا بہترین شاگرد بن جاؤں گا۔ میں اس سائنس کا درو تھا۔ وہ اس کا ہمارا گزشتہ دنیا جانتا تھا۔ اس طرح دنیا کے اہل دور میں ہی انسان کے ذہن میں ترقی کا خیال پیدا ہو گیا تھا۔

اور میں اس کے ہر کام میں اس کا معاون تھا۔ زمانے کا نام مجھے وہاں رہتے گزریا۔ اے کے پورے کا بیٹا تھا۔ میں ان کی تقریباً اسی آبادی کے ملکوں میں منتقل ہو گئی۔ باقی لوگوں نے بتی میں رہنا پسند کیا تھا۔ وہ ضروریات کی چیزیں جنگلات سے حاصل کرتے اور بتی بھری جالی تھی۔ پورے کو یہ میندی ہی پسند تھی۔ اور ایک دن اس نے مجھے بتا دیا کہ ان میندیوں میں بہت کچھ پوشیدہ ہے۔ اس نے مجھے پوری طرح پرکھا اور ایک ثابت قدم

دلیر اور ذہین انسان پا کر بالآخر اس نے مجھے اپنی حقیقت سے آگاہ کر دیا۔ اس نے مجھے اپنے راز بتائے۔

ایک شام جب میں اپنے نئے مکان میں بیٹھا تھا کہ مکان کے دروازے سے کوئی اندر داخل ہوا۔ میں چونک پڑا۔ اور میں نے جیتھر سے اسے دیکھا۔ ایک طویل عرصہ میں جی میں گڑا چکا تھا۔ بتی کے تقریباً تمام باشندوں سے واقف تھا۔ تمام عورتیں اور مرد میری نگاہ میں تھے لیکن وہ پہلی بار کسی سائے آئی تھی۔ دراز قامت، سنہریے بالوں والی اور خوبصورت حینہ کو دیکھ کر میرا دل دھڑک اٹھا۔

مجھے دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لئے خشکی خشکی ہانک کر کھینچ رہی۔ پھر آگے بڑھی اور اٹھتے ہوئے الفاظ میں بولی۔ ”کیا تم کو سنا ہو۔“ ”ہاں۔“ میں نے کہا۔ ”اور تم۔“

”میں سنا ہوں۔ اس اس کی بیٹی۔“ اے کے کہیں۔“ اس نے کہا اور میں نے غور کیا۔ اس کے اندر وہاں اے کے لئے جلتے تھے لیکن ان میں نواہت تھی اس کا جسم سنگ مرمر سے تراشا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ پختہ اور سٹیل۔ میں اسے دیکھتا رہ گیا۔

”مگر تم پہلے یہاں نہیں۔“ میں نے کہا۔

”تھی۔ لیکن یہاں سے دور۔“ میں نے اس سے کہا۔ ”اس سے کہا ہے میں سنا تھا۔ لیکن میں غاروں میں رہتی ہوں اور ایک طویل عرصہ کے بعد وہاں سے آئی ہوں۔“ میں نے خوشی سے گردن ہلائی۔ ”نہیں۔“ میں نے سنا تھا۔ ”جیسا کہ میں نے سنا تھا۔“ اس نے کہا اور میں کھڑا ہو گیا۔ مجھے اس کی آمد پر حیرت تھی اور خوشی بھی۔ ایک طویل عرصہ سے میں عورت سے جدا تھا۔ میرا دل چاہا کہ اسے باوجود میں دہشتوں پا کر رکھوں۔ اور وہی پراپرٹس کیلئے جو میں نے لاکا۔ اپنی ساتھی سے کہیلا تھا۔ لیکن یہ لڑکی ان دونوں سے مختلف تھی۔ میں میں بھی گیا تھا۔ پہلے میں اپنی کسی ضرورت کے ہاتھ میں سوچتا نہیں تھا۔ پوری کوششیں اب کیفیت بدل گئی تھی۔ سوچنا انداز بدل گیا تھا اب ایک جھجک تھی۔ اس وقت تک جنگ متعلق خود پروردگی کا اظہار نہ کرے۔ اور میں نے اس کوئی اظہار نہ پایا۔ وہ مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کی نگاہوں میں پسندیدگی کے جذبات تھے، لیکن ان میں خود پروردگی نہیں تھی۔ چنانچہ میں نہ کر سکا جو چاہتا تھا۔ انسان کے دل میں تہذیب نے غم لے لیا تھا۔ اقدار متعین ہو گئے تھے۔ میں اٹھا اور اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ میں اس کے پیچھے چل پڑا اس کی چال بہت دلکش تھی۔ سبک اور تیز۔ اس کے قدم زمین کو کھینچے ہوئے تھے۔ قدم چنے سے پہلے ہی وہ آگے بڑھ جاتی۔ ان کو بھی یہ بلکہ اس کی تیز رفتاری کا ساتھ دینے کے لئے مجھے اس کے ساتھ تقریباً

جھانکنا پڑتا تھا۔ راستے میں اس نے کوئی بات نہ کی۔ میں بھی صرف اس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ یہ ہاتھوں میں کیوں رہتی ہے۔ اتنے طویل عرصہ سے وہاں کیا کر رہی تھی۔ ہم لوگ اس سے مت کا راستہ طے کر رہے تھے جس طرف میں کبھی نہیں گیا تھا۔ انا نے مجھے یہاں رہتے ہوئے بھی کافی دن گزرنے چکے تھے، لیکن یہ سمت میں سے لے کر اجنبی تھی اور اسی میں اسی اجنبی سمت میں رہنا چاہتا تھا۔ اپنی بیٹی چاہتا تھا۔ پوری تھیں اور پھر ہم چاندلوں میں پہنچ گئے۔ ایک بہت بڑی چٹائی کے پیچھے پہنچ کر وہ کہہ۔ سامنے ہی ایک فارا کا دروازہ نظر آ رہا تھا۔ اس نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

”آج آؤ۔“ اس نے کہا اور خود غار میں داخل ہو گئی۔ میں بھی اس کے پیچھے غار میں داخل ہو گیا۔ ایک لمبی سنگ تختی جس کے دونوں طرف دیواروں کے سوراخوں میں چربی جل رہی تھی۔ چربی کی تیز بھیلی ہوئی تھی اور روشنی پوری تھی۔ اس تختی میں ہم آگے بڑھتے ہوئے۔ یہاں تک کہ ٹرنگ کا دروازہ باز آ گیا۔ اور میں سائی کے ساتھ اس کے اندر داخل ہو گیا۔ یہاں ایک بہت بڑا غار تھا۔ دیواروں میں کافی بلندی پر چربی جل رہی تھی۔ اس سے پورے غار میں روشنی پھیلی ہوئی تھی اور اس میں روشنی میں مجھے غار میں بے شمار چیزیں بکھری نظر آئیں۔ جانوروں کی ہڈیوں کے ٹکڑے میٹھے میٹھے رتے سینک جاتے۔ پھندوں کے پر۔ ان کے کھوکھے ہوئے جسم گھاس کے ڈھیر۔ غرض تمام چیزیں ان کو بھی تھیں، لیکن ان ان کو بھی چیزوں نے غار کی افوا کو بے حد پر سوار بنا دیا تھا۔

اسی غار کے ایک کونے میں بڑھا اس اس نظر آیا۔ وہ گھاس کے ایک ڈھیر پر دوڑا تھا۔ سائی اس کے سٹے جھکی اور میں نے بھی اس کی تقلید کی۔ میں حیرانی سے غار کو دیکھ رہا تھا۔

”میری یہ غیر معمولی گاہ ہے۔“ بڑھنے نے کہا اور میں چپکے پڑا۔ ”ہاں وہ کہیں اپنے قبیلے کی بہتری کے لئے سوچا ہوں۔ یہاں میں اپنے قبیلے کو مضبوط بنانے کی کوششوں میں مصروف ہوں اور میری بیٹی سائی میری معاون ہے۔“ ہاں۔ سائی کو تم نہیں جانتے تو سنا۔ میں اسے پورے قبیلے کے لئے ذہین لڑکی سمجھتا ہوں۔ سب کے کاموں میں میری سب سے بڑی معاون ہے۔ لیکن یہ تنہا کچھ نہیں کر سکتی۔ جو کچھ میں کر رہا ہوں اس میں میں سائی کو پوری پوری مدد نہیں دے سکتا۔ کیونکہ میں سب سے اوپر قبیلے کی دوسری ذمہ داریاں بھی ہیں۔ لیکن اب میں سائی کے کندھوں کا کچھ وزن تمہارے اوپر بھی رکھنا چاہتا ہوں کیونکہ تم اس کے لئے موزوں ہو۔“

میں خاموشی سے بڑھنے کی بات سن رہا تھا۔ ”سنو میں کچھ میرا علم بتاتا ہے کہ دنیا آتی تھیں نہیں ہے جتنا ہم سمجھ رہے ہیں۔ دنیا بہت

وجہ سے تم اس کے ایک سر سے دوسرے سر تک جاتے تو ہماری عمر ختم ہو جاتی اور اس پوری دنیا میں قبیلے آباد ہیں۔ سب جگہ لوگ رہتے ہیں اور سائنسوں کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ سنو۔ میرا علم بتاتا ہے کہ انسان پیدا ہوتے ہیں ختم ہوتے ہیں گئے۔ یہ سلسلہ بہت طویل ہے۔ آنا طویل جس کا ہم تصور نہیں کر سکتے اور سنو میں قبیلے پر جو عطا رہا ہے اس کے کچھ ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ وہ اسی طرح بتا رہا تھا کہ میں اس طرح دھوکا دے۔ چنانچہ اپنے اپنے قبیلوں کو زندہ رکھنے کے لئے مت رہا ہوگا۔ اپنے علم کے لئے ان کی افوا کے لئے کام کرنا ہوگا۔ ان کے لئے وہ سب کچھ نیا کرنا ہوگا جس کی انھیں ضرورت ہوگی۔ میں ان کا سردار ہوں۔ میں ان کا باپ ہوں۔ گریں تمہا ان کے لئے سب کچھ نہیں کر سکتا۔ سائی تنہا کچھ نہیں کر سکتی۔ مجھے ایسے انسانوں کی ضرورت ہے جو میرا کام مکمل کر سکیں اور ان میں سائی کے بعد وہ سائنس دان ہوں۔ میں تمہیں اپنا علم سکھانا چاہتا ہوں تم سائی کے ساتھ مل کر کام کرو گے اور پھر جب میں ختم ہو جاؤں تو تم میری جگہ لے کر آؤ گے۔ تم سب سے ہو گے۔ تم سب سے اپنے جیسے لوگوں کا انتخاب کرو گے اور یہ تمام ارض ہوگا۔ مجھے بتاؤ۔ کیا تم یہ کر گے۔“

بڑھنے کی باتیں میں نے غور سے سمجھیں۔ مجھے وہ بالکل معلوم ہوا تھا۔ زمانے وہ کبھی بائیں کر رہا تھا۔ لیکن میں تیار ہو گیا۔ کیونکہ اس نے کہا تھا کچھ سائی کے ساتھ مل کر کام کرنا ہوگا۔ اور سائی مجھے پسند تھی۔ چنانچہ میں نے بڑھنے سے اتفاق کر لیا۔ میں نے اس سے وعدہ کر لیا کہ میں اس کے کہنے کے مطابق کام کروں گا اور بڑھنے اس پر سوار غار میں ایک طاقتور میری رہائش کے لئے ٹھیک کر دیا۔ میری رہائش گاہ سائی کی رہائش گاہ سے زیادہ وسیع تھی۔ بڑھنے نے دو دن روز تک مجھے تحریر کے ہاتھ میں بتایا۔ جس کے کئی امتحان لئے اور پھر ایک شام مجھے اپنے ساتھ لے کر مل پڑا۔

”تم۔“ اس نے راستے میں ”ہو۔ تم نے اپنے ہاتھ میں جو کچھ بتایا ہے اگر وہ سب۔“ دوسری کچھ میں میں ”آتا میں نہیں کیا بھوں۔ اس طرح تو ہماری عمر بڑھے۔“ ”یاد رہے لیکن تم ہمیشہ پوری رہو گے۔ سنو۔ کیا تمہیں اپنا کچھ یاد ہے۔“

”بھئی۔“ میں نے حیرت سے کہا۔ ”یہ کیا ہوتا ہے؟“ ”میرا مطلب ہے تم بھی چھوٹے تھے۔ ایسے جیسے قبیلے کی عورتوں کی چھاتیوں سے چٹے ہوئے بچے ہوتے ہیں۔“

”نہیں۔“ میں نے جب پہلی بار خود کو دیکھا تو میں اس پر سائی تھا جیسا اب ہوں۔“ ”کچھ نہیں سمجھ سکتا۔ میں کچھ نہیں سمجھ سکتا۔ تمہارے معاملے میں میرا علم ساتھ نہیں دیتا۔ زمانے تم کیا ہو۔ مجھے اس سے غرض نہیں ہے۔“



میں صرف یہ جانتا ہوں تم میرا ساتھ دے سکو گے۔ نو۔ دوستہ قیام بھی  
اسی طرح ہم سے واقف ہوں جس طرح ہم، نہیں جانتے ہیں اہی تہا یوں  
میں بھی کیسے جیسے انسان غمزد ہوں گے خواہے قبیلے کو مضبوط بنانے کی  
کوشش کرے ہوں گے تاکہ ان کے دھتور سبزیوں اور ان کی زمینوں پر قبضہ  
کر سکیں۔ لیکن۔ میری دیاں ہے ابھی وہ اس چیز سے واقف نہ ہے جسے  
جس سے میں واقف ہو گیا ہوں۔

وہ کیا پڑے۔ "میں نے پوچھا۔  
 وہی میرا چہرہ نہیں دکھانے کے جارہیوں۔ "اے کہنے کو اور  
 میں خاموش ہو گیا۔ اب میں اس چیز کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ "اے وہ  
 چیز ہے۔ بوڑھے نے دور کی چارپائیوں کا طوم سفر کیا۔ اور پھر وہ ایک  
 پعاہی خانے کے نزدیک پہنچ گیا۔ لیکن یہ چشم کے خانے سے۔ "میرا بوجھ  
 آگ روشن تھی۔ خوفناک اب۔ اور یہ فانی کی تصویر تھی۔ نہایت  
 آسان ہے۔ تھے۔ ان فادر سے شیطانی ہونے پر۔ "بے گونہ  
 محسوس ہونے لگا۔ لیکن مجھ سے زیادہ بوڑھے کی حالت خراب تھی۔ اس کے چہرے  
 پر غم سے تاثرات تھے۔ !

”یہ خوف کے غامض ہیں۔ لیکن یہیں نقصان نہیں پہنچتا۔ اکثر ان غاروں سے چنگاریاں اُڑتی ہیں اور پھر یہ چنگاریاں زمین پر گر کر سو رہ جاتی ہیں۔ ایک بار میں نے ان چنگاریوں کو اتنا بھر دیکھا اور جب پٹھانوں نے تو میں ان کے قریب پہنچ گیا۔ اب یہ گرم تھیں۔ لیکن یہاں تو ایک عجیب چیز موجود تھی۔ یہ چیز ان سو چنگاریوں سے ہی بنی تھی۔ میں نے سخت تپڑوں کی مدد سے ان چنگاریوں کو کھینچ دیا۔ اور یہ چنگاریاں بہت سخت تھیں۔ ستر بجے میں انہیں اٹھا لیا۔ ایک زہریلی ایک نڈیا لیا۔ میں نے ان کو چنگاری سے بن جانے والی پتھریلی چیز کو پتھروں پر گھسیکا اور اس سے ایک ہونٹا بن کر بنی گئی۔ یہ چیز بہت خطرناک۔“

”اور ان دونوں کو کافی کھتے ہو۔ تم ان سے دوسرے انسانوں کو بڑا آسانی ملے گا کہ کھتے ہو۔ ان غاروں کے دیواروں سے بننے والی چنگاریوں کا ایک بڑا ذخیرہ یہاں موجود ہے۔ میں اپنی دوسرے لوگوں کو اسی کے بارے میں نہیں بتانا چاہتا۔ آؤ۔ میں تمہیں سرور چنگاریاں دکھاؤں۔“ اور بوڑھے صاحب نے غاروں کے دوسری طرف لے گیا۔

”یہاں ایک سیاہ سیاہی شے پتھروں کے درمیان جمی ہوئی تھی، لیکن وہ شے پتھرو سے آٹھ یا دس گونے کے پتھروں کی مدد سے اُسے کھینچاؤ۔ اسی کی پڑاؤں اُڑائیں، بلاشبہ وہ چیز سے زیادہ سخت تھی پتھر سے زیادہ دلی تھی اور پتھر کی طرح ٹوٹنے والی نہیں تھی۔ جانتے ہو پر وہ فیرہ کیا تھا۔ ہوا فولا تھا۔ آتش فشاں نے فولا چنگار لگا کر دیا تھا اور پھر وہ انسان ایک

پہنچ گیا۔ ہم فولاد کے رستے سے ٹھکڑے غاروں میں داخل ہوئے اور میر سانی کے ساتھ مل کر پتھروں پر گھس گھس کر تھپہا بنانے لگے۔ یہ فوراً کے کان پر اسرارہ راز تھا جسے وہ بھی ملت ارباب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بلاشبہ اس دور کے لئے یہ پراسرارہ راز تھا۔ اس راز سے واقف ہو کر قبیلہ صلیبیوں میں سے تھے۔ اور جس قبیلہ کو یہ راز معلوم ہوتا وہ اس دور کا سب سے طاقتور قبیلہ ہوتا۔ اور جو عدا اپنے قبیلہ کو سب سے زیادہ طاقتور بنا چاہتا تھا :-

اس نے جہیں تھیاروں کی شکل دینا ان کے لیے دلی اور ہم اس کی مرضی کے مطابق کام کرنے لگے۔ بوڑھا میری محنت سے بہت خوش تھا۔ ہم اس کی مرضی کے مطابق تھیار کر رہے تھے۔ اور جب اسے یقین ہو گیا کہ ہم یہ کام بخوبی انجام دے سکتے ہیں تو اس نے ہمیں مکمل طور پر بخیریت سے دیئے۔ اس نے کہا کہ وہ قبیلے کے دوسرے امور دیکھنے واپس جا رہا ہے اور وہ ماہیروں سے مل گیا۔ اب سانی اور میں تنہا رہ گئے تھے۔ اس دوران سانی مجھ سے یہ توقع ہو گئی تھی۔ وہ مجھ سے سناٹہ نہ دیتی، لیکن تنہائی میں بھی کبھی اس نے میری طرف کسی خاص گفتگو کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اس کی وجہ بعد میں میری سمجھ میں آئی۔ وہ اپنے باپ بوڑھے اور اس سے خوفزدہ تھا۔ چنانچہ اس کے چلے جانے کے بعد جب ہم آگ اگنے والے پہاڑوں سے سیاحت سے جتن کر رہے تھے۔ وہ تھا کہ ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ پتھر پر بیٹھ کر وہ میری طرف دیکھنے لگی اور اس کی آنکھوں میں ایک پتلا آنہ بھرا ہوا۔

کیا بات ہے سانی۔ واپس نہ چلو گی۔ وہ میں نے اس کے

توبہ مار دھا۔

میں تھک گئی ہوں۔ سنو۔ پہاڑوں کے اس طرف ٹھنڈے پانی کا ایک چشمہ ہے اگر ہم اس چشمے میں نہا لیں تو طویل تکلیف دور ہو جاتی ہے۔ روشنی کا سفر بھی دور کا ہے۔ جس وقت آگ پہاڑوں میں غروب ہوگی تو اس پہنچ کے بول گے۔"

”چلو۔“ میں نے آوازیں نکال کر دی اور ساری میس ساتھ چل پڑی۔ دولاقت اور ایک جہم کی مالک، بڑی کچی تھیں۔ وہ چھوٹی چھوٹی چٹانوں کو بہ آسانی پھلانگ سکتی تھیں۔ میں بھی اس کے ساتھ چل رہا تھا اور جب وہ کسی اونچی چٹان سے نیچے کودتی تو اس کے جہم کی ”ح“ میس جہم میں ڈوب جاتی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم چشمے کے قریب پہنچے۔ ”خشب خیر ہاویوں میں اس چشمے کا دروازہ بہت دلکش تھا۔ اکثر یہاں سے نہر اس پرانی پینے کے آگے تھی۔ سانی نے اپنے لیے جہم کو جھپکایا۔ اور چشمے میں چھلانگ لگادی۔ میں چشمے کے کنارے جا کھڑا ہوا۔ شفاف پانی میں وہ چھپی

اور پھر یہ تھی۔ کبھی غوطہ لگاتی اور اس کی ٹانگیں پانی چہرے کے لئے  
استعمال کرتی تھیں اور پھر وہ اپنا کبکبہ اٹھاتے اور اس کا رخ میری طرف ہوتا تاکہ  
اس کا لہجہ وہ اس طرح پانی سے خشکیاں کرتی رہی۔ پھر ایک بار اس نے  
میں سے کہہ دیا کہ میں نکلیں۔

"تو سنا!" اُس نے آواز دی۔  
 "جوں۔" میں نے کہا۔  
 "کیا انہیں پانی ت خوف گانا ہے۔"  
 "نہیں۔" میں نے کہا۔

دلوں پر نہایت کیوں نہیں آؤ۔ اس نے کہا اور  
دوسرے لمحے میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔  
وہ اس کی طرف دیکھ کر مٹی اور پھر اس نے پانی میں غوطہ کھایا۔ وہ ایک رقبے  
کا گہرا تیراکی تھی۔ چمچے کی تہ میں پہنچ گئے۔ اس نے تیرا طرف کھنکھار  
کر دیا۔ ہوا کی ایک قریب آگئی۔ اس کا پھل کی طرف چپکا جسم سے قریب  
آگیا۔ اس سے زیادہ انتفا نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں کسی گھڑیاں کی  
طرف جھپٹا اور اس شخص کی پھل کو بازوؤں میں دبوت لیا اس کا چپکا جسم  
میں سے پھسل نہ تھا۔ لیکن وہ خود مجھ میں قریب ہو رہا تھا۔ ہوا  
میں سے پھسل کر اس کی طرف آ رہی تھی۔

پھر میں مجھ کو تھوڑی دیر کے لئے ایک دو ستر کو جمع کرنا پڑا  
میں نے اس کی طرف بڑھ گئے اور پھر کھائے پر وہ دوبارہ مجھ سے مل گئی۔

اس لئے ایک سینے میں مزہ چھپا لیا۔ اور جب شام بالکل سیاہ ہو گئی تو ہم دونوں اٹھے اور غاروں میں واپس آ گئے۔ اس روز ہم سیاہ وحشت نہیں دیکھ سکیں۔ اس کی بجائے ایک بڑا کھوکھلا ٹھکانہ تھا۔ اس کی دیواریں بالکل سیاہ تھیں۔ اس کی آوازیں بالکل گونج رہی تھیں اور رات بھر وہ ایک جیسے جسم سے گونج رہی تھیں۔ اس غار میں فصل بکڑ رہا ایک بار پھر ایک سینے سے لگ گئی۔

عجیب دیوانگی سی طاری تھی اور  
 کمال سے اسے اپنے مضبوط بازوؤں میں بٹھایا۔ اور غار کے اس حصے میں  
 آگ لگا رہا تھا کہ اسے پکے کھانے کے سامان موجود تھا۔  
 ”میں جھک کر ہوں ساقی“ یہ سن کر بااوردہ سر اٹھانے لگی۔

پھر وہ سنبھل گئی۔ اس نے کھانے بیٹے کا۔ ہان اٹھا کیا اور وہ کھانے پر  
مضروب نہ گئے۔ وہ مسکرا کر مجھے دیکھ رہی تھی اور اس کی اس معصوم  
مسکراہٹ میں بھی مسکرا رہا تھا۔

سای فوہی تھی جبکہ میں جہادیدہ۔ میں نے زیور بھی تھی مجھے  
کئی یوکرین کا تجربہ تھا۔ جبکہ سائی کی زندگی میں میں پہلا مرد تھا جوڑے  
ارماس نے اسے ہونے قبلے سے دور رکھا تھا۔ وہ سائی کو زندہ نہ کیا ہوا  
پاتا تھا اور سائی اس کے معیار پر پوری تری تھی وہ جوڑے ارماس کی  
بہترین نائب تھی۔ اس نے جوڑے کی ذہانت کا بڑا حصہ حاصل کر لیا  
تھا۔ لیکن ہر مل وہ ایک عورت تھی، ایک معصوم لکھی تھی۔ اور کیا اگلے  
کے بعد بھی بھول جاتی ہیں۔ ہر کلکی کے دل میں گھس کر دیکھنے کی زندگی تھی  
چنانچہ سائی کی آنسو پوری ہو گئی تھی اور میں اسے اس قدر پڑا کر وہ  
بار بار اسے دیکھنے کی زندگی گزارنے لگی۔ اور میں نے اس کی تمام آنسو  
پوری کر دیں۔ میری راتیں پھر سے دلکش ہو گئیں۔ رات بھر ہم دوسرے  
کی آغوش میں رہتے، دن کو البتہ پابندی سے جوڑے ارماس کی ولایت کے  
مطابق کام کرتے تاکہ اسے شکایت نہ ہو۔ ارماس جو مجھے میں بھول  
جی گیا تھا۔ مقبول گزر گئے۔ ایسا لگتا تھا جیسے دنیا میں مائے طارہ  
کسی کا وجود نہ ہو۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے زندہ تھے۔

ایک رات ساتی میری آفتون میں تھی۔ اس کا حین جہم سے  
جہم سے چپکا ہوا تھا۔ وہ میسرے میں منہ چپاتے کچے سوخ ری تھی۔  
بھرا اس نے مجھے آواز دی۔

”تو سنا۔“  
”جہوں۔“ میں نے کہا۔  
”کیا تم نے کھن روں کی سیر کی ہے۔؟“  
”نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

۱۰ بابا ارساس - بہت بڑا ہادو گر ہے۔ وہ منڈیوں میں کھڑا رہتا ہے۔  
 ۱۱ کہیے۔ ۱۲ میرا تعجب ہے کہ۔  
 ۱۳ یہ اس کا پوشیدہ نام ہے۔ لیکن میں تم سے کوئی نام نہیں چھپا سکتا  
 تمہارے علاوہ اب کسی نام کی بات ہے۔ آج ہم سیدہ پتھر نہیں جمع کریں گے  
 آج ہم سمندر کی سر کر رہے گے۔  
 ۱۴ لیکن کس طرح؟

ابن تم ویکہ دینا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ دیکھ  
صبح ہم نے کھانے پینے سے فاسق ہو کر مسند کا رخ کیا۔ مسند یہاں سے  
کافی دور تھا۔ لیکن ہم ایک دو سکا کا ہاتھ پکڑے اور اپنی اپنی جگہوں پر



پہلے فریض بنایا گیا تھا اور پھر اسی انداز میں اس کے چاروں طرف فریض لکھ کر دی گئی تھیں۔ وہ فریض لکھ کر کسی مصلحت کی شکل دیکھتی تھی۔ کشتی کی شکل تھی۔ میں اسے دنیا کی پہلی کشتی نہیں کہتا کیونکہ اس کی وقت پوری ہونے کے باوجود کوئی معلومات نہیں تھی۔ زمانے کوئی نہ خطے میں کوئی لوگ کوئی آباد ہوں گے۔ ان میں زمانہ کتنے دھبہ بن لوگ ہوں گے۔ بہر حال میں نے پہلی کشتی دیکھی، اور پھر ہم دونوں اس کشتی کو کھڑے ہوئے۔ سمندر کے قریب پہنچ گئے۔ ساری بے دھڑل سمندر میں اتر گئی اور اس نے کشتی ابروں پر چھوڑ دی۔ پھر وہ اس کے کنارے کچھ کرکھیں کراس میں چلی گئی اور یہی عمل میں کیا۔ ساری نے کشتی کے ایک طرف دیکھی اور دوسری طرف دیکھی۔ آٹھائیں، ایک سیکڑا تھیں دس دی اور دوسری خود کچلی، پھر اس نے کشتی کھینچا۔

اور کشتی سمندر کی ابروں پر ڈوبتی گئی۔ جیسے لگی۔ بلاشبہ جیسے جیسے سے سفر میں بے حرطت آیا تھا۔ منسوب کشتی ابروں پر چھوڑنے والی کشتی۔ پھر یہی تھی اور ساری مسرت سے مسکراتی تھی کاشی اور رنگ ہم سمندر کی کھیر کھیر ہے۔ پھر ساری نے کشتی واپس مڑنے کا طریقہ بتایا اور کشتی کنارے کی طرف چل چڑی۔ جو کہ وہ کنارے پر پہنچی میں کو کچھ بتایا۔ پھر میرا ہاتھ مارا کہ ساری بھی نیچے آگئی اور ہم دونوں کشتی کو گھیسے ہوئے تیلے کے نزدیک آگئے کشتی کا سی ایتھلا سے ریت میں چھپا دیا گیا جس طرح وہاں پہلے تھی۔ ریت پر اتر کر کہ ہم پھر اپنے کام پر چل پڑے۔ اور سیاہ پتھر کی دھات لے کر واپس غار میں آگئے۔

مڑے ہوئے تیز دھاروں کے تھاروں کے دھیر لگتے رہے۔ ہم نے ہاروں کی اگلی ہوئی تھار دھات تھاروں میں بدل دی، لیکن بڑھ چکا۔ واپس نایا شادی وہ ان غاروں میں چھوڑ کر چل گیا تھا۔ پھر وہ درختوں والی ہستی کو اس پر تو قیصر کر رہا تھا۔ وہ کچھ کر رہا ہو، ہمیں اس کی پروا نہ تھی، اس غار میں رہ کر ہم پوری دنیا کو بھول گئے تھے، ہمارے کھانے پینے کے لئے یہاں اتنا کچھ موجود تھا کہ ہم سالہا سال گزار سکتے تھے۔ پھر ساری کے لئے میں تھا اور میرے لئے ساری۔ لیکن اب اس کا پٹ چھوٹ گیا تھا اور وقت گزرنے کے ساتھ بڑھتی جا رہی تھی اس کے چھوٹے ہوئے پیٹ کا دباؤ۔ اور وہ تکلیف سے چیخ اٹھتی۔

”ایہ نہ کرو تو ساری۔“ وہ ناز سے کہتی اور میں مسکراتا۔ میں جانتا تھا کہ اس کا پیٹ بھول گیا تھا۔ گو میرے ساتھ رہنے والی دوسری لڑکیوں کے پیٹ کبھی بھولے نہیں تھے، لیکن میں نے کئی قبیلوں میں غرضاتی سنا دیکھی تھی۔ پھر ایک شا اچانک بڑھا اور اس واپس آگیا۔ ہم نے ٹھکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ اور اس میں مسکرا رہا تھا، اس نے کہا

اس کا پہلے فریض بنایا گیا تھا اور پھر اسی انداز میں اس کے چاروں طرف فریض لکھ کر دی گئی تھیں۔ وہ فریض لکھ کر کسی مصلحت کی شکل دیکھتی تھی۔ کشتی کی شکل تھی۔ میں اسے دنیا کی پہلی کشتی نہیں کہتا کیونکہ اس کی وقت پوری ہونے کے باوجود کوئی معلومات نہیں تھی۔ زمانے کوئی نہ خطے میں کوئی لوگ کوئی آباد ہوں گے۔ ان میں زمانہ کتنے دھبہ بن لوگ ہوں گے۔ بہر حال میں نے پہلی کشتی دیکھی، اور پھر ہم دونوں اس کشتی کو کھڑے ہوئے۔ سمندر کے قریب پہنچ گئے۔ ساری بے دھڑل سمندر میں اتر گئی اور اس نے کشتی ابروں پر چھوڑ دی۔ پھر وہ اس کے کنارے کچھ کرکھیں کراس میں چلی گئی اور یہی عمل میں کیا۔ ساری نے کشتی کے ایک طرف دیکھی اور دوسری طرف دیکھی۔ آٹھائیں، ایک سیکڑا تھیں دس دی اور دوسری خود کچلی، پھر اس نے کشتی کھینچا۔

اور کشتی سمندر کی ابروں پر ڈوبتی گئی۔ جیسے لگی۔ بلاشبہ جیسے جیسے سے سفر میں بے حرطت آیا تھا۔ منسوب کشتی ابروں پر چھوڑنے والی کشتی۔ پھر یہی تھی اور ساری مسرت سے مسکراتی تھی کاشی اور رنگ ہم سمندر کی کھیر کھیر ہے۔ پھر ساری نے کشتی واپس مڑنے کا طریقہ بتایا اور کشتی کنارے کی طرف چل چڑی۔ جو کہ وہ کنارے پر پہنچی میں کو کچھ بتایا۔ پھر میرا ہاتھ مارا کہ ساری بھی نیچے آگئی اور ہم دونوں کشتی کو گھیسے ہوئے تیلے کے نزدیک آگئے کشتی کا سی ایتھلا سے ریت میں چھپا دیا گیا جس طرح وہاں پہلے تھی۔ ریت پر اتر کر کہ ہم پھر اپنے کام پر چل پڑے۔ اور سیاہ پتھر کی دھات لے کر واپس غار میں آگئے۔

مڑے ہوئے تیز دھاروں کے تھاروں کے دھیر لگتے رہے۔ ہم نے ہاروں کی اگلی ہوئی تھار دھات تھاروں میں بدل دی، لیکن بڑھ چکا۔ واپس نایا شادی وہ ان غاروں میں چھوڑ کر چل گیا تھا۔ پھر وہ درختوں والی ہستی کو اس پر تو قیصر کر رہا تھا۔ وہ کچھ کر رہا ہو، ہمیں اس کی پروا نہ تھی، اس غار میں رہ کر ہم پوری دنیا کو بھول گئے تھے، ہمارے کھانے پینے کے لئے یہاں اتنا کچھ موجود تھا کہ ہم سالہا سال گزار سکتے تھے۔ پھر ساری کے لئے میں تھا اور میرے لئے ساری۔ لیکن اب اس کا پٹ چھوٹ گیا تھا اور وقت گزرنے کے ساتھ بڑھتی جا رہی تھی اس کے چھوٹے ہوئے پیٹ کا دباؤ۔ اور وہ تکلیف سے چیخ اٹھتی۔

”ایہ نہ کرو تو ساری۔“ وہ ناز سے کہتی اور میں مسکراتا۔ میں جانتا تھا کہ اس کا پیٹ بھول گیا تھا۔ گو میرے ساتھ رہنے والی دوسری لڑکیوں کے پیٹ کبھی بھولے نہیں تھے، لیکن میں نے کئی قبیلوں میں غرضاتی سنا دیکھی تھی۔ پھر ایک شا اچانک بڑھا اور اس واپس آگیا۔ ہم نے ٹھکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ اور اس میں مسکرا رہا تھا، اس نے کہا

میں نے آگے سے تھکے دھکے کیا تھا۔ اب آگے میرا ہاتھ نہیں ہوگا۔ اس قبیلے کا انتظام معلوم ہو جائے گا۔ ہمارے سارے خواب پھیر گئے۔ تیری جسے تیری وجہ سے۔ میرا سارا پروگرام درہم برہم ہو گیا۔ اب میں تھکے کیا کروں گی۔ میں کچھ ذکر سکوں گا۔ میں کچھ ذکر سکوں گا۔ ہمارا قبیلہ پستیوں میں جاگ رہا ہے۔ اب جو کچھ کرے گا کئے کرے گا۔ میں آگے کو اس طے کی اطلاع دوں گا۔ اور کچھ اب میں کبھی واپس نہ آسکوں۔ آہ تو نے مجھے نہ کر دیا۔؟ بڑھا سارا غار کے دروازے سے باہر نکل گیا۔ اور میں اور ساری جیت جیت غاموشی سے اسے جلتے دیکھتے رہے اور پھر جگہ جگہ رگڑ گئی تو میں آگے بڑھ گیا۔

”کیا ہو ساری۔؟“ یہ سب کیا ہے۔ کیا تھکے قبیلے میں مرو اور عورت تعلقات قائم نہیں کرتے۔؟“ میں نے پوچھا۔

”کرتے ہیں تو ساری۔ مگر۔ میں آگے کی ملکیت ہوں۔ آگے میرا حق دار ہے۔ ہمارا بچہ ایک دوسرے سے منسوب ہے۔ اور ہماری مرداری اپنی قائم ہے کہ ہم ایک دوسرے کے لئے جوڑے پیدا کرتے ہیں۔ اور اس نے اپنی بہن سے شادی کی اور اس کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی، یعنی میں اور آگے۔ اس سے قبل اس کے باپ اور اس سے قبل اس کے باپ کے باپ کے باپ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ لیکن اب آگے کے دور میں یہ روایت ختم ہو گئی۔ اب مرداری میں نہیں ملے گی اور لڑکا اور لڑکی ہمارے ہمارے ہر بھائی کے ایک دوسرے سے شادی کر سکیں گے اور پھر مرداری انہی کی منسل میں چلی رہے گی۔ بشرطیکہ وہ ایک لڑکی اور ایک لڑکا پیدا کرے رہیں۔“

”بات کی حد تک میری کھ میں گئی۔ وہ حقیقت بڑھنے کی پوری زندگی ناکام ہو گئی تھی۔ لیکن کھنل غلطی میری نہیں تھی۔ وہ میں ان غاروں میں رہتا ہوں جو دنیا تھا۔ ساری تو نہیں تھی اس میں کچھ بھی تھا۔

”اب کیا ہوگا ساری۔؟“

”کچھ نہ ضرور ہوگا۔ آؤ۔ میں یہ غار ایک دوسرے سے لگے۔ نس گزارنے جاتیں۔ اور اس کے آگے سے۔ بات بڑی بے کھل گزری۔ ساری نے کہا۔ بلاشبہ وہ ایک ٹھوڑی تھی۔ میں پریشان تھا۔ آگے کے دہانے کے باہر میں سوچ رہا تھا۔ لیکن ساری کی بے خوفی نے مجھے ڈر کر دیا۔ ساری نے اپنے جذبات کا انتہائی مظاہرہ کیا۔ یہ اس کی زندگی کے آخری لمحات تھے وہ مڈھال میں ہو کر گھاس کے ڈھیر پر لیٹ گئی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ دوپہر کو وہ کھانے کے لئے بھی نہ اٹھی تو میں نے آگے آنا دیا۔

”ساری۔؟“

”ہوں۔؟“ اس نے کہا۔ وہ جاگ چکی تھی۔

”کیا بات ہے۔ کیا سوچ رہی ہو۔؟“ میں نے پوچھا۔



میں سوچ رہی ہوں بابا! اس کو دیکھو کیوں ہوئی۔ وہ ابھی تک  
 کیوں نہیں آیا۔  
 کیا تم اس کا انتظار کر رہی ہو۔؟

طرح ادا کرو۔ کیسے ساتھ خود کو بھی بابائے انتقال کے حملے کرو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو میں خوشی سے مرزا پنہ کروں گی۔ میں بابائے دوسری ہزار قدری نہیں کہہ سکتی۔

اور اس کے ساتھ بہت سے آدمی آگے بڑھ آئے انھوں نے  
 اسی کو چاروں طرف سے گھیر لیا :-  
 "تمہارا قصہ سن کر ناہوگا۔ ہوں۔ کیا تم جنگ کرو گے

میں خون کی گردش تیز ہو گئی ہو۔ آگ کی لمبی حرارت میں جسم کو بے ہوش کر دیا  
 ٹھوس ہو رہی تھی۔ اور پھر غیر خالص۔ یہ جسم کی پوشیدہ قوت تھی۔ یہ  
 حرارت جسم کے ذریعہ کہ قوت کو پیدا کرتی تھی۔ ۱۵۲۱ء۔ یہ قوت کہ





چسپہ خون کی سرخی اور چمکی۔ اور آگ بجستہ آہستہ سر ہو رہی تھی۔ وہ اپنا کام ختم کر چکی تھی۔

تب میں ایک ہشتادہ کے سے تقار کے ساتھ کھڑا ہوا۔ اور آگ کے سر ہوئے الاؤ سے بار نہکل آیا۔ جتنی دیر غاموش کھڑے تھے۔ وہ اور اس کی سرواڑی کا سوگ نہایت تھے۔ آگے سر جھکا کر اٹھا پھر پستی کو نے مجھے آگے نکلنے دیکھا اور عورتوں کی چپیں ابھریں۔ سب جگہ پر پڑھے اور اس نے مجھے دیکھا اور آگے کے کندھے پر ہاتھ بکھڑا۔ آگے نے مجھے دیکھا اور اس کا سر حیرت سے کھل گیا۔

میں ان سب کو حقیر لگا ہوں سے دیکھ رہا تھا۔ تب آگ کے کچھ روئے سے سرخ ہو گیا۔ وہ آگے بڑھا اور مجھے غور سے دیکھنے لگا۔

وہ آگے بچ جانے والے تیری سزا بہر حال موت ہے اگر آگ نے تجھے بخش دیا تو یہ سب سے نیستہ کی دھارتیر اٹھائے گی تیری زندگی ہم سب کی موت ہے۔ اس نے نیرہ سیدھا کر لیا۔ اور سب سے بڑوں پر مسکراہٹ بھیل گئی۔

”واپس لوٹ جاؤ پھر کب سے!“ میں نے اس سے کہا۔ میری قویہ نہ کر۔ ورنہ سزا پائے گا؟“ اور آگ نے رات کچا کچا کر خونخوار نیرہ سے سب سے ہم پر وار کیا۔ بلاشبہ یہ دارا یا تھا کہ انسانی جسم ترازو ہو جائے۔ نیرہ سے سب سے نیچے پر پڑا اور درمیان میں دو ٹکڑے ہو گیا۔ تب میں نے اطمینان سے آگے کو اٹھایا اور اس کے ساتھیوں کی طرف پھال دیا۔

”لوگ سا۔ لوگ سا۔“ جتنی دیر میں سے ایک حنیفہ صاف بول رہا تھا اور دو سوڑے لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ بھگتے والوں میں آگے اور اور اس بھی تھے۔ ذرا سی دیر میں الاؤ کا سیدھا ٹالی ہو گیا۔ اب وہاں صوف میں تھا۔ ابھی ہوئی آگ تھی یا اس آگ میں پڑی سالی کی جھسی ہوئی لاش۔

میں ایک بار پھر الاؤ کی طرف بڑھا اور میں نے اس میں سے سالی کی لاش اٹھ لی۔ سالی۔ وہ پڑے جوش اور حیرت کے والی اور کی ہر جگہ سے بڑا ہو گئی تھی۔ جو اپنی قیمت اپنی وفا کا شکار ہو گئی تھی۔ میں اسے الاؤ سے نکال لیا اور اس وقت کے دستور کے مطابق اسے ایک اونچے پتھر پر رکھ دیا۔ کئی مدت تک میں غاموش اس کے نزدیک کھڑا رہا اور پھر وہاں سے ہلنا۔

میں کھڑا ہوں ہلکی سی مناسبت تھی۔ میرے ریک کا نام دیکھتے ہیں لیکن یہ غلطی زیادہ دیر سے سزاوارہ تھی۔ میں نے اسے دل سے مٹا دیا اور وہ ایک جتنی کی طرف پھل دیا۔ میں جتنی دیر کے جذبات سے آگاہ ہونا چاہتا تھا میں انہیں بتانا چاہتا تھا کہ میں ان سے افضل انسان ہوں، مجھے ان پر فوقیت حاصل ہے۔ لیکن جب یہ باتیں میں پہنچا تو میں نے ایک دلچسپ منظر دیکھا۔

جتنی غالی پڑی تھی۔ جتنی دیر الاؤ کی کے عالم میں اسے خلی کر گئے تھے۔ وہ اپنا جو سامان لے جا سکتے تھے لے گئے تھے۔ باقی جھڑ گئے تھے۔ وہ مجھ سے خوفزدہ ہو گئے۔ لوگ۔ اشارہ ان کے لئے کوئی خوفناک نام تھا۔ میں اگر چاہتا تو درجنوں کا رخ کر سکتا تھا اور مجھے یقین ہے کہ اگر میں اور ہر کا رخ کرتا۔ تو وہ درجنوں کے علاقے کو بھی چھوڑ سکتے۔ اگر نہ بھاگتے تو پھر میری خوفناک قوتوں سے مزید خوفزدہ ہو کر جتنی پھرتے لیکن میں یہ سب کچھ نہیں چاہتا تھا۔ میں اپنی قوتوں سے ایسا کوئی کام نہیں لیتا چاہتا تھا کیونکہ مجھے انسانوں سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ انہوں نے اپنی جتنی کی ایک لڑکی کو بھلا کر رکھ دیا تھا، میرا کیا لگا رہا تھا۔

چنانچہ میں نے جتنی سے ان فاروں کا رخ کیا جہاں ہوشیار کے بنائے ہوئے تیار موجود تھے۔ تم ان تیاروں میں سے کچھ کو اب بھی بھلا پر آؤ یا ان دیکھ سکتے ہو یہ فیصلہ خوار۔ لوہے کے وہ تھپا۔ جو اس وقت بنائے گئے تھے جب لوگ فولاد سے ناواقف تھے جب وہ اسے آگ آگنے والے فاروں سے نکل آنے والی ایک عجیب چیز سمجھتے تھے۔

ان فاروں میں غالی اشارہ وافر مقدار میں موجود تھیں۔ میں یہاں ایک طویل عصا گزارا سکتا تھا چنانچہ میں وہاں رہنے لگا۔ سالی سے سب سے سب سے موجود نہیں تھی۔ لیکن اس کی طرح میں سے گرد ڈھل لائی جتنی میں نے درجنوں بار سالی کی آہٹیں، اس کی ہنسی کی جھکاؤ وہاں تھی۔ ان کے قدموں کی چاپ محسوس کی۔ اور رات کی گھوڑیاں کیوں ہیں ان کے مریں ہاتھوں کو اپنے جسم پر محسوس کیا۔ میں اس تہائی سے اکتا گیا۔ ان فاروں سے اکتا گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں۔ تب میں نے درجنوں کی پھال کے ٹکڑوں پر اپنی داستان حیات لکھی۔ میں نے جڑوات، ابتدائی بلندیوں کے ذکر سے شروع کئے۔ ان میں میری بے نام ساتھی کا تذکرہ بھی تھا۔ ان میں لاکا بھی تھی اور اسے تمام قبولیوں کا شکر تھا۔

”جی میں، میں نے زندگی گزار دی۔ اور جب یہ طویل کہانی اس دور تک پہنچی جو میں سالی کے فاروں میں گزار رہا تھا، تو ایک طویل عصا کے چکا تھا۔ یہ وہ کتاب تھی یہ فیصلہ خوار۔ جو دنیا میں سب سے پہلے لکھی گئی۔ میں نے کہیں وہ کتاب دکھائی ہے۔ وہ میری تحریر کردہ ہے۔ میری کتاب مکمل ہو گئی۔ اس کتاب کو تحریر کرتے ہوئے میرا وقت خوب گزرا۔ میں نے ایک نئی دلچسپی تلاش کر لی تھی۔ لیکن کتاب ختم ہو گئی، اور اب میں نے کوئی شغل نہیں تھا۔ میں نے ہوا کو میں درجنوں میں جاؤں۔ ان لوگوں کے ساتھ رہنے کی خواہش میں تھا کیونکہ لیکن پھر میں نے یہ ارادہ ملتوی کر دیا۔ وہ میں سے تھیں تھے مجھے سے خوفزدہ

تھیں۔ میں نے ہمیشہ ان کی نفست کا شکار رہنا ہی قیصلے کی اپنی مجھے غمت نہ۔ کتنی تھی۔

میں نے سب سے پہلے میں ایک خیال آیا۔ کیوں نہ ہوں اس کی اپنی ہوتی ریت میں دفن کشتی سے میں مندروں کی سیر کروں۔ لیکن سب سے پہلے کے خیال کے مطابق میں دوسری دنیاؤں میں جان لوں۔ اس دنیا میں مجھ سے نفست کرنے والے نہ ہوں گے اور میں ان کے درمیان آؤں گا۔ وہ سکون کا یہ خیال یہ تو میں میں جو کچھ دیکھا۔ اور میں نے ان کو دیکھا۔ اس کی تیار ہاں شروع کروں۔ مجھے اپنی کتاب سے بہت محبت تھی۔ جس سے اس کا خیال کر رہا تھا۔ کچھ آہستہ تیار کرنے اور کافی مقدار میں کھانے پینے کی چیزیں تیار کر کے ریت میں دفن کشتی کو کھو کر نکالا۔ اور اسے لے کر مندروں کی طرف چل پڑا۔ مندروں میں کشتی ڈال کر میں نے اپنا سامان اس میں بار کر دیا۔ اس کے بتائے ہوئے۔ لیکن کے مطابق کشتی آگے بڑھا دی۔ سب کو دیکھا۔ مندروں کی چھوٹی ہوئی آگے جھٹل گئی۔ مجھے سالی یاد آئی جس کے ساتھ میں نے مندروں کی سیر کی تھی، لیکن اب میں تنہا تھا۔ سالی کے کھٹکے تھپتھے ہاتھ ساتھ تھے۔ ساحل دور ہوتا ہوا کشتی سے دور رہی۔ مندروں کی سیر میں رات سخت خوفناک تھی۔ تیز ہوائیں لہروں میں بھانپ رہی تھیں۔ میں نے ہاتھوں پر ہاتھ رکھ رکھ کر اپنی طاقت کا احساس دلایا تھا۔ رات بھر مجھے منہ نہ دیا۔ اور اب میں کی روشنی چھوٹی تو مجھے کچھ سکون ہوا۔ مندروں میں اب مجھے اتنا خوف نہیں محسوس ہوا۔ ہاتھوں میں قدرت کو کشتی آگے بڑھتی رہی اب اسے سب سے پہلے کی مدد کے صورت میں تھی۔ لیکن نے خود آگے بڑھا کا کا انجیل لیا تھا اور وہ اپنی مرضی سے میرے لئے راستہ منتخب کر رہی تھیں۔ وہ میرا ہاتھ نہ ہوا بہت کھا کھا اور پھر وہی خوفناک رات آگئی۔

وہ رات اس سفر جاری رہا۔ اب آہستہ میرے لئے خوفناک اور میری تھیں رات کو میں آرام سے کشتی میں سو جانا اور صبح نکلنے جاگنا میری کی غلطی سے میں میری شناسائی ہو گئی تھی، اور کچھ جھڑپیں اپنی کتاب کو دست کرنے میں صوف کر دیتا، اور کچھ اور ٹکڑوں پر میری تحریر کے نقش کندہ ہوتے۔ میرے سفر کی داستان تھی۔

تھپتھپتے کھٹکے میں سمندر پر ہاتھ رکھا۔ کھانے پینے کی چیزیں تمام ہو گئی تھیں، اب میں بھوکا تھا لیکن نہ جانے کیوں اب بھوکے میرے لئے اگلی رات نہیں رہی تھی، بھوک پیاس کے عالم میں، میں نے ایک طویل عصا نکال کر اسے سوڑے کی شعلوں سے سیر کر کے کو توڑ لیا۔ میں نے جتنی اور میں نے اسے سیر کر دیا۔ لیکن اب میں پھر گھبراہٹ میں سو رہا تھا۔ میں نے میرا دل کھانا پانے لگا تھا۔ میری آنکھوں کے پونے ڈھلے ہوئے تھے۔ میں سونا

چاہتا تھا، ایک رات کی نیند نہیں، ایک طویل نیند۔ ایک ایسی نیند جس میں اس نیند سے جاگوں تو میرا ذہن صاف ہو۔ دنیا میں سے لے کر سب سے دیکھتی کی حاصل ہو۔ اس کے پرانے انداز بدل گئے ہوں۔ نئے لوگ پیدا ہو گئے ہوں۔

لیکن اس نیند کا راز مجھے معلوم نہ تھا۔ اس نیند کا تصور میرے ذہن میں موجود تھا۔ لیکن اس کے حصول کا ذریعہ میرے پاس نہیں تھا۔ اور پھر ایک رات میری یہ خواہش پوری ہو گئی۔ شاید ہر ناک جو ابھی مجھ سے آقاؤں کے لئے تھی۔ ہاں۔ تاہم رات تھی۔ آسمان بھونکے کی کوئی رقی نہیں تھی۔ فضا میں عیسائی بے کھمی تھی۔ میرا ذہن ساکت تھا۔ فضا ساکت تھی۔ لیکن پھر میرے عقب سے ہوا کے زبردست جھومے ابھریں۔ لہریں جھپٹ پڑیں، کشتی ڈھلنے لگی۔ اور پھر مندروں کی ایک غولانی لہریں کو اپنے سر پر بلند کئے۔ انہی سے منہ بولنے لگی۔ ہوا میں جھپٹ رہی تھیں۔ سمندر گہرائی میں ہل گیا تھا۔ میں لہر کے دھن پڑا جا رہا تھا۔ اور لہر کا سفر جاری تھا۔ لہر نہ جانے مجھے کہاں لے جانا چاہتی تھی۔ اور لہر کا طویل سفر جاری رہا۔

پھر میری آنکھوں نے ایک سفید زمین دیکھی۔ تاحیر نگاہ سفید زمین۔ جو طوفانی ریت سے میری طرف دوڑ رہی تھی۔ میں اس خوفناک سفیدی کو گھور رہا تھا۔ لہر نے مجھے اس سفیدی پر پھینک دیا۔ میرے جسم پر سفید ہواؤں کا احساں ہوا۔ اور اس حتمی میں مجھے نیند آگئی۔ عالم نو میں میں نے اپنے جسم پر سفید فضا کی بارش محسوس کی۔ سفید فضا میں سب سے پہلے تہہ در تہہ جڑے تھے اور میں ان فضا کی خوشگوار غری میں گہری نیند سو گیا۔ ایک طویل عرصے کے لئے۔

لاکھوں قدر کے دلوں کی دھڑکن

محی الدین نواب

کے ۱۰ شگفتہ حتمی پہنچاؤ کے مجموعہ

ایمان کا سفر

شائع ہو چکا ہے

قیمت ۱۰۰ روپے

پر مشتمل کتاب لکچر

قریب بکس سٹور میں ہر دو روز متوجہ







جھے گی۔ دیکھیں لڑکیوں کو زیادہ خوش و خرم نہیں کیوں رہا۔ شاید انہیں  
خونناک خواب سنا ہے بہن اور یہ سکون کی نیند نہیں سوتیں؟  
میں نہیں کہہ سکا کہ دونوں ہی سے کون سی بات ہے۔ ممکن ہے  
میرے خرتے ان کی نیند میں خلل آنا ہو سکے ہوں؟  
اور۔ نہیں ڈیوی۔ اسی کو بت نہیں؟ نماز نے  
جلدی سے کہا۔  
بہر حال۔ آپ لوگوں کی سلسلہ ہی ابھی دور ہو جائے گی۔  
اس نے کہا۔ اور وہ اس ہال سے نکل کر اس دوسرے ہال میں پہنچ گئے جہاں کھانے  
کی خوبصورت میز پر بیٹھی تھی اور اس میز پر انواع و اقسام کا ناشتہ چنا ہوا تھا۔  
کیا مطلب۔ یہ ان مقامات کس نے کیے؟ پرنسپل نے جیسے کہا  
میں نے۔ اس آپ لوگوں کا انتظار تھا میں نے سوچا آپ کی  
نیند میں خلل آنا نہ چاہیے۔ اور نہ ناشتہ تو بہت پیچھے تیار تھا۔  
جستی اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے۔ کام اتنا ہلکا نہیں ہے۔ کل سے نکلتے  
بالائے طاق نہ کہہ کر یہ کام لڑکیوں کے سپرد کر دو؟  
اگر ضرورت محسوس ہوتی تو ایسا ضرور کرنا۔ مجھے ان میں سے کچھ  
تیار نہیں کرنا پڑے۔ آپ دیکھ چکے ہیں؟  
مگر یہ صوبوں پانی چنیں بھی خوب ہیں اور ان کو زیادہ کھنے  
کا انتظام بھی تم نے خوب کیا ہے۔ پرنسپل نے کہا۔ کرسی گھسیٹ کر بیٹھے ہوئے بولے  
اس نے لڑکیوں کو بیٹھنے کی شکیں کی اور خود بھی بیٹھ گیا۔ پھر  
اس نے ایک بزرگ کا ہاتھ اٹھایا جس میں پھر سیال موجود تھا۔ جو اس نے  
آدھا کھا گلا سون میں اٹھایا اور ان بیٹوں کی طرف گلاس بڑھائی۔  
یہ کیا ہے۔ پرنسپل نے پوچھا۔  
کام کی چیز ہے پرنسپل۔ براہ کرم آپ بھی اسے پیئیں۔  
لڑکیوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر گلاس اٹھائے۔ سیال کی خوشبو  
بہن چھو کر تھیں۔ انہوں نے اسے حق میں اٹھالی یا پرنسپل نے یہ ایسا ہی کیا تھا۔  
سیال کا ٹھنڈی ہوا تھا انہیں اپنے ہونٹوں کی ٹھنک۔ نچرتی محسوس  
ہوتی۔ انھوں نے کالو جو دم ہو گیا اور انہوں نے پھر خوشگوار کیفیت چھا گئی۔ تب  
پرنسپل نے حیرت زدہ دیکھیں کہا۔  
اگر مناسب سمجھو تو مجھے ایک بات بتاؤ۔  
ضرور پرنسپل۔ آپ کو اجازت ہے مجھ سے کسی بھی وقت  
کوئی بھی بات پوچھ سکتے ہیں؟  
شکریہ۔ میں نے تہلہ ہی پامرد شخصیت کو تسلیم کر لیا۔

بیشک تم نے مختلف ادوار گزار دی گئی ہے تم نے بہت کچھ دیکھا ہے۔ لیکن  
سائنس کے غلاموں نے نہیں کہاں سے مل گئے۔  
آپ سائنس کو آج کا علم کیوں سمجھتے ہیں پرنسپل۔ سائنس ہر  
مرد ہے۔ کیا آپ کے خیال میں نائنیم کے انسان سائنس سے واقف تھے؟  
اگر آپ کا یہ خیال ہے تو غلط ہے۔ سائنس وقت کی ضرورت ہے۔ اگر آپ آج کی  
سائنس کو بہت زیادہ ترقی یافتہ کہتے ہیں۔ تو وہ بھی غلط ہے۔ اور اصل مرد  
نے اپنی ضروریات پوری کی ہیں اور ان کی حقیقت نے اسے وہ تمام چیزیں بتایا  
کر دی ہیں جن کی انہیں ضرورت تھی۔ میں نے طویل مگر دردی سے یہ سب یاد کر رکھا ہے  
حقیقت کی ہے۔ میں نے صرف زندگی گزارنے کیلئے نہیں گذری بلکہ ان حقیقتوں  
پر بھی نگاہ رکھی ہے جو کسی بھی دور کے انسان کی ضرورت ہوتی ہیں۔ میں حقیقتوں کے  
ساتھ ہا ہوں اور میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا ہے۔  
کے لئے ان چیزوں کی ضرورت پیش آتی۔ آپ نے میری بلیڈ ٹری دیکھی۔ وہ  
میں دیکھا جس سے میری اس حالت میں موجود تھا۔ جس میں میں سو رہا تھا۔ یہ سب  
کچھ میری ان لادشوں کا نتیجہ ہیں جس نے ہر دور کے عقول کے ساتھ وقت  
صورت کے لئے کہاں۔ میں نے ان کے تجربات سے سب کچھ سیکھا ہے۔ انہیں کی  
پیشین گوئیوں سے میں نے آئندہ کے زمانے کے متعلق سمجھا ہے۔ وہ لوگ تو ہم  
کی زمانہ سے۔ فضائوں کی تبدیلی سے آئے والے انسان ہیں اور تبدیلی بخوبی جانتے ہیں  
کا اندازہ لگاتے تھے۔ یہی اس زمانہ میں ہو گیا۔ اور پھر میری پیش گوئیوں سے  
بہتر نکلیں۔ سب حقیقت آپ خود دیکھ رہے ہیں پرنسپل۔ یہ زبان۔ یہ  
کتابیں ہر دور کا یہ سالانہ۔ یہ سب میری پیشین گوئی کی حقیقت ہے۔ اور  
آپ دیکھیں کہ میری پیشین گوئی بالکل درست ہے۔ یہ لباس میں نے اس دور کے لئے  
تیار کیا تھا۔ اس وقت میں لباس تیار کرنے کے لئے کچھ اگلے تصور کر رہے تھے۔ لیکن  
خیال ہے آپ کے لئے انہیں نہیں ہے۔  
ہوں۔ اور پرنسپل نے ایک گہری سانس لی۔ اس کا مقصد  
کہ تم آئندہ کے لئے اندازہ لگائے اور انہیں پیشین گوئی کر دو گے۔  
کر دو کتابیں پرنسپل۔ پرنسپل نے کہا۔ میں نہیں سمجھتا اور اسے  
وہ شمس لڑاؤں کا بیروا ہے اور تم دیکھو کہ میری پیشین گوئی میں سب سے  
فرق نہیں تھا؟  
لیکن مجھے۔ میں تہلہ ہی طرز وہ دور دیکھنے کے لئے ذمہ دار  
رہ سکوں گا۔ پرنسپل نے سہلے سے کہا اور اس کے ہونٹوں پر بھی ایک  
پامرد مسکراہٹ چھل گئی۔ ایک ایسی مسکراہٹ جسے کوئی بھی نہیں جانتا جاسکتا تھے  
ہمیشہ شرمناک ہو گیا۔ لڑکیاں بچپن میں تھیں۔ مگر گھنگروں کی لپ

میں انہیں وہ اس کے بعد کی دیکھنا چاہتی تھیں۔ وہ جانتا تھا کہ انہیں کون  
کہہ گا۔ اور۔ چنانچہ انہوں نے جلد ہی جلدی کر لیا۔ وہ پستور سکاڑا  
ان کی کیفیت سمجھ رہا تھا۔ چنانچہ ناشتہ ختم کئے کے بعد وہ اٹھ گیا۔  
آئیے پرنسپل۔ اسی کمرے میں ہیں۔ آپ کی لڑکیاں  
ہاں ہیں۔  
اور۔ ان سب سے۔ میں یہی ماننا چاہتا ہوں۔ کہ تم اس ہال  
انہیں کس طرح جانگے جو تمہارے لئے متوقع نہیں تھی۔ میرا مطلب ہے تم  
جان لہو کر رہیں ہوئے تھے۔  
اس نے کہی جواب نہ دیا۔ اور وہ خاموشی سے اٹھ کر واپس آئی  
انہیں لگتے جہاں پہلے وقت گفت کر رہے تھے۔  
اس نے ان لوگوں کو بیٹھنے کی ہدایت کی اور پھر خود ایک میز کی  
طرف ٹھہر گیا۔ اس میز پر بھی ایک چکر کر کے کھا ہوا تھا۔ اس نے سیاہ رنگ کا  
اس اٹھایا اور اسے بڑے پرنسپل کے سامنے پہنچ گیا۔ پھر اس نے کس کو  
اپنی تہہ پر عجیب سے پتے چنے ہوئے تھے۔ ان میز پر بھی پرنسپل نے ایک  
اپنی تہہ پر بھی اس نے ایک چٹا پتہ نکال کر تہلی پر رکھا اور اسے پرنسپل  
کے سامنے کمرے پر بڑا۔  
اس چیز سے آپ واقف نہ ہوں گے پرنسپل۔ اور پرنسپل  
تھک گیا۔ ظاہر ہے اس کے فرائض بھی اس چیز کو سمجھتے تھے اس نے گردن  
اٹھائی۔ تب وہ مسکرایا۔ یہ بھی میری ہی تحریر ہے جس میں داتا تھی جب میں  
کے دور میں رہا تھا۔ اس نے چند پتے لٹے۔ اور پھر ان میں سے دو پتے  
اٹھا لئے۔  
پرنسپل نے پرنسپل سے یہ تحریر میری ہے۔ لیکن میں نے پتہ لگا کر  
ان کے نقل کی تھی۔ اور کاک جو میرا دوست تھا اور بلشہ پتے دور کا ایک  
قلم تھا۔ چکر پرنسپل نے سنا تھا اس نے انہیں اس کی اجازت سے اسے  
اٹھا لیا تاکہ میری کتاب تکمیل ہو جائے۔ پرنسپل نے پرنسپل سے  
اور اس کے خزانوں کی چیز وہ متیاں ڈھونڈیں۔ پرنسپل نے سفید  
اور اس کے ہاتھ سے لگے تھے۔ سفید پرنسپل نے دیکھ کر نظر نہ تھے تو ہم  
کے لئے ان کے آئینہ کے پیشوں کا کوئی گروہ اور صرے لگا دیے۔ بخون  
میں لگا ہے۔ آگ جلا گئی ہے اور اس آگ کا نام ہے باروگ۔ بلشہ  
اور اسے۔ جلائے والا اس کی رہنمائی کرے۔  
اس نے پتہ لگا دیا اور دوسرا پتہ اٹھایا۔  
میں ان سکوت ہے۔ باروگ کے لشکر کی طرح جارہے

میں۔ مانتا ہے کہ غلاموں کی ہتھیاروں کے مسکن بن گئے ہیں۔ بہت جلد ہی  
مہلے ہو گئے۔ ہم لڑکیوں سے نکل آئیں گے۔ اب ہمارے پاس میٹل دوڑنے  
والے جالز ہیں اور میٹل ہتھیاروں کی دکان ہے۔  
پرنسپل نے پتہ لگا دیا۔  
خبر پنے والوں کے آواز کے خزانوں کے ہاتھوں میں تیار کردہ  
اور صرے ہیں۔ ہم نے سفر کیا اور غلاموں کو ان کا کیا جہاں پانی کی چادریں  
نصفائیں بند ہیں اور اپنے ساتھ برتن کی زمین کر رہا ہے جہاں میں۔ جلائے  
ولے لادشوں پر وہ ہمارے سامنے ہے۔ لیکن۔ یہ اجتماع کیوں ہے۔ شاید  
باروگ اپنے لشکر کو بلاتے ہوئے ہے۔  
اور۔ برتن کی تہہ سے جھانکی ہوئی سیاہی، یہ کیا ہے؟  
لنگڑیوں نے باروگ کی ہدایت پر اس شے کو نکالا۔ آہ۔ یہ تو  
سمندر کی لہروں پر تیرنے والا جالز ہے جسے لکڑی سے تیار کیا جاتا ہے گراس میں  
یہ کون ہے۔  
جلائے والے کی قسم۔ یہ تو ہمارا جیسا انسان ہے۔ مگر یہ۔  
اس برتن میں کہاں سے آیا گیا ہے جارج کی طاعت ہے کیا یہ جلائے والے کا  
اشعار ہے؟  
یہ میں متا پرنسپل۔ اس نے پتہ لگا دیا۔ اس کے سامنے  
رکتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے پتے اس پر چلے گئے۔ پھر اس نے عجیب  
وغریب کتاب بند کر دی کہیں کو احتیاط سے اس کی جگہ رکھ دیا۔ اور پھر ان  
کے سامنے بیٹھے ہوئے بولا۔  
ترقی کا دور شروع ہو چکا تھا۔ انسان نے غذائی اجناس لگانے  
شرع کر دیے، بہتر کثافت تیار کر لے تھے۔ اپنی آدمی ضرورتوں کو پورا کرنے کے  
نسب ان مقامات پر لگے تھے۔ یوں سمجھیں کہ پرنسپل نے انسان کو جیڑی اور  
برخی دور کے گندہ کرانی اور میں داخل ہو گیا تھا سفید نام، زرد نام اور سیاہ نام  
انہیں درجوں میں بھیجے تھیں۔ آگ لگ کر وہ بن چکے تھے۔ خون پیدا ہو گیا تھا  
آسانی تو قوت کا خیال پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ لوگ جنہوں نے مجھے دریافت  
کیا سورج پرست تھے اور اسے جلائے والے کے نام سے پکارتے تھے میرا کہ مجھے  
عبدین مسلم ہوا۔ شہروں کی تشکیل ہو گئی تھی۔ فوجوں کا تصور پیدا ہو گیا تھا  
اور اب انسان نے دھرم پر برتری کے خواہش پر عمل شروع کر دیا تھا۔ میں کا  
اندازہ آپ کو اس تحریر سے ہو گیا ہو گا۔ چنانچہ وہ لوگ جنہوں نے مجھے دریافت  
کیا وہ غلام بدوش تھے۔ جن پر تہی حاصل کر کے انہیں بیٹھنے کے لئے کرشمے  
کی جادو تھیں۔ انہوں نے مجھے کشش سمیت برتن سے نکال لیا جس کی شواہد



نہیں ہرے ہم کو ذرا متیشی۔ اور میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اپنے گھر پہلے بونے انسانوں کو دیکھا۔ یہ گندہ رنگ کے، کھڑے کھڑے نقش و نگار کے، خوبصورت نئی آنکھوں والے لوگ تھے۔ انہوں نے اپنے ہمسوں کو رنگین کپڑوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ ان کے ہمسوں کے پوشیدہ چہرے پر نہیں اپنے تھے۔ انسان کو ستر چڑھا اس کا ہر گنا تھا۔ چھوٹی لحاظ سے بھی ضروری تھی۔

میں نے ان لوگوں کو توبہ دیکھا۔ میں گزشتہ دنوں پر غور کرنے لگا۔ ہر تباہی کے بعد کچھ بچا ہوا رہا۔ سندر کی ایک طرفانی لہر نے مجھ کی چادر پر دھکیلی آتھا۔ اور میرے سر پر ہم پر ہرے کے خاک و دھواں گرا تھا۔ لیکن میرے گرد کھڑے ہوئے۔ لوگ کون تھے۔ اس وقت میں ان کی حقیقت نہیں سمجھ سکا تھا۔

وہ بھی مجھ سے توبہ کر رہے تھے۔ سب آگے ان کا رخ ان مردار بارک تھا۔ ایک دیر تا مدت انسان جس کی کئی آنکھوں میں کھلیاں کر داتی تھیں بلاشبہ اس کی آنکھوں میں ہمدردی کی کچھ تھی۔ تب۔ نئی آنکھوں والے نے مجھے مخاطب کیا۔

زبان بولی ہوئی تھی پہلے تو میری جھریں مذاقی۔ لیکن پھر میں نے اپنی ان ذہنی قوتوں کو آزادی جو مجھ میں پوشیدہ تھیں۔ میں نے وہی عمل دہرایا جو رساں نے مجھے بتا تھا۔ اور ان کی آپس میری جھریں کھینچیں وہ مجھ سے میرے اپنے میں پھنسے تھے۔ دے ہوئے دور کا مجھ سے اس تھا۔ میں اس آگاہی کے والے دور سے نکل آیا تھا۔ صدیوں کی مندر سے میرے ذہن کو آزاد کر لیا تھا۔ چنانچہ میں نے مردار بارک سے میری دلچسپ گفتگو کی۔ میں نے اس کے ہاتھ میں ایک پرستہ شخصیت ہوں۔ وہ مجھے چاہے مجھ لے، چاہے لانا دے۔

لیکن اس وقت مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ مجھے کیا بھر رہے تھے وہ مجھے سورج کا اشارہ بھیج رہے تھے۔ وہ مجھے ایک ہی قوت بھیج رہے تھے جو ان کے لئے آسمان سے آتری ہو۔ اور جو جلائے دے کا پیغام ہے نئے نئے وکارانی کا پیغام۔ اور مردار بارک اپنے لشکر کو یہ پیغام پہنچا دیا۔ میرے جواب نے اس کے دویم کو یقین کا ورہ دے دیا تھا۔

لشکر شروع قتل جانے لگے! وہ خوشی سے آج ہے تھے انہوں نے میری کشتی پر مارا۔ اسے درجہ درجہ کر دیا۔ اور اس کے ایک ایک کڑے کو تیز کر آہیں پر تیز کر دیا۔ ہر شکل تمام میں اپنی کتاب اور ان چیزوں کو بچا سکا جو گزشتہ دور کی یادگار تھیں۔ مردار بارک نے آخر کار میرے دل کو مار دیا اور مجھے اپنے ساتھ لیکر ہرے سے دھکے ہرے ایک بلند طیلے پر چڑھ گیا۔ پھر نقارے بجے لگے

اور دور دور پہلے ہرے لشکر کی ٹیلے کے چاروں طرف میں بگڑے۔ مقبول انسانوں سے دھک جاتی ہوا عظیم لشکر تھا۔ وہ سب میرے منتظر تھے کہ وہ انہیں بھاڑ بھاڑ کر بے دیکر دے۔

تب مردار بارک کی آواز ابھری۔

”میں سب تمہیں آواز دے رہا ہوں۔ تمہیں آواز دے رہا ہوں۔ تم جیانی حیثیت سے اسے دھک دے کہ نہ ملے گا اور نہ کھنے ہو۔ خوش ہو جاؤ۔ سچو لشکر کے جلائے دے۔ اس نے لاقوی کر ہمارے دریاں بھیدیا۔ ہاں وہی لاقوی تباہی میں کئی تباہی ہمارے بڑوں نے دی۔ اور کہہ اس کی آمد نصرت کا نشان ہے۔ خوش ہو جاؤ۔ ہمارے میں بیٹے والو۔ کہ آسمان کی بستی ان ہمارے ہوں گی، ہمارے حقوق ہیں۔ چاہیں گے۔ آواز دے دے ہمارے تمام ہوں گے۔ ان کی میں تمام بنائے کی کوشش کرنا ہو جائے گی، جلائے دے ہمارے ہمارے دور کی ہے ہمیں لاقوی کے وجود کو ہمارا کرنا چاہیے! ایک جاؤ۔ سب لاقوی کے سامنے جھک جاؤ۔“

اور میں نے دیکھا۔ وہ سب اندھے منہ بٹھائے۔ خود راہ دیکر بھی میرے سامنے سر جوڑ دیا تھا۔ اس وقت میں سب کچھ میری جھریں میں دیکھ رہا تھا۔ چنانچہ وہ تھا میں نے نہ دیکھا کچھ میں نہیں سمجھ کر کوشش کرتا تھا۔ میں نے اس کی گئی حرکت سے بے خبر کر دیا۔

پھر وہ اٹھے۔ اور بارک کے ہی اشارے سے نیچے آئے۔ سب خوشی سے اپنے اپنے گھر آئے۔ اور بارک کے لئے توبہ کر دیا۔ اور اس کے درمیں طرف پہنچا گیا، ہر جان ان کے حوٹیں اور تپنے کیوں میں موجود تھی یہاں بھی مجھ سے کئے گئے اور ایک ٹپے میں میں نے بیٹھا دیا گیا۔ اور وہیں میری ملاقات بارک سے ہوئی۔ اور کہہ کہ ایک شخص انسان تھا اور میں نے اس کے لئے بڑا بڑا قریبی تھیں۔ اور کہہ کہ مجھ سے ٹپے احترام سے ملے اور مجھ سے اس کے لئے میں بہت نظر لگایا۔ چنانچہ میں نے اس کا احترام کیا۔

میں میرا تمام ہر لاقوی تیرا ایک اور لفظ میں میری جھریں میں حاضر ہوں گا! ان لوگوں نے میری جھریں دنت کے لئے مقرر کیا ہے۔ میں تمہاری ہدایت سے کرانیں دوں گا! ہم مظلوم میں لاقوی۔ آواز کے انسانوں نے ہم عرصہ حیات تنگ کر لیا ہے۔ ہم ان کے ظلم سے عذاب جاتے ہیں ہمیں تمام بات۔“

”مستحق تباہی ہے۔ میں نے اس سے کہا۔ اور اس نے یہاں بلر پڑ کر لیا۔ ان کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہ رہا۔ کیا باؤں پر دوسرے کھڑے تھے۔ کس انداز میں خوشی ان میں تھی۔ ہاں بہت پسند آیا تھا۔ اس حال میں اجنبیت تھی۔ دلکش تھی، نمد تھی، چنانچہ میں نے اس حال کو بھانپ لیا۔

اور کیا میں نے سوچ لیا کہ میں پہلے ان کے اپنے میں ملوث ماحول کو لایا۔ اور ایک تمام بنانا۔ کاجن انداز میں ہی ہو سکا۔ ان کی مدد کو مل گیا۔ اور انہیں تمام بھوکوں کا۔

چنانچہ ہر بار بارک اس سلسلے میں میرا زبردست مددگار ثابت ہوا۔ اور ہر ایک تھا۔ چنانچہ اس کی مدد میں میں نے اس کے لئے ایک اور کام بھی کر دیا۔ آسمانی قوت سمجھتا تھا اور میرے اور ایمان رکھتا تھا۔

انہوں نے میری خاطر مددگار میں زمین آسمان ایک کرتیے عودہ لایا۔ کھانے جن کا ضرورت ہے بالکل تھا اب وہ آگ پر پکے ہوئے تھے۔ آگ کے آگے اب کھانے کی ضرورت نہیں کیا جاسکتا تھا۔ پہلے اور سب لوگوں کی انتہائی دوسری میں نے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لئے ان سب کو اپنے ساتھ ہانڈیوں کا استعمال رکھا۔ انہیں گھبراہٹ میں۔ میں نے یہ لفظ غلط تو نہیں استعمال کیا۔ پھر دوسرے؟ اور پھر دوسرے میں میں گردن لاد دی۔

بہر حال۔ یہاں مجھے لاقوی کا آواز آیا گیا۔ جس کا مطلب تھا کہ لاقوی! اور پھر دوسرے اس لحاظ سے میرے اس دوسرے دور میں میرا تمام تھا۔ میں لاقوی میں گیا اور لاقوی میں بے رہے ہیں، میں نے مانیت بھی ان لوگوں نے میں فریادوں کا دیا تھا۔ اور میرے احکامات کے منتظر تھے میں چنانچہ ہمارا ملہا جلائے دے ہمارے میں ملوث ماحول کر لیں، اس وقت سے پہلے اب آواز کے لوگ یہاں تک پہنچ جائیں۔ اب ان کی زندگی کی حفاظت میں میں غرض تھا!

چنانچہ میں ان میں غصہ کیا۔ میں نے ان کے عجوبوں میں دیکھا وہ اہم انسان کے مطابق زندگی بسر کرتے تھے۔ صرف غصہ میری جھریں ہی انتہائی کے ساتھ۔ مجھے ان کے بہن میں کو سمجھنے میں وقت نہ ہوا۔ جب ایک لفظ کا کچھ میری خدمت میں حاضر تھا۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی کو میں نے اس سے کہا۔

مجھے آواز کے اپنے میں تباہ اور کہہ۔ مجھ سے اپنی تکلیفیں

اور تم سب ایک کیوں خاموش ہو؟“

”ہم تیرے حکم کے منتظر تھے لاقوی۔“ ہم تیرے احکامات کا انتظار کر رہے تھے۔ اور تیرے حکم کے لئے ہم کی حرکت ہے کہ آواز والو کچھ اس طرف نہیں جود۔ درخت ایک اب وہ یہاں پہنچ جاتے۔

کیسا۔“ توبہ کچھ جانتا ہے لاقوی۔“ نام اگر تیرے حکم سے قوس۔ قرب وجوار کے تمام قبیلے سمیت کر آواز سے جاملے ہیں۔ آواز دے دے ان کی تھک کر کے میں کو بھانپنے کے رنگ سفید ہیں۔ وہ خود کو ہر طرف کا پرستار سمجھتے ہیں۔ لیکن ان کی قوت نے تمام قبیلوں کو زیر کر لیا ہے۔ ہم جن کی کوئی جی نہیں ہم جو ہرے کے مسافر ہیں ایک جگہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن آواز والوں کا خیال ہے کہ ہمیں بھی ان کا ظلم ہونا چاہیے۔ ہم نے غلامی قبول کرنے سے انکار کر لیا ہے۔ چنانچہ وہ ہم پر تم کرتے ہیں۔ ہمارے قاتلوں پر عذر کے ہیں تباہ کرتے ہیں۔ موت کے گھاٹ اتارتے ہیں اور ہم ان کے خون سے پیچھے پیچھے ہیں۔ لیکن۔ اب ہم سب بارک کی قیادت میں ہیں جو بگڑے ہیں۔ ہم نے آواز والوں کے ہتھیاروں کی نقل شروع کر دی ہے اور ہرے کے اس میدان سے ہے۔ ہمارے پیشہ لاری ہتھیاروں کی تیلوں میں ہر دھرت ہیں۔ ہمارے آسیر کی ایک ہوا کو جنگ علاقے سے گھڑے پکڑ کر انہیں مدد ملے ہوئے ہے۔ ہم اپنی بھارت کی آویز جنگ چاہتے ہیں۔ ہم غلامی قبول نہیں کریں گے!

میں ہوشے بارک کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ جس کے خدو خال میں آزادی کی جھلک تھی۔ وہ خیریت پسند انسان تھا۔ اور مجھے لوگوں کی مدد انسان فی فرض ہوتا۔ چنانچہ میں نے تیرے کر لیا کہ جی المقدور ان کی مدد کروں گا!

آواز ہاں کہتی ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”ہرے کے دوسرے ہرے پر آواز ہے۔ انہوں نے غصہ کیا ہوا ہے۔“

میں اور وہاں اٹھنے اور اپنے مکان بنا کر رہے ہیں۔

”گواہان کے اور ہمارے درمیان یہ برف کے میدان خالی ہیں۔“

”ہاں!“

”تب میرے ہرے پر کیوں رہے ہیں۔“ جب تک ہم ان سے جنگ کر کے ان کی بستیوں پر قابض نہ ہو جائیں۔ میں ان سے زیادہ فاصلے پر رہنا چاہتیے۔ میرا خیال ہے اس جگہ جہاں ہمارے سامنے تباہی کر رہے ہیں۔“

اور بارک مجھ سے کہے کہ میرا بھائی گیا۔ اس نے لاقوی کا پہلا حکم سنایا۔ اور تمام لوگ سفر کی تیار ہو گئے۔ اب یہ دنیا میرے لئے جینی نہیں جی تھی۔ میں ان لوگوں کو خوب بھگایا تھا۔ اور مجھے ان میں اپنا بھرا قائم رکھنا تھا اس کے لئے میں چالاک سے کام لے رہا تھا۔ میں اپنی اصلیت ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا میں دیکھ رہا تھا کہ وہ کس طرح میرے احکامات پر زندگی لٹائے کو تیار ہیں۔ اس لئے ان کی مخالفت میں فرض بری گئی تھی۔ اور میں کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہتا تھا جس سے انہیں نقصان ہو اور وہ مجھ سے بدین طاعتی گھڑے کے سفر میں مجھے بڑی دشمنی میں آتی تھیں۔ میں نے



اس سے قریبی جان پر غریبوں کا کیا تھا۔ یہی اس سوری سے دلی بانڈی بن  
کا اہلکار بنیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے بڑی احتیاط سے گھر سے کسی  
سوری کی۔ اور پرنسیر مجھے اس سوری میں بہت لطف کیا۔ ایک لشکر عظیم  
میرے ہائی میں ستر کراہا۔ میری ذہنی قوتیں بیدار تھیں اور میں ہر ضرورت کے  
وقت اس امان سے درگاہت دریافت کر لیتا تھا تاکہ شہر بھگنا نہ ہو اور میرا  
بھروسہ بھی قائم رہے۔

لیکن باروک کے لشکر میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جن میں کے  
ذہنوں میں مجبوراً چنانچہ غریب کے دوران۔ ایک مری شام کو جب  
ہم نے ایک برائی ٹوٹے کے پیچھے اپنے خیمے ڈالے ہوئے تھے۔ میں نے خیمے کے  
باہر کچھ شور مچا۔ اس وقت میں اپنے خیمے میں تھا تھا۔! شہر بھگنا ہی چلا ہوا تھا  
میں نے ان کی آواز نہیں سنی تھی میری بھینس کچھ نہیں کیا۔

شہر سے ذہنی خیال نکلا۔ شہر آواز والوں نے حملہ کر دیا ہے!  
اور میں کبھی کی تیزی سے باہر نکل آیا۔ دہلی میں ایک غم غم دیکھا۔ لوگ کسی کر  
کھینچے ہوئے تھے۔ اس پرانے قلعے کا اہلکار کہہ رہے تھے میں آگے بڑھا اور ان کے نزدیک  
پہنچ گیا۔ تب میں ہر حرکت طاری ہو گیا۔ لوگوں نے مجھے جکڑ دیا اور دھڑلے  
پھٹ گئے۔

میں نے وہاں دس بارہ آدمیوں کو دیکھا جن کے لباس سٹ  
تھے۔ جیگر جگ سے ٹھنک رہا تھا۔ ان کے ہاتھ پٹت پر ہاتھ دے رہے تھے  
تھے۔ درگاہ بھی غور نگاہوں سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ ان میں باروک  
سب شامل تھا۔

کیا بات ہے باروک۔ کیا بات ہے۔ یہ کون لوگ ہیں۔ اور  
انہوں نے کیا کیا ہے؟ میں نے گونجنا آواز میں پوچھا۔  
"یہ گونجنا میں لاؤنی۔ یہ فاسد ہیں۔ قابل مزاح ہیں۔ انہیں  
مزاح سے لاؤنی۔ باروک نے غضبناک آواز میں کہا۔  
"مجھے ان کا ہاتھ ہاتھ باروک۔ بتاؤ انہوں نے کیا کیا ہے؟ میں نے  
پوچھا۔ اور مجمع میں سے ایک نکل کر میرے سامنے آگیا۔

"گناؤ عظیم کیلیم انہوں نے جلائے کے بیٹے۔ انہوں نے ستر  
معبود کی توہین کی ہے۔! درگاہ کے منہ سے جھگڑا رہے تھے وہ بھی سخت  
غضبناک معلوم ہوتا تھا میں بھی تک کچھ نہیں بول سکا تھا۔ چنانچہ میں پریشان  
نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔

"انہوں نے میرے اوپر شک کیلیم لاؤنی۔ ہاں وہ میرے لئے  
دلیں نہ رکھتے ہیں۔ اس بار باروک نے کہا۔

میرے لئے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں۔ انہوں نے وہ الفاظ کہے ہیں جو ہم ادا نہیں کر سکتے  
باروک نے کہا۔

"مجھے بتاؤ انہوں نے کیا کہا ہے؟" میں متاب زدہ لوگوں کو  
دیکھتے ہوئے بولا۔ مجھے بتاؤ۔ یہ میرے حکم ہے۔ اس دہلی میں نے سخت لہجے میں کہا  
وہ حقیقت ان کی خاموشی پر مجھے غصہ آ رہا تھا۔

"انہوں نے کہا کہ لاؤنی۔ کہ۔ تو لاؤنی نہیں ہے۔ مجھے  
تجھے لاؤنی تصور کرنا ہے۔ تو بلائے والے کا کیا نہیں ہے۔ اور انہوں نے کہا  
ہے لاؤنی کہ ہر سکھ کے آواز والوں کا غریب۔ اور ہالا کی سے یہاں تک  
پہنچا ہوا۔ انہوں نے گناؤ عظیم کیلیم لاؤنی۔ انہیں قریبی مزاح سے۔ یہ میرے  
گونجنا میں۔

میں نے ایک بار پھر ان زمینوں کو دیکھا۔ بیشک وہ وہی  
تھے اور انہوں نے نہایت کی بات کی تھی۔ اپنے مذہبی عقائد کی بنا پر انہوں نے  
ان لوگوں کو غلام کہا تھا۔ لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ ہالا کے تھے اور قابل مزاح  
تھے۔ زمانے کے گرو گرو نے مجھے یہی بتایا تھا۔ بیش دی تھی پرنسیر۔ کیونکہ میں  
لوگوں میں سے تھا۔ جو پڑا ہوا ہے اور وہ جانتے ہیں۔ میں تو ہر وہ کلمہ ہر جہوں  
اور اب میں نے جینے کے ٹھکانے کیلے تھے۔ اپنی حقیقت پہچان کر کیا تھا  
میرا انداز نگاہوں سے بالکل مختلف تھا۔ کیونکہ میرے جسم میں خاص قوتیں مزاح  
کر گئی تھیں۔ کائنات نے جس کے وجود کا احساس مجھے بہت بعد میں ہوا ہے  
ایک خاص قوت فطری تھی۔ میرے وجود کے ذہنی کی قوت، تو اس قوت کے سامنے  
نے مجھے ذہنی ہیسا بننا تھا کہ میں دوسروں سے منفرد انداز میں سوچ سکتا تھا  
ہاں میں نے تہذیب کا ارتقاء دیکھا اور خود کو کسی نگہ میں ڈھالنے کی قوت  
پائی۔ مجھے مینا آتا تھا، مجھے ہر وہ میں اپنی جگہ بتائی تھی اور اس کے لئے  
مجھے جو حسی ذہانت بخشی تھی میں نے اسے ہمیشہ بڑے کارا رہا۔

مجھے ان کے ساتھ رہنا تھا۔ دنیا دہی تھی، علم سمجھنے تھے۔  
میں جانتا تھا کہ وہ اس دور کے انسان ہیں۔ مجھے ان میں اپنا بھروسہ  
قائم رکھنا ہے۔ چنانچہ میں نے کچھ سوچا۔ میں جانتا تھا انہیں موت کی سزا  
نے سکا تھا جنہوں نے میرا کھوج لگنے کے کرکشن کی تھی۔ لیکن ان چند لوگوں  
کو سزا دے کہ میں اس خیال کو نہ انہیں کر سکا تھا۔ نہ جانے کتنے ہوں گے جو میرے  
باسے میں اس انداز میں سوچتے ہوں گے۔ مجھے انسانی زندگی سے کوئی تعلق ہی  
نہیں تھی کہ میں ان لوگوں کی جان لینے کی کوشش کرتا۔ چنانچہ میں نے اسے ترک کر  
سوچ کر سامنے ہی مڑ جائے اور لاٹھی میں نہ ڈٹے۔ غرت کی آوازوں پر میری

لاؤنی باب آگئی۔

سزا والے لاؤنی والے۔ سزا۔ سزا۔ سزا۔ یہ لوگ مجرم  
تھے۔ یہ اپنی ملت کے وفادار ہیں۔ ہاں۔ شک کہتے ہیں۔ یہ جیسا ملحق  
ہے۔ اپنی طاقت کا نمائندہ ہیں۔ تم نے کیا دیکھا ہے لاؤنی مانا ہے۔  
"میں نے کہا کہ میں دہلی میں رہتا ہوں۔ میرے لاؤنی بڑی دہلی میں ہے۔  
"اور انہوں نے سوال کیا کہ جواب لینے کا حق مجھ کو۔ اگر یہ حق  
انہیں دے ملا تو پھر میرے اور آواز والوں کی ان فرقہ ہائے کا جو حقوق  
میں کے آواز میں دیا جاتے ہیں؟

میری یہ جھوٹی تعریف ان کے لئے بڑی سنسن خیز ثابت ہوئی۔  
"باروک کے چہرے پر غرور کے گلا بھڑکتے۔ اور کاک کا منہ لگ گیا لیکن میں  
دوسرے لوگوں کی نگاہوں میں اپنے لئے غفلت اور غمت دیکھی۔ تب  
باروک کے آواز میں پڑے ہوئے کو کھول دیا گیا۔ وہ لوگ بھی اب مجھے  
اپنا نہیں مانتے تھے۔

لیکن میں نے انہیں آواز دی اور اپنے سامنے کھڑے ہونے کو کہا  
"مجھے یہ پوچھو۔ گرو۔ کہ میں کون ہوں۔ میں نہیں جواب  
دلاؤں گا۔ میں نے کہا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم نے کیا تم لاؤنی جو۔" ان میں سے  
ایک نے خونی سے کہا۔

"تم نے مجھے یہ نام دیا ہے۔ تم نے مجھے لاؤنی کہا ہے۔ بتاؤ  
کہ تم میں سے کوئی ہے جو میرے کہیں نے خود کو لاؤنی کہا ہے۔ جواب دو۔!  
"میرے اس سوال پر وہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔

پھر جب کسی نے کوئی جواب دیا تو میں نے خود کہا۔ "لیکن تم شک  
کرتے ہو۔ میں لاؤنی ہوں۔ اگر تم لاؤنی کہتے ہو جو تہذیبی مدد کرنے آئے ہے  
اور انہوں نے سزا کے ظلم کو تم سے بچاتے دلائے آئیے تو ہاں میں لاؤنی ہوں۔ میں  
سزا والوں کی موت ہوں۔ میں اس سب کا بار دھاتا ہوں جو تہذیب سے  
میں نے کیا ہے۔ اور میں نہیں اس کا ثبوت دے گا لیکن شوق اس ثبوت کے بعد  
میں اگر تم میرے اوپر شک کیا تو میرے خاموشی سے تمہارے درمیان سے  
ہلا جاؤں گا۔ اور میرا سزا والے میرے دوست ہوں گے۔"

تب میں نے باروک کو آواز دی۔! "باروک! اپنے سب زیادہ  
طاقت بھاریا نہیں دو۔ یہ میرا حکم ہے۔"

"تہذیب دو۔! باروک نے لڑائی ہوئی آواز میں کہا اور  
اس کے حکم کی تعمیل ہوئی۔ ان سب لوگوں کو فلائٹ تیز رفتار سے پھکاد

تہذیب دینے لگے۔ اور وہ تہذیب لکھ لکھ لگے۔

"سنو۔ میرے ہم پر وار کرو۔ پوری قوت سے۔ اور اگر تم نے  
میرے حکم کی تعمیل نہ کی تو میں تمہیں سزا دوں گا۔ تم میں سے ایک ایک کو قتل  
کروں گا۔"

"میں صاف کہنے لاؤنی۔ میں صاف کہنے۔! وہ سب  
تہذیبی چھیک کر آواز دے ستر گڑھے۔ لیکن ان میں سب اپنی ہیبت، اپنی  
پر اس وقتوں کی دھاک بٹھانا چاہتا تھا۔ مجھے وہ جنگ باوقاسی حرم میں نے  
گولا میوں سے لڑی تھی۔ اس جنگ میں گولا میوں کے تہذیب میرے ہم پہنچا۔  
ثابت ہوئے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ تہذیب میرے اوپر کارگر نہ ہوں گے۔

"میرے حکم کی تعمیل کرو۔ میں نے یہ چاہا تھا۔ ہزاروں انسانوں کے  
میں ہر حرکت طاری تھا۔ یہ غصہ کا آواز تھا۔ وہ لوگ رشتہ ہوتے کھڑے  
ہو گئے۔ انہوں نے کانپتے آوازوں سے تہذیب اٹھائے۔ اور پھر وہ میرے سامنے  
کھڑے ہو گئے۔

"میرے ہم پر وار کرو۔ اگر تمہارے وار کرو ہوئے تو میں  
تمہیں ہلاک کروں گا۔ میں نے کہا۔ اور میں نے آواز کا ایک طرف رخ کر کے  
بولا۔ "ارکاک، آگ کا ایک بڑا آواز دیا کرو۔ فوہ۔! اور آواز کا کٹے  
بھی گردن بھجوا دی۔ سب لڑے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ باروک کے جسم پر بھی  
دش طاری تھا۔ ہر حال میرے دوسرے حکم کی تعمیل ہونے لگی۔

وہ لوگ بادل غواڑ میرے حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہو گئے تھے  
اور پھر میرے سامنے کھڑے ہوئے قوی سبیل جوان نے اپنے ٹپے سے تیز  
دھار والے تپے سے میرے آئینے کے پاس کھڑا دروازہ لگائی۔ اور اپنے  
باسے میں میرا اندازہ غلط تھا۔ اس کا غرض تھا کہ تہذیب میرے سامنے پڑاؤ  
گیا۔ اور حملہ آور کا منہ جیت سے کھلا رہ گیا۔ پھر میرے انہیں اس کام سے  
دلچسپی پیدا ہو گئی۔ وہ تہذیبوں سے میرے اوپر حملے کرنے لگے۔ اور مجھے بھی  
اپنی اس پراسرار قوت کو کڑے کاموں میں لایا گیا۔

یہاں تک کہ وہ لوگ تنگ گئے اور غریب انہوں نے تہذیب  
پھینکے باروک سمیت تمام لوگ سمجھوں میں گر پڑے۔ اب وہ دل سے میری پراسرار  
قوتوں کے قائل ہو گئے تھے۔ لیکن میں نے اسی پاکستانیاد کیا۔ اور باروک کی طرف  
بڑھ کر بولا۔

"لو جان سردار۔ تم نے مجھے لاؤنی کہا ہے۔ تم جلائے والے  
کی پشت کر رہے ہو۔ دیکھو۔ آگ میرے لئے ایک حقیر ہے۔ وہ مجھے  
نہیں جلا سکتی کیونکہ۔ میں آگ کی کانپھ ہوں۔ آؤ۔ اس کے بعد







چہرے کا سکوت میرے ذہن کو گھبراہٹا۔

کوئی میں نے جھلپ بھٹ داخل میں دبانے پر ہے کہا۔

مقدس لاوتی !

بڑے جاڑ - میں نے کہا۔ اور وہ میرے شانے پر بستر پر

بیٹھ گئی۔ لیٹ جاڑ - میں نے کہا۔ اور وہ لیٹ گئی ! اگر میں تمہارے آس

صین پر کہ پال کر دوں تو تمہارے کیا ثروت ہوں گے ! میں نے پوچھا۔

میں - میں بھولی گئی - میں بھولی گئی مقدس لاوتی ! اسی

میں میری بہتری ہوگی۔ اسی میں میری تہمت ہوگی ! اس نے لڑتی ہوئی آواز

میں جواب دیا اور میرے ذہن میں تاریکی چھا گئی۔ یہ صورت حال میرے لئے سخت

آویٹ ناک تھی۔ میں غار والوں کے تمام جواڑوں سے زیادہ حسین تھا ان سب

زیادہ خوبصورت جسم ناک تھا لیکن ان سب کے دلوں میں میری عقیدت

تھی۔ وہ مجھے ایک مرد کی حیثیت سے دیکھتا تھا میری آواز سمجھتی تھی۔ اور

پرونیس - جس نے مخالف اگر خود ہونے کا اظہار کرے تو اس کے حصول میں

کیا لگتے رہ جاتی ہے۔ میرے ضمیر مجھے ملامت کی۔ میں خالی خالی نگاہوں

لے دیکھتا رہا۔ اور وہ اسی انداز میں بیٹھ رہی جس طرح میں نے کہا تھا۔ تب

میں نے اسے اٹھ جانے کا حکم دیا اور وہ اٹھ کر گئی۔ میرے دوسرے حکم پر

خاموشی سے اٹھ کر گئی۔

اس کے جانے کے بعد میں پریشان ہو گیا۔ مجھے یقین ہو گیا تھا

کہ یہاں کا بچہ میری عزت کرتے ہے۔ مجھے اتنا ہمتا ہے۔ چنانچہ مقدس بھولا بھتا

ہے چنانچہ مجھے یہاں نہیں کی ملامت مل سکے گی۔ اس قصور سے میں پریشان

ضرور ہوں لیکن میرے دل میں کوئی ایسی بات نہ آئی جو ان کے لئے نقصان دہ ہوتی

میں اب بھی ان کے سب کچھ کو تیرا تھا۔ چنانچہ میں نے خود کو تسلی دی جو

کچھ میں کر رہا تھا۔ اس میں خود کو مصروف رکھنا ہوگا۔ ذہن سے عزت کا تصور نکالنا ہوگا۔

اور میرے دل میں پاکیزگی سراپت گئی۔ اس قبیلے میں یہ پہلا دور

آخری واقعہ تھا پرونیس - اس کے بعد میں نے قبیلے کی لڑکیوں کو فراموش کرنا

کر کے مجھے بہترین بن دیا تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں میرے ذہن میں ایک غلش

بید ہو گئی تھی۔ میں اب قبیلے کی کسی لڑکی کو غلط نگاہ سے نہ دیکھتا۔ لیکن عزت

کی طلب کو میں نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ تب ایک مرتبہ میرے ذہن میں ایک

اوکا خیال آیا۔ مجھے غار والوں کی مردوں سے گزرنے والے سفید فام آرسائی

یاد آئے۔ غار والے مجھے مقدس لاوتی سمجھتے تھے لیکن آرسائے کے لوگ مجھ سے

واقف نہ تھے۔ اور یقیناً ان کی عورتیں بھی ان کی طرح حسین ہوں گی۔ سچ کہوں

ہو فیسیس - مجھے آرسائے والوں سے کوئی بھدردی نہیں تھی۔ ان کی ہیبت کے

قصوں نے مجھے ان سے متفرق کرنا تھا اور میں ان کو تباہ کر دینا چاہتا تھا۔

حالانکہ میں نے انہیں دیکھا نہیں تھا۔ انہیں پرکھا نہیں تھا۔ لیکن ان لوگوں

سے میرا واسطہ تھا وہ اتنے اچھے تھے کہ آرسائے والوں کو میں بڑا کھینچا ہوا محسوس تھا

یہ سیدھے سادے لوگ بلا وجہ کسی سے پر غاش نہیں رکھتے تھے۔ وہ صرف غار

رہنے کے خواہشمند تھے۔ اور میں بھتا ہوں کہ آرسائی اس کا حق تھی۔ طاقت کے زور

پر انہیں غلام بنانے والوں کو نہا ہوا چاہیے۔ چنانچہ میں نے ہر کریم سوچی وہ

یوں تھی کہ یوں نہ جنگ سے پہلے میں آرسائے والوں کو دیکھوں۔ ان کی طاقت کا

جائزہ لوں۔ اور اگر مل سکے تو اس سے کوئی فوٹ حاصل کر لوں ! ان تمام باتوں

میں غور سے کا تصور میرے لئے بے حد دلکش تھا۔ چنانچہ میں نے اپنی ایک مہم پر فوری

عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور اسی دن میں نے ارکا کا طلب کیا۔

بڑے حاتمیر سے سامنے پہنچ کر بھٹکا اور پھر سیدھا کھڑا ہو گیا۔

میں محسوس کر رہا ہوں ارکا کا کہ یہاں تیل کی تیزی سے بجلی کو بچتی جا رہی تھی

لاوتی کی برکت سے۔ بڑے سادے کہا۔

چنانچہ میں ایک دوسرا کام کرنا چاہتا ہوں۔

ہم سب پر لاوتی کے احکامات کی تعمیل فرمیں۔ بڑے نے کہا

تب میری دماغی کا بندوبست کر دو مجھے دوڑنے والا مضبوط

جائزہ دو۔ میں آرسائے جانا چاہتا ہوں ! میں نے کہا اور ارکا کی آنکھیں

حیرت سے پھل گئیں۔

مجھے میری سماعت پر حیرت کر لاوتی۔ میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ

اس نے شدید حیرت کے عالم میں کہا۔

ان - ! ہم لوگوں کی تیل کی بجلی تک پہنچ رہی ہیں مجھے یقین

ہے کہ آرسائے والے مجھ سے بھرپور علم کی تاب نہیں لاسکیں گے۔ لیکن دشمن کی

طاقت کا ہمیں اندازہ کرنا ضروری ہے ہم حملہ آور ہوں گے۔ دوسرے کی زمین پر

جا کر لڑیں گے۔ اس لئے ہماری کوئی پہلہ کر رہیں۔ رہنا چاہیے۔ مجھے بتاؤ۔

کوئی ایسا ہے جس نے آرسائے کی مہم کو ہو۔ اگر ہے تو میرے سامنے لاؤ تاکہ میں

اس سے آرسائے کے رد و ردائے کے بارے میں پوچھوں۔ میں معلوم کروں کہ

آرسائے والوں کی اندرونی قوت کتنی ہے ہم کون سے رخسے سے حملہ کریں کہ میں

زیادہ نقصان نہ ہو۔

ایسا کوئی نہ ہوگا لاوتی ! بڑے نے کہا۔

تب ذریعہ ارکا کا۔ میں کہوں نہ آرسائے میں داخل ہونا چاہیے

راستوں بھٹاؤ تو ان کی طاقت کا اندازہ کروں تاکہ جب ہم آرسائے پر حملہ آور ہوں

تو ہمارے لئے سیدھے راستے موجود ہوں !

ارکا کا گری سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے غاروں کا خاکہ دیا

آرسائے کہا : تمہیں مقدس مقصد ہے جا رہا ہے مقدس لاوتی۔ وہ دھکی دھکی

ستری پر چڑھی گئی۔ غار والوں کے دل بڑے ہوتے ہیں۔ اگر تو ان کے دستان

نہ ہو تو ان کے دل تجھ جانتے گے۔ اور میں ہے ان کے وسط پت پر جانتے

تم میرے مقصد کی تشریح کر سکتے ہو۔ غار والوں کے مفاد میں

اگر تو بہتر سمجھتا ہے مقدس لاوتی۔ تو یقیناً ایسا ہی ہوگا میں

ابن بارک کے پاس جا رہا ہوں۔ ارکا کا میرے پاس سے چلا گیا۔ غصہ

وہیں وہ دھکی دھکی آ کر ارکا اور بارک دونوں پریشان تھے۔ ان کی خوشامی

کوئی میرے ساتھ جاتے، لیکن میں نے انہیں روک دیا۔

میرے عزیز دوستوں میں نے کہا : میں جس طرح تمہارے لئے

اپنی تھا، اسی طرح ان کے لئے بھی ہوں لیکن تمہارے چہرے وہ پہچانتے

ہیں میں ان میں ایک عجیب کی حیثیت سے داخل ہوں گا۔ اور تم جانتے ہو کہ وہ

میرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ لیکن اگر انہوں نے تمہیں پایا تو میرے تمہیں ہلاک

کر دیں گے اس لئے میں تم سے کسی کی زندگی خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔

تم تیار رہ جاؤ رکھو اور میرا انتظار کرو۔ میرا یہ پیغام غار والوں کو پہنچاؤ

اور انہوں نے گردن جھکا دی۔ تب میں نے اپنے سفید رنگ کے

قوی ریشم گھوڑے کو اڑا کر دیا۔ اب میں گھوڑے کی سواری میں طاق تھا

اور اسے تیز رفتاری سے دوڑانے میں میرے لئے کوئی دشواری نہیں تھی آرسائے

کا راستہ مجھے معلوم تھی۔ اور میں دل میں ہی آرسائے کے بسا اس خطرناک علاقے

کی طرف چل پڑا۔ حالات اور اوقات کافی بدل چکے تھے۔ مجھے ابتدائی دور میں یاد

تھا۔ جب پہلی بار میں نے جبکہ کو ایک تکلیف کی شکل میں محسوس کیا تھا اور پھر ایک

ہمارے غاروں سے پہنچ کر آگ جھانکی تھی۔ اس کے بعد کے ارکار بھی یاد تھے

انسان بتدریج ترقی کر رہا ہوں کی طرف کامرین تھا۔ اس وقت کا میں آج سے

کئی صدی قبل تھا۔ آج وہ نیک بے شمار ظلم بھگتے تھے۔ دین و طاقت و

مالا کی سے سوچ سکتا تھا۔ میں ہر دور کے انسانوں سے کچھ حاصل کرنا چاہتا ہوں

لے لے لے بے مقصد نہیں گذری تھی بلکہ اپنی زندگی میں کچھ کیا تھا۔ بہت کچھ

میں میں قبیلے سے بھی منسلک ہوا۔ اس کے لئے کچھ کرنا پڑا۔ چنانچہ آج میں

ان غار والوں کے لئے بہت کچھ کرنے جا رہا تھا۔

لیکن میں سچ کہتا ہوں کہ ان انسان کے اپنے بھی اخلاقی مقاصد

ہوتے ہیں۔ خود میرے دل میں بھی ایک غرض تھی۔ ایک طلب تھی۔ اور میں وہ طلب

پوری کرنا چاہتا تھا۔ انسان کی فطرت پر غور کریں پرونیس - وقت

کے ساتھ اس کی کچھ سی تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ میں نے جب خود کو انسانی

وجد میں محسوس کیا تھا، تو میں بھی میرے لئے ایک طلب تھی جو کہیں سے بھی

پوری کی جا سکتی تھی۔ جب میری دوسری ساتھی لڑکی نے میری پہلی ساتھی کو

رقابت میں ہلاک کیا تھا تو مجھے کوئی دکھ نہیں ہوا تھا۔ دوسری لڑکی بھڑکی اس سے

تپ انسانی فطرت کی اہلیت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ یوں کہیں۔ انسان میں

سب کچھ موجود تھا۔ یہ وہ خدا تعالیٰ تھا اور جو میں وہ مکمل ہو گیا اس کی

تبدیلیاں آتی گئیں۔ طلب رقابت، فحش، سب کچھ اس میں موجود تھا۔ ورثہ

میری دوسری ساتھی پہلی ساتھی کو ہلاک نہ کرتی، یہاں غار والوں میں میری

فطرت نے ایک نیا اندازہ کیا لیکن وہ لڑکی۔

اگر میں اسے حکم دیتا تو وہ پوری زندگی میرے ساتھ گذرے عمارت کا ذکر

کسی سے نہ کرتی، لیکن پھر۔ میرے دل نے ہی اسے قبول نہ کیا میں قبیلے کی دوسری

لڑکیوں کو بھی آزار نہ دیتا تھا۔ لیکن میں جان گیا کہ وہ لوگ مجھے کس نظر سے دیکھتے

ہیں۔ اور اس کے بعد میری بہت سی لڑکیوں کی اور لڑکیوں کو آزار دیا۔ اور اس

کے لئے میں نے آرسائے جانے کا خط لکھ لیا۔ بہر حال میرا گھوڑا اٹھانے کے استوں

پر دوڑتا رہا۔ بہت کی ذہن جاری تھی، لیکن بتدریج رت کی تہہ کی جوتی جاری رہی تھی

یہاں تک کہ رت بالکل ختم ہو گئی اور ہر زمین شروع ہو گئی۔

یہ علاقہ میرے لئے اپنی تھا، اس سے قبل میں نے ابھر کاٹنا نہیں

کیا تھا لیکن مجھے اس بات کی کوئی پریشانی نہیں تھی۔ مگر آرسائے کا شک نہ ہو

ڈوبا اور شاہ ہو گئی۔ ملک رشتہ میں ایران، مجید استوں پر سفر نہیں کر سکتا تھا،

اس لئے میں نے وہیں قیام کا فیصلہ کر لیا، اور پھر ایک مناسب جگہ پر گھوڑے

کو روک لیا۔ گھوڑے کو ایک جگہ بندھا دیا اور مجھ کی پشت پر ٹھکا کھانے پینے

کا سامان لے کر میں ایک بندو باندھ کر چل پڑ گیا۔ لیکن چٹان سے کچھ دور

روشنیاں دیکھ کر میں چونک پڑا۔ شعلوں کی روشنیاں تھیں اور ان روشنیوں

میں لوگ چلے پھرے نظر آ رہے تھے۔

آرسائی - ! میرے ذہن کے کہا۔ یقیناً آرسائی تھے۔ ان کے

ملا وہ اور کہیں ہو سکتا ہے۔ ان کے مجھے سفید اور اونچے تھے۔ جگہ جگہ آگ روشن

ہو رہی تھی۔ میرے دل میں غم نہ تھا وہ ہونے لگیں۔ شاید کوئی آرسائی راستہ ہے

میں نے جلدی ملدی پیش کی آگ بجھائی اور پھر ان لوگوں سے مل بیٹھنے کی

ترکیب سوچنے لگا۔ کوئی طرح نہیں تھا۔ اگر یہ لوگ مجھے قیدی بنا کر بھی آرسائے

لے جائیں تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن ان لوگوں کی یہی یہاں موجودگی کا

احساس کس طرح دلاؤں - ! میں سوچتا رہا۔

اور تلخ چلی پڑی۔ ابھی میں یہ غور و خوض کر رہا تھا کہ اس کا ایک

کچھ عجیب سی آواز ہی آئے تھیں۔ اور میں چونک پڑا یہ آواز میں نے پہلے بھی



نہیں مٹی تھیں۔ ویسے جنگی دوسروں میں نے سنے تھے۔ لیکن ان کی آوازیں بھیاں گئیں اور  
 دلوں کو گرمانے والی ہوتی تھیں۔ ان آوازوں میں دوسروں میں شامل ستا۔  
 لیکن اس میں کوئی اور دل وہ لینے والی وقت پر شہید مٹی۔ آواز میں تیز ہوتی  
 گئیں۔ اور میں خود قابو پاسکا میں ہی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوں اور چہند  
 منٹ کے بعد میں ان لوگوں کے نزدیک پہنچ گیا۔ عجیب غریب مٹی پر ہوتی تھی تیز و تند  
 کے درمیان ایک خوبصورت لڑکی دیکھ کر اس لباس میں دلچسپی محسوس ہوتی تھی  
 اسے دیکھنے والے خوشی سے دانت نکالے ہوئے تھے۔

یہ کیا کر رہی ہے؟ میں نے سوچا بہر حال جو کچھ بھی کر رہی ہے اچھا  
 ہے۔ میں نے اسے غور سے دیکھا۔ وہ لیتا آواز میں تھی جس میں نش و نگار، سفید  
 رنگ، خوبصورت اور متناسب اعضا۔ میں ان لوگوں کے اہل قریب پہنچ  
 گیا۔ وہ ایسے خوش گئے کہ انہیں ہر آواز کا احساس نہیں ہوا میں ہی ان کے اس  
 کھیل میں مست ہو گیا تھا۔ درحقیقت مجھے یہ سب بہت دلچسپ محسوس ہوا تھا  
 میں نے گر و پیش کے احوال پر نگاہ ڈالی تب میری نگاہ سامنے آگئی ایک بے ہوش  
 نشست گاہ پر ایک خوبصورت عورت، چمکدار لباس پہنے ہوئے تھی۔ یہ لباس اس  
 کے جسم پر چسپ تھا۔ اور اس میں جگہ جگہ چمکدار شے تھیں۔ اس کے سر کا  
 ایک گلیٹی تھی جس پر ایک بڑا چمکدار پتھر جگہ جگہ تھا۔ کچھ اور خوبصورت لڑکیاں  
 اس کے پیچھے ادب کھڑی ہوئی تھیں۔

یہ عورت شاید ان کی سزا حیثیت کی حامل ہے۔ میں نے سوچا  
 اور پھر اس عورت کو دیکھنے لگا جو درمیان میں ابھی تک تھک رہی تھی۔ پھر ایک  
 شور بند ہو گیا۔ عورت نے تھک کر بند کر دیا اور پھر وہ اس عورت کے سامنے جا کر کھڑی  
 اور عورت نے ہنسی کر کے اس کے ایک ہاتھ پر اس کی طرف اچھال دیا۔

یہ سب کچھ میرے لئے بالکل نیا تھا۔ اور میں اسے دیکھ کر عجیب سی  
 دلچسپی محسوس کر رہا تھا۔ لیکن اس وقت ان لوگوں میں سے کسی کی نگاہ میرے اوپر  
 پڑ گئی۔ اس نے دوسروں سے کہا۔ اور پھر تقریباً سب ہی مجھے دیکھنے لگے۔ میں اب  
 بھی اسی کھیل کا منتظر تھا لیکن کھیل پرک چکا تھا اور وہ سب مجھے دیکھ رہے تھے  
 میں ان میں ابھی تھا۔ میرا اتنی نگاہ اتنی بال یہ سب کچھ ان کے لئے اجنبی تھے  
 وہ عجیب مجھے دیکھ رہے تھے۔ پھر ان کا توجہ چھٹ گیا۔ انہوں نے میرے گرد ایک  
 طویل دائرہ بنالیا تھا۔ اور ان میں سے کچھ اس عورت کو میری طرف اشارہ کر کے  
 کچھ بتا رہے تھے۔

میں سب کچھ دیکھ گیا لیکن دل ہی دل میں میں حیرت تھا۔ یہ تو میں  
 خود چاہتا تھا۔ تب وہ عورت کھڑی ہو گئی۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر کچھ کہا۔ اناٹا  
 فوری طور پر میری بھین نہیں آئے تھے۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ میں اپنی ذہنی قوتوں

کے ساتھ سے انہیں سمجھنے لگا۔ عورت کہہ رہی تھی۔  
 اسے نقصان پہنچا جائے۔ اگر تمہارے اسے میرے لئے  
 لاؤ۔ ایکایہ میدان کا باشندہ ہے؟  
 نہیں ملے۔ کوئی اجنبی ہے؟  
 اگر تمہارے کو۔ ہاں اسے نقصان پہنچے؟ اس نے کہا اور اسی  
 وقت میں نے ایک فیصلہ کیا۔ میں ان کی زبان سے بھی اجنبیت ظاہر کر دوں گا۔  
 اور نہ انہیں اپنی زبان سمجھنے دوں گا۔ میں اس سے پتھروں کے دوڑنے کی بات کر لوں گا  
 بہر حال۔ ان کا دائرہ میرے گرد رنگ پڑا اور ہاتھ اٹھا۔ وہ شاید میری  
 جسامت سے خوفزدہ تھے۔ کچھ لڑکائی کے مقابلے میں یہ ہر قسم کے حد توڑ تھا۔ میرا  
 سینہ چڑھا تھا اور اس پر گشت کی تھیں خرمی ہوئی تھیں۔ میری کمر چیتے کی کر  
 کی طرح تلی تھی اور میں بھی میرے لیے حد پھر تیار نظر آتا تھا۔ بہر حال وہ میرے بالکل  
 قریب پہنچ گئے۔ اور پھر دھڑکنے لگے۔ انہوں نے میرے بازو کو پکڑ لیا۔  
 میں نے کوئی تعرض نہیں کیا اور ان کی جہت اور بھی۔ اور پھر کئی  
 آدمیوں نے میرے بازو اور میرے گرد جگہ جگہ سے کچھ لیا۔ اور مجھے اس عورت کی  
 طرف دیکھنے لگے۔ جسے انہوں نے حکم کر کے خراب کیا تھا۔

میں خاموشی سے عورت کے سامنے پہنچ گیا۔ مجھے کچھ نہ والوچ  
 میرے جسم پر اپنی گرت اور منت کر رہی تھی۔ تب میں نے چاہا کہ اپنے جسم کو  
 زوردار ٹھکرایا اور اس میں بالکل مبالغہ نہیں ہے۔ ہر دھمکے سے وہ لوگ اچھل  
 اچھل کر کئی فٹ دور جا گئے۔ تاکہ اگر مانیوں کے منہ سے عجیب سی آوازیں  
 نکل گئیں۔ انہوں نے اپنے ہتھیلیاں نہالیں۔ لیکن اس وقت عورت نے ہاتھ  
 بلند کر کے انہیں رک دیا۔ وہ مجھے بڑے مہینے سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے بھی  
 سنبھلا اٹھا۔ والوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور عورت کو دیکھنے لگا۔

اس کی طرف دیکھنے لگی تھی لیکن ہم مضبوط تھا۔ اس میں بھی وہ  
 کافی حسین اور پرکشش تھی۔ لیکن مجھے بہت عورت اس سے خاص وقت  
 نہیں محسوس ہوتی۔ تب عورت مسکرائی اور اٹھ کر میرے نزدیک گئی۔

تم کون کون ہو؟ یقیناً تم ان میں سے نہیں ہو جو جانتے  
 ہو میں؟ اس نے کہا۔ میں نے اس کی بات سمجھی لیکن اپنے چہرے پر ایسے  
 اثرات نہ پیدا ہوئے تھے جس سے اسے اندازہ ہو کہ میں اس کی بات سمجھ رہا ہوں  
 اس کی قسم۔ تم تو آسمان سے آئے ہو۔ اسے میرے کوئی دیرنا  
 معلوم ہوتا ہے۔ ہر مہلک جیسا دلکش جوان اس دنیا میں نہیں پیدا ہو سکتا۔  
 اس نے میرے چہرے سے ہنسنے کے اور اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔  
 میں نے اس پر کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔

جناؤ تم کون ہو۔ مجھے اپنے ہاتھ میں بناؤ۔ نکرت کر دو۔  
 تم ساری کی پناہ میں ہو؟ وہ پھر لپٹی۔ اور میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔  
 اور۔ شاید تم ہماری زبان سے اداقت ہو۔ کیا تم غار والوں  
 کی زبان جانتے ہو۔ اس نے کہا۔ لیکن میں تو خاموش بنے گا کہ میرا چمکا تھا۔  
 ہاں۔ اس نے دیکھی کہ ہماری بات نہیں سمجھتا۔ اس نے اس سے ہٹ  
 کر دیا۔ اس نے اپنی مدد کے لئے ایک درمیان میں کمرے کوئی کھلی کر دیا اور  
 وہ میرے سامنے پہنچ گیا۔

آرٹا کی ملکہ ساریہ تم سے بہت ملکہ ہے۔ اس کی بات کا جواب  
 دینے اس نے مجھ سے کہا۔ اور پھر کئی باتوں میں یہ پہلے وہ میرے۔ بہت ہی  
 سمجھ میں آ رہی تھی۔ کیونکہ میں اپنی قوتوں کے ساتھ الفاظ کو ذہن سے پڑھتا تھا  
 یہ عمل مجھے بڑے درساں نے سکھایا تھا۔ لیکن میں خاموش بی رہا۔ تب ہاں اس نے  
 پریشانی سے کہا۔

تمہاری قسم ملکہ۔ یہ تو کسی اور ہی زبان کا باشندہ ہے۔ کوئی  
 زبان نہیں سمجھتا۔

میں نے کچھ کہا تھا ہاں اس۔ یہ آسمان سے اڑا ہو کر ہی دیرنا  
 ہے۔ اور وہ تو ان کی زبان بھی نہیں سمجھ سکتے۔ ہم اس سے دل کی زبان میں  
 بات کریں گے۔ تم اسے ہلکے جھوٹ میں پھنساؤ۔ اور ہاں اس سے جنگ کرنے  
 کی کوشش نہ کی جائے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ کس قدر طاقت ور ہے۔ ملکہ نے کہا۔

اور وہاں میری جگہ میں دل ہی دل میں سکرا رہا تھا۔ ہر چند یہ عورت دلکش نہیں  
 تھی لیکن بہر حال عورت تھی۔ اور مجھے ایسی عورت کی شد و پختہ تھی جو مجھے  
 بحیثیت مرد پسند کرے۔ دیکھنا یہ تھا کہ یہ ملکہ آرتا کی ایک دیوانہ کے ساتھ  
 کیا سلوک کرتی تھی۔

ہاں اس نے میری کمر پر ہاتھ رکھ کر مجھے کچھ کچھ اشارہ کیا۔  
 اور میں بلا غرض اس کے ساتھ چل پڑا۔ تب وہ مجھے ایک بلندی کے نزدیک  
 لے گیا جس کے سامنے دو آؤنی تیار تھے۔ ہاں اس نے مجھے پڑا اٹھایا  
 اور مجھے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ میں اندر چلا گیا۔

دو مین وعلیٰ غیر خوب تھا بہر حال۔ یہاں میں نے عبادت کے  
 لئے نئے سلمان دیکھے۔ بہر حال یہ میری معلومات میں انسان کی حیثیت رکھتے  
 تھے۔ مجھے میں میرے ملاؤ کوئی نہ تھا۔ ایک صندلی میرے قریب بیٹھیں بہت  
 سے خوبصورت اور نئے نئے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ میں نے اس میں سے کچھ پھیل  
 اٹھائے۔ اور اطمینان سے کھانے لگا۔

تین تین شیشیں روشن تھیں جن سے دیکھ کر شہر جگمگا رہے تھے۔

مجھے ان خبروں میں خوشی محسوس ہوئی اور میں چونک کر بیٹھا۔ میں نے ملکہ  
 ساریہ کو دیکھا۔ جو ایک خوبصورت نگہ رنگ کے لباس میں بیٹھ کر تھی اس بلکہ لباس  
 سے اس کا سینہ ہم صاف نظر آتا تھا۔ میں اسے دیکھتا رہا اور وہ مسکراتی رہی۔  
 تو میں نے جنگی ہرن۔ ہاں اس کی قسم۔ ہم نے تجھے جیسا میں  
 مرد اس سے پہلے نہیں دیکھا۔ لاش تو ہماری خوش قبول کر لے۔ تو پتے آرتا  
 سے زیادہ حسین ہے۔ بہر حال وہ چاہتا ہے کہ تم میری غلامی قبول کر لیں۔ اس نے  
 عجیب غریب طور پر کہا۔ اور پھر آگے بڑھا آئی۔ اس نے آہستہ سے میرا ہاتھ پکڑا  
 اور میں خاموشی سے کھڑ ہو گیا۔

تب وہ مجھے لئے ہوئے مجھے کے اس دروازے کی طرف بڑھ گئی  
 جو درمی طرف تھا اور ہم مجھے سے باہر نکلے۔ باہر ایک تختہ رکھا ہوا تھا۔  
 اور تختہ جس میں رسیاں بندھی ہوئی تھیں۔ اور یہ رسیاں چاروں طرف کھینچ کر  
 سے بندھی ہوئی تھیں۔ ملکہ نے مجھے تختہ پر کھڑا کیا اور پھر خود میرے سر پر کھڑی  
 ہوئی اور پھر اس نے گھوڑوں کے چاکر رسید کر لیا۔ گھوڑے آگے بڑھے اور  
 تختہ ان کے ساتھ پہلے نکلا۔ میں دیکھتا لیکن پھر سنبھل گیا۔ ملکہ شاید اس عجیب  
 و غریب سواری کی عادی تھی اس لئے اسے کوئی دقت نہ ہوئی۔ اور تختہ بہر  
 زمین پر پہنچا۔

مجھے اس انوکھے سفر میں بہت مزہ آ رہا تھا۔ اس سے قبل میں  
 صرف گھوڑے کی سواری کرتی تھی۔ میرے لئے یہ سواری اتنی اجنبی تھی۔ تاہم میں خوب  
 لطف اندوز ہو رہا تھا۔

سفر طویل نہیں تھا۔ آرتا میری دودھ پلنے کے بعد ہم ایک آبشار کے  
 نزدیک پہنچ گئے۔ یہ شاید ملکہ کی خصوصی تفریح کا گاہ تھی۔ یہاں میں چند شیشے لگے ہوئے  
 تھے۔ یہ شیشے بندھے ہوئے تھے۔ اور نیچے بہت سے آسانی سے پانی تھیں گئے تھے۔  
 میں نے ان شیشوں کے نزدیک پہنچ گئے۔ پھر وہاں میں موی شیشیں روشن تھیں،  
 جنہیں خاص انداز میں برائے محفوظ کیا گیا تھا۔ یہاں ہم اس سواری سے اتر آئے  
 اور ملکہ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک کپڑے کی طرف چل دی۔ رستے سے بہت سی شیشیں  
 لڑکیاں جو رنگین اور خوبصورت لباسوں میں بیٹھیں تھیں۔ ہمارے ساتھ ہو گئیں لیکن  
 وہ اس شیشے کے اندر نہیں داخل ہوئی تھیں۔ جس میں ملکہ مجھے لگتی تھی۔  
 تب ملکہ نے ایک لڑکی کو ہاتھ سے کچھ کہا۔ اور لڑکی ہاں  
 نکل گئی۔ میں بالکل رعبان بنا ہوا تھا۔ لیکن ملکہ کی باتیں مجھ پر کسی رعبا نہ بنیں  
 عورت مجھ سے لڑا پڑا ناغہ حاصل کرنے کا ارادہ کر چکی تھی۔ بہر حال میں اس  
 ہی لئے تھا۔ اگر وہ میری پسند نہیں تھی۔ لیکن بہر حال میری ضرورت تھی۔  
 میں مجھ سے کس طرف آئیں کر ان اسے سین دیتا۔ کاش







نہیں کی۔ حالانکہ اگر میں جانتا تو ان سب کی گردنیں برائے آسانی توڑ سکتا تھا۔ میرے لئے ان تیرہوں کی کوئی وقعت نہیں تھی۔ جو میرے جسم سے بندھی ہوئی تھیں، لیکن میں خاموش شہنشاہی نہ کر رہا تھا۔ میں تو ان حالات سے لطف اٹھا رہا تھا۔ میرے علم میں، شہنشاہ کا تھا۔ میں نے اپنی باتیں بیکہ باتھا۔

تب مجھے ایک خطرناک جگہ پر۔ ایک بڑے چرخے فارم میں بند کر دیا گیا۔ جس میں کوئی نوادہ دیوی داروں کا وہ وارہ تھا جس سے دوسری طرف بہت سے سپاہی تھیلاروں سے آراستہ کھڑے تھے۔

تین دن تک میں خاموش رہا۔ یہاں داکڑی کی رسیاں کھول دی گئی تھیں۔ اگر دھوکے تو یہ توڑ دیتا۔ بہر حال تیسرے دن مجھے اس فارم سے نکالا گیا۔ سپاہیوں کی پوری فوج مجھے لے کر ایک عجیب سی جگہ پہنچ گئی۔ یہ ایک بہت بڑا مال تھا جس کے اوپر بیٹھے کی جگہ تھی۔ اور یہاں وہی جگہ گروا والا شہنشاہ نے شہنشاہانوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

ہاں کے ایک سرے پر کھڑی کے ایک موٹے سے ستون سے ملکر رتیوں سے بندھی کھڑی تھی۔ اس کے چہرے کی جھریاں نمایاں تھیں اور اس کی آنکھیں خون سے بھیٹی ہوئی تھیں۔ میرے لئے ہاں کے ایک دیوار کے سوراخ سے قوی جیل والوں کو کھینچ دیا۔ ان کی تعداد چند دھڑکیں کے قریب تھی اور ان سب کے ہاتھوں میں فلاں کے چکر لہے لہے ہتھیار تھے۔ میں نادان نہ تھا میں سمجھ گیا کہ ملکہ کو سزا دی جا رہی ہے اور اس کے بعد شاید میری بلای ہوگی۔

گھر کی ایک ایسی سی سڑی سے مجھے اندر دیا گیا۔ میں نے بے بسی کوئی توقع نہیں کیا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہیں۔

پھر میں نے ایک اور عجیب نظر دیکھا۔ ہاں کے دیوار کے دوسرے سوراخ سے بہت سے لوگوں کو نکالا گیا۔ ان میں بڑے بڑے سپاہی اور دیگر لوگ بھی میرے جانے پہنچنے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو اس وقت ملکہ کے ساتھ تھے جب میں نے اسے دیکھا تھا۔

اور۔ یہ میری حباب زدہ ہیں۔ شاید اس لئے کہ انہوں نے میرے پاس میں شہنشاہ کو نہیں پہچان سکا۔ بہر حال یہ سب کچھ میرے لئے بہت دلچسپ تھا۔ میرے ذہن کی تمام گردنوں کی جگہ تھی اور میں بڑا لطف حاصل کر رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ درحقیقت میں نے یہاں آکر بہت اچھا کیا ہے۔ وہ یہ سب کچھ دیکھنے کو نہ ملتا۔

پچھ سپاہیوں کو ہاں میں چھوڑ دیا گیا۔ اور میرا ان کے سامنے بیٹھا ڈال دیا گیا۔ لیکن وہ وہ رہے تھے۔ گڑا گڑا رہے تھے۔ جبکہ کڑے سے سمانی مانگ رہے تھے۔

تب شہنشاہ کھڑ ہو گیا اور اس نے پیچ کر کہا۔ شہنشاہ شاد بزدل تعداد۔ تم نے میرے ساتھ غداری کی ہے۔ تم نے اس دوسرا عورت کے گروں کی پردہ پردہ کی ہے۔ ہتھیار اٹھاؤ اور جوں مروں کی موت مرو۔ موت تمہارا مقدر ہے۔ اور جان دو۔ تاکہ لوگ ہتھیاری بزدلی پر نہ ہنسیں۔

میں نے اس کی گردن والے برفوت کو دیکھا جو جھپٹے ہوئے کانپ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے دو خوبصورت لڑکیاں بھی نظر آئیں۔ انہیں دیکھ کر چپکے چپکے۔ یہ کنیزیں نہیں تھیں۔ میں نے انہیں پہلی بار دیکھا تھا۔ اور درحقیقت وہ لڑکیاں بے حد خوبصورت تھیں۔ ان میں سے کوئی مجھے مل گیا۔ میں نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے سوچا۔ اور پھر میں نے تہیہ کر لیا کہ یہاں سے فائن ہو کر میں ان لڑکیوں کی جستجو کروں گا۔

نچتے آؤں گے۔ تھیلار نہیں اٹھائے تھے۔ تب شہنشاہ نے پتھر کو ہتھیار والوں کو مخاطب کیا۔ قتل کرو وہ انہیں۔ لڑو۔ تاکہ وہ۔ بھڑکے کرو۔ ان بزدلوں کے۔ بزدلی کی موت کا مقدمہ ہے۔ اور تیار ہونے کے لئے جانوروں کی طرح ان پر ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے مقابلہ نہیں کیا تھا۔ اور یہاں ان کے سبوں کے گھر سے چاروں طرف بھرتے ہوئے تھے۔ پھرتے ہوئے اعضا عجیب نظر پیش کر رہے تھے۔ ہتھیار والوں کے پیروں سے مادی سی چپک رہی تھی۔

تب شہنشاہ نے میری طرف دیکھا۔ اور بولا۔ تو کہا جاتا ہے گناہ انہیں کیا تو میں بزدلی کی موت جانتا ہے۔ اس سے مقابلہ کرے گا۔ تب میں نے میرے اپنے میں تھیلار میں ان کی زبان نہیں مانتا۔ مجھے اشاروں میں ان کی بات سمجھ میں آ رہی تھی۔ میرے نزدیک تھی۔ اس نے ایک لہو نوادہ تھیلار ہتھیار ہتھیار میرے سامنے کیا۔ اور ان لوگوں کی طرف اشارہ کر دیا جو ہتھیار لے ہوئے کھڑے تھے۔ میں نے مخالفت سے ان لوگوں کی طرف دیکھا۔ یہاں میں خود کو نہ دیکھ سکا۔ میرے سر اور میں نے اپنے جسم کو بلی کے رستوں کی رسیاں تڑوا دیں۔ میں نے اس وقت ان کی حرکت نہ کی۔ میں نے نہ مارا۔ تھا۔ ہاں کے عجیب و غریب تھیلار میں۔ پھر میں نے اس شخص سے ہتھیار لیا۔ جو میرے ساتھ تھا۔ اور اب جاک جانے میں رہا۔ ہتھیار والوں ہاتھوں میں کچھ اور ایک جھٹکے سے وہ کر اسے قمارت سے ایک طرف پھینک دیا۔

اس وقت سے وہ شخص درحقیقت سہاگ نکلا اور ہاں میں کھڑے ہوئے۔ ہاں میں انہوں نے مجھے دیکھنے لگے۔ گوں تھا جس کے چہرے پر جبر کے انوش نہیں تھے۔ طاقت کا ایسا بے پناہ مظاہر کہ نے دیکھا تھا۔ میں نے وہ لڑکیاں دیکھ لیں اور ان لوگوں کی طرف بڑھا ہتھوں نے اپنی ہت سے

ان کی گردن پر تھیلار کے ہتھیاروں سے انہیں لگ خوں کے لہرات پھینکتے تھے۔ لگ بھگ تھیلار تھی لیکن اس جیت انہیں منظر سے وہ اپنی گردن کو پیچھڑتے لئے بھول گئی تھی۔

ہتھیار بند لڑکے جلدی سے سمٹ گئے۔ وہ اجتماعی طور پر مقابلہ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن گردن والا شہنشاہ بے مہنی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے اس سے ایک دھت زہ آواز نکالی اور ان لڑکوں پر ٹوٹ پڑا۔ ان کے ہتھیار اٹھ گئے۔ اور پوری قوت سے میرے جسم پر پڑے۔ لیکن تھیلار کا انداز ہم کھینچے اور پھر۔ ان کے دلوں میں خوف سما گیا۔ وہ تعجب ان کندہ ہتھیاروں کو دیکھ گئے۔ جو میرے جسم پر خوش بھی نہیں ڈال سکے تھے۔

میں نے ایک لڑکے کو کچر لیا۔ میرے بلند کیا وہ دوسروں پر پڑے ملا۔ دوسرے لڑکے چپکے چپکے تھے۔ پھر وہ اپنی زندگی بچانے کے لئے مجھ سے ہٹ گئے۔ لیکن ایک ایک کچر کرنا مجھے بالک آتا تھا۔ وہ پوسے ہاں میں سہانے پڑے تھے۔ تب میں نے جھپک کر وہ ستون اٹھا لیا جس سے مجھے اندر دیا گیا تھا۔ اور پھر میں ستون گھمنا لگا۔

پوسے ہاں میں شور مچا رہا تھا۔ لوگ مل جل کر آؤں ان کے کھال سے تھے۔ جھپک جھپک کر یہ خوفناک جگہ کچھ پڑے تھے۔ ان میں دو لڑکیاں تھیں۔ انہیں میری گردن پر میں نے تمام لڑکے مار گئے۔ ان میں سے کسی کی گردن ٹوٹ گئی تھی کسی کا سر ٹاپ ہو گیا تھا کسی کا سینہ بکھل پڑا تھا اور کسی کی آنکھیں علیحدہ ہو چکی تھیں۔

تاکڑی کی قسم۔ یہ انسان نہیں ہے۔! شہنشاہ نے پیچ کر کہا۔ گمراہ اس پر مجھ کو شیر چھوڑ دو۔ جلدی کرو۔ یہ وحشی اب ہر ش آہٹے۔ وہ بد جواسی ہے بولا۔

لیکن میں اطمینان سے اپنے کام میں مصروف رہا۔ اور پھر جب ایک لڑکی لڑا کا باقی مذاقوں نے ستون پھینک دیا۔ میں اپنے کام سے فائدہ ہو چکا تھا۔ لیکن جلد ہی میں نے اپنے عقب میں خوفناک گرج سنی۔ اس کے ساتھ ہی گمراہ کی دھت لگ چپ سنا دی تھی۔

### ساتریتہ

کی چینی سر میں چمک چلا۔ میں نے پٹ کر دیکھا اور ایک خوفناک نظریہ لگا ہوں کے سامنے آ گیا۔ ساتریتہ کی گردن اس کے شانوں پر موجود نہیں تھی۔ گردن اور شانوں کے درمیانی غار سے سرخ خون اُبل رہا تھا۔ ابھی میں اس کی گردن تلاش بھی نہیں کر سکا تھا کہ خوفناک فریاد کے ساتھ ایک بوجھ میرے اوپر پڑا اور میرا جسم من گھڑا۔ خود کو روندنے نے اپنے تیز چنے کھول دیئے تھے۔ وہ دو سکڑا لڑکوں کی طرح مجھے تروالہ محسوس کر رہا تھا۔ لیکن

پھر وہ خود بخود میرے جسم سے پھسل گیا۔ پتھوں کی مدد سے وہ میرے جسم پر گرفت کرنے میں ناکام رہا تھا۔ میں ساتریتہ کی زندگی نہیں بچا سکا تھا۔ میں کا مجھے کوئی افسوس تو نہیں تھا لیکن ان دزدوں پر مجھے غصہ آ گیا۔ جن کی تھیلار چار تھی۔ بڑے طویل القامت اور قوی البتہ دوسرے تھے۔ ان میں سے ایک تو باقاعدہ ملکہ ساتریتہ کے جسم کو پھاڑ رہا تھا اور اس وقت ساتریتہ کے جسم کے بہت سے حصے غائب ہو گئے۔ بقیہ تین کے حصے میں میں کیا تھا۔ وہ قینوں اپنی سڈوں میں مل کر جھوکی لگا ہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔

دوسری طرف آرساز کے باشندے سانس ہلے ہوئے تھیلار کی کلاسیکی کے منتظر تھے۔ میں نے ایک نگاہ ان پر ڈالی اور پھر خوفزدہ تھیلاروں کو دیکھنے لگا۔ ان میں سے ایک پھل کی اور میرے اوپر جیت لگائی۔ میں بھی ان سے پھینکے کے لئے لاکھ مل بنا باجا چکا تھا۔ چنانچہ میں نے اس جانور کی جیت ناکام نادی۔ اتنا اس کی پچھلی ناگھیں میرے منہ پر چڑھا کی گرفت میں لگتی تھیں۔ میں نے ان ناگھوں کو کچل دیا اور پھر اس قوی جانور کے پورے جسم کو نڈیاں گروش دینے لگا۔ دوسرے جانور جو تھیلار کے لئے تیار تھے۔ یہ منظور دیکھ کر کچھ حیرت گئے۔ شاید انہیں اپنی کارکردگی کا کما کو توقع نہیں مل رہا تھا۔ یا پھر وہ اس جیت انہیں منظر سے پریشان ہو گئے تھے۔ اور پیٹھے ہوئے تماشا یوں کی نگاہیں شیر کے بھاری جسم کے ساتھ گھم رہی تھیں۔ ان کے پیچھے طاقت آیز لڑا میں پھیل گئے تھے۔ میں نے گھمانے کی رفتار بڑھادی۔ میں شیر کے بھاری جسم کو ہمیشہ تھرو کی طرح اٹھا رہا اور پھر میں نے اس کی دونوں ناگھیں پھوڑ دیں۔ شیر ذہنی شیر کی طرح میرے ہاتھ سے نکلا۔ مجھے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ اتنی دور جا کر گھسکا۔ وہ پوری قوت سے اپنی تانگی دیوار سے ٹکرا رہا تھا۔ لیکن میرے گھسنے سے دوسرے شیروں کو موقع مل گیا اور انہوں نے ایک وقت میں میرے گرد لپکا۔ ایک شیر کی گردن میری گرفت میں آ گئی اور میں نے اسے نیچے پٹچ دیا۔ دوسرا شیر میری گردن پر پڑا۔ انہوں نے چلنے کر رہا تھا۔ اور خود کو چند محسوس کر رہا تھا۔ اس کے تیز خانوں کی کاٹ سے میرے جسم پر پڑا لڑا نہیں ہو رہی تھی۔ اس کے ٹوکیے لیے دانت میرے شانوں میں اترنے میں ناکام رہے تھے اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ اس کی کیفیت ایسی ہی رہ گئی تھی۔ جیسے کوئی بوڑھا مہذب دوڑا لوتے ہوئے بچوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

لیکن سامنے والے شیر کی حالت خوب تھی۔ وہ زندگی کی آخری گھڑیاں گن رہا تھا۔ اس کی گردن پر میری گرفت سخت ہوئی جا رہی تھی۔ اس کی خوفناک آنکھیں بے بسی کے انداز میں پھٹی ہوئی تھیں۔ بالآخر اس کی زبان



باہر نکلتی تھی تب میں نے اپنے سے اٹھکلیاں کرنے والے شیر کی طرف دیکھا لیکن اس جواں مڑوے سے ابھی بائیں مانی تھی اور اسلے کوششوں میں مصروف تھا۔ تب میں نے اسے بھی زندگی کی قید سے نجات دلانے کا فیصلہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی اپنے ساتھی کے برابر مجھوڑا سڑاوت ہو گیا۔ تیسرا زندہ شیر اب تیر کی پٹلی کی بڑی چارہ تھا۔

میں نے اس کے چسکے کی طرف دیکھا لیکن اس کے انداز میں مصالحت تھی اس کی آنکھوں سے ایسا ہی لگتا تھا جیسے کچھ ہوا ہو گا۔ پانی پینے اور بجائی بہت دن کے بعد غذا میسر ہوئی ہے۔ چنانچہ میں نے اسے معاف کر دیا اور پھر میں نے منہ پھانٹے، موحیت دیکھی تو لوگوں کی طرف دیکھا۔ کچھ سیٹی بھی آنکھوں سے بجے دیکھ رہے تھے۔ ان کے چسکے دیکھ کر مجھے ہنسی آگئی۔ اور پھر میں نے مزید دیکھی کہ غرض سے ایک چوڑا کھانڈا اٹھایا اور رینکے اوپر جانے والی بڑی سی طرف بڑھا۔ دشت زدہ تماشا بینوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ سبے پہلے ہی گردن والا شہنشاہ اٹھ کر کھانڈا اٹھا اور اس کے پیچھے اس کے وفادار ساتھی لیکن بڑے شہنشاہ اپنے نوجوان ساتھیوں کی طرے تیز رفتاری سے نہیں دوڑ سکتا تھا۔ تاہم دور دراز تھا۔ اور اس خطرناک جگہ میں سبے پہلے وہ نہ دالی ہوئی دونوں لوکیاں تھیں جنہیں میں نے شہنشاہ کے ساتھ بیٹھے دے دیکھا تھا وہ بے چارے یا کئی بار گری تھیں کئی بار اٹھی تھیں۔ لیکن جان کے خوف سے بھاگنے والوں نے ان کے حق و زکات کو نظر انداز کر دیا تھا۔

بھاگنے والے دور پہنچ چکے تھے۔ مجھے ان کا تعاقب کرنے کی ضرورت نہیں تھی چنانچہ میں ان لوگوں کے قریب پہنچ گیا۔ دونوں لوکیاں ہم کر ایک دوسرے سے چٹ گئیں۔ مجھے دیکھ کر ان کی شکلیں بگڑ گئی تھیں مجھے یہ سہا ہوا سی بے حد پند آیا۔ میں نے کھانڈا ایک طرف پھینک دیا اور انہیں دیکھ کر سسکانے لگا۔ میری مسکراہٹ سے ان کی کچھ ترہت بندھی اور میں ان کے بالکل قریب پہنچ گیا۔

”خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے لوگو۔“ میں نے ان سے کہا اور وہ اچھل پڑیں۔ ان کے لئے میرا لونا بھی حیرت انگیز تھا کیونکہ اب تک میں نے ان کی زبان سے لاطمی ظاہر کی تھی۔ میں نے صرف ان لوگوں کو قتل کیا ہے جو مجھے قتل کرنا چاہتے تھے، اس کے علاوہ میں نے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ پھر تم مجھ سے خوفزدہ کیوں ہو۔“

دونوں کچھ نہ بولیں۔ ان کی آنکھیں دشت سے پھیلی ہوئی تھیں اس کے باوجود کہ تھانے شہر میں مسکراہٹ کے ساتھ اچھا سلوک

نہیں کیا گیا، میں تم سے دوستی کا خواہشمند ہوں، تمہاری ملک نے مجھے بڑا اپنے جال میں پھانس لیا تھا۔ میں خود اس کی طرف راغب نہیں ہوا تھا۔ ہو سکے تو اپنے شہنشاہ کو میری دوستی کا پیغام پہنچا دو۔ میں اپنے ساتھ ہونے والے سلوک کو نظر انداز کر دوں گا اور اگر مجھے دوستی نہ ملے تو اسے تباہ کر دیتی دشمنی کس قدر خطرناک ہوگی۔

”تت۔ تم کون ہو۔“  
”آسمان کا باشندہ۔ کائنات میں بھگتا ہوا تھا کہ دریاں اٹکیا ہوں۔ لیکن یہاںوں کے ساتھ تمہارا سلوک اچھا نہیں ہے۔“ لوکیاں میری گانگو سے متاثر نظر آنے لگیں، ان کا خوف دور دراز تھا۔ پھر ان میں سے ایک اپنی ”شہنشاہ“ نے اگر تمہیں پناہ دے تو خود اس کے لئے نقصان دہ ہوگا۔ وہ تمہیں زیر کرنے میں ناکام رہے ہیں، تم عظیم قوتوں کے ملک پر آؤ جہلے ساتھ، اگر تم دوستی کے پیغام پر تو شہنشاہ کو تمہاری دوستی قبول کر لینا چاہیے۔

”شکر ہے۔“ ایلو۔“ ”میرے کہا اور پھر میں دونوں لوگوں کے دریاں چل چلا۔ انسانوں کا دور دور تک پتہ نہیں تھا، ہم ایرینا کی عظیم شان عمارت کے عظیم ان دروازے سے باہر نکل آئے اور پھر ایک چوڑی سڑک پر پیدل چلنے لگے۔

”افسوس“ بھاگنے والے سوار یاں بھی لے گئے۔ میں پیدل ہی ملو تک جا رہا تھا۔  
”کل زیادہ دور نہیں ہے۔“ میں نے دور سے مل کی عمارت کو دیکھتے ہوئے کہا۔ لوگوں نے میری بات کو کوئی جواب نہیں دیا تھا، ویسے وہ بار بار چور لگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگتی تھیں۔ سڑکیں ویران پڑی تھیں، لوگوں نے اپنے گھروں میں پناہ لے لی تھی۔ سڑک پر ایک طرف چلنے والے بھی دور سے نہیں دیکھ کر چھپ جاتے، ان کے چسکے خوف سے سیز جاتے، میری حیرت انگیز قوت کی داستانیں آسمان کے ہر گھم کی کچے میں پھیل گئی تھیں، میں یہ دلچسپ نظارہ دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ اور لوگوں کے قریب سے خوش بھی تھا، راستے میں میں نے ایک لڑکی سے پوچھا۔

”تمہارا کام کیا ہے؟“  
”بایسا۔“ اس نے جواب دیا۔  
”اور تمہارا؟“ میں نے دوسری لڑکی سے پوچھا۔  
”آکاشا۔“ دوسری لڑکی نے جواب دیا۔  
”تم دونوں بے خوف ہو رہے ہو۔“ میں نے کہا اور ان کے پیچھے ہر شرم کی سرتی پھیل گئی۔ شہنشاہ سے تمہارا کیا رشتہ ہے میں نے تمہیں اس کے

پاس بیٹھے دیکھا تھا۔  
”وہا رہا باپ ہے۔“  
”اوہ۔ تو تم ساریہ کی لوکیاں ہو۔“  
”نہیں۔“ ہم شہنشاہ کی دوسری بیویوں کی اولاد ہیں۔ شہنشاہ کی بہت سی بیویاں ہیں، لیکن اس کا ولاد میں ہم دونوں ہی ہیں۔ ہماری مائیں بھی الگ الگ ہیں۔“

”بڑا بڑا ہے تمہارا باپ۔“ اپنی اولاد کو چھڑ کر فرار ہو گیا، میں نے کہا اور دونوں لوگوں کے چسکے شرم سے ٹک گئے، لیکن اسی وقت میں چمک چلا۔ سامنے ہی آہیں پوش سپاہیوں کا ایک بہت بڑا جرم راستہ روکے کھڑا تھا۔ ان کے چمکدار تھپتھپانے اور وہ یقیناً جان دینے اور جان لینے پر تھے۔

میں بڑھتا رہا۔ لوگوں کے سینوں کا زخیر بڑھ گیا تھا، انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر دونوں ہی تیزی سے آگے بڑھ گئے پھر انہوں نے چیخ چیخ کر سپاہیوں سے کہا۔

”مستزجوا۔“ راستہ روک۔ ہمارے لئے ساری فراہم کرو۔ وہ دوست ہے، بڑے اروس نہیں رکھتا ہاں اگر تم نے اسے گنے کی کوشش کی تو نقصان اٹھائو گے۔ راستہ چھوڑ دو، اس کے سنے دشمن کی حیثیت سے مت آؤ۔ یہ ہمارا حکم ہے۔ میں شہنشاہ کے نام پر تمہیں حکم دیتی ہوں۔ انہوں نے چیخ چیخ کر کئی بار یہ الفاظ کہے اور سپاہیوں کی صفوں میں افراتفری پھیل گئی۔ انہوں نے راستہ چھوڑ دیا اور مستزجوا نے لگا، پھر ان کے عقب سے ایک دوسری گاڑی نکل آئی جس میں ساریہ مجھے یہاں لائی تھی۔ سفید رنگ کی گاڑی میں گھسے ہوئے تھے، بایسا نے کوچان کو گاڑی

اتارنے کے لئے کہا اور خود گھوڑوں کی بائیں بٹھال میں، میں اور آکاشا گاڑی پر کھڑے ہوئے اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔ آہیں پوش سپاہی ہیں دیکھنے والے تھے گاڑی کافی تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی کل میں داخل ہو گئی اور پھر مل کی عمارت کے سنے لگ گئی۔ ہتھیار سنے ہوئے سپاہی دہشت زدہ ہو کر اور ہڈا ہر پٹ گئے تھے، میں سینہ تانے ہوئے کل میں داخل ہو گیا، دونوں لوکیاں اب ملو میں سے میری میزبانی کے فرائض انجام دے رہی تھیں، وہ مل کے ایک خانہ کو شے کی طرف میری تنہائی کر رہی تھیں، ویسے پورے مل میں سستی پھیلی ہوئی تھی۔ لوگ خوفزدہ لگا ہوں سے ہیں دیکھ رہے تھے، بالآخر ایک لڑکیاں مجھے لے ہوئے ایک کچھ بھڑک کر کے وہاں سے پرت پرت گئیں، انہوں نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئیں۔

”آؤ۔ ہمیں تمہارا نام معلوم نہیں ہے۔ آکاشا نے کہا۔  
”نام۔“ میرا کوئی نام نہیں ہے، جس کا جدول چاہتا ہے کہ پتہ ہے۔ میں نے جواب دیا اور وہ اٹھتے ہوئے انداز میں ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگیں۔  
”اگر تم اجازت دو۔ اور اسی کمرے میں رہنے کا وعدہ کرو تو ہم شہنشاہ سے تمہارے بارے میں بات کریں۔ ہم شہنشاہ کو تمہاری دوستی کا اسکا دل میں لے گے۔“

”میں اس وقت تک دوست ہوں جب تک تم لوگ میرے ساتھ زیادتی نہ کرو۔ زیادتی کے جواب میں میں بھی جواب دوں گا۔“  
”تمہیں کوئی کچھ نہ کہے گا! اطمینان رکھو۔ آکاشا نے کہا اور وہ دونوں باہر نکل گئیں، ان کے چلے جانے کے بعد میں نے کمرے کے احوال کو دیکھا، بڑا خوبصورت کمرہ تھا، فاروں میں بیٹے والے اس میں جگہ کھینچ بھی نہیں کر سکتے تھے، بیشک یہ لوگ ترقی کی راہ پر گامزن تھے، مجھے ان ذہین لوگوں کی مدد کرنی چاہیے تھی جنہوں نے زندگی کو اس قدر حسین بنا دیا تھا، لیکن یہ ظالم تھے۔ یہ پہاڑ والوں سے زندگی کا حق چھین کر انہیں اپنا ملک بنا کر کے خوش تھے، یہ سارا مالک وہ بھی ان جیسے انسان تھے، یہ بات درست نہیں تھی، یہ خود کو افضل کیوں سمجھتے تھے، یہ ناناؤں اور پہاڑوں والوں کو بھی خود میں شامل کر کے ترقی کی منازل کوں نہیں ملے کرتے تھے، یہی بات ناقابل برداشت تھی اور یہی بات مجھ کو کرتی تھی کہ میں ان کے خلاف کام کروں، تاکہ میرے دوست باروگ اور اس کے ساتھیوں کو بھی زندہ رہنے کا حق مل جائے۔ بہر حال میں نے ان سے وعدہ کیا تھا، وہ لوگ مجھ سے آس لگائے بیٹھے تھے۔ میں انہیں دھوکا نہیں دے سکتا تھا۔ ہاں اگر صلح کی کوئی کوشش ہو سکتی تو ٹھیک تھا، اگر یہ لوگ ملو میں سے باروگ اور اس کے ساتھیوں کا حق بھی قبول کر لیتے تو ٹھیک تھا۔

یہ خیال سینہ نہ نہیں آیا تھا، فریسیہ۔ لیکن یہ میرا اپنا خیال نہیں تھا۔ ارتقاء کی منازل تدم۔ تدم طے ہو رہی تھیں انسان کو انسان سے جدا ہوتی جا رہی تھی، سیاست کی ابتداء ہو چکی تھی بڑی طاقت چھوٹی طاقت کو محکوم بھی رکھنا چاہتی تھی، لیکن اسے حقوق دلانے کے لئے بھی طاقت ہی سے کام لیا جاسکتا تھا۔ انسان وہی سب کچھ سوج رہا تھا جو اسے سوچنا چاہیے تھا، ان کے اندر دیر کے کل ہے تھے، نئے نئے خیال آ رہے تھے اور انہیں ملو میں جا رہے پھانے کی قوت بھی پڑان چڑھی جا رہی تھی۔  
میں اس کمرے کے آرام دہ فرش پر دماز ہو گیا۔ یہاں کل ہی



سکون تھا مجھے یہ دنیا بہت پسند آئی تھی، میں ان نعمتوں کو لوگوں کی عقل و دماغ کو دلی ہی دل میں سوا رہا تھا، لیکن ان کی طرف سے میرے دل کی کدھی تھی اور بعد میں ظاہر ہو گیا پھر فیصلہ کر دیا کہ وہ لوگ ذہین ضرور تھے لیکن ان کی ذہانت نے ان کے ذہن کو فروغ سے پرانہ کر دیا تھا۔ وہ خود کو وہاں سے بڑھ کر زندگی گزارنا چاہتے تھے۔ اور یہ فطرت میرے پاس کی کہ دلتے سے نہیں بل کہتی تھی۔ یہ فطرت اکیسک نہیں بل کہی ہے پھر فیصلہ اس وقت بھی نہیں بدلتی تھی جب میں آخری بار سو رہا تھا۔ کیا اب انسان میں کچھ تبدیلیاں ہوئی ہیں اس نے سوال کیا۔

اور اس کے علمی ماحول سے نکلنے میں پھر فیصلہ اور ان کی لوگوں کو کافی وقت پیش آئی۔ اس نے کئی بار ان سے اپنا سوال دہرایا تو وہ چورنگے۔

”کیا کہا کرتے۔“ پھر فیصلہ نے سوال کیا۔

”وہ شاید کم آرام میں تھے۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا ”ہاں۔ میں اس کے سر میں تھیں فرش پر دروازہ کچھ دھڑکا میں اس دنیا میں کھڑا ہوا تھا جس میں تم موجود تھے۔“

”میں نے سوال کیا تھا پھر فیصلہ کر گیا اس دور کے انسان کے ذہن میں برتری کے خیال نے گھر نہیں کیا کیا انسانی اقدار بدلی ہیں۔“ ”ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ جذبہ اور جذبہ ہو گیا ہے، رنگ نسل، آب و ہوا کے بل پر انسان ایک دوسرے کو حقیر سمجھتے ہیں۔ آج بھی احساس برتری کا دور دورہ ہے۔“

”یہ چیزیں انسان کی فطرت میں ابتدا سے ہے، اس نے کائنات کے ایک ایک ذرے پر قابو پا لیا ہے، لیکن سچ جانو پھر فیصلہ۔ انسان آج تک خود پر قابو نہیں پاسکا ہے، وہ غنی نئی ایجادات کرتا ہے۔ عقل و دانش کی بندوبستوں پر پرواز کر رہا ہے، لیکن خود وہ کیا ہے، وہ آگے نہیں جاسکا یہ لازمی فطرت ہے جسے حل کرنے کی کوششوں کے باوجود انسان اس سے ناواقف ہے۔ اگر وہ خود کو پہچانے تو اس کائنات میں عظیم ترین حقائق واقع ہوجائیں۔

بہر حال۔ مجھے کافی دیر گزر گئی۔ تب میں نے اس دور وازے کے بارے میں سوچا کیا پستی۔ پہلے آگاشا اور بائیساری اندر داخل ہوتی تھیں بڑول شہنشاہ نے خود اندر داخل ہونے کی جرأت نہیں کی تھی۔ لیکن جب لوگوں نے اسے اندر آنے کی دعوت دی، تو پہلے وہ دھواؤں بڑھے اس کے پیچھے چار مسلح جوان اور پھر شہنشاہ اندر آیا۔ وہ سب خوفزدہ تھے اور اسی انداز میں اندر آئے تھے کہ اگر کچھ بگاڑنے کی ضرورت پیش آئے تو سب سے پہلے وہی نکل سکیں۔!

میں فرش پر بیٹھ گیا اور وہ ایک قطار میں کھڑے ہو گئے۔ تب آگاشا نے کہا۔ میں نے شہنشاہ کو بتایا ہے کہ اس کی کوششوں کے باوجود تم خود کو اس کا دوست ثابت کر سکتے ہو۔ کیا میں نے غلط کہا ہے۔“

”نہیں۔ یہ درست ہے شہنشاہ۔“ میں نے کہا اور تمام لوگ اچھل پڑے۔

”تم۔ تم ہماری طرح بول سکتے ہو۔ مگر اس سے قبل تو تم ہماری بات بھی نہیں سمجھ سکتے تھے۔“ شہنشاہ نے کہا۔

”یہ ان پر اسرار قوتوں کے راز ہیں شہنشاہ۔ جنہوں نے مجھے تم میں سمجھا ہے۔ ہاں۔ اس وقت تک میں نہیں بول سکتا تھا تمہاری بات صرف اشاروں میں میری سمجھ میں آتی تھی لیکن پھر ان قوتوں نے مجھے بولنے کی قوت دی۔ تمہاری زبان سمجھنے کی قوت دی۔ اور میں تمہاری بات کرنے لگا۔“

”تم کو کونسی قوتوں کی بات کرتے ہو۔“ شہنشاہ نے کہا۔

”میں نہیں جانتا تم ان قوتوں کو کس نام سے پکارتے ہو کوئی انہیں روشنی کہتا ہے تو کوئی تاریکی، کوئی انہیں گت کہتا ہے تو کوئی چمک کا کہتا ہے آسمانی قوتوں کی بات کرتا ہوں جس کی ہولناکی جانتی ہے۔“

”تاریکی کی قسم۔ یہ تو دنیا کی طرف بات کر رہے۔ کیا یہ درحقیقت آسمان سے اترا ہوا کوئی دیوتا ہے۔ کیا یہ آسمان کا بیٹا ہے۔“ شہنشاہ کے ساتھ آنے والے ایک بڑے نے خوفزدہ لہجہ میں کہا اور شہنشاہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

”ہاں۔ یہ آسمان کا بیٹا ہے۔ درنہ زمین پر کوئی ایسی نسل موجود ہے جو ایک وقت میں غیر بول کو بول کر رہے۔ جس کے سامنے درجنوں تہذیبیں لوہا کے پلٹا ہوئی ہیں۔ یہ آسمان کا بیٹا ہے۔ یہ آسمان کا بیٹا ہے۔“ چاروں بڑے چیخنے لگے، اور پھر وہ جیسے سامنے اترے گئے پڑے ہوئے شہنشاہ پر نشان لگا رہے تھے مجھے دیکھ رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس نے دل سے ان کو بول کی بات قبول نہیں کی ہو لیکن یہ سلسلے میں وہ بے بسی کا شکار تھا۔ آخر کیا کر سیرا۔!

چنانچہ آہستہ آہستہ وہ جھکا اور پھر ان چاروں کی طرح اونچے سے مڑ گیا۔ اس کی دیکھا دیکھی لوگوں میں انہیں کے انداز میں گرجاں۔ اور مجھے ہنسی و کھنکھاہٹ ہو گئی۔ ”اچھا سچے بڑے شہنشاہ نے ہی گول اٹھائی۔ کھڑا ہوا اور دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ہوئے بولا۔

”ہم تجھے آسمان کی سرزمین پر خوش آمدید کہتے ہیں آسمان کے بیٹے، ہر چند کہ تیری آمد عجیب و غریب انداز میں ہوئی۔ ہم نہیں جانتے کہ آسمان کی بے غیرت ملک نے تجھے کہاں سے حاصل کیا اور تو نے کون سے ناپاک کام

کے قتل کیا جبکہ زمین کی کڑیاں تیرے خوشی سے آغوش واکرتیں لیکن وہ لوگوں کی مصلحت سے تو یہ واقف ہوگا، وہ کیفر و کار کو پہنچ گئی جس نے غا کی غلی مہنگی کی تھی، لیکن تیرے اوپر آسمان کا سایہ ہے، ہم تجھے ختم نہ کر سکتے اور یہ ہمارے بس میں نہیں تھا۔ ہم تیری آمد سے خوش ہیں۔ ہمارے دیوانہ رہے۔ اور ہم پر کچھیں نازل کر۔“ بوزھا خاشاک ہو گیا اور اس کی آواز بند ہوتے ہی زمین پر پڑے ہوئے مجھے اٹھ گئے۔ ان کی گردنیں پھٹی ہوئی تھیں۔!

”جاؤ۔ اسے آرام کے مہذبہ عوام سے کہہ دو کہ وہ دیوتا ہے، اور اس کے واسطے آیا ہے، وہ ہمارا دوست ہے، اس سے خوفزدہ نہ ہوں۔ ہمارا کہ آرام کے پر کچھیں نازل ہوں گی اور ہماروں کے سرکش زبیر ہوں گے۔ اب کوئی آسمان کا نام نہ لے ہوگا۔ اور وہ خود تک کی ریتیں ہمارے زیرِ پا آجائیں گی۔ جاؤ۔ تیلیاں کر دو کہ ہم آسمان کے بیٹے کی سربراہی میں پہلی کارِ حرب ہماروں کے سرکشوں پر لگائیں گے۔“

چاروں بڑے غامضی سے باہر نکل گئے اور بڑے لیکن بالکل شہنشاہ نے دونوں لوگوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ”جاؤ۔ آگاشا اور بائیساری تم نے ہمیں صحیح راہ دکھائی ہے تم نے وہ کیا ہے جو آسمان کے قتل میں تھا، ہم تم سے خوش ہیں۔ آؤ۔ تاکہ ہم معزز مہمان کی آسائش کے انتظامات کر سکیں۔ اس نے لوگوں کو دروازے کی طرف دھکیلا اور لوگوں نے طے پٹنے سے میری طرف دیکھا، پھر وہ مسکراتی ہوئی باہر نکل گئیں۔!

ان کے جانے کے بعد میں پھر فرش پر دروازہ ہو گیا جیسے ذہن میں بہت سے خیالات گردش کر رہے تھے۔ جو کچھ ہوا وہ میری توقع کے خلاف نہ ہوا، اور میں اس انداز میں میری برتری قبول کی، کسی نہ کسی انداز میں کرنی ہی تھی۔ بہر حال مجھے کام کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ یہ خیال اب بھی سینے ذہن میں بڑھ رہا تھا۔ والوں اور ان لوگوں میں کچھ لڑوؤں۔ جگہ بڑا دور یہ لوگ ان کا حق تسلیم کریں۔ انہیں اپنی ایک دنیا بنا کر رہنے کی اجازت دے دی اور ان کی زندگی میں مداخلت نہ کریں۔ ہر چند کہ میں نے ہی گول والے شہنشاہ کی آنکھوں میں سکاری کی جھلکیاں پائی تھیں اور مجھے یہ کام سخت مشکل نظر آ رہا تھا۔!

شہنشاہ کے محل میں میری خوب خاطر ملاقات ہوئی۔ درجنوں نوادہ اور تمام میری خدمت پر مامور کر دیے گئے، جوں دلت یہ لوگ اٹھ کھڑے تھے لیکن میں بہت جلد مر گیا کہ ان سے کچھ میری نگاہیں بھی کرتے رہا لیکن مجھے ان کی بارگاہ نہیں تھی۔ ان سے کوئی میرا کچھ نہیں لگاؤ نہ تھا، میں میری مشغول زندگی بسر کر رہا تھا جو لوگوں میں میری خدمت پر مامور کی گئی تھیں ان میں سے

کئی خوبصورت تھیں، لیکن میں نے ان کی طرف التفات نہیں کیا میں تو ان کو لوگوں کو پسند کرنے لگا تھا اور ان میں سے کسی کو سہا پتا تھا، لیکن میں دل نہ کر کے تھے اور ابھی تک دعا حاصل نہیں ہوا تھا۔ میں ان میں سے کسی طرح میں حاصل کر دینا چاہتی تھی رات میری شکل حل ہو گئی، وہ کیا اس دوران وہ میرے پاس آئی تھیں، لیکن فزانت شہنشاہ ان کے ساتھ ہوتا اس لئے میں دل کی بات نہیں کہہ سکا تھا، چوتھی رات جب شہنشاہ مجھے ملاقات کے واسطے جا چکا تھا اور میں کھلے دھیرے سے فارغ ہو چکا تھا کہ بائیساری کے پاس آئی۔ بظاہر وہ جیسے اس شہنشاہ کا بیٹا لاتی تھی، لیکن حقیقت یہ تھی کہ اس رات شہنشاہ محل سے باہر تھا اور اسے موقع مل گیا تھا۔!

”آئی رات گئے میں بائیساری کو دیکھ کر فرش ہو گیا، وہ شمالی شمالی سی تھی۔ کیسے آگاہا بائیساری۔“ میں نے اس کے شہلے ہونے پر ہنس کر دیکھا۔

”میں نے پہلے دروں کو بتایا ہے کہ میں تمہارے لئے شہنشاہ کا بیٹا آئی ہوں۔“ اس نے مترنم آواز میں کہا۔

”اور حقیقت کیا ہے۔“ میں نے پوچھا۔

”حقیقت یہ ہے کہ۔ حقیقت یہ ہے کہ میں تمہیں بتانے آئی ہوں شہنشاہ، میرا پاپ ایک کینہ پرور شخص ہے۔ اس نے دل سے تمہیں قبول نہیں کیا ہے۔ وہ تمہاری طرف سے شکوک ہے، وہ تمہیں آسمان کا بیٹا نہیں تسلیم کرتا۔ اس کا خیال ہے کہ تم کوئی زمینی مخلوق ہو جو میرے ہاتھوں سے آسمان کی طاقت نے نہیں مافوق الفطرت بنا دیا ہے، وہ دھوکے سے تمہاری آزمائش کرنا چاہتا ہے۔ یہ بات وہ اپنے خاص شیروں سے کر رہا تھا، میں نے تمہاری اور تمہیں بتانے کے لئے بے چین ہو گئی۔“

”اسے اجازت ہے بائیساری بول جا رہے کرے، وہ پہلے ہی کا کا رہا ہے، آئندہ بھی ناکا ہے گا، لیکن میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم نے مجھے اپنے آپ کی سازش سے کون آگاہ کیا۔ تم خود بھی اس سازش میں شریک کیوں نہ ہو گئیں۔“

”میں نے اس کی ٹھوڑی کو انگلی سے اٹھا لیا ہے۔“

اس کی برقیات آنکھیں جھٹکتی ہیں، پھر اس کی پٹھلوں جیسے ہونٹ ہلے۔ کیونکہ میں نہیں پسند کر لگی ہوں، تمہیں بے پناہ پابندی لگی ہوں، اس نے کہا اور اس کا سر میرے سینے سے اٹھا۔

”میں نے اسے سینے سے لگائے لگائے فرش پر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنا سر میری آغوش میں رکھ دیا تھا۔

”اگر تم مجھے پسند کرنے لگی تھیں بائیساری تو پھر تمہیں دن بھر سے

101



دورہ کر کیوں گزرا۔ میں اس کے منہ میں سے کھیلنے سے ڈرتا تھا۔  
 شہنشاہ نے خاص طور سے ہماری نگاہوں کی طرف نظر نہ کرنا چاہا۔  
 نہیں جانتے، وہ کس قدر چالاک ہے اس کا خیال تھا کہ چونکہ ہم نہیں سناچے کہ  
 آئی ہیں اس لئے ہمارے خاص تعلق نے قائم ہو گیا ہو۔  
 "اس کا خیال درست ہی تھا، مگر اس وقت سے  
 نہیں پسند کرتے دیکھا تھا جب میں نے اسے دیکھا تو اس وقت میں شہنشاہ  
 کے قریب بیٹھ رہتا تھا۔ میں نے کہا اور اس کی آنکھوں میں سی پھر  
 آئی۔ اس نے بے خود ہو کر خود کو میرے سر پر رکھا اور میری طرف سے ہر طرف  
 ہو گئی۔ آواز کی حیثیت سے اس نے میں یہاں آیا تھا، لیکن راستے میں۔ مگر  
 ساریہ مل گئی۔ وہ دیکھ کر اس وقت بہت زیادہ خوش ہوئی تھی کہ آہم  
 عورت تھی اور میں نے اسے قبول کر لیا تھا، لیکن میری طلب تھی  
 رہی تھی اور اس وقت وہ خراب ہو گئی تھی۔ میں نے اسے ایک ایسا ہی  
 ساتھ رہی اور پھر اس نے رخصت کا پرگرام بنایا اور کیا۔  
 "میں نہیں جانتی کہ اب تم سے دورہ کرنا وقت کس طرف گزرتا ہے  
 تاہم اس وقت میں اسے مل سکے اور اسے اس کی گئی۔  
 "موقع بدلے گا، مگر تم کو مل سکے گا۔" میں نے کہا اور پھر وہ بھی  
 گئی۔ لیکن شہنشاہ اس رات بھی وہاں نہیں آیا تھا۔ چنانچہ آج سہ پہرے داروں  
 کو رشوت دے کر اسے پاس لگئی۔ اس رات وہ مجھ سے بہت بے تکلف تھی اور  
 اپنی بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی، اس نے دیوتاؤں سے دعا کی کہ شہنشاہ  
 کو اپنی دونوں ٹانگوں سے لے کر اس کے ایک ایک اور بات کہی جو میرے  
 لئے خاصی دلچسپ تھی۔ اس نے بتایا کہ کبھی رات کو اس کی بہن اس کے علاوہ  
 آکشا کو مل گئی تھی اور کبھی چل گیا تھا کہ میں رات بھر نہ سونے پا رہی ہوں  
 جیسے تھکا ہوا تھا کہ اس کا شہنشاہ اس کے علاوہ ایک اور دوست بھی ہے چنانچہ  
 اس نے رات کی کہانی بایسا سے پوچھی اور بایسا سے سب کچھ سنا دیا  
 لیکن اسے معلوم نہیں تھا کہ آکشا بھی مجھ میں دلچسپی لینے لگی ہے، آکشا کی  
 آوازیں اس سے اس نے اندازہ لگایا تھا۔ اور پھر اسے اس کے لئے اسے  
 بتایا کہ وہ بھی مجھے جانتی ہے۔ لیکن بایسا اس سے زیادہ دلچسپی لیتی ہے  
 وہ خوشی کے باوجود میرے نزدیک آنے کی جرات نہیں کر سکتی تھی۔

مجھے یہ واقعہ بہت دلچسپ معلوم ہوا، مگر شہنشاہ نے رفاقت کی کہانی  
 نے اتفاق کے لئے اسے اڑھ لئے تھے، ایک دورہ تھا جب لاکھ میری بیوی  
 ساتھی لڑکی کو رفاقت کی لگ میں مل کر شہنشاہ انداز میں چاک کر دیا تھا۔  
 اور اب۔ انداز فکر بدل گیا تھا۔ انسان تہذیب سے آشنا ہو گیا تھا۔  
 ایک دوسرے کے لئے قربانی کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا!

بظاہر یہ ماسی کہانی تھی مگر فیصلہ۔ لیکن میں اس کہانی کی رشت  
 سے واقف تھا۔ میں جانتی ہوں کہ اس قدر سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ میں  
 انسان کی تہذیبوں سے آشنا ہو رہا تھا، گواہی مجھے آوازوں کی چند سے  
 آشنا ہونے کا پورا پورا موقع نہیں ملا تھا۔ یہاں میری شخصیت کو آزادی تھی  
 تھی، لیکن جہاں تک میں اندازہ لگا سکتا تھا، آواز کے انسان ترقی کی کچھ  
 منازل طے کر چکے تھے، لیکن ان کے اندر ایک اور جذبہ پیدا تھا، یعنی خود کو  
 وہ خود کو دوسرے انسانوں سے افضل سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ  
 صرف حکمرانی کے لئے پیدا ہوئے ہیں اور دوسروں کو صرف ان کی اطاعت  
 کرنا چاہیے۔ اگر وہ اس جذبے سے ہٹ کر کام کرتے تو پھر تو مجھے یقین تھا  
 کہ اس وقت کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ قوم ہوتے، لیکن وہ خود کو کھونے  
 کی تیاریاں کر رہے تھے۔ انسان ذہنی سطح پر بھی پست تھا۔ یہاں تک کہ  
 وہ خود کو کھیل۔ پتھروں کے لئے کی داستان دور رہا تھا۔ انسان کی ذہنی  
 سطح کی تک بلند ہوئی تھی، لیکن ابھی اس میں وحشیانہ فطرت باقی تھی بلکہ  
 اگر وقت کا اندازہ لگایا جائے تو وہ تھکے دور کے انسان سے بھی زیادہ تر گیا  
 تھا۔ تھکے دور کا انسان صرف اپنی بقا کے لئے وحشت و بربریت کو قبول  
 کھیلتا تھا، لیکن اس دور کا انسان بے وجہی اس کیل سے لطف اندوز  
 ہونے کی جس رکھتا تھا۔ میں نے اپنی دوسری کتاب میں اس دور کے انسان  
 کے بارے میں تفصیلات لکھی ہیں اور اس دور میں میرے ناقص ذہن نے انداز  
 لگایا تھا کہ اگر انسان کی راہ چلتا رہا تو وہ ترقی کی راہوں پر کیوں نہ نہیں  
 جائے گا، لیکن وہ وحشیانہ فطرت جو اس میں ابتدا سے ہے کچھ اور بڑھ جائے  
 گی، اور یہ حقیقت اسے سب کچھ باندھے تو انسان اپنے ذہن سے کسی ترقی کی  
 انتہائی منازل طے کرنے کے بعد بھی اس کے سامنے برقرار رہے، یہ ترقی  
 اسے سب کچھ دے دے گی، لیکن سکون و اطمینان کی دنیا سے بہت دور رہے  
 گی۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ فیروز گریہ پر شہنشاہ کی طرف سے درست تھا  
 میں نے اس کے بعد کے سیکڑوں دور دیکھے اور ہر نئے دور کا انسان کو  
 سکون کی منزل سے دور پایا۔ اس نے سب کچھ حاصل کر لیا، لیکن سکون نہ  
 حاصل کر سکا۔

بایسا اس رات بھی میرے ساتھ ہی رہی اور پھر دوسرے رات میں  
 نے مجھے دیں۔ پھر شہنشاہ وہاں آگیا۔ اور بایسا اپنی جگہ محصور ہو گئی  
 میں ایک آزاد انسان جیسے قیدیوں کی زندگی ایک کچھ نہیں بھائی تھی، تو کچھ  
 رہ سکتا تھا اور اس قید سے نکلنے کے لئے مجھے کسی کی اجازت کی ضرورت تھی  
 چنانچہ میں نے باہر نکلنے کا فیصلہ کر لیا۔ میرے غلاموں اور گھوڑوں نے مجھے  
 دیکھا، مجھ سے باہر جانے کی درخواست کی، لیکن میں اس درخواست کو

بول کرنے کے لئے مجبور نہیں تھا، میں اپنے کمرے سے نکل آیا۔ میں نے  
 ہر طرف سے کھنگھول کر دیکھا، انہوں نے کہا تھا کہ مجھے رشک، جس طرف میں  
 ہاں سب سے زیادہ خوش ہو کر راستہ چھوڑ دیتے۔ شہنشاہ کو میرے پیچھے ہمارے آنے  
 کی اطلاع مل گئی تھی۔ چنانچہ اس وقت میں محل کے دروازے پر تھا، جب  
 شہنشاہ اپنے آدھوں کی پوری فوج کے ساتھ میرے نزدیک آگیا۔  
 "آسمان کے بیٹے کی خدمت میں تعظیم۔" اس نے تم کو بتا دیا  
 کہ یہاں کا راز وہ ہے۔

"یہاں اپنے عجیب و غریب زبان کی نیا کو دیکھنے جا رہا ہوں جس نے  
 مجھے ہمارے ناکر قیدیوں کی حیثیت سے دے دی ہے۔" میں نے کہا۔  
 "میں سخت محروم تھا دیوتاؤں کے منظور نظر۔" میں نے کہا۔  
 "میں تجھے اس دنیا کی سیر کرواؤں گا۔" اس نے اسے اقرار سے کہا۔  
 "نہیں۔ میں آزادی سے گھومنا چاہتا ہوں، میں نہا ہی تباہ  
 شہر کی سیر کروں گا، میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اب میرا تہذیبی شہنشاہ  
 کے ساتھ رہنے والے جانوروں کی ایک گاڑی میں بیٹھ کر اسے لگاؤں  
 کہ کو جان کو بھی ساتھ نہیں لیا تھا۔ پھر میں گاڑی کو ہلاک کر دوں پر نکل آیا۔  
 میرے شہر کے لوگ مجھے دیکھنے کے شائق تھے۔ ذرا دیر میں تمام کاروبار  
 بند ہو گئے۔ میرے گھوڑوں کو گنگے بڑھنے میں سخت مشکلات کا سامنا تھا،  
 لوگ سڑکوں کی تعداد میں مجھے دیکھنے جوق جوق آ رہے تھے۔ بہت سی گاڑیاں  
 میرے پاس آ رہی تھیں، میں نے ان سے کہا کہ اپنے اپنے شہر کے  
 میں لے گئے۔ لیکن میں نے ان کے لئے معذرت کرنی اور میری گاڑی شہر کے  
 مختلف حصوں میں گھومتی رہی، شاہک میں نے اچھا شہر دیکھا والا۔ اپنا گڑا  
 بھی پیش رکھا تھا چنانچہ میں اس کے لئے بھی اپنے ذہن میں نقشہ مرتب  
 کر رہا تھا اور بہت سی کام کی باتیں سوچ چکا تھا۔ شاہک میں دایر میں  
 آگیا۔ رات کے کھانے پر شہنشاہ نے مجھ سے ملاقات کی اس نے مجھے اپنے  
 ساتھ ہی کھانے کی پیشکش کی تھی اور وہ حقیقت شہنشاہ سے میری یہی فیصلی  
 ملاقات تھی۔

کھانے کی میز پر اس کے بہت سے غلام بھی بیٹھے تھے  
 میری تعظیم کی، لیکن میں نے ان کی آنکھوں میں اپنے لئے کینہ چھری کے آثار  
 پائے تھے۔ میری گون والا مگر مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرتا رہا، اور میں  
 اس کے جوابات دیتا رہا۔ بے وقوف انسان مجھ سے میری شخصیت انکھواتا  
 چاہتا تھا، لیکن اس کی پاس پائشیں بھی تھیں، مجھے تو نہیں پتہ تھی کتنی  
 ۱۰۔ اپنے مطلب کی ایک بھی بات مجھ سے نہیں معلوم کر سکا تھا۔ اس کے  
 مشیروں نے بھی کچھ سوالات کئے اور میں نے انہیں بھی جوابات دیتے۔  
 پھر کھانا ختم ہو گیا۔ اور میں آرام کرنے چلا گیا، بایسا نے  
 میرے کمرے کی دہلی ہوئی چنگاریاں کر دی تھیں، وہ پھر پوری کی قید میں  
 چلی گئی تھی، اس نے میری راتیں جیتی سے گزری تھیں، دوسری راتیں  
 مجھے حاصل ہو سکتی تھیں، لیکن میں انہیں پسند نہیں کرتا تھا۔ میں اپنا معیار  
 برقرار رکھنا چاہتا تھا۔

دوسری صبح میں نے حسب معمول پھر شہر کی سیر کا پرگرام بنایا  
 گاڑی تیار ہو گئی اور میں چل پڑا۔ میری خواہش تھی کہ اب میں جلد از جلد اپنا  
 کام مکمل کروں اور یہاں سے چل چوں تاکہ جب ہمارا داروں کے ساتھ  
 آواز میں داخل ہوں تو میری حیثیت ہی دوسری ہو۔  
 آواز والوں کے جوش و خروش کا وہی عالم تھا، لوگ مجھ سے ہٹتے  
 کر کے ٹوٹے پڑے رہتے تھے، وہ مجھے دیکھتے اور جرات دے جاتے، کیونکہ شکل بہت  
 میں اس سے مختلف تھا۔ اس کے علاوہ ان میں سے کچھ نے مجھے اپنا  
 میں لڑا کوں اور شہر سے جنگ کرتے ہوئے دیکھا تھا، کچھ نے صرف دیکھا تھا  
 شہنشاہ کو لوگوں کے حرم سے میرے شکل گزرا تھا۔ مجھے کسی پر سکون گوشت کی  
 تلاش تھی، چنانچہ میں نے ایک سب سے گاڑی دوڑائی اور بہت جلد تیز رفتار  
 گھوڑوں کی مدد سے میں شہر سے دوڑ نکلا۔ سرسبز علاقہ تھا اور ان علاقوں  
 میں ہنرے کی کاشت کی گئی تھی۔ اکاؤنٹ لوگ مجھے کھیتوں میں کا کا کرتے  
 ہوتے ملے۔ انہوں نے زمین کی حقیقت معلوم کر لی تھی، اس کے بیٹے میں  
 پریشیدہ غلاموں سے واقف ہو کر وہ انہیں نکالنے میں کوشاں تھے۔

**پکوں کے لئے دلچسپ تحفہ**  
**مشکیل انجم کی کمرل پرویز (اور قاپوٹ سیریز کے ہمارے ناول شائع ہوئے ہیں)**

|                                                                                                                         |                                                                                                                           |                                                                                                                          |                                                                                                                         |
|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| <p>مفت میں مسٹر پرویز</p> <p><b>چاند کا عوا</b></p> <p>ایک ناول جس میں ایک لڑکی کی زندگی کا ایک عجیب و غریب سفر ہے۔</p> | <p>مفت میں مسٹر پرویز</p> <p><b>شیشے کے انبان</b></p> <p>ایک ناول جس میں ایک لڑکی کی زندگی کا ایک عجیب و غریب سفر ہے۔</p> | <p>مفت میں مسٹر پرویز</p> <p><b>آنکھ کی پاسی</b></p> <p>ایک ناول جس میں ایک لڑکی کی زندگی کا ایک عجیب و غریب سفر ہے۔</p> | <p>مفت میں مسٹر پرویز</p> <p><b>مفت و مجسمہ</b></p> <p>ایک ناول جس میں ایک لڑکی کی زندگی کا ایک عجیب و غریب سفر ہے۔</p> |
|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|

کتابیات پبلیکیشنز \* پوسٹ بکس ۲۳ \* کراچی - ۱



بے شک یہ ذہین لوگ میسر نے انکے تھے۔ میں انہیں ترقی کے لئے محنت کرتے دیکھ کر ان کی عزت کرنے لگا تھا۔ لیکن ان کی ایک بات نے مجھے نفرت ہوئی تھی۔ وہ پہاڑ والوں کو جیسا انسان کیوں نہیں سمجھتے۔ اگر وہ انہیں بھی خود میں شریک کے زندگی گزاریں تو آسان زندگی کی جنت میں جاتے۔ لیکن قرآن سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس انداز میں سوچنے کے قائل نہیں ہیں۔ نہ ہی وہ کبھی اس کے لئے تیار ہوں گے۔ میں گشت کرتا رہا اور پھر تیز دھوپ کی وجہ سے میں ایک سایہ دار درخت کے نیچے رکا۔ میں تو ٹھیک تھا لیکن گھوڑوں کے چروں سے تنکھن کے آثار جو رہا تھے۔ میں اس محنت کی دشمن چاند میں آرام کر رہا تھا کہ دفعتاً دور سے میں نے ایسی ہی ایک گاڑی آتے دیکھی، جیسی سیسے استعمال میں تھی۔ میں سنبھل گیا اور دوسرے اس گاڑی کو دیکھنے لگا۔

گاڑی تیز آئی گئی۔ دیکھیں لباس اور خوبصورت ہونے سے میں نے انداز لگایا کہ وہ کوئی عورت ہے اور پھر میں اسے پہچانی گیا۔ بارشیر یہ آکا شتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد آکا شتی سیسے قریب پہنچ گئی۔ اور پھر اس نے گاڑی روک لی اس کا چہرہ دھوپ کی تمازت سے سرخ ہو رہا تھا جسم پسینے میں ڈوب گیا تھا جس کی وجہ سے اس کا ایک لباس جسم کے کچھ حصوں سے چھٹ گیا تھا۔

میں نے ہمارے کراسے نیچے اتار لیا۔ لیکن اس کے چہرے پر وہ سنگینی اور سرتپت تھی، جو میں نے پہلے دیکھی تھی۔

میں نہیں بلکہ شش کرتی ہوئی یہاں تک آئی ہوں بے شکل تمام مجھے محل سے نکلنے کی اجازت ملی تھی۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ شہنشاہ نے تم دونوں پر اس قدر پابندی کیوں لگا دی ہے۔

تہاری سمجھ میں بھی نہیں آئے گا کیونکہ تمہارا اس دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس نے انداز پھر میں کہا اور میں اسے درخت کے سائے میں لے آیا۔

مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کہنی ہیں۔ اس کے بعد میں چلی جاؤ گی کیونکہ شہنشاہ کے کاندے مجھے شہر میں تلاش کر رہے ہوں گے۔ میں یہاں جا رہی کہ انہیں تم سے میری ملاقات کا علم ہو سکے۔

کیا بات ہے آکا شتی۔ تم بہت عجیبہ اور عجیبہ ہو۔

کچھ نہیں ہے۔ میں نے خود سے دیکھے ہوئے انداز میں کہا۔

میں تمہیں تہاری محبوبہ کے بارے میں بتاؤں، شہنشاہ کو علم ہو گیا ہے کہ اس نے کچھ باتیں تمہارے ساتھ گزاری ہیں۔ اور بات چھی بھی کہی ہے کہتی ہے

کیونکہ پھر دار بہر حال شہنشاہ کے حکم پر رہیں۔

اور۔۔۔ پھر اس کا نتیجہ کیا ہوا۔؟

بائیس ایک خاص جگہ قید کر دیا گیا ہے۔ اس انداز میں کہ کسی کو توبہ کے بارے میں معلوم ہو سکے اور وہ اس شخص سے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکے۔

اور۔۔۔ میں نے فحش سے کہا۔ وہ میری وجہ سے قید ہوئی ہے میں اسے آزاد کرانوں گا۔

مستو۔ عقل سے کام لے بے شک تم بہادر ہو، تم اسے آزاد کرانے کی قوت رکھتے ہو، لیکن اس کے مرہ جسم کی آزادی سے تمہیں کیا لگے گا؟ میں نہیں سمجھا۔ میں نے پریشانی سے کہا۔

شہنشاہ ان معاملات میں بہت سخت ہے۔ اگر تم نے اسے آزاد کرانے کی کوشش کی تو وہ اسے زندہ کسی طور سے تمہارے ہاتھ نہیں لگنے دے گا؛ اس کی زندگی چاہتے ہو تو اسے قید رہنے دو۔

مجھے بتاؤ۔ میں اس کے لئے کیا کروں۔؟

فی الحال خاموش رہو۔ میں کوشش کر رہی ہوں کہ کسی طرح اسے آزاد کرادوں۔ اگر اپنی کوشش میں کامیاب ہوگی تو تم دونوں کو یہاں سے فرار کا موقع فراہم کر دوں گی۔ تم اسے کس یہاں سے نکل جاؤ اور یہاں میں پناہ دو۔ وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔

کیا تم بھی جانتے ہو کہ میں جل سکتی آکا شتی۔؟ میں نے کہا۔

میں جا کر کیا کروں گی؟ اس نے غصے سے پوچھا۔

میں تم سے بھی اتنی ہی محنت کرتا ہوں جتنی بائیس۔؟ میں نے کہا۔

کہا۔ اور وہ جیسے انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لی

تم دیکھا تو کی کس مزے میں سے کہے ہو۔ لیکن یہ تمہارے ہاں محنت کا سہارا ہے۔ ہم اس سے محنت میں، ہم محنت میں کسی کی شرکت برداشت نہیں کر سکتے۔ بائیس اتم سے قریب ہے، وہ مجھ سے زیادہ خوش قسمت ہے۔ اس نے گردن جھکا لی اور میں اسے دیکھتا رہا۔ پھر وہ واپس پلٹے ہوئے ہوئی۔

مجھے اب جان چاہیے، ایک بات اور تم سے کہنی ہے، وہ یہ کہ شہنشاہ بے حد کینہ پرور ہے۔ اس نے تمہیں صرف ایک انسان تصور کیا ہے۔ اور وہ ایسے کسی انسان کو خود میں نہیں دیکھ سکتا جو اس کے احکامات سے متبر ہو اور میں اس کی شہنشاہیت کو "خو" چنانچہ اس کے خاص میں شہنشاہ سرجوڑ کر بیٹھے ہیں، اور تمہارے بارے میں شوشہ کرتے ہیں۔ وہ کیا سوت ہے میں اور کیا کرنے کے خواہشمند ہیں اس بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم۔ لیکن بہر حال وہ تمہارے بارے میں ایک راز سے نہیں رکھتے۔

تم نکلت کو۔ وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔؟ میں نے کہا۔

اور آکا شتی کی طرف بڑھ گئی۔ "مستو آکا شتی۔؟ میں اس کے تیرے پیچ گیا۔

اس نے اس کے گلزار کا جھول پڑا ہاتھ دیکھتے اور اس کا رخ اپنی طرف کرتے ہوئے بولا۔ تم نے میری محنت کے بارے میں کوئی جواب نہیں دیا۔ میں تمہیں اس کا جواب دیتا ہوں جتنا بائیس کو۔ کیا تمہیں بائیس کی طرح میری نہیں پڑتی کہ شہنشاہ سے بہت خوف رہا ہو۔؟

"تمہاری قربت کی ایک گھڑی کے لئے میں زندگی دینے کو تیار ہوں۔ لیکن۔۔۔ میں نے خود کو بائیس کے حق میں دستبردار کر لیا ہے۔ میری اس محنت کو فائدہ میں نہ لاؤ۔ تمہارے جانی قریب ہے میں پاگل ہو جاؤں گا اور میری زندگی غریب بن جائے گی۔ اس نے خود کو میسر دھو کر ہاتھوں سے پھرتے ہوئے کہا۔ وہ تیزی سے مڑ کر گاڑی میں سوار ہو گئی۔ دوسرے لمحے اس نے گھوڑوں کو بڑھانے لگا۔ اور گاڑی بڑھ گئی اور گاڑی بڑھ گئی۔ میں اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ اور اس کے گھوڑوں سے وہ جھل جھلنے کے بعد میں نے ایک گہری سانس لی۔ پھر میں بائیس کے بارے میں سوچنے لگا؛ بیچارہ لو کی میری دستبرد کا سہارا میں محنت رہی ہے۔ میں اس کے لئے کیا کروں۔ پھر میری گھوڑوں کی ہائی گروں والا مڑا شہنشاہ گھوڑا اور میسر بڑھتے پیچ گئے۔ ہوں۔

میرا شہنشاہ جیسے غلات سازشیں کر رہا ہے۔ لیکن میرا گھوڑا کیا سکے گا اور بائیس۔ مجھے اس کی زندگی بچانے کے لئے کچھ کرنا ہوگا۔ وقت لاؤ گا کیا کیا ہے۔ مجھے کچھ کرنا چاہیے۔

اس دوران میں آکا شتی کی قوت کا کسی حد تک اندازہ کر چکا تھا۔ آکا شتی کے لوگ جتنی تھے، انہیں تھے۔ انہوں نے خوبصورت اور پڑا ہوا راز کر لیا تھا۔ لیکن وہ پہاڑ والوں کی طرح جفاکش تھے۔

میں اس کے لئے تیار نہ تھا۔ وہ مجھ سے خوفزدہ تھے تو میرا ہاں اور اس کی آمد تو بہت زیادہ تھی۔ وہ افرا کی قوت اور جفاکشی کے ذریعے شہنشاہ کو ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ بہر حال میں نے فیصلہ کر لیا کہ شہنشاہ سے بائیس کو بچاؤں گا۔ اور اگر اس نے بائیس کو بچاؤں دیا تو اسے قتل کر دوں گا۔

میں نے نکل جاؤں گا۔ اپنے دل میں اس فیصلہ کر کے میں نے واپس آکا شتی کی اور تھوڑی دیر کے بعد میری گاڑی محل کی طرف واپس جانے لگی، میں نے مجھے دیکھنے والوں کے جوہم کی وہ حالت تھی۔ بہر حال کسی کیسی بات کو اس کا پس منظر نہ تھا۔

میسر نے متعین غلاموں نے میرا استقبال کیا اور اپنے کمرے کے اندر اس کو لے گئے۔ میں نے ایک غلام کو روک کر کہا۔ میں شہنشاہ سے خودی اور ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ جاتو سے میرا بیٹا آدے دو۔ اور غلام میرا

کر دیا گیا۔ میں اپنے کمرے میں داخل ہو کر شہنشاہ کے چاہ کا انتظار کرنے لگا۔ میں کافی بے چین تھا۔ غلام کافی تاخیر سے واپس آیا۔ اس نے مجھے تعلیم دی کہ شہنشاہ نے آپ کو مل جل خاص میں بلوایا ہے۔ وہ آپ کے منتظر ہیں۔

میں کھڑا ہو گیا اور پھر میں غلاموں کے ساتھ خاص محل کی طرف چلی پڑا۔ بہت سی غلام گشتوں سے گزر کر میں ایک خوبصورت کمرے کے دروازے کے سامنے پہنچ گیا جہاں موجود ہے دار مجھے دیکھ کر جھکے اور انہوں نے کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ میں اندر داخل ہو گیا۔ بڑا آراستہ کمرہ تھا شہنشاہ ایک مندر زخموں پر بیٹھا میرا انتظار کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے سے جیسے تپاؤ کا انداز ہو رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے خوشی ٹپک رہی تھی۔

"آؤ آکا شتی۔ آؤ آکا شتی۔ تمہاری آمد ہمارے لئے فانی ایک ہے۔ آؤ کہ تمہاری خوشنودی حاصل کر کے ہم سر بلندی حاصل کر سکتے ہیں۔ میسر نزدیک بیٹھو اور مجھے بتاؤ کہ تم سے تمہاری محنت میں کوئی کوتاہی تو نہیں ہوئی ہے۔؟

میں اس بی گروں والے بڑے مڑا کو غور دیکھنے لگا؛ اس نے جس انداز سے میرا استقبال کیا تھا اس نے مجھے مجبور کر دیا تھا کہ اس کے ساتھ نرمی سے پیش آؤں، چنانچہ میں نے اپنے ذہنی سے تہذیبی پیر کی اور میسر بونٹوں پر بھی سوار ہو کر پہنچ گئی۔ میں تجھ سے خوش ہوں شہنشاہ۔ اگر تو نے غلط سوچ کر سیکھنے سے بڑا انتظار کیا تھا لیکن میں نے تیری قبول کو معاف کر دیا تھا۔ مجھے یہاں کوئی تکلیف نہیں ہے، لیکن میں تجھ سے کچھ خاص باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

"میں دل دجان سے منوں کا آسان کے بیٹے۔ غزوہ ان میں سے کمرے کوئی بہتری کی راہ ہوگی۔ کیونکہ تو دیوتاؤں کا مہر ہے جو گروں کے ملاتے ہوئے کہا اور میں اس چالیس کی چکی چوری باتوں پر بنجیگی خود کرنے لگا۔ غزوہ اس کے ذہن میں کوئی خاص خیال آیا ہے۔ میں نے وقتی طور پر اس کی غلط تعبیر کر دی ہے۔

"میں تجھ سے پہاڑ والوں کے بڑے بیٹے کو گھٹا کرنا چاہتا ہوں، جو میرے ستم کے فکار ہیں۔ میں تجھ سے ان کے حقوق کی بات کرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تو انہیں مناسب زندگی گوارا دے۔ میں چاہتا ہوں کہ تو انہیں کمرے کی طرح ایک شہر بنانے دے، جہاں وہ آسان کی طرح ترقی کر سکیں اور بہتر زندگی گوارا سکیں۔

میں نے دیکھا کہ وہ میسر۔ کہ بڑے کا رنگ ایک مڑا بل گیا اس کے چہرے پر ہلاکی کی نشانی نظر آنے لگی، اس کی مڑا مڑا کھوں میں شبہ تھے



لئے دلچسپی کا سامان کر رہے ہیں۔“

میں حیران رہ گیا۔ بوڑھے مکان کی یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ میں اس فراخ دلی کا ستونق نہیں تھا کیا سوچا ہے اس بوڑھے نے کیا یہ مجھے بے وقوف بنا رہا ہے!

”ہائیا کہاں ہے۔ اسے ابھی سیکھ پاس بھیج دو۔“  
 ”ابھی پہنچ جائے گی۔ اس کی تقدیر تیری تقدیر سے وابستہ ہے۔“  
 ”تو کتنی ہے۔ اور کچھ ماگ آسمان کے بیٹے۔“

”تب میں اپنے کمرے میں اس کا انتظار کر رہا ہوں۔“ میں نے کہا اور اچھٹکھڑ ہوا۔ پوچھا جیسی سیساتھی کی کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے تعظیم کے لئے گزرنے کے لئے جھکا دی اور پھر سیساتھی باہر نکل آیا۔

کہا اور غلام میکے ساتھ چل پڑے، میں سخت حیران تھا۔ بوڑھے کی یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اس نے جہاں میکے کا ہے، میں اسے کبھی نہ دیکھا تھا۔

نہ زیادہ دیر نہیں لگزی کہ مٹی کا رستہ کرے گا دروازہ کھلے گا۔

میں اس غم سے دیکھنے لگا وہ بتایا یہ ہے یا کوئی اور ہے اور اگر بتایا  
تو بچہ آکاشا کی اطلاع ہے۔ لیکن ہر حال وہ بتایا یہی کہ اس نے یہ  
شانی آنکھوں اور چوٹیوں کو جو منا شروع کر دیا۔ وہ بہت خوش تھی۔ جب

انہارِ محبت سے فارغ ہو گئی تو اس نے خوشی کے عالم میں مجھے بتایا۔  
 ”مجھے ہمیشہ کے لئے تمہارے پروردگار کو یاد کیا ہے آسمان کے نیچے  
 میں تمہاری ہوں۔ ہمیشہ تمہارے پاس ہوں گی۔“

میں خودیہ ان ہوں آسمان کے بیٹے۔ لیکن یہ سب حقیقت ہے

نیانے بتایا۔

اس کی بیٹی ہوں تو کیا۔۔۔ وہ مجھے بھی ساریہ کی طرح ہلاک کر دے گا کیونکہ  
میں سے زیادہ وہ تمہاری طرف سے رشوائی کیا آسائش کے پیشہ میں نہیں

”ممكن ہے اسے عقل آگئی ہو۔ ممکن ہے اس کو تو تسلیم کر لیا ہو۔ بہر حال مجھے کسی بات کی فکر نہ ہو۔“

یہ ساری محبت کا جواب بھرپور محبت سے دے دو۔  
 اے لاکا یاد آگئی، سالی یاد آگئی جو بہت پر جوش و خروش  
 کی طرح کم نہیں تھی۔ ہمارے جذبات پوری رات جاگے

پشیمان وہ مسہری پر لڑی مجھے محبت بھری لڑک

تقی طور پر میں اس بوسے رکات سے بھی خوش

اور اس کے قدموں میں اس کے مین بوسٹے میں بیٹھ گیا  
اور مجھے تھپتھپادی اور بیٹھے کا اشارہ کیا۔ میں مٹیچ گیا  
اور اس کے قدم کا بازو لے رہے تھے۔ پھر شفا لے کر

www.pdf

اور عقل میں ہم سے بچھے ہیں۔ ہم انہیں غلام بنا کر پناہ تو دے سکتے ہیں۔ اپنے شان و بشاہت کو انہیں کر سکتے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ باغی ہاتھوں میں روپوش ہیں۔ وہ طاقت حاصل کر رہے ہیں۔ لیکن وہ جتنی طاقت بھی

ہیں کہ ترقیوں کا ایک چھتہ لے کر مائے اور بیویوں کو نیست و نابود کر دے  
 لیکن یہ سب کچھ تیری مرضی پر ہے۔ اگر تو اس بات کو پسند نہیں کرتے گا تو ہم  
 تجھے خوشنہیں کریں گے۔ بوڑھے بھائی نے اپنی بیوی تقریباً ۱۰۰ سال کی

اس گفتگو کے بعد یہ بات واضح ہو گئی کہ بوڑھا دوا مل گیا یا تھا ہے۔ وہ ملنے  
طاقت کو پورا کرنے کے خلاف استعمال کرنا چاہتا تھا، غرض اس کے مشے میں  
یہ مشورہ دیا ہو گا اور اسی مشورے کے تحت بوڑھے نے سیاحت والے پاس گیا کہ

چنانچہ میں نے وہ بات سے کھا کھینے ہوئے کہا۔

مور کیا۔ لیکن اس حقیقت کا اعتراف کرنے میں مجھے کوئی عار نہیں ہے۔ جو فریڈرک کہ اس چالاک بوڑھے نے نہایت اطمینان سے مجھے بدلہ و توفیق نہادیا تھا اگر میری پراسرار قوتوں مجھے ہمارے دوستوں تو وہ اپنے دشمنوں کا کامیاب ہو گیا تھا۔

107



کی بہت ہانگ لائی تھی۔ لیکن اس مہلت کے دوران میں بوڑھے کی طرف سے پہاڑوں والوں کے خلاف لڑنے کے لئے نہیں سوجھا پاتا تھا بلکہ مجھے سنا یہ تھا کہ اب بایساکو بیاں لے کر نکل جانے کی کیا صورت ہوگی؟ یہاں پر مشن پورا ہو گیا تھا بایساکو بھی مجھے مل گئی تھی چنانچہ اب یہاں رہنے کا جواز نہیں تھا۔

بایساکو مجھے دیکھ کر خوش ہو گئی۔ اس نے بوڑھے شہنشاہ کے بلانے کا مقصد پوچھا اور میں نے بلا کم و کاست اسے بھی تفصیل بتادی بایساکو بھی میری تمجیدیں سنیں اس نے بھی میری تحسین کیا کہ یہ اچانک میری پانی اسی وجہ سے ہے۔ بہر حال اس بات سے میں بایساکو نے اہمیت نہیں کی بلکہ اس نے یہ سب کچھ سنے اور پھر بڑی فکر میں جیسے مناسب سمجھا کر وہ دوپہر بھل گئی تو محل کے غلام اور دو سو لوگ نہ رنق برنق کیا تبدیل کر کے جوتی درجرت جانے لگے! بایساکو مجھ سے بھی تیار ہونے کے لئے کہا۔

”میں کہاں جانا ہے؟“ میں نے پوچھا۔  
 ”اکڑی سے دو۔ پہلے غلاموں۔ ہم یہاں جی جیٹن نہ۔ ہی۔ ایک خاص جیٹن ہوتا ہے جس میں بہادر فضا میں پرواز کرتے ہیں اور یہاں سے تو فی کھیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ آج کے میں جیٹن میں تہذیبی عزت افزائی بھی شامل ہے۔“  
 ”فساں کیسے قرار کرتے ہیں؟“ میں نے تعجب سے پوچھا۔  
 ”دیکھو گے تو جیٹن وہاں گئے۔ یہ سب عقلی کا نام ہے بایساکو نے کہا اور میں تیار ہو گیا۔ بایساکو نے ایک رنگین لباس تیار کر لیا تھا جس میں جیتے کی کھال اور رنگین کپڑا استعمال کیا گیا تھا۔ پھر ایک گلابی جیٹن میں چارھا تھوڑے گھوڑے بٹے ہوئے تھے ہم دونوں کو لے کر محل پر ہی گھوڑے برق رفتاری سے دوڑ رہے تھے، ہمیں طویل سفر طے کرنا تھا بہر حال اس سفر کا اختتام تاحدنگاہ پہلے ہوتے ہوئے ہی ہوتا اور سیاہ پٹا لٹا پر ہوا۔ دو ایک انتہائی وسیع و عریض میدان میں بے شمار لوگ جمع تھے پورا آسمان اُٹھ آیا تھا۔ لوگ رنگین لباس پہنے ہوئے تھے اور بہت خوش نظر آ رہے تھے بیسیج واریض میدان میں نوکیلے پہاڑ کے گرد گھوم رہا تھا، اداس نوکیلے پہاڑ کے دانے سے دھواں نکل رہا تھا میں آگ اگلنے والے اس خوفناک پہاڑ سے اسی طرح واقف تھا آج کی زبان میں اسے آتش فشاں کہتے ہیں۔ میں غلط فہمی نہ رہا پھر فیصلہ! اس نے ترک کر پوچھا۔ لیکن کسی کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ فزوان، فزوان اور فزوان تو اس وسیع و عریض میدان میں موجود تھے جہاں جیٹن منایا جا رہا تھا۔ لمبی گردن والے مسکالان کے ساتھ تھا اور وہ زمانہ قدیم کے ان پراسرار لوگوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔

ان سب کو دیکھ کر میں مبتلا ہو کر رہ گیا اور اس نے اپنی داستان شروع کر دی۔

”ہماری گاڑی ایک مخصوص محلے میں پہنچ گئی جو موزیہ کے لئے مخصوص تھا۔ غلاموں نے گھوڑوں کی باگیں پکڑیں اور ہم نے پارکے، گھوڑے فاصلے پر بڑھا شہنشاہ نصف دہن بیویوں کے جھرمٹ میں موجود تھا۔ اس کے پیچھے اس کے شہر میں تھے۔ انہیں عورتوں میں، میں نے آگے آگے دیکھا اور جب میں نے آگے بڑھا تو گاہ ڈائی تو وہ بھی سگتی ہوئی آگے بڑھے مجھے دیکھ کر میری نگاہ پڑنے ہی اس نے مجھ پرست نگاہ پٹائی اور دوسری طرف دیکھ کر پھر میں شہنشاہ کی اہواز سنائی دی۔

”آؤ آسمان کے بیٹے۔ اس جیٹن میں تمہاری شرکت ہمارے لئے نیک فال ہے۔ اور وہ خود ہمارے استقبال کے لئے آگے بڑھ آیا۔ پھر وہ ہمیں لئے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ ایک حصہ نشانی افواہ کے لئے مخصوص تھا بوڑھے شہنشاہ نے مجھے اپنے برابر جگہ دی اور جیسے بیٹھنے کے بعد سہاگہ گرا کے کتب شروع ہو گئے۔

جیٹن بھی جیٹن تھا۔ متنازعہ کرنے والوں کو مفتوحہ کے قتل کی اجازت تھی، بلکہ کوئی فاتح اپنے مفتوحہ کو زیر کر لیتا تو وہ فاتحانہ انداز میں عوام کی طرف دیکھتا اور عوام پر جوش ملاحظہ کرتے کہ وہ مفتوحہ کو قتل کر کے تب فاتح اپنا تھیما مفتوحہ کے بیٹے میں آتا دیتا۔ لمبی گولوں والا شہنشاہ کا خوریز مقابلے سے بہت خوش تھا۔ اڑان کے جلد میدان میں آگے تھے۔ موت کا بازار گرم تھا اور میں اس خوریزوں کے بائیں میں سوتا رہا تھا۔ بایساکو وقت میسر پاس موجود نہیں تھی۔ وہ دوسری عورتوں میں شامل ہو گئی تھی۔ کئی گھنٹے تک یہ غوغا مقابلے جاری ہے۔ پھر ختم ہو گئے۔ جیتنے والوں کو میسر ہاتھوں سے انعام دلوانے گئے۔ عوام کی بہت بڑی تالیاں بچھے دیکھ رہی تھی یہ اشیاء تھا کہ مجھے بھی کسی سے جنگ کرنے کی دعوت دی جائے گی، لیکن کون تھا جو میسر مقابلے آنے کی حماقت کرتا۔ اس کے بعد میں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ جانوروں کی کھالوں سے بنی ہوئی ایک چمڑے سے میدان میں لائی گئی۔ جس میں عجیب انداز میں نکلنے کی شکل کی گئی تھی۔ اس میں سے بھی لگے ہوئے تھے اداس کے ساتھ ہی وہ رنگ کے معنوں گھوڑے بھی تھے جن پر موٹی رسی لٹی ہوئی تھی۔

شہنشاہ میری طرف جھکا۔ اوڑن نے کہا۔ یہ ہمارا تو قتل ہے۔ یہ ایجاد کیا ہوا۔ تم یقیناً اسے دیکھ کر غفلت ہو گے۔ میں نے انسان کے فضا میں پرواز کرنے کی بات کی تھی۔ اب تم اس کا عملی مظاہرہ دیکھو گے اس کھیل کی ابتدا میں کروں گا! شہنشاہ اٹھ گیا۔ اس نے اپنی بیویوں کے

ساتھ کی طرف دیکھا۔ سب اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ تب اس نے لاشی۔ آؤ۔ آج اس کھیل میں تم بھی میسر ساتھ شریک ہو گے۔ اور ایک نوجوان ملکہ شکر قاق ہوئی آگے بڑھا آئی۔ شہنشاہ کی

اہواز سے اس نے اپنا لباس اتار کر اس کے نیچے ایک چست لباس پہن لیا اور شہنشاہ نے بھی لباس اتار دیا اور آگے بڑھ آیا۔ لاشی اس کے ساتھ تھی۔

شہنشاہ کے آگے بڑھتے ہی میں نے شوخ غل کرنا شروع کر دیا اور ملکہ لاشی کے نام کے نمسے لگا دیے تھے، درحقیقت میں اس کھیل کو نہیں سمجھ سکتا تھا چنانچہ میں دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ کہہ کر آتا چاہتے ہیں۔ شہنشاہ چوڑے کپڑوں کے قریب پہنچ گیا اور اس گھوڑے کے جسم پر ڈالی جانے والی رکاب کی طرح چار چھتے لگے تھے۔ شہنشاہ نے جویم کی طرف اور پھر میری طرف ہاتھ دلوایا اور پھر رکاب میں اٹھ گیا اس کی ملکہ نے بھی ایسی ہی کیا تھا۔ پھر ایک بہت لمبی رسی گھول کر کھالوں پر بندھی ہوئی چننی سے کھول کر اس پر کورٹھے میں باندھ دی گئی اور شہنشاہ اور ملکہ نے وہ رسی پکڑ لی۔ تب دو ساتیں گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور ان کے بعد خوفناک انداز میں موصول ہونے لگے! بات اب کچھ کچھ میری کچھ الٹی ہو رہی تھی۔ لیکن اتنے خیرات ایگر کھیل کا میں تھوڑے ہی نہیں کر سکتا تھا۔ پھر آخری بار دھواں زور سے بچے اس کے ساتھ ہی ایک آواز آئی او گھول رہے تھے۔ سائیسوں نے گھوڑوں کو اڑا کر گاڑی گھوڑے برق رفتاری سے دوڑنے لگے اور چوکور شے زمیں سے بلند ہونے لگی۔ بلند اور بلند۔ شہنشاہ اور ملکہ بھی اس کے ساتھ چپکے ہوئے تھے اور گھول کے کندھوں سے بندھے ہوئی چننی آہستہ آہستہ نکل رہی تھی جس کی وجہ سے وہ آواز بھی آتی تھی اور ملکہ اور شہنشاہ بلند ہونے جارہے تھے۔ میں جرت میں ہمارے اس عجیب کھیل کو دیکھ رہا تھا۔ بلاشبہ مجھے انسان کی یہ طرار

بھی کھیل بہت پسند آیا جو کچھ بھی تھا شہنشاہ جہاں جہاں تھا اور زمین سے اتنی بلندی پر نہانا بہت خطرناک تھا گھوڑے کافی

دیر تک دوڑتے رہے شہنشاہ جب عوام کے اوپر سے گزرتا تو لوگ سے دیکھ کر پرجوش نمسے لگاتے، تالیاں بجاتے اور بہت خوش ہوتے تھے شہنشاہ بھی یہی کرتا تھا۔ ہاتھ سے پکڑ کر ان کی طرف ہاتھ دلاتا۔ گھوڑوں نے تقویٰ میل کے ایک درجن چکر لگائے اور پھر ان کی رفتار سست ہونے لگی۔

ملکہ اور شہنشاہ ایک خاص انداز میں نیچے اتر رہے تھے، پھر وہ زمیں پر اتر گئے۔ لوگوں کے شور سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ اپنی جگہ واپس واپس پہنچ گئے اور شہنشاہ نے جیسے قریب پہنچ کر کہا۔

”کیا تمہیں یہ کھیل پسند آیا آسمان کے بیٹے؟“  
 ”جی ہاں۔ میں نے اپنی زندگی میں کسی ایسے کھیل کا تصور بھی نہیں کیا

”یہ میری یاد ہے۔ اور اس میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔ بس تھی کچھ کھڑے ہو۔ باقی کام گھوڑوں اور سائیسوں کا ہے۔ دیکھو ابھی دوسرے لوگ بھی اس کا مظاہرہ کر رہے ہیں وہ پھر رسی کے نزدیک بیٹھ گیا۔ میدان میں دو نئے گھوڑے اور چند لوگ آگئے تھے۔ ان لوگوں نے بھی خاص طور سے اس کھیل کی شوق کی تھی، ایک کے بعد دوسرا آدمی آگیا میں اس کھیل میں موجود درحقیقت مجھے یہ بہت آسان اور بہت دلچسپ لگا تب شہنشاہ نے جھک کر میرے کان میں کہا۔

”اگر تم اس کھیل کا مظاہرہ کرنا چاہو تو میسر وطن کے لوگ تہذیبی مزہ عزت کریں گے۔ میری خواہش ہے کہ تم بایساکو ساتھ لے کر آسمان کی سیر کرو۔“

”میں تیار ہوں۔“ میں نے کہا اور شہنشاہ بہت خوش ہوا۔ اس نے اعلان کر دیا۔ کہ آسمان کا بیٹا فضاؤں میں پرواز کرے گا اور بایساکو اس کے ساتھ ہوگی۔ میسر نے خصوصی انتظامات کئے جانے لگے، بایساکو خوشی سے میسر نزدیک آگئی تھی!

”مجھے بھی کھیل بہت پسند ہے اور پھر تم ساتھ ہو گے تو کس بات کا خوف ہے۔ اس نے کہا اور تالیاں اور نعروں کے شور میں میں بیٹھا کے ساتھ میدان میں آگیا۔ اس دوران میں ہی پرواز کرنے کی تیاریاں ہو گیا تھا اس لئے میں اطمینان سے پورے کی تنگ میں کھڑا ہو گیا۔ بایساکو میسر نزدیک تھی۔ اس کا چہرہ خوشی سے گلزارا تھا کیونکہ عوام کی نگاہیں میں بھی اس کا یہ اعزاز آگیا تھا کہ وہ آسمان کے بیٹے کی منظوریت سے جانا چاہتا ہے۔ چنانچہ وہ گھوڑوں پر سائیس سوار ہو گئے۔ دھواں بچنے اور ہم دونوں فضا میں بلند ہونے لگے! میرا دل خوشی سے دھڑک رہا تھا



باندی زیادہ سے زیادہ ہوتی جا رہی تھی نیچے موجود لوگ ننھے ننھے مکھنوں کی مانند نظر آنے لگے تھے، دوسرے آراء کی حمایت بھی صاف دیکھائی دے رہی تھیں۔! بانیہ پہلے قہر سے خوفزدہ ہوتی، لیکن پھر وہ بھی اس انوکھی پرواز سے لطف اندوز ہونے لگی، گھوڑے میلان کے سر پہ پہنچ رہے تھے۔ ہم دھواں اٹھانے والے پہاڑ کی طرف بڑھ رہے تھے اور پھر ہم اس کے اوپر سے گزرتے۔ سخت تپش تھی۔ یا یہاں ایک باتہ خوفزدہ ہو گئی، لیکن میں نے چیخ کر اسے دلا دیا۔ گھوڑے پہاڑ سے گھوم کر نکل آئے، اگر کوئی شے سے تباہاں بن جائے تھے، چیخ رہے تھے، میری طرف دیکھ کر ہاتھ بالا سے قہر اٹھانے لے پھر میلان کا پتھر لگایا۔ ہم کافی بلندی پہنچ چکے تھے، میری نگاہیں اس جگہ تھیں، جہاں شہنشاہ اور شیر و فہر کھڑے ہوئے تھے، دفعتاً شہنشاہ نے ہاتھ اٹھایا۔ اسی کے ہاتھ میں ایک سرخ کپڑا تھا۔ وہ زور زور سے سرخ کپڑا ہلاتے گا، ہم بڑبڑک دھواں اٹھانے والے پہاڑ کے دہانے پہنچنے کا باعث تھے، تب شہنشاہ نے سرخ کپڑا نیچے گر لایا اور اس کے ساتھ ہی گھوڑے دوڑا اڑا لے سائیسوں نے وہ رسیاں کاٹ دیں، جو گھوڑوں کے کندھوں سے بندھے ہوئے تھیں سے منکس تھیں۔ اس وقت ہم آتش فشاں کے سرخ دہانے کے مین اور پر تھے۔ رسیاں کٹنے ہی جا رہی تھیں کہ چار منٹ ہو گئی اور ہم کسی تپری کی طرح نیچے گرنے لگے۔!

[illegible]

ادا کے لئے کو کسوں ہلاک کر دیا۔ وہ تو برکتوں کا منظر تھا لوگ جگہ جگہ  
 اور لگے یہی جگہیں بنائیں کہہ رہے تھے۔  
 میں نے ان میں سے چند لوگوں کی گفتگو سنی، پھر ان سے پتہ چلا  
 کہ کھیت میں پڑا سیرے زمین میں ایک ممکن منصوبہ موجود تھا، قلعہ میں  
 کافی دن گزار چکا تھا اس لئے وہاں کہے پتے پتے سے واقف ہو گیا تھا۔  
 یہ معلوم تھا کہ کہاں سے قلعہ میں داخل ہوتے ہوئے میں پہلے داروں کی  
 گولیاں سے محفوظ رہ سکتا ہوں پھر انچیم میں محل کی داخلی رست سے اندر داخل  
 ہو جاؤں۔ محل روشنیوں سے جگمگا رہتا تھا اسی وہاں رات نہیں ہوتی تھی اور پھر یہ  
 لوگ کہ رات تھی۔ شہنشاہ نے ایک بڑا منظم کام سرانجام دیا تھا۔ میں  
 اس وقت حصوں سے گزرتا ہوا پھر ہالوں کی نگاہوں سے بچتا اس بڑے ہال میں  
 ایک ایک بیان شہنشاہ اپنے شیروں کے ساتھ موجود تھا۔

کامیاب میل ملی تھی اور اگر میں غیر معمولی طاقتوں کا حامل نہ ہوتا تو کوئی ہے جو اس کی یالی گولیاہیں سے روک نہ سکتا تھا۔ میرا حال ابھی میں جانتا تھا کہ اس کی چال نامکام ہوگی۔ لیکن بہت جلد دوسرے لوگ بھی جان بانیگے کہ میں نے سوچا اور میری نے وہ بگڑ چھوڑی۔ اب مجھے اکاشا کی تلاش تھی۔ ہاں اکاشا جو مجھے پہانتی تھی اور بانیسا کی موت کے بعد وہ میری بہت کی۔ خدا رحمتی۔ میں اس کا خاتمہ سے بخش دینا چاہتا تھا؟ چنانچہ میں اسے تلاش کرنے لگا۔ پہلا مرحلہ ابھی تک مجھے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ میں ان لوگوں کی دکانوں سے پتا چلا۔ اس کرے کے نزدیک پہنچ گیا۔ چال اکاشا تھی۔ اکاشا کے کہے میں نینا کی پھیلی ہوئی تھی۔ عرف دی تھی جسے کتا کے واقعے کا دل سے ہرگز بلیسا اس کی بہن تھی اور میں اس کا جواب۔ ان دونوں کی موت عرف سے ملگھ کر کتنی تھی اس لئے اس کے کہے میں مسرت کی روشنیوں ہوتی۔!



آہ۔ میری بی بی آہ۔ آکا شادوں ہاتھوں سے منہ چپکے  
رہنے لگی، تب میں نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔  
”اٹھو آکا شاد۔ ہمیں یہاں سے نکل جانا ہے۔ ہمیں اس بی بی  
بھی نہیں رگڑنا چاہیے۔ تمہارا باپ تمہارے باپ سے ویسا ہی سوتھ سکتا  
ہے جیسا اس نے تمہاری بی بی کے باپ سے سوچا تھا۔ اٹھو ساتھ چلو۔ میں  
نہیں یہاں سے نکال کے چلوں گا۔“

”ہاں۔ وہ ظالم ہے۔ وہ خود غرض ہے۔ اسے موت اپنی  
سزا کی پیاری ہے۔ وہ اپنے علاوہ کسی دوسرے محبت نہیں کر سکتا۔ چلو  
مجھے یہاں سے لے چلو۔ میں آسان کی زمینی سے نفرت کرنے لگی ہوں اس  
زمین سے نفرت کے بناوات اٹھتے ہیں۔ مجھے یہاں سے دور لے چلو۔ بہت  
دور جہاں نفرت کی بو بچنے سکے۔“ وہ کھڑی ہو گئی۔ وہ جیسے ساتھ چلنے کے  
لئے تیار تھی۔ تب میں اسے لے ہوئے کہے سے نکل آیا۔

”آؤ۔ میں محل سے باہر جانے کا خفیہ راستہ نہیں بتاؤں۔ وہ  
راستہ جس سے نکل کر ایک رات میں تمہارے پاس گئی تھی۔ اور وہاں آگئی تھی۔“  
اس نے کہا اور مجھے لے ہوئے محل کے قہقی جسے کی طرف چل پڑی۔ کئی باہر  
سے گزر کر وہ ایک کمرے میں پہنچی اور پھر کمرے کی دیوار کے ایک خفیہ دروازے  
سے محل سے باہر نکل آئی۔ یہاں ایک اعلیٰ موجود تھا جس میں شاندار گھوڑے  
بندھے ہوئے تھے۔ میں ان گھوڑوں کو دیکھ کر خوش ہو گیا۔ مشکلات خود بخود  
حل ہو رہی تھیں۔

تب میں نے اس سے کہا۔ ”تم یہاں میرا انتظار کرو آکا شاد میں  
ابھی واپس آتا ہوں۔“

”کہاں جا رہے ہو؟ واپس نہ جاؤ۔ وہ پھیرے تم پر جھپٹ پڑے۔“  
اس نے میرا بازو پکڑ لیا۔

”بھیر یوں کے مرض کا بہترین علاج میسکے پاس موجود ہے آکا شاد  
اس وقت تک انتظار کرو جب تک میں واپس نہ آتا ہوں۔“ میں نے کہا اور  
بازو چھڑا کر واپس چل پڑا۔ میں پھر اسی راستے پر واپس جا رہا تھا جہاں میں نے  
ان لوگوں کو دیکھا تھا۔ میسکے ہونٹ جیسے ہوتے تھے انکھوں سے ٹپٹپٹ نکلتے  
تھے۔ میں لمبی گون دالے سکار سے آخری طاقت کو نکال رہا تھا۔ اسے بتانا  
چاہتا تھا کہ وہ چراپنے امتی شہروں کی نگاہیں ایک ذہین باڑھا ہے وہ حقیقت  
گدھا ہے۔ اس نے میری قوت کا لحاظ اندازہ لگایا تھا اور وہ اپنی اس چال  
میں بھی بری طرح ناکام رہا ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد میں واپس اس کمرے کے دروازے پر پہنچ  
گیا جہاں اب شرب کا دور میں رہا تھا شہنشاہ کے شیر کا نام لے کر پڑی تھی

تھے اور ایک نیم برتن زفاہ سازوں کی دھبی پر تھک رہی تھی۔ میں نے کمرے  
کے دروازے کو دھکیلا اور اندر داخل ہو گیا۔ زندوں کے ہاتھ سے عام  
گر جڑے۔ زفاہ کے قدم رک گئے۔ شہنشاہ کی اعلیٰ حیرت سے پوچھ گچھ  
سازندوں کے دم خشک ہو گئے۔ اس وقت میں شہنشاہ تھا اور جڑی شہنشاہ  
ان کے سامنے کھڑا تھا۔

”بے وقوف بزدل۔ تو اپنی چال پر بہت مغرور ہے میری نفی  
کو بھول گیا تھا ہاں تو آسمان کا بیٹا کہہ کر مجھے بے وقوف بنانے میں کوشش تھا  
لیکن دیکھ تو کس طرح ناکام رہا ہے۔ تو نے آگ اگلنے والے پانی کے دہانے  
میں گور کو صوف دینی جی سے انتقام لیا ہے۔ ہاں وہ ان پتھروں میں شامل ہو گئی  
لیکن وہ آگ دو تھانوں کے منظر پر نظر کو کیسے جلا سکتی تھی، تو نے آگ کو میری  
زندگی کا ایک جزو ہے، اگر تو ان پہلوؤں سے پوچھتا تو وہ مجھے قبول کرنے  
سے انکار کر دیتے۔ پاگل ہو کر تو خود کو چالاک سمجھتا ہے لیکن تو وہ  
زمین کا سب سے بڑا امت ہے۔ سوائے بر قوت کے ساتھ۔ تمہارے شہنشاہ  
نے آسان کے زوال کو موت دی ہے اس نے ان قوتوں کو مٹایا کیسا ہے  
جو تمہاری قسمیں بدلنے پر قادر تھیں۔ سوتھ تھکے اس امتی شہنشاہ سے ہوتے  
آسان کی قسمت پر سیاہی مل دی ہے۔ میں جا رہا ہوں کیونکہ یہ قصص کی  
بستی نہیں ہے۔ اگر میں یہاں رہتا۔ مجھے صحیح مقام دیا جاتا تو آسان کی بستی  
میں چار جگہ تک سکتے تھے۔ لیکن اب منتظر ہو کر آسان کے تلوے بورت مکان  
کھنڈرات میں بدل جائیں گے۔ تمہاری اولادیں غلام ہوں گی۔ تمہارے ظالم  
کا جواب طلب کیا جائے گا اور یہ تباہی و بربادی تم پر عرصہ تمہارے اس  
بے وقوف شہنشاہ کی وجہ سے نازل ہو گی۔ اس وقت تم سب کا حق ہو گا کہ  
تم اس سے حساب لو۔ صرف اس سے۔“

خوفزدہ لوگوں کے ہم کا پھینکے، خود شہنشاہ کی بری حالت  
تھی۔ اس نے مجھے بھی کہا تھا کہ سب کی زندگیاں میسکے ہاتھوں میں ہیں میں  
چاروں تو تھیں اس لیے جو بستی کی طرح مسل سکتا ہوں، لیکن تمہاری زندگی اس  
وقت تک محفوظ ہے جب تک تم آسان کا حشر اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لو  
میں واپس چل پڑا۔ اور جی ہی میں نے دروازے سے قدم  
نکالے، ایک کان پھاڑ دینے والی جھک پڑی ہوئی، شہنشاہ نے اس گھٹنے  
پر تھوڑی ماری تھی جو شہنشاہ کے بالام تھا کیونکہ میں نے ہر کونے سے  
سلحہ مانتھوں کو شہنشاہ کے بال کی طرف دوڑتے دیکھا۔

میں بھی ان کی نگاہ پر کھڑکھڑنے لگا اور ان کی آنکھوں میں  
خفیہ راستے کے دروازے پر پہنچ گیا جو مجھے آکا شاد نے بتایا تھا۔ محل سے  
باہر جانے والی شرب میں دوڑتا ہوا بالآخر میں آکا شاد کے پاس پہنچ گیا۔

”اس کی آنکھوں سے اب بھی آنسو رواں تھے۔ وہ شاید بائیساکو یا کوکے  
دھبی تھی۔ میں نے ایک ہاتھ سے اسے سمجھا اور دوسرے ہاتھ سے  
اسے ہاتھوں کے کی رسی کھول لی۔ پھر میں نے آکا شاد کو اس پر سوار  
کرا اور خود بھی گھوڑے پر بیٹھ کر اسے ایڑ لگا دی، آکا شاد جیسے سینے سے  
پانی پانی تھی۔ گھوڑا ایک نامور راستے پر دوڑنے لگا۔

”مجھے آسان سے باہر جانے کا راستہ بتاؤ آکا شاد۔“ میں نے کہا  
”میں صحیح رخ پر جا رہے ہیں۔ آکا شاد نے کہا۔ اور میں نے گھوڑے  
کی رفتار کم کر دی۔ ناہوار میدان کے طے کے ہم ایک کچی جڑی پر اتر گئے جس کی  
کئی ٹائیں تھیں یہاں آکا شاد نے میری پٹائی کی اور میں نے گھوڑے کو ایک  
پتھر پر ٹوڑ دیا لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے اپنے بائیں ہاتھ سے شہنشاہ اور  
اس کی نگاہیں اس طرف اٹھ گئیں، بہت سی شعلیں دور رہی تھیں، لہذا  
وہاں ہی گھوڑے سوار تھے جو کہ جیسا تھا ان کی پٹری اور تھکے کی میں نے  
ایک بار دوڑی۔ اس کے بال خبر رمانی کا نظام اچھا تھا، وہ اتنی جلد پڑی  
اور پڑ جاتا لیکن نہیں تھا۔ شہنشاہ چاروں طرف گشت کرنے والوں کو  
بھڑکار کر اطلاع دے دی تھی، کیونکہ ایک دوسری طرف سے  
گھاتے ہوئے بھی میں نے شیشیں دیکھیں جو تیزی سے دوڑ رہی تھیں، لیکن  
میں حال ان کا فائدہ بہت تھا اور میرا گھوڑا جس رفتار سے دوڑ رہا تھا اس کے  
بالوں کی امان کوئی خطرہ بھی نہیں تھا۔

”تم مضبوطی سے جھکی رہنا آکا شاد۔ یہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں  
ہو اور وہ اپنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے کہا اور آکا شاد نے گھوڑے کو  
مضبوطی سے پکڑ لیا۔“ ویسے مجھے احساس تھا کہ طاقتور گھوڑا اس رفتار سے نہیں  
دوڑ رہا ہے اسے آگے دوڑنا چاہیے۔ تاہم مجھے کسی بات کی پڑا نہیں تھی۔  
شعلیں اب کچا ہو گئی تھیں۔ وہ چاروں طرف سے آتے تھے  
اور اب ان کے گھوڑے سیدھے میں دوڑ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں شہر  
میں داخل آئے۔ میرا رخ اسی ویرانے کی طرف تھا جہاں سے میں یہاں آیا تھا  
کوئی فائدہ نہ رہا تھا لیکن اس کے باوجود میں کافی ہمارت سے  
گھبراؤں اور رہا تھا۔ اگر آکا شاد میرے ساتھ نہ ہوتی تو میں گھبراؤں کو بھی  
اس کا اندازہ پڑی کر سکتا تھا۔ لیکن اس وقت آکا شاد کی زندگی کا سوال بھی  
میں سامنے تھا۔

میں نے کمرے پر بھی حضور زوت الہی کے لوگ تھے کیونکہ  
ان کے پاس ایک کمرہ میں تھی، البتہ ان کی تعداد کم ہوتی جا رہی تھی۔  
ان کے لیے کمرے میں ایک کمرہ بار میں نے کسی مشعل کو زمین میں پھینک دیا  
تھا۔ ناہان گھوڑے شوکر کھڑا کہ وہ مجھے منہ گیسے تھے اور پھر جڑی

حشر ہوتا ہو۔

آکا شاد نے چالی جا رہی تھی اور قوت گزرتا رہا۔ میں نے گھوڑے  
کا جوش و خروش سروسر تاجار ہاتھا۔ میرا وزن معمولی نہیں تھا۔ اس کے  
علاوہ آکا شاد بھی اچھے تھ تو شکیں کی مالک تھی چنانچہ گھوڑے کو کافی وزن بچ  
دوڑنا پڑ رہا تھا اور اب اس کے انداز سے ٹھکانے تشریف بردہ تھی لیکن  
ابھی میں اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ دوسری طرف مشعل برداروں کا  
فائدہ کم ہوتا جا رہا تھا۔ ایک طویل اور تھک کا دینے والا سفر جاری تھا۔

رات کی روشنی دھلتی گئی۔ چاندنی بے رونق ہو گئی اور پھر صبح  
کی شفق چھوٹنے لگی، میں نے پٹ کر دیکھا۔ مشعل برداروں کا ایک ہتھ  
اب بھی میسکے چھپے تھا ان کی تعداد کے بائیں میں نے اندازہ لگا یا کہ  
کم از کم پندرہ سے تیس تک تھے گویا جس وقت پورا گروہ میسکے چھپے تھا  
اس وقت اس کی تعداد اسی فٹے سے کسی طرح کم نہیں تھی۔ یہ افراد  
میسکے بہت قریب پہنچ گئے تھے۔ اور پھر وہ اتنے قریب آ گئے کہ انہوں  
نے پشت سے حمل شروع کر دیا، وہ مشعلیں پھینک کر مار رہے تھے کسی  
شعلیں پڑی پشت سے لگیں اور میں خوش ہوا کہ آکا شاد کو کچھ بھی نہیں چھایا  
تھا ورنہ وہ لہذا زخمی ہو جی ہوتی۔ اب تو وہ سیکر چوڑے چمک رہا  
میں تھی اور مجھے سے کئے ہوئے حملے کا سیاہ ہو سکتے تھے۔ وہ بائیں سر  
تو آگ کی شعلیں مجھے کیا نقصان پہنچا سکتی تھیں، ہاں ان سے اٹنے والی  
پنگاریوں سے گھوڑے کی پشت پر زخمی ہو جی تھی، لیکن اس سے ایک  
فائدہ بھی ہوا تھا۔ گھوڑے نے تکلیف کی وجہ سے رفتار کم کر دی تھی اس  
طرح ایک بار پھر میرا لان سے کافی فائدہ ہو گیا۔ لیکن ایسا محسوس ہوا تھا کہ  
ان سے مقابلہ کے بغیر جارا کا نہیں تھا۔ وہ تو آتے ہیں چلے آ رہے تھے  
میرا گھوڑا پوری طاقت صرف کر کے دوڑ رہا تھا، اس کے بعد اس کے قدم  
یقیناً شست ہو جائیں گے اور تعاقب کرنے والے ہمیں آئیں گے مجھے تو  
ان کی پرواہ نہیں تھی، لیکن اس جنگ میں آکا شاد کو بھی نقصان پہنچ  
سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے گردن جھکانی اور آکا شاد کے کان میں بولا۔

”آکا شاد!“

”ہوں۔“ اس نے کراہتی ہوئی آواز میں کہا ”میں سمجھ گیا کہ  
آکا شاد بھی اب تھک گئی ہے۔ ممکن ہے تھوڑی دیر اور اسی طرح دوڑ  
رہے ہیں وہ بے ہوش ہو جائے۔ یہ چال وہ غور تھی چنانچہ میں نے ہمد  
”آکا شاد کو کھالو۔“ گھوڑے کی گاہیں پکڑ لو۔ میں گھوڑے  
سے کود رہا ہوں، تم اسے تھوڑی دیر تک لے جاؤ۔ اور پھر آتی دوڑ  
اس جنگ کا نظارہ کرو جو۔“ ابھی ہونے والی ہے کہ تم اس کی زد







”میں تمہارے اس جذبے کی قدر کرتا ہوں۔“ میں نے دل سے کہا۔ یوں بھی تم ایک ایسا پسند لوگ ہو۔ مجھے وہ لمحات یاد ہیں جب تم نے بائیس کا پینا مجھے دیا تھا۔ حالانکہ تم خود بھی مجھے چاہتی تھیں۔ ”میسٹر ان“ غلط پراس نے جیسے ہی لگا ہوں میری طرف دیکھا، لیکن نہ ان کے ذہن بل۔

”کیا تم میسٹر ساتھ زندگی گزارنا پسند کرو گی اکاشا۔“ میں نے کہا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔ پھر اس کی سسکیاں سنائی دیں، اور اس نے روتے ہوئے کہا۔

”مجھ سے یہ نہ ہو سکے گا! یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا آسمان کے بیٹے۔ تم بائیس کے محبوب ہو۔ اور میں مرنے کے بعد اسے تکلیف نہیں دینا چاہتی!۔“ میسٹر دم لگ گئے۔ میں اس غلطی کو تو تجب سے دیکھتے لگا! پھر میں نے ایک گہری سانس لی۔ یہ حقیقت تھی مجھے اس کے جذبات کو نہیں پہچانے گا کوئی حق نہیں تھا۔ اس کے بعد میں خاموشی سفر کرنے لگا! وہ دونوں ہاتھ منہ پر رکھے مسکایاں لیتی رہی۔ کافی دور پہل سفر کرنے کے بعد میں بھی گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اب مجھے کسی ایسی جگہ کی تلاش تھی جہاں میں شکار مل سکے، جھوک لگی تھی اور سوہنہ کافی چہرہ آقا۔ گھوڑے سست دروی سے دوڑتے تھے، اکاشا اب بھول گئی تھی۔ اس کا گھوڑا میسٹر گھوڑے کے برابر دوڑ رہا تھا۔ اس طرح ہم اس جگہ سے کافی دور نکل آئے جہاں لاشیں چری تھیں۔ تب مجھے دور سے وہ جھرتے نظر آئے جہاں میں نے ملکہ ساریتہ کو پہلی بار دیکھا تھا۔ میں خوشی سے اٹھ پڑا۔ کیونکہ اس جگہ میں نے کافی وقت گزارا تھا اور مجھے معلوم تھا کہ وہاں شکار بھی موجود ہے۔ میں نے گھوڑے کو اڑا لگائی، اکاشا کے گھوڑے کی رفتار بھی تیز ہو گئی تھی۔ شاید گھوڑوں نے بھی پانی کی تلاش کی تھی اس لئے وہ بھی تیز دوڑ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم جھرتوں کے قریب پہنچ گئے۔ گھوڑے پانی پر چھپتے پڑے تھے۔ میں نے اکاشا کو سہلا دے کر ڈال دیا۔ اور پھر میرے لئے ہوئے اس خوبصورت جگہ پہنچ گیا جہاں میں نے ساریتہ کے ساتھ پہلی رات گزار دی تھی۔ اکاشا دلچسپ لگا رہا سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر کچھ نشانات دیکھ کر اس کے چہرے پر تشویش کے آثار ابھر آئے۔

”کیا بات ہے۔“ میں نے اس سے پوچھا۔  
”میں اس سے جلدی نہیں چلاؤں۔ شاید یہاں ہی دتے اور ہر گز نہیں۔ یہ دیکھوان کے قیام کے نشانات۔“ اس نے زمین کی طرف اشارہ کیا۔



میسٹر بڑوں پر سوار ہو چکے تھے۔ میں جانتا تھا کہ کسی بڑی گشتی دتے کے نہیں تھے بلکہ ساریتہ کے نقشے تھے دیگر ساریتہ دت کی آغوش میں سرگرم تھیں۔ یہ تمہارے ملک کے گشتی دتے ان پہاڑوں میں کیوں بچے ہو۔

”باغیوں کی تلاش میں۔“ جگر سارنہ کے دشمن ہیں۔ ان معصومیت سے جواب دیا اور میں گون جانے لگا۔

”کیا تم مجھے ان باغیوں کے بارے میں کچھ بتاؤ گی اکاشا۔“ میں نے اس سے پوچھا اور معصوم لڑکی میری شکل دیکھنے لگی۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

”مجھے ان کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ میں نے جو کچھ سنا ہے وہ ہے کہ: وہ لوگ ظالم ہیں، ’میسٹر‘ ہیں، وہ بستیوں کو آگ لگا دیتے ہیں، آرمائے سے نفرت ہے اور وہ آرمائے کی تباہی کے خواہشمند ہیں۔ اس کے علاوہ کہ وہ ہم سے کڑ ہیں وہ ہمارے زیریں آرمائے نہیں کرتے۔ شہنشاہ کے حکم مطابق آرمائے کے سر باندھے پڑھیں کہ وہ کسی باغی کو دیکھتے تو فوراً اسے کھسے یا اگر ان کی تعداد زیادہ دیکھے تو فوجیوں کو اطلاع دے جانے کی کوشش سرگرداں ہوتے ہیں، تاکہ فوجی انھیں ٹھکانے لگا دیں۔“ اکاشا نے جواب دیا اور بڑوں پر سوار ہو چکے تھے۔

”خود ہمارے ان کے بارے میں کیا خیال ہے اکاشا۔“ میں نے پوچھا۔  
”میں۔“ میں نے ٹوٹ کر کہا ان کے بارے میں میں سوچا۔ ہاں پہاڑوں کی بیکر کرتے ہوئے میں ان سے غور و خوض ضرور رہی ہوں۔ لیکن لیکن ہے شہنشاہ ان کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ ہاں کیونکہ شہنشاہ کے بارے میں میں بتاؤ وہ جیسے پسند نہیں کرتا اس کے بارے میں میں طرح طرح کی افواہیں پھیلاتا تھا۔ تب لیکن کہ اکاشا۔ اس نے پہاڑ والوں کے بارے میں پہاڑوں سے سب کچھ غلط کہا ہے۔ وہ بھی ہماری طرح انسان ہیں۔ وہ بھی ہماری طرح امن و سکون کی زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ رنگ نسل کوئی چیز نہیں انسان ایک ہی خاندان سے پیدا ہوتے ہیں، ایک ہی طرح مرتے ہیں پھر ان کا ظلم کیوں ہے۔ شہنشاہ کو ان سے یہ شکایت ہے کہ وہ بڑے ہی کیوں کرتے۔ وہ دوسروں کی طرح اس کے ظلم کیوں نہیں بن جاتے۔ یہ کہ وہ اپنے طور پر زندگی گزارنے کے خواہشمند ہیں، وہ آرمائے والوں سے نہیں کتے بلکہ ان سے برابری کا حق مانگتے ہیں۔“  
”یقیناً! اکاشا نے کہا۔“ شہنشاہ بہت غلط ہے۔

اکاشا میں ان کے لئے نفرت کی فضا پیدا کر دی ہے۔ مگر سنو۔ تم پہاڑوں کے بارے میں سب کچھ کسے جانتے ہو۔“

”میں کائنات کا شیا ہوں اکاشا۔ میں ان کے بارے میں بھی جانتا ہوں، میں ان کے بارے میں کوئی نہیں جانتا۔ میں پہاڑ والوں کے قریب رہ چکا ہوں وہ میری عزت کرتے ہیں، میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ میں آرمائے والوں سے مل کر آگ لگا دوں گا وہ انہیں پہاڑوں میں آباد ہونے کی اجازت دیدیں گے۔ وہ ان پہاڑوں کی گشتی نہیں کریں گے۔ وہ ان کا قتل مانتے نہیں کریں گے، اور یہی سب کچھ کرنے کے لئے میں آرمائے یا تھا اکاشا کہ راستے میں شہنشاہ کی ملکہ مجھے مل گئی اور اس کو لے کر مجھے اپنے جسم کے قریب میں چھپا لیا تھیں، اس کے ساتھ آرمائے والوں پہاڑوں نے میسٹر ساتھ جو ملوک کیا وہ پوری طرح تمہارے علم میں ہے۔ اس کے باوجود میں نے شہنشاہ سے پہاڑ والوں کے بارے میں گفتگو کی، میں نے اس سے کہا کہ پہاڑ والوں کو زندہ رہنے کا حق دیا جائے۔ لیکن یہ بات شہنشاہ کے دماغ میں نہیں آئی کہ سامنے رنگ کے لوگ ہیں اس کے ہم پتہ زندگی گزار سکتے ہیں۔ اور پھر اکاشا۔ میں نے پیش گوئی کر دی کہ شہنشاہ کی ضد آرمائے والوں کے لئے مصیبت بن جائے گی انہیں ایک تباہ کن نقصان سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اور یہی ہو گی تمہاری سون۔ ہم پہاڑ والوں میں ہیں یہی ہے۔ وہ آرمائے پر برسرے کے لئے تیار ہوں گے اور ہماری کوئی کوشش انہیں نہیں روک سکے گی۔“

مگر یہ وہاں کیوں نہیں ہوتے ہیں۔“ اکاشا نے خوفناک انداز میں پوچھا۔

”میں نے ان سے وعدہ کیا ہے اکاشا۔ اور وعدہ ضرور پورا کروا دیتے۔“

مگر وہ مجھے دیکھتے ہی تھل کر دیں گے۔ وہ پہچان لیں گے کہ میں کہہ رہی ہوں۔“

”یہ خیال تمہارے دماغ میں صرف اس لئے آیا ہے کہ تم ان سے ادا کرتے ہو۔ وہ اتنے خوش نہیں ہیں کہ ایسا کریں۔ تم ان کے بارے میں ادا کرنے میں ناکام دو۔ ہاں۔ آرمائے کی تباہی کو میں نہ روک سکوں گا۔“  
”مجھے آرمائے سے کوئی امید نہیں ہے۔ مجھے اپنے مشکل باپ سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس نے میری بہن کو آگ میں جلا دیا ہے اور اپنی گلی فرس پڑ رہی ہے ملک کے ساتھ بھی کر سکتا ہے۔“

”تب تمہیک ہے آؤ۔ آج ہم اس جگہ قیام کریں گے جہاں ملکہ ساریتہ پہلی بار مجھے ملی تھی۔“ میں نے کہا اور اکاشا چونک پڑی۔  
”وہ جگہ کہاں ہے؟“ اس نے سوال کیا۔

”یہ وہی جگہ ہے ساریتہ۔ نشانات جن کو تم ہاتھ دتے کے قیام کے نقوش کہتی ہو۔ یہاں پہلی بار ساریتہ مجھے ملی تھی۔ میں نے کہا۔ اور اکاشا گہری گہری سانس لینے لگی، میں نے اسے ایک مناسب جگہ بتا دیا گھوڑے چرنے لگے تھے۔ تب میں شکار کی تلاش میں لگا ہوں دوڑا لگا اور پڑھیں۔ میں نے بہت دور۔ پہاڑوں کی ایک اونچے حصے پر پہنچا۔ میں نے ہاتھ پہاڑوں کے قریب تھے۔ لیکن میں نے آج قدر طریقے سے شکار کیا پسند کیا۔ وہ طریقہ جو بعد میں پہلے رائج تھا اور اکاشا مجھے برقی طرح دوتے دیکھتی رہی، پہاڑوں کی تلاش دیکھ کر تھک رہی تھی، لیکن میرا اہلہ ان سے کم سے کم ہونا چاہتا تھا۔ اور پھر ایک دور تاوجہاں میں ایک ہاتھ لگایا۔ کدو جانور نے وفایت کرنے کی کوشش کر، لیکن اس کے ذریعے ایک میسٹر ہم پر ناکاف تھے۔ میں اسے بازوؤں میں روپے ہونے والوں کا شکار کے پاس پہنچ گیا۔ اکاشا انھیں چھاد مجھے دیکھ رہی تھی تب میں نے جوں کو دھت کیا اور شکار کے ذریعے آگ لگائی کر کے آئے بھرنے لگا۔

اکاشا بھی بھوک تھی اور میں بھی پہلی کا۔ گوشت کھڑا وہی ضرور محسوس ہوا، ہم دونوں نے خوب پیٹ بھر کر کھایا اور اکاشا کے دھڑکنے کا نشہ طاری ہو گیا، میں نے اسے ایک سایہ وار جگہ پر لٹا دیا اور گہری نیند ہو گئی۔ میں اس کے سین پر کچھ کھوڑنے لگا۔ بلاتشبہ اکاشا بھی مجھے پسند تھی اور اگر بائیس کے بجائے اکاشا پہلے میری طرف پیش قدمی کرتی تو میں اسے بھی شکار کرتا تھا۔ اب جبکہ بائیس امریکی تھی، پہاڑوں کی لڑکیاں مجھے آسمان کا شیا تصور کرتے صرف میری عزت کرتی تھیں اور خود کو سب سے قریب کے قابل نہیں سمجھتی تھیں اکاشا کی اہمیت مسلم تھی۔ میسٹر نے صرف وہی عزت تھی، لیکن اس کے ذہن پر بائیس سوار تھی۔ چنانچہ میں اپنے لگا، اگر بائیس استقلال اس کے ذہن پر سوار رہی تو۔ پھر مجھے بہت دقت پیش آئے گی۔ لیکن پھر میں نے خود کو تسلی دی۔ میں نے سوچا اکاشا کے ذہن پر تازہ زخم ہے۔ زخم مندمل ہونے کے بعد وہ خود بخود کھل جائے گی۔

اور اس کے لئے مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ وہی بھرنے تھے اور وہی بے خود کھڑے والی فضا، جہاں ساریتہ پہلی بار مجھے خوشیاں سناتیں تھیں۔ شکار کو مانگنے کے بعد اکاشا نے غسل کیا تھا، اور غسل کرنے کے بعد وہ ٹھہری تھی شام کے لئے مجھے ان سے تازہ شکار کر لیا تھا اور پھر گوشت کھانے کے بعد ہم جگہ پر آگئے۔ گنگنا پانی پھولیں اٹا رہا تھا، یہ پھولیں اکاشا کے چہرے اور جسم کو نرم کر رہی تھیں، میں نے اس کا سر اپنے ٹانگوں پر رکھا اور میں نے اکاشا کے جسم میں ایک نمایاں لمبائی لٹک رہی۔ وہ خاموش لٹی تھی۔



تعمودی دیر کے بعد اکاشا سے پہلو میں بے سحر پڑی تھی۔  
اس کی آنکھیں بند تھیں ہوش نہ تھا۔ ایک عجیب سی کیفیت کا شکار تھی اس نے  
میں اسے دیکھتا رہا۔ چہرے نے آتے آواز دی۔ لیکن اس نے آنکھیں نہیں  
کھولی تھیں۔ اُس آہستہ آہستہ میری قہقہے اکاشا نے پہلی بار زندگی کا مار جانا  
نظارہ پہلی بار اس کی لذتوں سے بکھار ہوئی تھی۔ لیکن ابھی کہ پہلو اس کی کانوں  
سے پوشیدہ رہ گئے تھے۔ بنا پر وہ بار بار ہر رنگ ہی تھی میں اسے زرد گی  
دلکشی سے سیلاب کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور۔ پوری رات آنکھوں میں  
گزر گئی۔ چاندنی میں سکون آمیز سسکیاں گلکشی رہیں اور چہرہ چاندنی بھی  
سیلاب ہو کر رو گئی۔ سفید کرنوں والے اور مٹا ہوا لال سیلی آنکھیں نکالے

مستانی ایک دوسرے سے گھروشی کر رہے تھے۔ ہر گھر کے  
چائے کو چھپکے سے اطلاع کر دی اور چائے مکرانہ جو بادلوں کے غلبہ کا  
انتظام کر چکا تھا۔ ایک دوسرے میں گم بگم کر رہ گئی اور ابھار اور چھپانے  
اخلاقی بندش توڑ کر ہاتھ سروں پر آٹھکا۔ آج وہ دل سے نہ دوسرے  
تھا۔ اور آج کا شاکو اس کی پڑاؤ نہیں تھی۔ اس نے چائے کو نظر انداز کر دیا  
مجھ سے لپٹ گئی۔ میں نے بھی اس کی گھروشی کا جواب بھر پور گھروشی  
تھا۔ اور ریات بھی پھیل رات سے کسی طرح کام نہیں تھی۔ آکا شامیری آؤں  
سرکھ کر سکی۔ اور مجھے بھی چمکا گئی۔ دوسری صبح ہم حسب معمول  
تیار ہیں کرنے لگے اور ریات زندگی سے فارغ ہو کر پل پڑے۔ وہ  
یہاں سے تباہ دوشیزا رہ گئی تھی کہاں سے میں بنا کر ڈالوں سے زبردستی

اور زمین پر پڑے لوگ اٹھ گئے۔ وہ خوشی سے مریخ پر پہنچے تھے،  
اور یہاں ان کے رہنے تھے۔ وہ جیسے نام کے غریب لگا رہے تھے۔ تب باروٹ اور  
لوٹھا اراکھ جیسے ماس بیچ گئے۔ وہ دونوں گھوڑوں سے اترے اور خوشی سے

جو حکم مقدسِ اوتوئی۔ "ہارون کے کہا اور وہ دونوں جاسے  
جب ہنر سے چلے گئے۔ آکا شکوہ میں طلب کے لئے نصیحت کر رہے  
تھے۔ یہاں بڑھ کر اسے آغوش میں کھینچ لیا۔ یہ اتنا طویل تھی کہ اس کے  
بدھ ممکن ہے مجھے مصروف رہنا پڑا تاہم آکا شکوہ سننے سے لگاتار



جی کی رشتی کو رکھا۔ ہماری آنکھوں میں رات کا غما تھا۔ آکا شامو آتھے سے فارغ ہونے کے بعد جوگی اور میں غسل و وضو سے فارغ ہو کر باہر نکل آیا۔ تب میں نے دوری سے میدان کی طرف دیکھا۔ پورے میدان میں سری سر نظر آ رہے تھے۔ ان کے تھپا چمک رہے تھے۔ شخص زبردست غرضیاں منار با تھا بے پناہ خوش و خوش کا اظہار کر رہا تھا۔

بہت سی جنگیں میں دیکھی تھیں۔ بہت سوں کے ساتھ جنگ میں شریک ہوا تھا۔ لیکن اس سے قبل میری اپنی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ مجھے اپنے دلوں کی حاجت سے کوئی پوچھی نہیں تھی۔ ایک ساراں باقی کی حیثیت کی حیثیت دکھاتا تھا۔ میں نے اپنی تھپا میں غرض کے آسمان والوں کو شکست دینا چاہتا تھا اور یقیناً آسمان والوں پر بہت بڑا وقت گزرتا تھا۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر بڑھ گیا۔ تب بارگ کی لگاؤ بھر پور لگی۔ وہ اپنے تجربے کا تجربہ لوں کو نے کر سیکے پاس پہنچ گیا۔ ارکا بھی ان میں شامل تھا۔ چنانچہ ایک سرسبز پہاڑ کے عقب میں ہماری یہ جنگی ٹینک ہوئی جس میں میری رائے ان کے لئے حرف آخر تھی۔

میں نے بارگ سے پہلا سوال کیا۔ "باروک۔ کیا تو میں اور بچے بھی ہمارے ساتھ میدان جنگ میں جائیں گے؟"

"ہم سب پہاڑوں سے نکل کر بیٹوں کا رخ کرتے ہیں۔ مقدس لاٹوئی۔ سب کی خواہش ہے کہ وہ مستیاں آباد کریں۔ تیری کہی ہوئی بات پر سب کو یقین ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ تم فتح حاصل کرنے جا رہے ہیں۔ اس خوشی میں سب شریک ہونا چاہتے ہیں۔ لیکن ہوگا وہی جو توجہ دے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم اپنے آدمیوں کو چار حصوں میں تقسیم کریں گے ایک حصہ حوثوں اور بھوں کی نگہبانی کے گا اور ان کے ساتھ شریک رہے گا اگر جنگ کے دوران آسمان کے دوتے عقب سے حملہ آور ہوں گے تو وہ دوتے جنگ کرے گا ورنہ ان کی قوت محفوظ ہے گی! پہلا آسمان کے دوتے پر حملہ کرے گا۔ دوسرا حصہ زمین حصوں میں بٹ کر اس کے چاروں طرف پھیل جائے گا۔ تیسرا حصہ اپنی طاقت محفوظ رکھے گا اور اس وقت جب دوسرا حصہ اور پہلا حصہ جنگ کرتے کرتے ٹھک جائے گا۔ یہ تیسرا حصہ جنگ میں کود پڑے گا۔ آسمان والے ٹھک چکے ہوں گے اور اس مادہ دم جیسے کی خبر کی تاب نہ لائیں گے۔ چنانچہ شکست ان کا مقدمہ بن جائے گی۔ یہی صورت حال اس وقت بھی رہے گی۔ اگر آسمان والوں نے میدان میں اگر جنگ کی ہاں اس وقت جنگ کا فیصلہ ملد ہو جائے گا۔"

"بلڈ پیر وینس۔ یہ میرا پہلا جنگی پلان تھا۔ اس وقت میں نے

میں بہت سی جنگیں ہوتی ہوں گی۔ لیکن ایک تجربے کا تجربہ ملے گا۔ انداز میں نے جنگی حکمت عملی سے کام لیا ہوگا۔ لوگ غیض و غضب میں ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ ہلاک کر دیتے تھے۔ ہلاک ہو جاتے تھے البتہ ہمارے جنگ کی پہلی مثال تھی جس پر باروک اور ارکا کے علاوہ دوسرے لوگ بھی انگشت بندانہ رہ گئے۔ بات ان کی سمجھ میں آگئی تھی۔ مقابلہ کی قوت پر کانٹا لگا۔ ان کے لئے یہ پہلی جنگی حکمت عملی تھی جسے ان لوگوں نے بہت پسند کیا۔ اس کے علاوہ میں نے جھوٹی چوٹی چھوڑی کہ ان کے تجربے میں ہیران مڑیوں کی دیکھ بھال تھی یہ تجربے کا لوگ تھے۔ دوسرے جنگ میں اس کام سے فارغ ہو گئے۔ جس قدر گھوڑے مل سکتے تھے ساتھ لے گئے، باقی لوگ تھے۔ تجربہ اور اونٹ بھی تھے۔ میں غور توں اور بچوں کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ ہر سامان خود دوش لدا ہوا تھا جو پیدل چل سکتے تھے وہ پیدل تھے اور باقی ان چروں اور اونٹوں پر سوار۔ پیدل دوتے ان کے گھول تھے۔

اور پھر سوج بھٹا تو۔ ہم نے سفر شروع کر دیا۔ آکا شامی گھوڑے پر سوار تھی۔ میں ہاراک اور دو دوتے کا تجربے کا تجربہ کر رہا تھا۔ آگے آگے چل رہے تھے، میدان میں غرض و غضب سے معمور تھا۔ ہر تھپا غرضی ہلانے کے لئے بے چین تھا۔ حالانکہ پیدل چلتے تھے لیکن اس کے باوجود ہماری رفتار بہت تیز تھی۔ دوسرے وقت کا انتخاب اس طرح کیا گیا تھا کہ سورج کی حرما نیوں کا شکار نہ ہوں۔ چنانچہ صبح سو کن اس سفر جاری رہا۔ رات کو لیکن سفر جاری رہا۔ چلتے چلتے کھانے پینے سے فراغت حاصل کی گئی اور پورے رات ہم سفر کرتے رہے۔ حکمت عملی کے تحت مشعلیں روشن نہیں کی گئیں۔ ان کی ضرورت بھی نہیں تھی کیونکہ چاند ملا دوست تھا۔ آخر۔ رات گھاسا ہمارا رہنما کی اور پھر تھوڑی دیر کے لئے دوبارہ تاریکی کا سفر جاری رہا۔ صبح ہونے تک ایک طویل فاصلے پر چکا تھا۔

پھر جب سوج نے سراپا راتو میں ایک منظم لائن میں ہلائی اور کے دامن میں تھے۔ پہاڑوں کے دامن میں ہم نے آرام کیا۔ رات بھر کی گھاسا آزاری اور اس وقت تک سفر تھوڑی رکھا جب تک سوئی تھیں سراپا رات سوئی نہ وہ اپنی کا سفر شروع کیا تو ہمارے دستے تھکا دم ہو چکے تھے۔ کچھ میری مرضی کے مطابق ہو رہا تھا اور ان لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچا رہا اس لئے وہ بہت خوش تھے۔

حسب معمول ہم نے شام کو اور رات بھر سفر جاری رکھا۔ ہمارا آسمان کے کسی گشتی دستے سے بھی رابطہ نہیں ہوئی تھی۔ دوسرے دن انداز میں آرام کیا اور پھر تیسرے دن حسب معمول سفر شروع کر دیا۔

کہ جب ہوئی تو ہم دوسرے آسمان کے آثار دیکھ سکتے تھے۔ آکا آرا کاہوں نہیں تھا کیونکہ دشمن سے اس قدر قریب پہنچ کر آرام نہیں کیا جاسکتا تھا۔ البتہ یہ ہماری خام خیالی تھی کہ آسمان والوں کو اس سیلابِ ظہیم کی خبر نہیں ہوئی تھی۔ حقیقتاً ان کے کلبھوں نے انہیں کافی عرصہ پہلے ہماری آمد کی خبر دی تھی اور اس وقت وہ ہمارے پھر پور استقبال کے لئے تیار تھے ان کی فوجیں اسی میدان میں صف آرا تھیں جس میں چند روز قبل انہوں نے سالانہ جشن منایا تھا اور اب ایسا کو آتش فشاں کے حوالے کر دیا گیا تھا۔

ہم نے آسمان کی فوجوں کا جائزہ لیا۔ بلاشبہ وہ ہم سے کم تھے، لیکن ہمارے مقابلے کے لئے پوری طرح تیار تھے۔ اب مجھے احساس ہوا کہ آسمان کے گشتی رتوں سے ملاقات کیوں نہیں ہوئی۔ یقیناً تمام دستے مریت کر ایک جگہ جمع کر لئے گئے تھے۔ اور وہ جنگ کے لئے آمادہ تھے۔

"یہ اور پھر ہوا۔ میں نے باروک سے کہا۔" اب ہم آسمان والوں سے کھلم میدان میں جنگ کریں گے۔ اور ان سے سپین قیٹ کرنا کی نیت سے آسمان میں داخل ہوں گے۔"

"مقدس لاٹوئی کی برکت سے ایسا ہی ہوگا۔ ہمارے غریبیوں نے ایک درخواست کی ہے۔" باروک نے کہا۔

"وہ کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"جرنیلوں کی خواہش ہے کہ مقدس لاٹوئی کسی بلند جگہ پر ہو کر ہماری رہنمائی کرے۔ ہم اس کی تلواریں کے سلسلے میں آسمان والوں سے جنگ کریں گے۔"

"اس درخواست کے پس پردہ حقیقت کو میں سمجھتا ہوں باروک لیکن اس درخواست کو قبول نہیں کروں گا۔ ان سے کہو کہ لاٹوئی ان کے شانہ بشانہ جنگ کرے گا۔ وہ اس کی تلوار کی منہ چمک دیکھ کر جنگ کریں۔ اور تم دیکھو گے باروک کہ آسمان کے بڑے بڑے اس تلوار کی چمک سے خوفزدہ ہو چکے ہیں کہ وہ لاٹوئی کی قوت نہیں ہے۔ وہ جنگ ہوئے اور آسمان کو شکست دینے کی تلوار بھی بھروسہ کرنا یاد کرے گی۔"

"میں تیسرے حکم سے رتائی نہیں کر سکتا لاٹوئی۔ لیکن یہ میری پہلی کٹا تھی! باروک نے دلی آواز میں کہا۔

"اور میری خواہش ہے باروک کہ دل سے تمام خدشات نکال دو۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اب اس کے بعد باروک کو مزید کچھ پیشگی حرکات نہیں ہوتی، تب میں نے آکا شام سے درخواست کی! آکا شام میں چاہتا ہوں تم غور توں میں چلی جاؤ۔ اب ہم آسمان کے شاہی عمل میں ہیں گے۔"

# اردو ادب کا سیرا رخ

آپ کے جانے پہچانے مشہور ادیب اثر ثعلانی کے قلم سے

## قصبہ ہی قصبہ

طنز و مزاح سے لہاں  
ہلکے پھلکے رومانی ناولوں کے دلچسپ  
سلسلے کی دو کتابیں

## گھر کی مرغی



قیمت ۲۲ روپے

بارادری ہوئی ہے کہ یہ کتابیں پڑھ کر آپ محسوس فرمائیں گے

بورہونا چھوڑیے

مسکراتا سیکھیے

دونوں کتابیں آج ہی پیکر لیجیے

کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس ۲۲ کراچی ۱







”تم میرا یہ مطلب بالکل نہیں سمجھتے؟“

”مجھے کتنا ہی تیرے بار بار سہ پہر پھیرا۔ اب آرام کرو۔“

وہ اٹھتے ہوئے بولا۔ اور پروفیسر کی آٹھ گھنٹہ۔ دونوں لوگوں کی آٹھ گھنٹہ

تھیں۔ وہ اپنے کمرے میں آگئے۔ بڑا غامضی گہری سوت میں گم تھا اور کیا

برابر بیٹھی کچھ اور سوچ رہی تھیں۔ تب غور سے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

”وہ کیا استقامت دینا چاہتا ہے؟“

”نہیں معلوم ہوئی۔ لیکن۔ کہیں۔ کوئی گویا بڑے بوجھ سے۔“

فرزاد نے کہا۔

”کیسی گویا۔“

”وہاں ہمارے امیڈن کا سہارا ہے۔ اگر اسے کچھ ہو گیا تو اس

طوری سے باہر نکلنے کا راستہ نہ مل سکے گا۔“ فرزاد نے جواب دیا۔

”وہ جو کچھ کہہ رہا ہے۔ اگر وہی ہے تو فرزاد اسے کچھ نہ ہوگا۔“

اور پھر۔ ہم اسے روک بھی تو نہیں سکتے۔ نہ جانے وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔“

پروفیسر نے کہا اور فرزاد خاموش ہو گئی۔ پروفیسر کی کافی دیر تک خاموش رہا۔

پھر ان کے ایک گہری سانس کے کر کہا۔ ”ہر حال میں آج بھلنے سے کوئی فائدہ

ہو نہیں ہے۔ ہم تو فیصلہ جتنی حالات کش کا رہیں۔ ہر حادثے ہر واقعے کے

لئے خود کو تیار رکھو۔ اس کے بعد کوئی کچھ نہ بولا۔ اور تھوڑی دیر کے

بعد پروفیسر نے کمرہ بدلی۔ اس کے کمرے میں کافی دیر لگے لیکن اور کیا

بال ہی تھیں۔

”فرزاد۔ فرزاد نے سرگوشی کی۔“

”ہوئی۔“ فرزاد آہستہ سے بولی۔

”تم کیا سوچ رہے ہو۔“

”کچھ نہیں باقی۔“ فرزاد نے گہری سانس لی۔

”عجیب حل پڑا۔“ اس نے۔ ایسی انوکھی باتیں سننا کہ

ذہن کھو کر رہ جاتا ہے۔ یہ سچ کہ فرزاد، کیا تمہیں اکتا ہٹ کا احساس

ہوتا ہے۔“

”قطعی نہیں باقی۔ اس کے برعکس وہ تمام اگلا رہا ہے۔“

آجائے۔ ہم کہہ رہے ہیں وہ بتا رہا ہے۔ تیرے۔ تم سے واقف

نہیں ہو۔ بتاؤ کوئی سرکاری شخصیت تمہاری آنکھ میں نہیں ہے۔“

”ہاں۔“ فرزاد نے ایک گہری سانس لی۔ پھر بولا: ”فرزاد۔“

”جی ہاں۔“

”تم نے ایک بات پر غور نہیں کیا ہے۔“

”کیا۔“

”اسے ہر دور میں لوگوں کی آواز دہری ہے۔ اور اس نے

جائزہ اور ناجائز طریقے سے اس میں حاصل کر لیا ہے۔ کبھی کبھی تو مجھے خوف

لگسوں ہونے لگتا ہے۔“

”کیسا غول باہی۔“ فرزاد نے سرگوشی کی۔

”تم کیوں بھول جاتی ہو کہ ہم بھی۔“

”لیکن باہی۔“ اس نے ہر دور میں انسانیت کا ثبوت لیا ہے۔

صرف محنت کر رہا ہے۔ اس نے کسی کو مجبور نہیں کیا۔ اس کی ہر ہر شخصیت

خود بخود بھڑک اٹھتی ہے۔ ہمارے ساتھ وہ ایسا نہیں کہے گا؟“

نے کہا۔

”اس کے باوجود میں خوفزدہ ہوں فرزاد۔“ فرزاد نے عجیب سے

لہجے میں کہا۔

”کیوں باہی۔“ میں نہیں سمجھتی۔“

”اگر۔ اگر ہم میں سے کوئی اس کے سامنے گرفتار ہو گیا تو

فرزاد نے کہا اور فرزاد چونک پڑی۔ اس نے خوف سے فرزاد کا چہرہ دیکھا۔

پھر وہ سرگوشی کے انداز میں بولی۔

”ایسی باتیں نہ کہو باہی۔ ہم مہذب دنیا کی لوگیاں ہیں۔“

اور پھر ہمارے دلوں میں ایماں ہے۔ بے شک وہ قابل محبت ہے۔ اس کی

شخصیت پر محسوس۔ لیکن میں ڈیڑی کی عزت کا احساس ہے۔ میرا خیال

ہے ہم سے نفرت نہ ہوگی۔“

فرزاد خاموش ہو گئی۔ پھر دوسری صبح اس نے صبح میں سونے

ہوئے انہیں صبح بھر کیا۔ سنبھلتے کیا۔ اور پھر پروفیسر فرزاد اور لوگوں

کو بلے ہوئے ایک طرف چل پڑا پروفیسر کے چہرے پر کشمکش کے آثار تھے۔

لیکن راستے بھر وہ کچھ نہ بول سکا۔ آج اس نے ان نادلوں کے انتہائی سرا

کار کیا تھا اور وہ ولادی کے متب میں بیٹھ گئے۔ لیکن جس جگہ وہ بیٹھ رہا

اگ کا ایک مشرٹ اور دیکھا ہوا اور دیکھ کر اس کے منہ کھڑے ہو گئے۔

پروفیسر کا چہرہ نفی ہو گیا تھا۔ لوگیاں بھی سر اسیر نہ لگا رہیں سے ایک دوسرے

کو دیکھ رہی تھیں۔

”یہ۔ یہ۔“ وہ۔“ پروفیسر نے حیرت سے لہجے میں بولا۔

”اگ کا اوڑھن پر پروفیسر۔ میری فضا ہے۔ جتنی شدید آگ

ہو سیکر لے زیادہ فحش بخش ہوگی۔ ان گھٹے ہوئے آتش تھروں کی

برسنت۔ اگ پانی کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ اس کی تپش محسوس کر رہے ہیں۔“

”اس سے آپ کو اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ مصروفی میں ہے۔“

”لیکن کیا تم۔“

”ہاں پروفیسر۔ آپ کو اتنا ہی دیکھیں گا اور سیکر میں

شکل میں وہ جہاں لگی ہوں بھی ہر دور میں شعل آتش میری زندگی کو

بھشتا ہے۔“

”نہیں۔ نہیں۔ سنو۔ پروفیسر نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکا۔“

”تم شاید میری بات کا بڑا مانا لگتے ہو۔“

”نہیں معزز پروفیسر۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں کہہ چکا

ہوں کہ اگ میری عمرانی بقا کے لئے ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔ آپ کو

کہیں۔ میں جو کہہ رہا ہوں حقیقت ہے۔ اس نے لباس اتارنے سے کہا۔

فرزاد نے فرزاد کا بازو مضبوطی سے پکڑ لیا اور دونوں لوگ

پروفیسر کے بالکل نزدیک پہنچ گئے۔ وہ بھی ہوتی تھیں۔ اس نے پورا لباس اٹار

دیا اور لوگوں کی نگاہیں شرم سے جھک گئیں۔

”مختلف اور اس تہذیب نے مختلف روپے ہمارے میں ستر پوشی

کا یہ صریح راز ہو گیا ہے اور ہر حال اس کی افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا

یہ انسان کی دلکشی میں اضافہ کرتی ہے۔ لیکن میں ابتداء سے ہوں۔ سیکر

لئے برتن کی کوئی اجنبی چیز نہیں ہے۔ زمانے کا وقت میں نے اسی انداز میں

گزارا ہے۔ اس نے آپ میری اس حرکت کا احساس کر لیا پروفیسر۔ میں ان

لوگوں سے بھی محذرت خواہ ہوں۔“ اس نے کہا۔ اور پھر لاؤ کے نزدیک

ایک تھون سے لٹکا ہوا ایک لکڑی کا قلم اٹھایا۔ اسے سیکر میں لٹکایا اور لا

میں جوڑ دیا۔ قلم سے سیاہ رنگ کی کوئی چیز نکل کر پروفیسر کی اور اس کے

شعلے کے بلند ہو گئے۔ اگ بے پناہ ہو گئی۔ اور دوسرے لے اس ننگ

میں اس انداز میں چلا گیا کہ لکڑی جیسے پانی میں غوطہ خوری کی جاتی ہے۔

لوگوں کی حیرت بکھر گئی۔ وہ شرم اور حیرت سے گریں ہر انسان

کے ہونے کو دیکھنے لگیں۔ ہر اگ میں نظر رہا تھا اگ میں سے ان کی لذت آمیز

سکریاں سنائی دے رہی تھیں شعلوں میں اس کا سر و چہرہ نظر رہا تھا

وہ دونوں ہاتھوں سے اگ کو جسم پر پٹل رہا تھا۔ اور پروفیسر نے بھارت سے

اگ میں جھانک رہا تھا۔

”فرزاد۔ فرزاد۔ سنو۔ آج۔ آج اس کے بیان کردہ

ایک ایک لفظ پر یقین کرنا پڑے گا۔ بولو۔ کیا تم اب بھی اس پر شک کر رہی

سنو۔ سیکر دل میں کشمکش تھی۔ سیکر کے۔ گھونٹوں میں ایک

خیال چھپا ہوا تھا۔ یہ سوت رہا تھا کہ ممکن ہے وہ کوئی عظیم داستان گو

مکن ہے تہذیب پر اس کی بے پناہ دلچسپی ہو۔ میں سوچتا تھا کہ ممکن ہے وہ

ایک عظیم سا مسئلہ ہو اور اس ویرانے میں کچھ بھیانک تجربے کر رہا ہو۔

مکن ہے وہ ہم لوگوں کو کسی خاص مقصد کے تحت بے وقوف بنانا ہو لیکن

یہ اگ۔ یہ منظر۔ اسے ہم کیا سمجھیں۔ پھر۔ کیا اب بھی ہم اس کی

راستہ کا کوئی حتمی نقطہ سمجھیں۔“

لوگیاں کچھ نہ بولیں۔ وہ اگ میں نہانے والے کو دیکھ رہی تھیں

زمانے کی دیر تک وہ شعلوں میں شعل کرتا رہا اور پھر شعلے سر پہنے لگے اگ

نہی ہونے لگی تب وہ اگ سے باہر نکل آیا۔ اس کا آتشیں بدن کھل گیا

تھا۔ وہ دنیا کا حسین ترین انسان نظر آ رہا تھا۔ اس کے بدن میں اور کچھ ہو گئے

تھے۔ اس کے بال آتشیں رنگ میں رنگ گئے تھے۔ اس میں ایک انوکھا چہرہ

بیٹھا ہو گیا تھا۔ اس نے اٹھنا سے اپنا پاس بنا اور پھر سرور کے ان کے قریب

پہنچ گیا۔ پروفیسر غور اور اس کی دونوں لوگیاں عجیب سی لگ رہیں تھیں۔ اسے

دیکھ رہی تھیں۔

”ایک چوٹا سا منظر ہے پروفیسر۔ ان منظر ہوں میں سے

ایک جو میں قدیم لوگوں کو اپنی شخصیت اپنی قوتوں کا یقین دلانے کے لئے کرتا

رہا ہوں۔ لیکن جس مطلق کرنے کے لئے میں ایسے ایسے بہت سے مظاہرے

کر سکتا ہوں۔ آؤ۔ سیکر ساتھ آؤ۔ بھر یقین کر لینے کے بعد میں میری

داستان میں مزاحمت لگائے گا۔ میں نے ہر دور میں تجربات کئے ہیں اور کرتا

رہا۔ اگ میں بھی میں نے ایک تجربے کے بارے میں سوچا تھا۔ اس سلسلے

میں میں پھر تیار ہو گا۔ کافی وقت ہم دوسری باتیں کر رہے ہیں۔ آؤ پروفیسر۔“

سیکر ساتھ آؤ۔

”سنو۔ یہ خیال کے کسی دوسرے تجربے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم

اطمینان کر چکے ہیں۔ پروفیسر نے کہا۔

”آؤ بھی پروفیسر۔ تصویر کی چمن قادی جی سی۔ اس نے دستان

انداز میں کہا اور اگ کے چھڑ گیا۔ اب وہ اگ کے اوڑھنے کا کافی وقت نکل آیا تھا

پھر اس نے پروفیسر اور لوگوں سے ایک جگہ رکنے کے لئے کہا۔ اور۔

چاروں طرف دیکھنے لگا۔ ”میرا خیال ہے آپ لوگ اس چٹان پر کھڑے

ہو جائیں۔“ اس نے ایک طرف اشارہ کیا۔ اور پروفیسر لوگوں کے ساتھ

چٹان پر پہنچ گیا۔

”براہ کرم یہاں سے ہٹنے چلنے کی کوشش نہ کریں۔ ورنہ آپ کو

نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔“ اس نے کہا اور وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ جس

یہ لوگ کھڑے تھے وہاں سے تقریباً دو سو گز دور پردہ ایک بھاری چٹان



قرب پہنچ گیا۔ یہ چنان بہت سی دوسری چیزیں کا بوجھ بھالے ہوئے تھی اور اس طرح ابھری ہوئی تھی کہ انسانی ہاتھوں کی گرفت اس پر ہو سکتی تھی، لیکن اسے اپنی جگہ سے اکھاڑنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ تاہم اس کے لیے اور مضبوط ہاتھ اس کے گرد پھنچ گئے۔ پروفیسر کی نگاہیں نہیں آیا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ اصل بات تو وہ اس وقت سمجھ کے تھے جب انہوں نے چٹان کا اوپر کا پتھر اڑھکنے دیکھا۔ پتھر بھی تھک چکا تھا کہ بجائے ایک چوٹی چٹان کو ہلکا کر دیا۔ جب اس نے اپنی جگہ چھوڑی تو تنوں کے منہ سے بے اختیار چیخیں نکل گئیں۔ کیونکہ پتھر اس طرح گر رہا تھا جیسا کہ وہ وجود تھا۔ ذوق چٹان اس کے نیچے ہوتے شانوں پر گری، اس کے پیچھے ایک دوسری چٹان آ رہی تھی۔

”ڈیڈی۔ ڈیڈی۔“ فزول نے کانپتے ہوئے پروفیسر کا بازو پھینچ لیا۔ پروفیسر بھی ہتھوڑا لٹکتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔ اب بڑی چٹان جس پر وہ طاقت منہ کر رہا تھا، اپنی جگہ چھوڑتی تھی اور اس کے جگہ چھوڑتے ہی اس کے اوپر جو کچھ تھا، وہ ایک خوفناک گول گولارٹ کے ساتھ نیچے آ رہا تھا۔ جیسے جیسے منہ ذوق پتھر اس کے جسم پر گر کر پھیل رہے تھے، اور پھر ان کی تعداد اتنی ہو گئی کہ اس کا جسم ان پتھروں میں چھپ گیا۔ وہ چھوٹے بڑے پتھروں میں دفن ہو گیا تھا۔

”یہ۔ یہ کیا ہوا ڈیڈی؟“ فزول کی بھڑائی ہوئی آواز نکلی۔ لیکن پروفیسر خاموش کھڑا تھا۔ وہ پتھری ہوئی آنکھوں سے پتھروں کے اس ڈھیر کو دیکھ رہا تھا جس کے نیچے وہ موجود تھا۔ گوشت پوست کے کسی انسان کی زندگی کا تصور بھی طاقت تھی۔ ان سنگی چٹانوں کے نیچے سے کسی کا زندہ نکل آنا ناقابل یقین بات تھی۔ وہ ان غیر متحرک پتھروں کو دیکھتے رہے۔

”وہ۔ وہ مر گیا ڈیڈی۔ وہ ان بھاری چٹانوں کے نیچے دب کر ہلاک ہو گیا۔“ فزول ان روتے ہوئے بولی۔ لیکن دوسرے فزول ڈیڈی۔ وہ دیکھو۔ وہ دیکھو باجی۔ اور سب جک پڑے۔ ایک ذوقی چٹان فضا میں بلند ہو رہی تھی۔ وہ ہاتھ سے بلند کئے ہوئے تھے پھر چٹان اچھل کر ایک طرف جا پڑی۔ اس کے بعد پتھر خود بخود اڑھکنے لگے۔ وہ اچھل کر دوسری طرف گر رہے تھے۔ اور پھر وہ ان کے نیچے سے نکل آیا۔ وہ اپنے جسم کی گرجاؤں رہا تھا۔ ایک چٹان پر چڑھ کر وہ کودا۔ اور پھر ان کی طرف جڑے لگا۔ اس کے جسم پر پتھروں پر ایک ہی سہلے آنا نہیں تھا۔ چند منٹ کے بعد وہ ان کے قریب پہنچ گیا۔ اس کی آنکھوں میں مسکراہٹ تھی۔

”مجھے خبریں ہے پروفیسر۔ کہ یہ ایک پکا ذکر ہے، لیکن خود کو کچھ کہتا رہا ہوں، اس کی وہ اہمیت تھی جو اس کے بعد ہوگی۔ میں کہتا ہوں کہ ایسے بہت سے تماشے ہیں آپ کو دکھاسکتا ہوں۔ لیکن یہ توجہ کا ابتدائی دور نہیں ہے۔ ان لوگوں کو مرعوب کرنے کے لیے ایسے شعبوں کی ضرورت ہوتی تھی۔ آئی کے نے داکٹر اور ایڈیٹر کتب خانہ کافی ہے، اپنے کے کیا اس سے پہلے کے کسی بھی شعبہ کی کوئی تعینات تھا کہ دیکھ لو، پرنٹنگ میں تہذیب کا ارتقاء ہوا ہے، میری گفتگو اس سے الگ نہیں ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ انہوں نے تائید کے حوالوں سے اپنی تصانیف مرتب کی ہیں اور میں نے ان اور اس سانس لی ہے۔“

”تم بہ عجیب ہو۔ تم انتہائی حیرت انگیز ہو۔ پروفیسر کے منہ سے نکلا۔

”مجھ اس دور کے کوئی نام نہ دو گے پروفیسر؟“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں تمہارے لیے کوئی نام تلاش کرنے میں ناکام رہا۔ تم صدیوں کے مسافر ہو۔ میں نہیں صدیوں کا بیانیہ کہہ سکتا ہوں۔ پروفیسر نے کہا اور وہ مسکراتے لگا۔ پھر اس نے پروفیسر کا ہاتھ پکڑا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

”آؤ پروفیسر۔ آسان کی کافی مشکل کریں۔ تماشے تو ہوتے ہی رہیں گے۔ آؤ۔ میں تمہیں زندگی کا اس پلاؤں۔ اسے پی کر خود کو کبھی بوڑھا نہ محسوس کرو گے۔ وہ پروفیسر کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنی لیبارٹری میں تھا۔

”یہ لیبارٹری تمہارے لیے حیرت انگیز ہوگی پروفیسر۔ میں کوئی باقاعدہ سائنسدان نہیں ہوں۔ لیکن سانس کا تصور آتا ہے۔ انسانی نے اپنی ضروریات سے ہٹ کر کبھی بات کو سوچا ہے۔ اس کے ذہن کی طاقت کے ذریعے ذہن کا تصور ہمیشہ سے ہے۔ اور حالات نے جب بھی اسے ہتھیار فراہم کی ہیں اس نے ان طاقت کے بارے میں سوچا ہے۔ اس پر کام کیا ہے۔ اگر وہ اس کام کو مکمل نہیں کر سکتا تب بھی اس نے دوسروں کے ذہن سے ضرور مہوار کر دیے ہیں اور انسان ایک دوسرے کی مدد سے آگے بڑھتا رہا ہے۔ میں تمہیں اپنی پیش گوئی کی وہ کتاب دکھاؤں گا جس میں میں نے انسان کے ان دور کے بارے میں لکھا ہے۔ پھر میں تم سے پوچھوں گا کہ میری پیش گوئی کس حد تک درست ہے۔“

اس نے ایک عجیب صاف کی ٹیکی کے ڈھکن کو کھولا اور

اس کی بجائے بند ہونے لگی۔ یہی میں ایک سرنجیل کو دل رہا تھا اس نے کہنے کے لیے ایک کلاس بھر۔ ”کوئی ایسی چیز نہیں ہے پروفیسر سے کہہ دے کہ تم سوچو کہ اس کا گولڈن تھریڈ منی قیود سے تو نہیں ہے۔ اس نے کہا۔ تم خود میں نمایاں تبدیلی محسوس کرو گے۔“

پروفیسر نے کلاس لے لیا۔ اس کا خیال تھا کہ کلاس سخت گرم لگا کر کون سی کھلی رہا تھا اور کلاس سے کسی شریک بھاگتا رہی تھی۔ لیکن کلاس بہت مختصر تھا اس سے اٹھنے والی بجائے بالکل بیٹھ تھی۔ پروفیسر نے ہال کے قریب لے گیا۔ اس کی خوشبو نہایت خوشگوار تھی تب پروفیسر نے گھونٹ گھونٹ کر لے لی۔ اسے اپنے جسم میں سرور کی لہریں دوڑتی ہوئی رہیں۔ اس اثنا میں اس نے دو کلاس بھر کر لوگوں کی طرف بڑھائے تھے۔ لوگوں نے جبکہ ہرے گلاس لے لے اور پھر انہوں نے بھی گلاس خالی کیے اس کی طرف بڑھائے۔

”درحقیقت اس کی تاثیر حیرت انگیز ہے۔ پروفیسر نے اعتراف کیا۔ لیکن ایک بات میں ذہن میں پھیر رہی ہے۔“

”وہ کیا پروفیسر؟“ اس نے پروفیسر کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔

”تم نے یہ تمام چیزیں کہاں سے دریافت کیں؟“

”دراصل۔ زندگی کے ابتدائی دور سے نکل کر جب میں نے تہذیب کے دور میں قدم رکھا تو سوچنے کے لیے قوت دوسروں کی بدولت میں نے زیادہ تھی پروفیسر۔ دوسرے سلسلوں سے ہٹ کر میں نے فزول میں ایسے لوگوں کو تلاش کیا جو انسانیت کو ترقی کی راہ پر لے جانے کے لیے سرگرم تھے، ہر دور میں ایسے لوگوں کا مہم چل رہا۔ ان کی توجہات سے میں فیضیاب ہوتا رہا۔ بہت سے بھگتے حوالے کے ذہنوں میں پوشیدہ تھے اور کسی طور وہ انہیں مل نہ کر پاتے تھے میں نے اپنی کوششوں سے حل کئے۔ ان کی زندگی نے ان کا ساتھ دیا جو وہ اپنا کام مکمل کر لے، لیکن اگر میں ذہن میں کوئی گروہ جاتی تو میں اس کی گنج میں مل جاتا اور جو کام وہ مکمل نہ کر سکتے تھے میں مکمل کر لیتا تھا۔ آج کے دور میں ان لوگوں کے نام احترام سے لے جاتے ہوں گے انہیں باقی تہذیب کا جانا ہوگا۔ لیکن یہ ان میں سے کچھ لوگوں کے نام منظر عام پر ہی نہ آتے ہوں کیونکہ انسان کی معلومات محدود ہے لیکن میں جانتا ہوں وہ کیا تھے۔ انہوں نے کیا کیا ہے۔ ان سب کی حقیقت کا پتہ تو حاصل کر کے میں نے اس میں اپنی ذہانت شامل کی ہے پروفیسر۔ لیکن میں اس ذہانت سے خود غامد اٹھتا رہا ہوں۔ کیونکہ میں نے ذہن میں خود پرستی کبھی نہیں آئی۔ میں

خود کو دنیا سے رشتہ دار کرنے کے بارے میں کبھی نہیں سوچا۔ میں تو الگ تھلک انسان ہوں، جو اپنے طور پر زندگی گزار رہا ہوں۔“

”خوب۔ تو تم نے دنیا کے مشہور ترین لوگوں مثلاً افلاطون، سقراط، بقراط اور لقمان وغیرہ کے ساتھ بھی زندگی گزار لی ہے۔“

”یہ سب نامی کے لیے آج بھی ہیں۔ ممکن ہے یہ بہت بعد کے انسان ہوں۔ ان سے پہلے کے لوگوں سے میں واقف ہوں۔“

”ہوں؟“ پروفیسر نے ایک گہری سانس لی وہ لیبارٹری سے نکل کر پھیری لگا۔ ”جہاں ان کی نشست ہوئی تھی۔“

”پہاڑ والوں کا کیا ہوا۔“ فزول بول اٹھی۔ اور اس نے مسکراتے ہوئے فزول اور پھر فزول کی طرف دیکھا۔ پھر ایک گہری سانس لیکر گول جھکال۔

”سیاہ و قاتح آواز میں داخل ہوئے۔ ان کے دلوں میں اخترا

تھی ان نظام کی تلاش تھی لیکن وہ لاؤنی کے حکم کے خلاف نہیں چل سکتے تھے۔ وہ ان سے انتقام نہیں لے سکتے تھے۔ آواز کے سفید فاموں کو بنا دی گئی تھی ان سب کو حکم دیا گیا کہ سیاہ فاموں کی اطاعت کریں، ان کے ساتھ مل کر زندگی گزاریں۔ اور اگر انہوں نے کبھی کبھی کی تو تو ان کے لئے آسمان ہولے گی۔ آواز آواز والوں نے فساد داری کا ثبوت دیا۔ تب باروک شہنشاہ کے محل میں داخل ہو گیا۔ ارکاک بھی اس کے ساتھ تھا لیکن وہ دونوں ہی مسکرتے تھے۔ ان کے خیال میں میری وجہ سے انہیں نیچے حاصل ہوئی تھی۔

پلاش سیاہ فام نتائج کسی طور آواز کے سفید فاموں سے کم نہ ہوئے انہوں نے آواز کا پورا نظام اس طرح بھال لیا ہے کہ وہ جیل رہا تھا۔ یہی تجربہ تھی۔ میں نے باروک کو بتایا کہ ابتداء میں پورے نظام کو بچنے کے لئے اسے سفید فاموں کی ضرورت ہے۔ وہ ان کے ساتھ چھٹا سلوک کرے۔ انہیں اپنے ساتھ شامل کرے۔ اور باروک نے بھی کیا۔ اس نے آواز کے ذہن لوگوں کو اپنے قریب ہونے کا موقع دیا۔ اور ان کے ساتھ مل کر کام کرنے لگا۔

بہت سے سوچ نکلے غروب ہوئے اور پھر آواز پر باروک کا مکمل کنٹرول ہو گیا۔ اب کوئی وقت نہیں تھی۔ سیاہ فاموں کے لئے نئے رنگ تعمیر ہو رہے تھے۔ سفید فام اور سیاہ فام مل کر کام کر رہے تھے۔ کیتھان وین کی جاری تھیں۔ زمین میں سولہ کے کھانی کے حصول کا انتظام ہو رہا تھا۔ میرا تجربہ بھی ان تمام امور میں شامل تھا۔ میری حیثیت منفرد تھی۔ محل کا ایک خوبصورت گوشہ میں رہنے تھا جہاں رات کی پرسکون تہاہیں ان کا کاش کی نرم باہنیں میری گلوں میں حاوی تھیں۔ آکا شہ سب کچھ فراموش کر رہا تھا



وہ صرف مجھ میں گم ہو گئی تھی اور میں بھی اس کی جست کی بھر پور ذیاری کر رہا تھا اور پھر جب تمام کام مکمل ہو گئے تو بارش نے آسمان کے ٹکڑوں کی حیثیت سے میرا کام کیا۔ کون تھا جو اس بات پر خوش ہو کہ سورج کا بیٹا ان کا نکال ہوگا کسی کے اعتراض نہیں تھا۔ اعتراض صرف مجھے تھا۔ چنانچہ میں نے انکار اور باروک کو کھلیا۔

”میسے بھائی کی طرح میں نہیں جبراً رکھ کر اس انسانوں پر کڑی کر رہا ہوں۔ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ میں تمہارے ساتھ شریک ہوں میری مدد تمہارے ساتھ ہے۔ مگر تم جیسے باروک میں تمہیں صرف دلیات دھکا اور تم ان پر عمل کرو گے۔ اور یہ دلیات تمہارے قدم مضبوط کریں گی۔ اس کے علاوہ میں تمہارے لئے اور کچھ کر سکتا ہوں۔“

یہ سب کی خواہش تھی سوچ کے بیٹے۔

”اور میری خواہش ہے۔ میں نے کہا۔ میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے نکال کر کامیاب بناؤں گا۔“ اور میری خواہش کا احترام کیا گیا۔ باروک کوئی نے اپنے ہاتھوں سے شیشا بنایا اور پورے آسمان میں خوشیاں منائی گئیں۔ ان خوشیوں میں آسمان کے تیرہ ہشتاد بھی شریک تھے۔ باروک کوئی کہنے لگا۔ اور میں نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ پورے آسمان میں اس سکون کی آواز گونسنے لگی۔ آسمان پر تھکی ہوئی باروک گزرتی ہوئی۔ انسانوں کی موتوں کے لئے کام کئے جانے لگے۔ ان میں ایک پیش پیش تھا۔ بے شک دیکھا ان کا بے پناہ فہانت کام تھا۔ اس کے ذہن میں تحقیقاتی پریشم موجود تھے۔ ادب آسمان کے لئے اس کام مکمل ہو گیا تو اس نے اپنا کام شروع کر دیا۔ وہ ستاروں کی چال معلوم کرنے کا شروع تھا۔ اور جب اس نے مجھے اپنے ساتھ شریک کر لیا تو وہ دو آتش ہو گیا۔ تو پروفیسر ہم دونوں نے ستاروں کی گوشہ پر لگا کر کسی شروع کر دی وہ خوشیوں سے ہم نے غنیمت پر دسترس حاصل کر لی۔ پھر اس کے موسم کے بارے میں باتیں گوی کر سکتے تھے۔ انسانوں پر موسم کے جراثیم ہوتے ان پر بہت کچھ لگو سکتے تھے۔ وہ حقیقت میں نے ان کا سے بہت کچھ سیکھا۔ لیکن ان کا میری بالادستی تسلیم کرتا رہا۔ اس کے ذہن میں جوئی بات آتی وہ مجھ سے کہتا۔ اور میں اس پر اپنی ذہنی فوج صرف کر کے اس بات کو تکمیل تک پہنچا دیتا۔ یوں میں علم یوم میں بیکتا ہو گیا۔ وقت گزرتا رہا۔ ہمارے کے مرکز بالاجہادی کے تاروں میں بہنے لگے۔ باروک بڑھا ہو گیا، اس کی اولادیں جان ہونے لگیں۔ ان کا رنگا رنگ پیرا رنگ بھی مر گیا اور زمین نے اپنے ہاتھوں سے اس کے بیٹے کو تخت نشین کر دیا۔ پھر جب ان کا شاہی بوجھ ہو کر رہی تو بیلوں آسمان سے اُٹھا ہو گیا۔ میں چاہتا تو آسمان کی کوئی بھی چیز اس کی میری آغوش کی زینت بن سکتی تھی۔ لیکن پروفیسر

دل نے اسے قبول نہ کیا۔ میں وہاں ایک معزز اور مقدس شفیق ملک تھا۔ لوگیاں میری لگا ہوں کے سامنے پیدا ہو کر جلاں ہوئی تھیں اس لئے میں انہیں اپنے نفس میں نہیں لاسکتا تھا۔

تب ایک سات۔ تنہا میں نے آسمان کو چھونے کا فیصلہ کر لیا۔ میں نے سوچا میں نے جہاں تلاش کروں جہاں میری حیثیت اجنبی ہو۔

اب میں آسمان میں تنہا رہ گیا تھا۔ وہ لوگ میرے ساتھ جن کے ساتھ میں آسمان میں داخل ہوا تھا۔ سننے کے لئے لوگ میرے سامنے تھے۔ گو میری عزت ہی انداز میں ہوتی تھی، میں ایک طرح سے ان کا دلچسپ بن گیا تھا۔ وہ محل میں میں رہتا تھا اب ایک جگہ کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ باروک کے جینے نے اپنے لئے ایک نیا محل نوا لیا تھا اور اس محل میں چند لوگوں کے ساتھ میں رہتا تھا۔ باروک کا بیٹا بھی تعظیم دیتا تھا۔ وہ جتنے میں لکھنے مجھ سے دعا میں لینے آتا تھا۔ لیکن۔ میں اب آسمان سے بیزار ہو گیا تھا۔ میں کسی نئی دنیا میں جانے کے لئے بے چین تھا۔ میں جانتا تھا اگر میں نے اپنی اس خواہش کا اظہار ان لوگوں سے کر دیا تو پورا آسمان میری منت کرنے کے لئے آجایا گا۔ وہ تمام برکتیں میرے سامنے سے بچھتے تھے۔ وہ مجھے بہت بڑا اور تارانتے تھے۔ چنانچہ میں نے خاموشی سے یہاں سے نکل جانے کا فیصلہ کر لیا اور پھر ایک رات میں نے ایک مضبوط گھوڑا اور چند تھیاریں لے کر اپنے آخری سفر کے لئے آسمان گری بند سو رہا تھا۔ میں اپنا آتش یعنی چند گزریں لے کر چل پڑا۔ یہ گتا میں میں نے ہر دور میں زندگی سے محروم بھی ہو پروفیسر پنج پوچھ تو ہی میرا سراپا ہے۔ میں جیسی جگتا ہوں انہیں دیکھ کر ترس رہا ہوں یا ہوں۔

رات کی تاریکی میں ایک سمت چل پڑا کسی نے مجھے نہیں دیکھا تھا۔ کوئی منزل تعین نہیں کی تھی، بس چل رہا تھا۔ ستاروں کے نقشے میں نے ایک ایسی سمت حقیقت کی تھی جس طرف میں گیا نہیں گیا تھا۔ رات گزرتی رہی۔ سورج نکل آیا۔ روشنی میں نے ایک محراب دیکھا۔ بلات میں نے اُت کے اس مختصر حصے میں کافی سفر کیا تھا۔ آسمان کے نقشوں دور دور تک نہیں تھے۔ میں نے سورج کی پرواہ نہیں کی، چلتا رہا۔ البتہ جب نے گھوڑے میں نکلی کے شمار محسوس کئے تو ایک مناسب جگہ تیار کر لیا۔ میں نے پاس تھیاریں، معمری جانوروں کی کی نہیں تھی، جب ضرورت ہوتی تھا کر لیتا۔ گھوڑے کے لئے البتہ بعض اوقات پریشانی اٹھاتی رہتی۔ اس کے لئے مناسب جگہوں سے خود رک کا ذخیرہ بھی کرنا پڑتا۔ زمین کی طوالت طے ہوتی رہی۔ دن رات گزرتے رہے۔

اللہ! معلوم تھی۔ نہ جانے کتنے سوچ سے گزریں، نہ جانے کتنے چاند لگے۔ سفر جاری رہا۔ اور پھر ایک طویل عرصے کے بعد میں نے انسانوں کی شکل دیکھی۔ پتھر کے ٹکڑوں سے ایک کنواں بنا ہوا تھا۔ اور یہ انسان اس کے گرد آرام کر رہے تھے۔ میں ان کی طرف بڑھ گیا۔ نہ جانے کیوں ان کو گواہ کر میں نے اپنے دل میں خوشی محسوس کی تھی۔ میرا گھوڑا تیز رفتاری سے دوڑتا ہوا ان انسانوں کے قریب پہنچ گیا۔ اور پھر میں گھوڑے سے اُتر گیا۔ نہ جانے کیوں مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا۔ یہ ساکت لوگ۔ میں نے تھے، بلکہ ان میں زندگی نہیں تھی۔ ہاں یہ مرد تھے۔ میں نے ہلکا کر ان میں سے ایک کو دیکھا۔ وہ اندھا چڑھا ہوا تھا۔ میں نے اسے ستانے کے پکڑ کر رکھ لیا۔ تب مجھے اس کے پیروں میں ایک عجیب و غریب نظر آیا۔ نرم سے جتنے والا آخری شک ہو گیا تھا۔ میں اس کی شکل دیکھتا رہا۔ عجیب سی ہنسی اس کی جسم پر باقاعدہ لباس تھا۔ ایک کپڑا سر سے بھی بندھا ہوا تھا۔ تمام لوگوں کے لباس کیسا اچھے تھے۔ اور سب کے سب ہی مرد تھے۔ سب کے ہوں پر خوش تھا۔ تب میں نے پریشان ہو گیا۔ ہماروں طرف ڈانٹیں۔ اور بہت دور مجھے کچھ گھوڑے چرتے ہوئے نظر آئے۔ یہ غالباً اس لوگوں کے گھوڑے تھے۔ لیکن نہ جانے کس نے انہیں تلوں کو لایا تھا کیوں ان کو لایا تھا۔ ان کے پیروں سے کسی بات کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا میں نے اُن کی بات کر ان کی باتیں دیکھیں اور پھر کچھ نہ سمجھ کر ایک گہری سانس لے کر بڑھ گیا۔ ویسے مجھے یقین تھا کہ کوئی بتی قریب ہے۔ انسانوں سے جلد ملاؤت ہونے والی ہے نہ جانے کیسے لوگ ہیں۔ نہ جانے کس انداز میں چلی آئیں لیکن ہر حال مجھے فکر نہیں تھی۔ میں تو ہر قسم کے لوگوں میں جگہ جانے کا عادی تھا۔ گھوڑا دوڑاتا رہا۔ یہ وفادار ہاں تو شروع سے باوقار رہے۔ ہمیشہ انسانوں سے بہت ہی ہے۔ وہ میری طرح طاقتور نہیں تھا۔ لیکن ہر حال میں کچھ بوجھ کو گھسیٹ رہا تھا۔ بیان تک کہ مجھے ایک بہت بڑا حصا نظر آیا۔ یہ حصا گہرائی میں تھا اس لئے یہاں سے صاف نظر آتا تھا۔ اس کی دیواریں کافی اونچی تھیں، اس لئے اندک کا ماحول تو نظر نہیں آتا تھا۔ لیکن اس کے طول و عرض کا پتہ ضرور چل جاتا تھا۔ اس کے سامنے کے رخ پر لکڑی کا ایک عظیم الشان دروازہ تھا۔ جربند تھا۔ فیصلوں کی بالادستی پر بہت سے انسان نظر آتے تھے۔

میں بندی سے ان کا جائزہ لیتا رہا۔ اور پھر میں نے اپنا گھوڑا اُٹھایا۔ تب وہ چکر لیکر نمایاں ہونے لگی جو دور سے سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ یہ لیکر ایک جگہ گھبراہٹا تھا جو دروازے کے سامنے اور حصا کے چاروں طرف موجود تھا۔ اس میں پانی بھرا ہوا تھا۔ میں مڑ کر نہ لگا۔ یقیناً یہ جگہ

گھوٹا تھا، جوشیہ دشمنوں کو اندر آنے سے باز رکھنے کے لئے بنایا گیا تھا۔ میں اس ذہانت کی دل میں داد دیتے بغیر نہ رہ سکا۔ یقیناً اس حصا کے باقی ذہین لوگ ہوں گے اور میں ان لوگوں سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں آگے بڑھتا رہا اور پھر پانی کی اس خندق کے کنارے پہنچ گیا۔ تب میں نے جھج کر کہا۔

”بھئی کے لوگو۔ دروازہ کھولو۔ مجھے اندر آنے کا راستہ بتاؤ۔“

میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔ فیصلوں پر کھڑے ہوئے لوگ میری طرف متوجہ ہو گئے۔ وہ ہاتھ ہاتھ کر دوسرے لوگوں کو بلا رہے تھے، اور اس طرح بہت سا گنہ گار فیصلوں پر جمع ہو گئے۔ نہ جانے وہ میسے اسے میں کیا صلاح مشورے کر رہے تھے۔ میں ان کی طرف دیکھ دیکھ کر جھج رہا تھا۔

پھر وقتا بہت سے لوگ پیچھے ہٹے۔ ان کے ہاتھوں میں جانے کیا چیز تھی۔ میں اسے نہ سمجھا، لیکن پھر بہت سے نوکیلے تھیاریں میری طرف لپکے ان تھیاریں سے میں ضرور واقف تھا۔ یہ جھجے نیسے کی شکل کے تھے بہت سے نوکدار تھیاریں جسے جسم سے نکلتے لیکن وہ میسے جسم پر اثر انداز ہونے کی قوت نہیں رکھتے تھے۔ ہاں ان میں سے کچھ میسے گھوڑے کے جسم میں تڑاؤ ہو گئے۔ گھوڑا زور سے اچھلا۔ واپس پلٹا اور اس کی فلیٹ سے گر پڑا۔ لیکن نوکیلے تھیاریں تو برس رہی تھیں۔ چند اور تھیاریں گھوڑے کے لئے اور وہ زمین پر گر پڑا۔ اس نے میری لگا ہوں کے سامنے خوب خوب کر دم توڑ دیا۔ مجھے اس بے زبان دوست کی موت پر بہت غصہ آیا، او میں نے دانت پس کر لیا۔

”او مردود۔ کیوں اپنی موت کو موت دیتے ہو۔ دروازہ کھول دو۔ ورنہ۔“ لیکن میری بات کے جواب میں بھی نوکیلے پتھر رستے رہے۔ یقیناً وہ اپنے لوگ نہیں تھے۔ مجھے ان پر شدید غصہ آ گیا۔ انہیں جیسے جیسے ٹھکرانے کا کام ہوتے وہ تھیاریں پر سخت حرکت تھی۔ چند منٹ کے بعد تھیاریں برسرِ پناہ ہو گئے۔

میں کھڑا نہیں دیکھتا رہا۔ وہ دو حصوں میں بٹ گئے تھے۔ پھر ان میں ایک اور شخص نمودار ہوا۔ یہ رنگین لباس پہنے ہوئے تھا۔ اس کے پیسے ہر طرف اسی تھی۔ اُٹھ پڑاں کا بھی بہت مضبوط نظر آتا تھا۔ وہ مجھے دیکھتا رہا اس کی شخصیت سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ ان لوگوں کا شہنشاہ یا دوری کوئی معزز شخصیت ہے۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ ہلاتے اور واپس پلٹ گیا میں اب بھی غصے سے کھڑا رہا تھا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد میں نے خوفناک چڑچڑاہٹ کے ساتھ عظیم الشان دروازے کو ایک پل کی طرح خندق چھلنے



دیکھا اور وہی وہ زمین سے لگا۔ بے شمار انسان گھوڑوں پر سوار باہر نکلیں  
 چکے۔ ان کی آن میں انہوں نے سیکر و دھار نہالیا۔ وہ تلواریں ہلایا  
 کر کچھ کہہ رہے تھے۔ میں ان کے الفاظ ان کے اشاروں کو بکھتا رہا۔ میں نے  
 اپنی پرواز نہانت سے کام لیا۔ اور ان کی زبان سے واقف ہو گیا۔ وہ  
 مجھے اندر چلنے کا حکم دے رہے تھے۔ تب میں ان کے ساتھ اندر چل پڑا۔ اپنے  
 گہرے کی موت کا مجھے افسوس تھا۔ ان لوگوں نے اسے بے گناہ قتل  
 کر دیا تھا۔ لیکن بہر حال ان لوگوں کے بعد مجھے ایک نئی دنیا دیکھنے کو ملی تھی  
 میں یہاں دشمنوں کے انداز میں نہیں داخل ہوتا چاہتا تھا۔ میں نے خود چاقو  
 پلایا۔ ورنہ جتنے لوگ مجھے گرفتار کرنے آئے تھے انہیں تو میں چند سیکنڈ میں  
 قتل کر سکتا تھا!

چونکہ دروازے سے گزر کر میں اندر شہر میں داخل ہو گیا۔ دریا  
 قسم کا نہر تھا۔ گندہ اور بدبودار۔ عاتق پر بھی کشادہ اور صاف تھی توں میں  
 اس کی بہ نسبت آواز بہت اچھا نہر تھا۔ مجھے گرفتار کر کے لانے والے مجھے  
 نے کچل کر چبے۔ سب سے پہلے میری گالوں میں چیر پڑی وہ گھڑی کے موٹے موٹے  
 ستون تھے جن سے رستیاں بندھی ہوئی تھیں اور ان بتوں سے لاشیں بھی  
 ہوتی تھیں۔ ان لاشوں کی تعداد دروازوں سے زیادہ تھی۔ سب ایک لائن سے  
 لٹے ہوئے تھے۔ میں چونک کر ٹک گیا۔ تب گھوڑوں پر سوار سپاہیوں نے  
 میرے جسم میں اپنے نیزے جھونک کر مجھے آگے بڑھنے پر مجبور کر دیا۔

میں مذہبی طور پر الجھا ہوا تھا۔ لیکن بہر حال ان نے لوگوں کے بارے  
 میں جاننے کا خواہش نہ تھا۔ مجھے احساس ہوا کہ اس آبادی کا مکمل شاید آگے  
 کے شہنشاہ سے بھی زیادہ سنگدل ہے۔ گھوڑ سوار سپاہی مجھے ایک جھڑی  
 پتھروں کی حالت کے قریب لے گئے۔ چوٹی دروازے کو کھول کر مجھے اندر  
 دھکیل دیا گیا۔ اندر بہت سے لوگ موجود تھے۔ تباہ حال۔ بھوکے پیاسے  
 برباد جسم۔ سوکھے ہوئے بڑیوں کے ڈھنچکے۔ ان کے ساتھ کچھ قوی  
 ہیکل لوگ بھی تھے جو کونے سے کونے اور اوپر چہرے پر تھے۔ میں اس وسیع  
 عمارت کی بلند دیواروں کو دیکھنے لگا! بلاشبہ یہ قیدی یہاں سے فرار نہیں  
 ہو سکتے تھے! لیکن یہ کون تھے؟ کیوں قید تھے؟ اس سلسلے میں فی الحال  
 کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا تھا!

میں پوری عمارت کی سرکرتا رہا۔ میری دلیں غرتیں بھی تھیں بچے  
 بھی اور بوڑھے بھی۔ سب کی حالت تباہ تھی۔ وہ قابلِ رحم تھے۔ پوری حالت  
 دیکھنے کے بعد میں ایک گوشے میں بیٹھ گیا۔ مجھے فیصلہ کرنا تھا کہ مجھے کیا کرنا  
 چاہیے۔ ان قیدیوں کے سلسلے میں، میں جیون بھی تھا۔ بہر حال میں انتظار  
 کرتا رہا۔ یہاں تک کوشا ہو گئی۔ تمام قیدی بھوکے تھے۔ پورے دن انہیں

کھانے کے لئے کوئی چیز نہیں دی گئی تھی۔ رات ہونے سے قبل کہ لوگ  
 کے چوٹی دروازے سے اندر آئے۔ ان کے ہاتھوں میں بے لے لکڑی کے  
 برتن تھے۔ ہونے سے جن میں ایک بدبودار سیال تھا۔ میں سے بھاپ اٹھ رہی  
 تھی۔ قیدی لکڑی کے پیالے کے کرائے سے بیٹھے اور آئے والے تھرا  
 تھرا سیال ان بابوں میں ڈالتے گئے۔ میں بھی بھوکتا تھا۔ لیکن میں  
 میں یہ سیال دیا جا رہا تھا اور اس کی کیفیت تھی اس کے تحت میں کچھ نہ  
 آسے بیٹھے کے لئے تیار نہیں تھا!

وہ لوگ میری طرف بھی آئے۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔  
 "تمہارا برتن کہاں ہے؟"  
 "یہ کیا آگاہ ہے؟" دوسرے نے کہا۔  
 "اوہ۔ تب میری اسے بھوکا رہنے دو۔" پہلے نے غوت  
 کہا اور وہ اگلے بڑھ گئے۔ میں خون کے گھونٹ پی کر خاموش ہو گیا۔ اب  
 ان سے اپنے کونوں میں چاہ رہا تھا۔ "اگر تمہارے حالات معلوم نہ ہو جائیں۔  
 اسی وقت میں نے دریا میں اس کے ایک کوی کو پھینکا۔  
 "سنو" میں نے اس سے کہا۔ "میں اس قید خانے میں بنایا گیا  
 مجھے نہیں معلوم کہ تم لوگوں کو یہاں کیوں قید کیا گیا ہے۔ کیا تم مجھے بتاؤ گے  
 اس شخص نے قیمت سے مجھے دیکھا اور بولا۔ "کیا تم بھی  
 اسی لئے قید نہیں کئے گئے جس لئے ہم۔"

"نہیں۔ میری قیدی کوئی وجہ نہیں ہے۔ میں نے جہاں  
 "آہ۔ یہ قیدی ہاری وفاداری کا امتحان ہے۔ ہم اس کو  
 کے سپاہی ہیں جو باڑوں میں پھنسی ہے۔ ہم اس کی باتوں کو حق سمجھتے ہیں  
 جو نیکیوں کے راستے دکھا رہے۔ سب سے پہلے یہ بتا دیتے ہیں۔ بلاشبہ  
 کہلے۔ طاس ہاری طرح انسان ہے، وہ کسی کا معبود نہیں ہو سکتا تھا۔  
 ایک حقیر کڑے جو بہاں فنا ہو جائے گا، ہمارا گناہ یہ ہے کہ ہم یہاں  
 معبود نہیں مانتے۔ ہم اسے معبود سمجھتے ہیں جو باڑوں میں رہتا ہے۔ ہمارا  
 طالع کرتا ہے۔ ہم طالع کے پجاری ہیں اور طاس ہیں اپنی گھڑی پر مہر  
 کرتا ہے۔ ہم اسے حاکم روحانی نہیں مان سکتے۔ خواہ وہ ہم میں سے ہو کہ  
 کوئی اور نہ ہو۔"

"کیا تو نے کسی کے پجاریوں کی تعداد صرف اتنی ہے جتنے یہاں  
 ہیں۔" میں نے پوچھا۔  
 "نہیں۔ جہاں جہاں طاس کی حکومت ہے وہاں لوگوں کے  
 یہی سلوک ہوتا ہے۔ روشنی کو معبود سمجھنے والوں کی تعداد بہت بڑی ہے  
 ہر جگہ ان کے ساتھ یہی سلوک ہوتا ہے۔ لیکن اہل وفادار نہ زندگی میں

ہیں کرتے رہیں گے۔" بوڑھے نے پرجوش انداز میں کہا اور میں نے اپنے  
 زہن میں ایک خوشگوار کیفیت محسوس کی۔ میں زندگی کے ایک نئے باب  
 و دشمنان پر ہاتھ پڑھ رہا تھا۔ میں جو معبود نہیں کی ابتدا ہو گئی تھی۔ عقائد  
 کے رد میں نے اس زندگی رشتہ کو مانا تھا۔  
 ہادی تھی۔ گواہ کی شکل جتنی دیر سے وہ داخل تھی۔ لیکن اتفاقاً کی زبانی  
 ملے ہوئے تھیں۔ اس بات میں نے اپنا کارنامہ لاش کیا۔ نئے لوگوں میں  
 اور میری اپنی پوزیشن کیا ہوتی چاہیے۔ مجھے کسی کا ساتھ دینا چاہیے۔ میں  
 کسی کو معبود نہیں مان سکتا تھا۔ طاس بھی ایک انسان تھا۔ ان قیدیوں کے ساتھ  
 کہ اماند۔ اسے بھی کوئی قید کر سکتا تھا۔ جبکہ یہ لوگ مجھے قید کرنے کے بہار  
 نہیں تھے۔ یہ جگہ وہ تباہ و تاراج تھا۔ میں نے اس سے دوسری رہنے کا  
 فیصلہ کر لیا۔ ان لوگوں کی مظلومیت پر پھر اس افسوس ضرور ہوا تھا۔  
 لیکن یہ ایک جگہ کوئی نہیں تھے۔ میں ان کہاں کہاں ہوا رہتا۔

دوسری صبح صبح معمول تھی۔ قیدیوں سے یہاں کوئی کام نہیں  
 دیا جاتا تھا۔ البتہ ان پر کئی سخت رکھی جاتی تھی۔ کوڑے بڑا سپاہی ان کی  
 ایک ایک نقل و حرکت کا جائزہ لیتے رہتے تھے اور جب انہیں کوئی ناپسندیدہ  
 حرکت نہایت تب بے قصہ کوڑے برسا شروع کر دیتے۔ تمام دن اسی  
 کیفیت میں گزارا۔ اور پھر شام ہو گئی۔ شام کو سب معمول لکڑی کے برتنوں  
 میں سیال لایا گیا۔ مجھے سخت بھوک لگ رہی تھی۔ لیکن میں یہ سیال کسی  
 طور پر پینے کے لئے تیار نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے کچھ کھانے کا فیصلہ کر لیا۔ سپاہی  
 سیال اقسیم کرتے رہے اور پھر وہ سیلے پاس بھی پہنچ گئے!

"تمہارا برتن کہاں ہے؟" ان میں سے ایک نے پوچھا۔ اور ان  
 حال پر مجھے غصہ آ گیا۔ میں نے اہلیان سے گرم سیال کی باقی سپاہی  
 کا ہاتھ سے چینی اور اس کے سر پر آٹ دی۔ سپاہی کی دلہ زنیوں سے  
 ہر قیدیوں میں سرسبکی پھیل گئی۔ تب دوسرے بہت سے سپاہی میرے  
 اور ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے چاروں طرف سے کوڑے برسا شروع کر دیے  
 پھر کوڑے کھانے کے بعد میں نے دوسپاہیوں کے کوڑے پکڑ کر انہیں جڑکا  
 دیا اور اپنے قریب کھینچ لیا۔ ان دونوں کی گردن میں میرے آجی ہاتھوں کے  
 گھٹنوں میں چنسی ہوئی تھیں۔ سپاہی انہیں میری گرفت سے نکالنے کی  
 کوشش کرتے تھے۔ لیکن میں نے انہیں اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ  
 ان کی زبانیں باہر نہ لٹک گئیں۔ ان دونوں کی موت پر سپاہی سخت ہنسی  
 کر گئے۔ انہوں نے قیدیوں کا استعمال شروع کر دیا، لیکن یہ بھی ان کی  
 پہلی تھی۔ انہوں نے قیدیوں سے میرے اوپر مل کر کے مجھے تھپاؤ فراہم  
 کر دیا تھے۔ یہاں تک ایک سپاہی کی چوڑی تلوار میرے ہاتھ آ گئی۔ اور میں نے

قید خانے کو سپاہیوں کا مستقل آبادیا۔ جو اس قیدی چیتے پاتے کہ کون کھڑا  
 میں چھپ رہے تھے۔

قید خانے کا ایک ایک سپاہی میرے ہاتھوں میں ہو گیا توں  
 اپنی خون آلود تلوار لہرا ہوا قید خانے سے باہر نکل آیا۔ دوسرے قیدیوں کو  
 قید خانے سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ میں قید خانے سے قسری  
 ہی دور چلا تھا کہ سپاہیوں کا ایک ٹولہ ملنے سے آتا نظر آیا۔ اور میں تلوار  
 لے کر تیار ہو گیا۔ لیکن پھر میں نے کچھ اور سوچا۔ میں نے سپاہیوں کو یہ  
 لوگ جیسے ساتھ کیا سلوک کر سکتے ہیں اگر انہوں نے دوبارہ مجھے اسی قید خانے  
 میں لے جانے کی کوشش کی تو میں انہیں تباہ کر دوں گا۔ مگر انھیں طاس  
 کے سامنے ہتھیار کیا جاتا تو حیک ہے اس طرح کم از کم مجھے اس سے طمان  
 کا تو موقع ملے گا! سپاہیوں نے میرے چاروں طرف گھیرا ڈال دیا۔ اور  
 مجھے تلوار چیک دینے کا حکم دیا۔ میں نے تلوار چیک کر دی۔ وہ گھوڑوں  
 سے آگے اور مجھے رستوں سے باز دیا۔ یہ رستیاں میرے لئے کچے دیوگ۔  
 سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی تھیں۔ لیکن میں کچھ نہ جانتا تھا کہ میرے ساتھ کیا  
 سلوک کر سکتے ہیں۔ اس بار مجھے اس قید خانے میں توں سے لے جایا گیا۔ لیکن ایک  
 دوسرے قید خانے میں بند کر دیا گیا۔ وہ کچھ بھی نہیں ہوا۔ میں نے سوچا۔ اس  
 قید خانے میں میں جانتا تھا اس کی دیواریں بھی بہت مضبوط تھیں۔ لیکن اب مجھے  
 بھوک ستا رہی تھی۔ میں سوچتا رہا تھا کہ اس بھوک سے کیسے نجات حاصل کر لوں  
 لیکن اس کے لئے مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ مسلح سپاہیوں کا پولر شروع  
 پر پہنچ گیا اور مجھے قید سے نکال لیا گیا۔ اس بار مجھے ایک گھوڑے کی پشت  
 کی گئی تھی۔ میں گھوڑے پر سوار ہو گیا اور سپاہی مجھے لے کر چل پڑے۔ جہاں  
 ہم پہنچے وہ شہنشاہ طاس کا قلع تھا۔ ایک طویل رقبہ کا قلعہ جسے بھوک  
 جھڑے طرز تعمیر کا نشانہ تھا۔ ہم جتنی سالان سے راستہ۔ غظیم لڑنا دیکھ  
 سے گزر کر ہم ایک چوڑی روڈ کو معبود کرتے ہوئے ایک اور دروازے کے سامنے  
 پہنچے۔ اس دروازے کے دوسری طرف طاس کا داربارگ تھا۔ بہت سے  
 لوگ اب وہاں پہنچے تھے۔ کچھ فرق پر جانوروں کی کھانوں کا فرش تھا جو تھا  
 جو طاس کے تحت تک چلا گیا تھا۔ طاس کے قریب اس کی پانچ دیواریں بھی  
 ہوئی تھیں۔ اور یہ فیصلہ سب کی سب جوان اور بوڑھے تھیں۔ میں نے  
 دور سے انہیں دیکھا اور میرے ہاتھوں پر سکڑا ہٹ پھیل گئی!

خود طاس ایک قوی ہیکل جسم کا مالک اور غول شکل کا زوی  
 تھا۔ یہ وہ شخص تھا جسے فیصل پر دیکھ کر میں نے شہنشاہ سمجھا تھا اس کی گہری  
 نکال میں مجھے دیکھ رہی تھیں۔ سپاہی مجھے لے کر اس کے سامنے پہنچ گئے اور  
 پھر ایک سپاہی نے میری گردن پر ہاتھ رکھ کر سخت آواز میں کہا۔







ہوں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا۔

کیا یہ دوست ہے کہ تم طاہر کی تلوے کے بندے نہیں ہو۔  
ہاں یہ دوست ہے میں بہت دور سے آیا ہوں میں نے ذہین عورت کے سوال کا جواب دیتے ہوئے اسے دیکھا۔ اس کے خوبصورت ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

تم دوستوں کے وفادار رہتے ہو بہادر۔  
بے شک۔ بشرطیکہ میرے دوست خود کو میری دوستی کا ال ثابت کریں۔

کیا تمہیں طاہر کی قوت کے بارے میں معلوم ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ اس کی فوج نے دشمنوں کے سرسبز جھلے ہیں؟  
میں صرف ذاتی قوت کا قائل ہوں اور اس طرح میں طاہر سے زیادہ طاقتور ہوں۔

ہم ابھی کہا تھا کہ طاہر کا بڑا نہیں ہونے فوجی۔ کیونکہ سر خود کو بہت ثابت کر دیا ہے اور ہم پہلوؤں کی قوت کرتے ہیں۔ ہم نہیں ان کہ پہلو۔ طاہر دیکھتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں۔ وہ طاہر سے کہتا ہے۔  
جی ہاں۔ میں تمہاری دوست ہوں۔ طاہر سے کہتا ہے۔

بے شک میں تمہارا دوست ہوں گا۔ میں نے کہا  
تاؤ ہم کسی طرح خود کو تمہاری دوستی کا ال ثابت کریں۔ طاہر سے کہنا کہ ہم معبود ہیں۔ ہم قادر ہیں۔ ہم تمہیں سب کچھ بخش سکتے ہیں۔  
تمہارا کہنا اور میں اسے دیکھنے لگا۔

ہم لو فوجیوں۔ بے شک جو چاہو ہم کو۔ میں جانتی ہوں  
شہنشاہ بے حد فخر دل ہیں۔ وہ بخش دیتا ہے اسے۔ بے شک وہ طاہر کے دوست ہوتے ہیں۔ اور میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ میں آج شہنشاہ کا دل بڑھا اور میرے خوبصورت عورت کا ہاتھ پکڑا۔

یہ عورت مجھے دیر و شہنشاہ۔ میں نے کہا اور عورت کے در  
جی نکلی گئی۔ شہنشاہ اچھل پڑا۔ اس کی آنکھوں میں خون کا سیلاب ہو چلا تھا۔  
وہ خندنگ لگا ہوں سے مجھے گھونٹ لگا۔ لیکن میں لا پڑی سے مسکرا۔  
عورت کا ہاتھ میسر ہاتھ میں تھا اور اس نے میری گردن سے ہاتھ لگائے کی کہ تم نہیں کی تھی۔

شہنشاہ خفی لگا ہوں سے مجھے گھونٹا رہا اور پھر آہستہ آہستہ اس کے  
خونخاں ابدال پر آئے گئے۔ اس نے ایک گہری سانس لی اور بولا۔ اس کے  
جواب میں میں کیا دینگے بہادر۔؟

اپنی دوستی۔ جو کہ اسے سنے بے حد قیمتی تھی ہوگی۔  
دوست دوست کو دیا نہیں کرتا۔ کیا نہیں اس بات کا  
امان ہے۔؟  
ہاں میں جانتا ہوں۔

تب لڑکا آگ سے تمہاری ہے۔ یہ تمہارے پاس بیچ جاتے گی؟  
اس نے کہا اور میں نے سینے پر ہاتھ کر کے تنفیذ دی۔ تب میں نے عورت کی آنکھوں میں جھانکا اور اس کی نگاہوں کی گھڑائیوں میں تردد نہ پا کر کون کی سانس لی وہ اس بخشش سے ناخوش نہیں تھی۔

ہم آرام پا رہے ہیں۔ تم بھی آرام کرو فوجیوں۔ لڑکا آگ رات  
تمہارے پاس بیچ جائے گی۔ اور میں وہاں پلٹ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد  
میں اپنی قیام گاہ پر آگیا۔ لیکن دل میں یہاں نہیں رہا تھا۔ میری دوستی  
مغرو شہنشاہ کو بہت ہنگامی تھی۔ لیکن اس کے باوجود میں پرکھتا تھا۔

میں اپنی گردن والے شہنشاہ کو نہیں بھول سکتا تھا۔ جس نے میرے ساتھ بیٹھا  
اپنی بیٹی کو بھی اگلے میں جو کہنے کا تھا۔ طاہر اس سے کہ نہیں نظر آتا تھا  
بہر حال مجھے اپنی کوئی پروا نہیں تھی۔ میں جانتا تھا کہ شہنشاہ طاہر سے  
خوش نہیں ہے۔ یہاں اسے مجھ سے نقصان کے علاوہ کیا ملتا تھا۔ نہ جانے  
اس نے میری دوستی کیوں قبول کر لی تھی۔ بہر حال یہ واقعات محفل انداز کے

تھے اس لیے میں ان میں پوری پوری دلچسپی لے رہا تھا۔ میں بے چینی سے رات  
کا انتظار کرتا رہا اور پھر چوتھی دن کی روشنی نے سیاہ چادر اودھائی۔ لڑکا سین  
لباس میں میسر پاس بیچ گئی۔ اس کے وجود میں انوکھی جگہ تھی وہ شرماتی  
شرماتی سی تھی اور اس کی آنکھوں کا یہ اجنبی اجنبی سا سماج مجھے بے حد پسند  
آیا۔ وہ میسر مانتے چلی گئی۔

بے شک طاہر اسے وصال کا پابند انسان ہے۔ میں اس کی قدر کرتا  
ہوں۔ کیا تمہیں میری طلب سے دکھ ہوا ہے لڑکا۔؟  
نہیں۔ اس نے گردن ہلاتے ہوئے اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے  
مجھے دیکھا۔ لیکن تم نے مجھے یہ کیوں طلب کیا جبکہ تمہاری طلب پر ایک سے  
ایک میں لڑکی تمہارے حوالے کی جاسکتی تھی۔؟

مجھے تمہی وقت پسند لگتی تھیں بے پہلی بار مجھے شہنشاہ کے  
ساتھ پیش کیا گیا تھا۔  
میں نے بھی نہیں پسند کیا تھا۔ لیکن تم میری دوسری سے بہت  
دور تھے۔ مجھے گمان بھی تھا کہ میری خواہش اس طرح پوری ہو جائے گی،  
اس نے شرماتے ہوئے کہا۔  
اگر بات ہے تو میں بہت خوش ہوں۔ ہاں اگر تمہیں میری

اس انگشت افسوس ہوتا تو میں اپنے اظہار واپس لے سکتا تھا۔  
نہیں۔ تم بے حد حسین ہو۔ پہلے پناہ طاہر اور بہادر۔ لیکن اس  
کے ساتھ ظالم اور سنگدل بھی ہو۔

وہ کیوں۔؟ میں نے پوچھا اور وہ اٹھ میسر قریب آگئی۔  
تم کبھی کو قتل یا اعتبار نہیں سمجھتے۔  
کس طرح اندازہ لگا گیا۔؟  
میں بھی تمہارے نام سے واقف ہوں۔ مجھے بھی نہیں معلوم  
کہ کون ہو۔ کہاں سے آئے ہو۔؟

اگر میں اپنے بارے میں تمہاری جی کو بتا دوں تو طاہر اس کی شہنشاہ  
اس کی معیوبیت خط سے ہی پوچھا جائے گی اس وقت میں جھوٹا کہنے کا معصدا  
ہوں گا۔ لیکن میں اس چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔ رہا نام کا سوال تو  
میں نے دست بردار کیا تھا۔ میرا کوئی نام نہیں ہے۔ دنیا مجھے اپنے پسند کے نام ہی  
دے دے کسی نے مجھے تو سنا کہا ہے کسی نے لائق۔ کوئی مجھے آسمان کا بیٹا کہا  
ہاں تو کوئی سوئے کا بیٹا۔ میں جانتا چاہتا ہوں تم مجھے کیا کہو گی؟

صرف بہادر۔؟ اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کی آنکھیں  
شراب پرانے لگیں۔ آگاشا کی موت کے بعد میری موت تھی جو میری خلوت  
آئی تھی۔ میں خود پر قابو نہیں پاسکتا تھا۔

میں میری شریک تھی اور طویل عرصے کے بعد مجھے لاکھ لاکھ کی لاکھ سی گرجی  
جے اس موت میں جی تھی۔ میری وحشت مو کوئی اس میں اور کا انسان بن گیا  
میں دوسری لاکھ لاکھ لاکھ اور نصیب میں لڑکا کا گئے انوکھا مر تھا۔ اس نے  
ایک معصومی معبود کو دیکھا تھا جو جنسی معاملات میں بھی اپنی معیوبیت پر فخر  
رکھتا تھا۔ اور ظاہر ہے لڑکا کو یہ معیوبیت پسند ہوگی۔ وہ میری پوجش  
نہرت سے حیران رہ گئی۔ تب وہ مجھے بے پناہ چاہنے لگی۔ صرف ایک لکھ  
طاہر اس کی معیوبیت تم کر دی۔ وہ اسے بھول کر میری دیوانی ہو گئی اور رات کے  
آخری پیر میں میسر سینے سے پیٹے ہوئے مجھے اس نے بتایا۔

بہادر۔ کیا تم مجھے معاف کر دو گے۔ اگر میں تمہیں ایک  
لاڑبازوں۔  
میں نے نہیں بتانے سے پہلے معاف کر دیا۔ اب بتاؤ کیا  
ماڑ ہے۔؟

میں معصومیت سے تمہارے پاس نہیں آئی تھی۔  
کیا تمہارے پاس میں کوئی خیر پوشیدہ ہے۔  
خیر نہیں۔ البتہ میسر سینے میں طاہر کا ایک چکر لگام پوشیدہ  
ہے۔ اس کی دوستی بے عرض نہیں ہے۔

کیا چاہتا ہے وہ مجھ سے۔؟ میں نے پوچھا۔  
وہ تمہارے ذہین آگشاں کو گرفتار کرنا چاہتا ہے۔ وہ تمہاری  
طاقت سے بہت متعجب ہے۔ لیکن آگشاں کی گرفتاری کا قصور بھی موت کے  
مترادف ہے۔ وہ انسان نہیں ہے۔

آگشاں کون ہے۔؟ مجھے اس کے بارے میں بتاؤ۔  
طاہر اس کا سب سے بڑا مخالف۔ انکو روکا سب سے بڑا باقی جن نے  
طاہر اس کی فوج کے ساتھ بیٹھے ہیں۔  
کیا وہ بہت طاقتور ہے۔؟ میں نے پوچھا۔

میں نے اسے دیکھا نہیں ہے۔ شہنشاہ کہ اس نے تمہارا  
پوری فوج کو شکست دی ہے۔ اور اب طاہر اس کی فوج کے بڑے بڑے سورا  
اس کی گرفتاری کے قصور سے دیک جاتے ہیں۔ طاہر کسی سورا کو اس کی  
گرفتاری کے لئے تیار نہیں کر سکا ہے۔

تب وہ مجھ سے کیا چاہتا ہے۔؟  
اس کی خواہش ہے کہ میں تمہیں یا طاہر سے کام لے کر آگشاں کی  
گرفتاری کے لئے آمادہ کروں۔ لیکن بے شک اس کو گرفتار کر کے میں کا یہ بیٹا ہوگا  
تو اسے جاؤ گے اور طاہر کے مقابلے کی دوسری طاقت فنا ہو جائے گی۔  
ہوں۔ میں سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر میں نے گردن اٹھا  
ہوئے کہا۔ قصور صرف طاہر کی نیت کا ہے۔ اگر وہ مجھے ایک دوست کی  
منیت سے کام سونپتا تب بھی کوئی رت نہیں تھا۔ میں اس کی خواہش کی  
تکلیف کرتا۔؟

اس نے ہی مجھے تمہارے حوالے کر دیا ہے۔ میرا کام صرف  
یہ تھا کہ میں تمہیں اس کے لئے تیار کروں۔ اگر تم آگشاں کو گرفتار کر لیتے تو  
وہ مجھے تمہارا انعام سمجھ لیتا اور اگر تم آگشاں کے ہاتھوں سے جلتے تب بھی  
طاہر اس کے لئے سورا بننا نہیں تھا۔

میں کہہ چکا ہوں۔ صرف اس کی نیت کا قصور ہے جسے یہ مل  
کرنا ہوں بے شک وہ صاف دل دوست نہیں ہے لیکن اس نے نہیں مجھے  
دے کر میسر اور ایک قرض لادویا ہے۔ میں اس قرض کو آگشاں کی موت  
میں تار دوں گا۔؟

تمہیں بہادر۔ میں نہیں جانتی۔ اب میں نہیں جانتی کہ آگشاں  
کو گرفتار کرنے پر آمادہ ہو یا نہ ہو۔  
کیوں۔؟ میں نے پوچھا۔  
جو کچھ میں نے اس کے بارے میں سنا ہے۔ وہ اچھا نہیں ہے  
آگشاں شیطانی ہے۔ بہت سی جڑی بلائیں اس کے قبضے میں ہیں۔ وہ آگشاں







اس فیصلے سے بہت خوش ہوں۔

تو فریضہ خیرات میں خوش ہونے والی ہوں۔ اس خوشی  
خدا کی بھلائی سن رہا تھا اور دل میں ہنس رہا تھا۔ یہ کہ وہ بہت بڑا خوش  
تھا۔ اسے وہ خوشی دہیں رہا تھا جو اس وقت اس پر طاری ہوا تھا۔ جب یہ  
اس کے تینوں بیٹوں کو جو کہ موت مار رہا تھا اور یہی اس کی طرف مڑ رہا  
تھا۔ اس کی خدائی قوتیں اس وقت اس کا ساتھ دوسے کسی نہیں اور وہ ان کا  
بھر رہی ہیں نام نہان کھڑا تھا۔

تب اس نے کہا: "اور۔۔۔ دیر جانا۔۔۔ اگر تم انکس کو تو قتل  
کے لئے مڑو وہ اسے تو میں ان رکھوں گے۔ تم انکس کے ہم انکس کی  
حکومت تو اسے چلے کر دیں گے۔ تم ہاتھ دو تو میں تمہارے اور تم پر  
خواب بھی صاف کر دیں گے۔ تم انکس کے سیاہ و سفید کے ایک ہو گے۔"  
لیکن طاس۔۔۔ انکس کی سرکوبی کے لئے تم مجھے کیوں بھیج رہے  
ہو۔ تم اس خطہ ارض کے معبود ہو۔ آسمانی قوتیں تمہارے قبضے میں ہیں۔ تم  
انکس پر اپنے تفریق پر کدو۔ انکس کو موت کی آغوش میں ڈھکیں دو۔ انکس  
میں قسط سالی کر دو۔ وہاں کے بادلوں کی چیخیں لو۔ وہ خود تمہاری خدائی  
کا اعتراف کرتے ہوئے تمہارے قدموں میں آگرے گے۔

اور فریضہ سری بات پر اس نے وقف شہنشاہ کا چہرہ اتر گیا۔  
وہ نہیں جانتے تھے کہ: اور اس نے وہ کھلائے ہوئے انداز میں تاکا کی طرف  
دیکھا۔ تاکا نے گونج جھانکی تھی۔ تب وہ بھلا۔ اور اس نے مکتا سے  
سے مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ ایک معصوم دوست۔ تم بے حد بہادر ہو۔ بے حد دلیر  
لیکن تم خدائی رمز کا جانو۔ ہمارے ہم کام میں مصلحت پوشیدہ ہے۔ اگر  
ہم انکس پر تباہی نازل کریں گے تو وہ لوگ بھی اس کے شکار ہو جائیں گے جو  
دل ہی دل میں ہمارے پرستش کرتے ہیں۔ ہم صرف ظالموں اور منافقوں کے  
لئے قہر ہیں۔ اپنے ہاتھ ظالموں کے لئے ہم جہنم جہنم کر رہے ہیں۔ ہم ایسا  
نہیں کر سکتے۔ انکس اور اس کے حواریوں کو سزا ملنی چاہیے۔ بے گناہوں  
کو نہیں۔

ہوں۔ "میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ بہر حال تاکا  
نے ٹھیک کہا ہے۔ میں انکس کی سرکوبی کے لئے تیار ہوں۔ مجھے بتاؤ  
اس سلسلے میں مجھے کیا کیا انتظامات کرنے ہوں گے۔"

"سب انتظامات ہم کریں گے۔ ہم نہیں اپنی بہترین فوج  
دیں گے۔ تم اس فوج کی قیادت کرو گے اور انکس کے علاقے پر حملہ کر کے  
تاکا تباہ کر دینے کے لئے تمہارے ساتھ ہوگی۔ تمام راستے اسے معلوم ہیں۔ تم

مطلق العنان ہو گے جس طرح چاہو گے فوج کو روانہ کرو گے۔ اور ہر گناہی  
اسے سزا دی جائے گی۔ میں نے کہا۔ اور طاس نے کہا۔  
"میں تیار ہوں۔" میں نے کہا۔ اور طاس نے کہا۔  
مجھے پینے سے باز رہنا۔

تاکا نے نوکری کے لئے داخل ہوئی تو میری شکل دیکھ کر  
بڑی۔ وہ بے تماشہ نہیں رہی تھی اور میں مسکراتے ہوئے اس کی شکل کو  
ماحولی میں ہی یہ روک بیٹھتا ہوں۔ بے حد حیرت منانہ۔ یہی تھی۔ یوں ہی  
انکس کا شکار کر رہا تھا۔ اس کے ہاتھ پر انکس کا ہاتھ تھا۔ کرپیشن کو  
بڑی ہوئی تھی جس میں بھی ہوئی باریک موتوں کی جھلک اس کے  
کی ناکام کوشش کی تھی۔ اور یہی اس سیاہ و سفید تھا۔ موتوں  
کی ایک لڑی اس نے اپنی ہیکل اور کشادہ پیشانی پر باندھی ہوئی تھی۔ وہ  
تلاش لے ہوئے سیاہ بالوں میں سفید رنگ کے پھول ٹپک رہے تھے۔  
پھر اس کے بے تماشہ ہونے سے موتوں کی جھلکیں بھی نہیں جھلکیں  
پورا جسم نقصان نظر آ رہا تھا۔ میری آنکھوں میں پسینہ لگ کے جذبات  
وہ ہنست ہوئی میری آغوش میں لگی۔ اس بے پناہ  
وجہ۔ "میں نے خوبصورت جسم کو آغوش میں لیتے ہوئے پوچھا۔  
"یہ تجھے تو بھلائے کیسے میں نے جھٹکے ہیں۔" وہ وہ ہنست  
ہوئی۔

"کیوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔  
"اتفاق قس کی حالت۔۔۔ کس طرح گھر چھوڑ کر تم کے گھر  
کر رہا تھا۔ لیکن تم نے بھی اسے خوب بے وقوف بنایا۔ تمہارے سولہ  
گبارت دیکھنے کے قابل تھیں۔"  
ہاں۔ بہر حال اس نے بات نہائی دی۔ لیکن تم نے اس  
کیا کہا تھا؟

"میں نے بتایا تھا کہ میں نے اپنے طور پر تمہیں انکس کے  
میں بتایا اور تمہیں جوش لاکھم انکس کو گرفتار کرو۔ میں تمہیں جوش میں  
ہو گئے اور اب طاس تم سے بات کرے؟"

"خوب۔ اب کیا پروگرام ہے۔" میرا مطلب تھا  
کی گرفتاری کا پروگرام۔  
"میں تمہاری کینز ہوں۔ جو تمہارے اس سے انفرنگ نہیں  
میری زندگی تو اب تمہاری ہے۔ ہاں تمہاری زندگی مجھے جہان سے زیادہ عزیز  
دی ہوگا جو تم چاہو گے؟"

میں انکس سے دو دو تھک چکا تھا ہوں۔

"اب تو میں بھی یہی چاہتی ہوں۔" وہ حقیقت اگر کہنے لگے اس پر  
انکس طاس انکس کی حکومت تمہارے ہاتھ کے لئے گوارا دے گی اور میں انکس کی  
انکس کو تمہارا شہنشاہ۔ اس سے بڑی خدمت اور کیا ہو سکتی ہے۔ اور میں نے  
انکس کی تمام زندگیوں کی کفایت کر لیا۔ حالانکہ مجھے حکومت اور  
انکس کے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

پہلے سے دس دن تک انکس جانے والی فوج کے لئے تیاریاں کی  
اور میں نے بڑے بڑے یادوں کو تھک چکا تھا۔ بڑے بڑے جنداری فوج  
کے لئے تھے۔ ایک سے ایک یاد دہشت گرد کیا گیا تھا۔ بڑے بڑے جنداری فوج  
کے لئے تھے۔ لیکن وہ پوری طرح اسلحہ میں فوج تھی۔ اور اس کے پاس وہ  
جنداری تھے۔ تھک رہی تھی۔ تھک رہی تھی۔ تھک رہی تھی۔ تھک رہی تھی۔  
تھک رہی تھی۔ تھک رہی تھی۔ تھک رہی تھی۔ تھک رہی تھی۔ تھک رہی تھی۔  
تھک رہی تھی۔ تھک رہی تھی۔ تھک رہی تھی۔ تھک رہی تھی۔ تھک رہی تھی۔

انکس کے ایک گھوڑے پر میں سوار تھا۔ اور وہ سوار تھا۔ تاکا کی  
اور اس کے ہاتھ تھے۔ تاکا اس نے ایک تھک تھک میں میں رہتے تھے۔ اور  
انکس کے گورب کی رہنمائی میں انکس کی طرف چل پڑے۔ گورب انکس کا  
انکس کے ہاتھ سے اس نے پوری طرح واقف بلکاس کا ہاتھ تھا۔ تاکا کی  
انکس کے ہاتھ سے عشق ہو گیا تھا۔ اور کوئی نئی بات نہیں تھی۔ فریضہ سری  
انکس کا ہاتھ قریب آنے کا موقع ملا وہ پھر میری گن گاتی تھی تاکا کی موت  
انکس کی گن زد فوج تھی۔ میں تھک تھک موت کے جانے کے قابل۔ ہر دور کی  
انکس نے میری پزیرائی کی ہے۔ ہر دور کی موتیں میری عشق میں گرفتار تھیں یہی  
انکس نے مجھ پر جان چھڑکی ہے۔ چنانچہ تاکا کو اس کا کہ وہ ایک نکل گیا  
انکس کے ہاتھ میں اس کے ساتھ تھا۔ اسے میری فوجوں کا علم نہیں تھا۔  
وہ مانتی تھی کہ اگر اسے موت بھی آتی تو میرے نزدیک ہی آئے گی اور وہ انکس  
انکس کی موت تھی۔

طاس کے ملک کی سرحدیں بہت کٹ تھیں۔ ہمارے بقیہ جہاز  
انکس کا سینہ ہلاتے دور تھے اور بہت جلد شہر کے آثار دکھائی دیے  
انکس کے سوچ کی روشنی میں ہم نے سفر شروع کیا تھا۔ صاف دھڑک رہے  
انکس کے تھک تھک کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ شام ہوتے ہوئے ہم نے ایک عریض علاقہ  
انکس کے اور پھر سیاہ رنگ کی شکار جہازوں میں رات کی تاریکی نے ہمارے  
انکس کے لئے۔ اور ہم نے گھوڑے ڈک کر دیے۔

بڑی خوفناک جگہ تھی فریضہ سری۔ یہ تھا اس علاقے میں کبھی کوئی خوفناک

آتش فشاں ہوگا جب زمین کی گہرائیوں میں پوشیدہ ہو گیا ہے کسی بے وقت  
سراٹھانے کے لئے۔ لیکن پوشیدہ ہونے سے قبل اس نے خوفناک تباہی پجائی  
تھی جس کے آثار دور دور تک نمایاں تھے۔

میلوں دور تک سیاہ جگہ ہوتے تھے نظر آتے تھے۔ زمین بھی سیاہ  
تھی اور اس علاقے میں رات بھی ٹوٹ کر لگی تھی۔ فوجوں نے جھوٹے گروہ  
بنائے قیام کیا تھا۔ بے شمار شعلیں روشن تھیں لیکن ان کی روشنی اس علاقے کی  
بسیا تک سیاہی دور کرنے میں ناکام رہی۔ پھر مارا نکل آیا۔ اور سیاہ جگہ  
پر سیاہی میں عجیب مناظر پیش کرنے لگی۔

میں نے خاص طور سے ایک خیریت سا دھڑک رہا تھا۔ پانی یا  
شکار کی کوئی دوسری چیز یہاں لے کر کوئی انسان نہیں تھا۔ اس لئے آواز کی  
ہوئی چیزوں پر گوارہ کیا گیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر میں اور تاکا کھینچنے سے نکل  
آئے۔ باہر ہمارے ہر دروازہ بے کھڑے تھے۔

گورب کو ہمارے پاس بلاؤ۔ "میں نے ایک سپر وائر کو حکم دیا اور  
تاکا کا ہاتھ پکڑ کر ایک اونچی جہان کے نزدیک پہنچ گیا۔ میرے لئے اسے پہلا  
دسے کر چنانچہ چڑھایا۔ اور ہم دونوں پھر کھڑکی کی کڑوں کا قفس دیکھنے  
لگے۔ آتب عقب سے ہوتے تھے ہمارے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ گورب کی  
خدمت میں حاضر ہو گیا تھا۔

"ان سیاہ جہازوں کی کیا داستان ہے گورب۔" میں نے اسے  
ایک سیاہ پتھر پر بیٹھنے کا اشارہ کرنے کے بعد پوچھا۔

"یہ جہاز بہت قدیم ہیں۔ یاد ہے کہ اب جانا ہے کہ یہاں کھنڈے  
پتھروں کا بہت بڑا سیلاب آیا تھا۔ اس سے قبل یہاں ایک سیڑھی آدھی لیگی  
سرٹ سیلاب نے آبادی کو محض کر لیا اور پھر یہ سیلاب نہ جانے کہاں نکل گیا  
پتھر ٹھنڈے ہو کر سیاہ جہازوں میں تبدیل ہو گئے اور اب یہاں پتھر نہیں لگتے۔  
گورب نے بتایا۔

میرا خیال درست تھا۔ آتش فشاں کا لاوا وہی تھا۔ یہاں  
میں نے گورب سے راستے کے بعد میں پوچھا۔ "انکس کے تھک تھک سفر پہنچا  
جس طرف ہم جا رہے ہیں یہ جھوٹا راستہ ہے سیاہ جہازوں کے ہاتھ سنت سے جانے  
پر یہیں سپاٹ اور صاف راستہ مل سکتا ہے۔ لیکن اس طرف بستیوں آباد ہیں ان  
میں سے چند بستیوں کے ہاتھ میں سنا ہے کہ وہاں انکس کے فوج موجود ہیں۔  
وہ طاس کی ان فوجوں کے ہاتھ میں انکس کا اطلاع دے دیتے ہیں جو انکس  
پر حملہ آور ہوتے جاتی ہیں۔ چنانچہ مجھ ناچہ کی رائے ہے کہ ناہموار راستہ اختیار کیا  
جائے جو بستیوں سے دور گزرتا ہے۔ اس طرح ہم پوشیدہ طور پر انکس کے



پچھنے پہنچ سکتے ہیں۔ اس راستے پر شکا اور پانی موجود ہے۔

”شک ہے۔ ہم اسی راستے سے ہی سفر کریں گے۔ بہر حال تم واپس جاؤ۔ اور گوب گردن جھکا کر لگایا۔ تب میں لٹا کی طرف متوجہ ہو گیا جس کے جسم میں انگڑائیاں ٹوٹ رہی تھیں۔ میں نے ٹکراتے ہوئے اسے دیکھا اور وہ پلٹ کر مجھ سے پلٹ گئی۔

”مجھے ان سیلابی جانوروں سے خوف محسوس ہو رہا ہے بہادر۔ آؤ نیچے میں چلیں۔“ اس نے پوچھ لیجیے میں کہا اور میں اسے لئے ہوئے ٹھیکے میں داخل ہو گیا۔



سفر کرتے ہوئے میں پانچ دن گزر چکے تھے۔ اب ہم میں علاقے میں سفر کر رہے تھے۔ سرسبز تھا۔ یہاں شکاری بہت تھی، جھلی جال بھی تھے لیکن فوج کی کڑی نگرانی کے تحت وہ جھکا جاتے تھے۔ یہر حال خوب شکا ہو رہا تھا۔ پانی کی بہت تھی۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر چھوٹے اور بڑے مل جاتے تھے۔ ان تمام چیزوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ہم آگے بڑھ رہے تھے۔ مجھے لگتا کہ میں نے کئی اور کئی ایسی ہی جگہیں گزری ہیں۔ ان کے مقصد پر ابھی ہمارا ہوا تھا۔

سہا سفر اور زمین ماسٹی۔ اس کے علاوہ اور کیا چاہیے تھا۔ اور وہ سفر کی ساتویں رات تھی۔ سرسبز علاقہ ختم ہو گیا تھا۔ اور اب بے آب و گیاہ جہاں لگتے تھے۔ نوکیلے پہاڑ جو انتہائی دشوار گزار تھے۔ گوب کے راستے ایسے جاتا تھا جس کی وجہ سے ان پہاڑوں کی بلند یوں پر چڑھنے کے بجائے ان کے دریاں ٹرنگ نڈا استول سے گزرا جاسکتا تھا۔

ویسے میں نے اپنے چند جرنیلوں کے حیران پر عجیب سے تاثرات دیکھے تھے۔ زبانوں کوں وہ کچھ مضبوط تھے۔ پھر مایوسی نہیں نکلا تھا کہ وہ سب میں ہو کر سیکر خیمے پر پہنچ گئے۔ پھر دیرانے مجھے ان کے آنے کی اطلاع دی اور میں باہر نکل آیا۔

”کیا بات ہے۔“ میں نے پوچھا۔

”ہم آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں معزز سردار۔“ ایک جرنیل نے کہا۔ ”آؤ۔“ میں نے نیچے ہی آجاؤ۔ میں نے کمالی نری سے کہا اور وہ سب اندر آگئے۔ میں نے انہیں بیٹھنے کی پیشکش کی اور وہ منوں انداز میں بیٹھ گئے۔

”ہمیں گوب کی نسبت پریشان ہو رہا ہے بہادر۔“

”کیا مطلب۔“ میں نے تعجب سے پوچھا۔

”سور اور پہاڑوں کا کوئی راستہ آٹا نہیں ہے کہ ابھی تک میں

انکو کے آگے نہیں دیکھیں اور یہاں خوف کی پہاڑیاں کہلاتی ہیں جہاں جھپکنے کے بعد انسان بھی راستہ نہیں پاتے۔ اگر ہم اس راستے سے واپس چلنے کی کوشش کریں، جس سے یہاں تک آئے ہیں تو اس کی قسم میں وہ راستہ کبھی نہ ملے گا۔“

میں نے ان کو دیکھا۔ اس جرنیل کی بات سن کر۔ غور کیا اور اندازہ لگایا کہ ان کو راستے کے بارے میں وہ درست کہہ رہے ہیں۔ لیکن گوب کی نسبت کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا۔

”نہ کہتے۔ اگر ہماری فوج کے دو سپاہی اقل رات غائب نہ ہوتا یہ دونوں تو یہ وہ تھے جو گوب کے ساتھ تھے۔ اکثر ہم نے ان تینوں کو دیکھا ہے۔ وہ کچھ بڑے بڑے گھنگھوڑے تھے اور اگر کوئی ان کے قریب پہنچتا تو وہ ان کی فوج اور گناہ کی گرفتاری کی باتیں کرتے دیکھتے تھے۔“

”اوہ۔ وہ دونوں کب غائب ہوئے۔“

”پچھلے رات۔ چونکہ ہم نے اپنے اپنے دستوں کی پوری دیکھا نہال بھی ہے۔ ایک ایک سپاہی پر نگاہ رکھتے ہیں۔ اس لئے آج تیار کئے گئے جب سپاہیوں کی قوت کی گئی تو۔ دو سپاہی کم تھے۔ ان کے گھوڑے بھی غائب ہیں۔ تب ہم نے گوبوں سے پوچھ گچھ کی تو ایک سپاہی نے بتایا کہ اس نے شام کے سفر میں ان دونوں کو دیکھا تھا۔ وہ رات کے کسی حصے میں غائب ہوئے ہیں۔ ہم نے گوب سے ان کے بارے میں پوچھا تو اس نے لامتی ظاہر کی اور کہا کہ وہ ان دونوں سے واقف بھی نہیں ہے۔ اور یہ شہر کی بنیاد ہے۔“

وہ چپ ہوا تو ایک اور جرنیل بول اٹھا۔

”ہمیں اندیشہ ہے معزز سردار۔ کہ گوب اگر گناہ میں آجائے تو ہم خیال نہ ہو۔ ہمارے کی تحریک بہت زبردست ہے۔ بے شمار لوگ ان کے حامی ہیں۔ نہانے چاروں حصوں میں ہی کون کون ہو۔ حالانکہ ان کا انتخاب کرتے وقت ان باتوں کا خیال رکھا گیا ہے۔“

”نہا مطلب ہے کہ گوب جان بوجھ کر ہمیں اس راستے پر لایا ہے تاکہ ہم ان کی جگہ پہنچ سکیں۔“

”خوف کی پہاڑیوں کی پڑھول داستانیں شہو ہیں۔ یہاں زلزلے آتے ہیں اور ان پہاڑیوں کی ہیئت بدل جاتی ہے۔ ان میں سے چٹانیں کافی بلند ہیں اور اس انداز میں رکھی ہوئی ہیں کہ تھوڑی سی کوشش سے اپنے ساتھ بے شمار پتھر لے کر چل سکتی ہیں۔“

”ہوں۔“ میں نے ایک گہری سانس لی، ان کا چہرہ رنگ

”میں نے ان کو دیکھا۔ اس جرنیل کی بات سن کر۔ غور کیا اور اندازہ لگایا کہ ان کو راستے کے بارے میں وہ درست کہہ رہے ہیں۔ لیکن گوب کی نسبت کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا۔“

”نہ کہتے۔ اگر ہماری فوج کے دو سپاہی اقل رات غائب نہ ہوتا یہ دونوں تو یہ وہ تھے جو گوب کے ساتھ تھے۔ اکثر ہم نے ان تینوں کو دیکھا ہے۔ وہ کچھ بڑے بڑے گھنگھوڑے تھے اور اگر کوئی ان کے قریب پہنچتا تو وہ ان کی فوج اور گناہ کی گرفتاری کی باتیں کرتے دیکھتے تھے۔“

”اوہ۔ وہ دونوں کب غائب ہوئے۔“

”پچھلے رات۔ چونکہ ہم نے اپنے اپنے دستوں کی پوری دیکھا نہال بھی ہے۔ ایک ایک سپاہی پر نگاہ رکھتے ہیں۔ اس لئے آج تیار کئے گئے جب سپاہیوں کی قوت کی گئی تو۔ دو سپاہی کم تھے۔ ان کے گھوڑے بھی غائب ہیں۔ تب ہم نے گوبوں سے پوچھ گچھ کی تو ایک سپاہی نے بتایا کہ اس نے شام کے سفر میں ان دونوں کو دیکھا تھا۔ وہ رات کے کسی حصے میں غائب ہوئے ہیں۔ ہم نے گوب سے ان کے بارے میں پوچھا تو اس نے لامتی ظاہر کی اور کہا کہ وہ ان دونوں سے واقف بھی نہیں ہے۔ اور یہ شہر کی بنیاد ہے۔“

وہ چپ ہوا تو ایک اور جرنیل بول اٹھا۔

”ہمیں اندیشہ ہے معزز سردار۔ کہ گوب اگر گناہ میں آجائے تو ہم خیال نہ ہو۔ ہمارے کی تحریک بہت زبردست ہے۔ بے شمار لوگ ان کے حامی ہیں۔ نہانے چاروں حصوں میں ہی کون کون ہو۔ حالانکہ ان کا انتخاب کرتے وقت ان باتوں کا خیال رکھا گیا ہے۔“

”نہا مطلب ہے کہ گوب جان بوجھ کر ہمیں اس راستے پر لایا ہے تاکہ ہم ان کی جگہ پہنچ سکیں۔“

”خوف کی پہاڑیوں کی پڑھول داستانیں شہو ہیں۔ یہاں زلزلے آتے ہیں اور ان پہاڑیوں کی ہیئت بدل جاتی ہے۔ ان میں سے چٹانیں کافی بلند ہیں اور اس انداز میں رکھی ہوئی ہیں کہ تھوڑی سی کوشش سے اپنے ساتھ بے شمار پتھر لے کر چل سکتی ہیں۔“

”ہوں۔“ میں نے ایک گہری سانس لی، ان کا چہرہ رنگ

”میں نے ان کو دیکھا۔ اس جرنیل کی بات سن کر۔ غور کیا اور اندازہ لگایا کہ ان کو راستے کے بارے میں وہ درست کہہ رہے ہیں۔ لیکن گوب کی نسبت کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا۔“

”نہ کہتے۔ اگر ہماری فوج کے دو سپاہی اقل رات غائب نہ ہوتا یہ دونوں تو یہ وہ تھے جو گوب کے ساتھ تھے۔ اکثر ہم نے ان تینوں کو دیکھا ہے۔ وہ کچھ بڑے بڑے گھنگھوڑے تھے اور اگر کوئی ان کے قریب پہنچتا تو وہ ان کی فوج اور گناہ کی گرفتاری کی باتیں کرتے دیکھتے تھے۔“

”اوہ۔ وہ دونوں کب غائب ہوئے۔“

”پچھلے رات۔ چونکہ ہم نے اپنے اپنے دستوں کی پوری دیکھا نہال بھی ہے۔ ایک ایک سپاہی پر نگاہ رکھتے ہیں۔ اس لئے آج تیار کئے گئے جب سپاہیوں کی قوت کی گئی تو۔ دو سپاہی کم تھے۔ ان کے گھوڑے بھی غائب ہیں۔ تب ہم نے گوبوں سے پوچھ گچھ کی تو ایک سپاہی نے بتایا کہ اس نے شام کے سفر میں ان دونوں کو دیکھا تھا۔ وہ رات کے کسی حصے میں غائب ہوئے ہیں۔ ہم نے گوب سے ان کے بارے میں پوچھا تو اس نے لامتی ظاہر کی اور کہا کہ وہ ان دونوں سے واقف بھی نہیں ہے۔ اور یہ شہر کی بنیاد ہے۔“

وہ چپ ہوا تو ایک اور جرنیل بول اٹھا۔

”ہمیں اندیشہ ہے معزز سردار۔ کہ گوب اگر گناہ میں آجائے تو ہم خیال نہ ہو۔ ہمارے کی تحریک بہت زبردست ہے۔ بے شمار لوگ ان کے حامی ہیں۔ نہانے چاروں حصوں میں ہی کون کون ہو۔ حالانکہ ان کا انتخاب کرتے وقت ان باتوں کا خیال رکھا گیا ہے۔“

”نہا مطلب ہے کہ گوب جان بوجھ کر ہمیں اس راستے پر لایا ہے تاکہ ہم ان کی جگہ پہنچ سکیں۔“

”خوف کی پہاڑیوں کی پڑھول داستانیں شہو ہیں۔ یہاں زلزلے آتے ہیں اور ان پہاڑیوں کی ہیئت بدل جاتی ہے۔ ان میں سے چٹانیں کافی بلند ہیں اور اس انداز میں رکھی ہوئی ہیں کہ تھوڑی سی کوشش سے اپنے ساتھ بے شمار پتھر لے کر چل سکتی ہیں۔“

”ہوں۔“ میں نے ایک گہری سانس لی، ان کا چہرہ رنگ

”میں نے ان کو دیکھا۔ اس جرنیل کی بات سن کر۔ غور کیا اور اندازہ لگایا کہ ان کو راستے کے بارے میں وہ درست کہہ رہے ہیں۔ لیکن گوب کی نسبت کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا۔“

”نہ کہتے۔ اگر ہماری فوج کے دو سپاہی اقل رات غائب نہ ہوتا یہ دونوں تو یہ وہ تھے جو گوب کے ساتھ تھے۔ اکثر ہم نے ان تینوں کو دیکھا ہے۔ وہ کچھ بڑے بڑے گھنگھوڑے تھے اور اگر کوئی ان کے قریب پہنچتا تو وہ ان کی فوج اور گناہ کی گرفتاری کی باتیں کرتے دیکھتے تھے۔“

”اوہ۔ وہ دونوں کب غائب ہوئے۔“

”میں نے ان کو دیکھا۔ اس جرنیل کی بات سن کر۔ غور کیا اور اندازہ لگایا کہ ان کو راستے کے بارے میں وہ درست کہہ رہے ہیں۔ لیکن گوب کی نسبت کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا۔“

”نہ کہتے۔ اگر ہماری فوج کے دو سپاہی اقل رات غائب نہ ہوتا یہ دونوں تو یہ وہ تھے جو گوب کے ساتھ تھے۔ اکثر ہم نے ان تینوں کو دیکھا ہے۔ وہ کچھ بڑے بڑے گھنگھوڑے تھے اور اگر کوئی ان کے قریب پہنچتا تو وہ ان کی فوج اور گناہ کی گرفتاری کی باتیں کرتے دیکھتے تھے۔“

”اوہ۔ وہ دونوں کب غائب ہوئے۔“

”پچھلے رات۔ چونکہ ہم نے اپنے اپنے دستوں کی پوری دیکھا نہال بھی ہے۔ ایک ایک سپاہی پر نگاہ رکھتے ہیں۔ اس لئے آج تیار کئے گئے جب سپاہیوں کی قوت کی گئی تو۔ دو سپاہی کم تھے۔ ان کے گھوڑے بھی غائب ہیں۔ تب ہم نے گوبوں سے پوچھ گچھ کی تو ایک سپاہی نے بتایا کہ اس نے شام کے سفر میں ان دونوں کو دیکھا تھا۔ وہ رات کے کسی حصے میں غائب ہوئے ہیں۔ ہم نے گوب سے ان کے بارے میں پوچھا تو اس نے لامتی ظاہر کی اور کہا کہ وہ ان دونوں سے واقف بھی نہیں ہے۔ اور یہ شہر کی بنیاد ہے۔“

وہ چپ ہوا تو ایک اور جرنیل بول اٹھا۔

”ہمیں اندیشہ ہے معزز سردار۔ کہ گوب اگر گناہ میں آجائے تو ہم خیال نہ ہو۔ ہمارے کی تحریک بہت زبردست ہے۔ بے شمار لوگ ان کے حامی ہیں۔ نہانے چاروں حصوں میں ہی کون کون ہو۔ حالانکہ ان کا انتخاب کرتے وقت ان باتوں کا خیال رکھا گیا ہے۔“

”نہا مطلب ہے کہ گوب جان بوجھ کر ہمیں اس راستے پر لایا ہے تاکہ ہم ان کی جگہ پہنچ سکیں۔“

”خوف کی پہاڑیوں کی پڑھول داستانیں شہو ہیں۔ یہاں زلزلے آتے ہیں اور ان پہاڑیوں کی ہیئت بدل جاتی ہے۔ ان میں سے چٹانیں کافی بلند ہیں اور اس انداز میں رکھی ہوئی ہیں کہ تھوڑی سی کوشش سے اپنے ساتھ بے شمار پتھر لے کر چل سکتی ہیں۔“

”ہوں۔“ میں نے ایک گہری سانس لی، ان کا چہرہ رنگ

”میں نے ان کو دیکھا۔ اس جرنیل کی بات سن کر۔ غور کیا اور اندازہ لگایا کہ ان کو راستے کے بارے میں وہ درست کہہ رہے ہیں۔ لیکن گوب کی نسبت کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا۔“

”نہ کہتے۔ اگر ہماری فوج کے دو سپاہی اقل رات غائب نہ ہوتا یہ دونوں تو یہ وہ تھے جو گوب کے ساتھ تھے۔ اکثر ہم نے ان تینوں کو دیکھا ہے۔ وہ کچھ بڑے بڑے گھنگھوڑے تھے اور اگر کوئی ان کے قریب پہنچتا تو وہ ان کی فوج اور گناہ کی گرفتاری کی باتیں کرتے دیکھتے تھے۔“

”اوہ۔ وہ دونوں کب غائب ہوئے۔“

”پچھلے رات۔ چونکہ ہم نے اپنے اپنے دستوں کی پوری دیکھا نہال بھی ہے۔ ایک ایک سپاہی پر نگاہ رکھتے ہیں۔ اس لئے آج تیار کئے گئے جب سپاہیوں کی قوت کی گئی تو۔ دو سپاہی کم تھے۔ ان کے گھوڑے بھی غائب ہیں۔ تب ہم نے گوبوں سے پوچھ گچھ کی تو ایک سپاہی نے بتایا کہ اس نے شام کے سفر میں ان دونوں کو دیکھا تھا۔ وہ رات کے کسی حصے میں غائب ہوئے ہیں۔ ہم نے گوب سے ان کے بارے میں پوچھا تو اس نے لامتی ظاہر کی اور کہا کہ وہ ان دونوں سے واقف بھی نہیں ہے۔ اور یہ شہر کی بنیاد ہے۔“

وہ چپ ہوا تو ایک اور جرنیل بول اٹھا۔

”ہمیں اندیشہ ہے معزز سردار۔ کہ گوب اگر گناہ میں آجائے تو ہم خیال نہ ہو۔ ہمارے کی تحریک بہت زبردست ہے۔ بے شمار لوگ ان کے حامی ہیں۔ نہانے چاروں حصوں میں ہی کون کون ہو۔ حالانکہ ان کا انتخاب کرتے وقت ان باتوں کا خیال رکھا گیا ہے۔“

”نہا مطلب ہے کہ گوب جان بوجھ کر ہمیں اس راستے پر لایا ہے تاکہ ہم ان کی جگہ پہنچ سکیں۔“

”خوف کی پہاڑیوں کی پڑھول داستانیں شہو ہیں۔ یہاں زلزلے آتے ہیں اور ان پہاڑیوں کی ہیئت بدل جاتی ہے۔ ان میں سے چٹانیں کافی بلند ہیں اور اس انداز میں رکھی ہوئی ہیں کہ تھوڑی سی کوشش سے اپنے ساتھ بے شمار پتھر لے کر چل سکتی ہیں۔“

”ہوں۔“ میں نے ایک گہری سانس لی، ان کا چہرہ رنگ

”میں نے ان کو دیکھا۔ اس جرنیل کی بات سن کر۔ غور کیا اور اندازہ لگایا کہ ان کو راستے کے بارے میں وہ درست کہہ رہے ہیں۔ لیکن گوب کی نسبت کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا۔“

”نہ کہتے۔ اگر ہماری فوج کے دو سپاہی اقل رات غائب نہ ہوتا یہ دونوں تو یہ وہ تھے جو گوب کے ساتھ تھے۔ اکثر ہم نے ان تینوں کو دیکھا ہے۔ وہ کچھ بڑے بڑے گھنگھوڑے تھے اور اگر کوئی ان کے قریب پہنچتا تو وہ ان کی فوج اور گناہ کی گرفتاری کی باتیں کرتے دیکھتے تھے۔“

”اوہ۔ وہ دونوں کب غائب ہوئے۔“

”پچھلے رات۔ چونکہ ہم نے اپنے اپنے دستوں کی پوری دیکھا نہال بھی ہے۔ ایک ایک سپاہی پر نگاہ رکھتے ہیں۔ اس لئے آج تیار کئے گئے جب سپاہیوں کی قوت کی گئی تو۔ دو سپاہی کم تھے۔ ان کے گھوڑے بھی غائب ہیں۔ تب ہم نے گوبوں سے پوچھ گچھ کی تو ایک سپاہی نے بتایا کہ اس نے شام کے سفر میں ان دونوں کو دیکھا تھا۔ وہ رات کے کسی حصے میں غائب ہوئے ہیں۔ ہم نے گوب سے ان کے بارے میں پوچھا تو اس نے لامتی ظاہر کی اور کہا کہ وہ ان دونوں سے واقف بھی نہیں ہے۔ اور یہ شہر کی بنیاد ہے۔“

وہ چپ ہوا تو ایک اور جرنیل بول اٹھا۔

”ہمیں اندیشہ ہے معزز سردار۔ کہ گوب اگر گناہ میں آجائے تو ہم خیال نہ ہو۔ ہمارے کی تحریک بہت زبردست ہے۔ بے شمار لوگ ان کے حامی ہیں۔ نہانے چاروں حصوں میں ہی کون کون ہو۔ حالانکہ ان کا انتخاب کرتے وقت ان باتوں کا خیال رکھا گیا ہے۔“

”نہا مطلب ہے کہ گوب جان بوجھ کر ہمیں اس راستے پر لایا ہے تاکہ ہم ان کی جگہ پہنچ سکیں۔“



میں طلوع کا پرستار ہوں اور ان سیکڑوں لوگوں میں سے ایک ہوں نہیں ظالم  
 طاہر کی بھارتی پرستش کیا گیا ہے تاکہ طلوع کے پرستاروں کو طاہر کی  
 کی رشتہ دانیوں سے باہر رکھا جائے۔ سیکڑے اس سے زیادہ سعادت  
 کیا ہو سکتی ہے کہ میں طاہر کی بڑی فوج کو اپنی مکت ملی سے تباہ کر دوں  
 اور تم۔ سنو سردار۔ تم بے پناہ طاہر ہو۔ لیکن میری بات غور سے سنو  
 آگاہی میں طلوع کا سایہ ہے وہ اس وقت پیدا ہوا تھا جب سورج کی پہلی کرن  
 نمودار ہوئی تھی اور اس پہلی کرن نے سب سے پہلے آگاہی کے ہم کو جھپٹا تھا۔ اس  
 کے دہریہ روشنی کے سامنے ہیں۔ اسے تم کیا کہتا ہے یہ ہزار ہا انسان بھی زیر  
 نگر کیس گئے۔

میں چپ سے گورب کی بے باک زنگٹوں سے ہاتھ جڑیلوں کا  
 بر حال تھا۔ ان کے بدن خوف سے پکپکا رہے تھے۔

”تم نے ان دو آدمیوں کو کہاں بھیجا ہے گورب؟“  
 وہ بھی طلوع کے پرستار تھے۔ وہ ان کو کہاں سے بارے  
 میں بتانے گئے ہیں۔ اگر زور نہ دیا۔ تو انہیں ان ہزاروں میں گھر کر  
 مارنے کا گورب نے بتایا اور جڑیل بے قابو ہو گئے۔

”ذلیل۔ کتے۔ بزدل۔“ وہ اس پر ٹوٹ پٹسٹا ہوں نے  
 بے پناہ دندنگ کا مظاہر ہو کر تھے گورب کو گھونے مار مار کر لاک کر دیا۔  
 انہوں نے اس کی گول توڑ دی۔ ہاتھ پاؤں ایک دوسرے سے جدا کر دیے  
 اور اس کے جسم کے ٹکڑوں کو فضلاء اچھال دیا۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی ہوا  
 تھا کہ میں کچھ بھی نہیں کر سکا۔

اور پھر جب وہ چٹی پرکون ہوئے تو میں نے فضلی آواز میں  
 انہیں پکارا۔ ”طاہر نے تم کو ہدایت کی تھی کہ تم میرے حکم کی تعمیل کرو  
 پھر تم نے گورب کو کس کے حکم سے قتل کیا؟“

”وہ قتل تھا۔ وہ شخص تھا سردار۔“ ایک بڑیل نے خوف  
 سے زرتے ہوئے کہا۔

”اس نے میں موت کی وادیوں میں لایچکا ہے۔ اب ہم یہاں  
 سے کیسے نکلیں گے؟“

”تم سب بے وقوف ہو۔ کیا اسے زور دیکھ کر تم اس سے وہاں  
 سے نکلنے کا راستہ نہیں دریافت کر سکتے تھے۔ اب تم میں سے کون یہ راستہ تلاش  
 کرے گا؟ جواب دو۔“ اور جڑیلوں میں سناٹا مچا گیا۔

”ہم اسے اجنبیت دے سکتے تھے۔ ہر مجبور کر سکتے تھے۔ لیکن  
 تم نے یہ راہ بند کر دی۔ اس کے ذمہ دار تم ہو۔ صرف تم۔ چنانچہ اب تم راستہ

تلاش کرو اور مجھے اطلاع دو۔ جاؤ۔“ میں ڈانٹا اور جڑیل کان جلانے  
 لگے۔ مجھے درحقیقت غصہ آگیا تھا۔ گورب کو میں زندہ رکھنا چاہتا تھا۔  
 انہیں اس کے بارے میں معلومات کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے میں نے ان کے  
 نرم رویہ دکھائے۔

دفعاً مجھے کچھ خیال آیا۔ اور میں نے اس جڑیل کو آواز دی  
 ”تم مجھ سے کسی مشکوک سپاہی کا ذکر نہ کیا تھا۔ وہ کاپتا ہوا میرے سامنے  
 ”تم نے مجھ سے کسی ایسے سپاہی کا ذکر نہ کیا تھا جو تہاڑی لگاؤں میں مشکوک  
 ”ہاں سردار۔“ اس کی آنکھوں میں ہلکا سا ہنسی تھی۔

”اسے سیکڑے پاس لے آؤ۔“

”بہت اچھا سردار۔“ جڑیل دھڑکا ہوا چلا گیا اور میں غصہ  
 سے جہاں پر بیٹھ گیا تھا۔ اب بھی سیکڑے بازو سے چپٹی ہونے لگی تھی۔  
 کاپتہ خوف سے سیدھا ہوا تھا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا اور وہ  
 سیکڑے بازو سے زمار مارنے لگی تھی۔

”تم خوفزدہ ہونا کا؟“  
 ”تم نہیں ہو رہا۔“

”نہیں۔“ میں یہاں سے نکلنے کی جرات رکھتا ہوں۔“  
 جواب دیا اور وہ چونک کر مجھ دیکھنے لگی اور پھر اپنا کام اس کے سر پر  
 تاثرات بدل گئے۔ اس نے شکرت کرتے ہوئے کہا۔

”اور۔“ مجھے معاف کرنا۔ میں بھول گئی تھی۔ اس نے ہاتھ  
 ترغیر معمولی صلاحیتیں کے حامل ہو۔ تم ان سب افضل جو اس فوج میں  
 شامل ہیں۔ یہ شکرت راستہ تلاش کر سکتے ہو۔“

”راستہ موجود ہے۔ تاکہ۔ اور یہ کافی ہے۔ جو چیز موجود  
 اسے تلاش کر سکتا کیا معنی رکھتا ہے۔ جب اس فوج میں شامل ماہر  
 باہر نکل سکتے ہیں تو ہم کیوں نہیں۔“

”ہاں۔ ہم نکل سکتے ہیں۔ لیکن یہ زلزلوں کی وادی ہے۔“

یہاں سے ہر قدر جلد ہو سکے نکل چلو۔ مجھے یہاں بہت خوف محسوس ہوا تھا۔  
 ”رات گزرنے کا انتظار کرنا ہوگا۔ دیکھنا یہ ہے کہ جڑیل  
 مارتے ہیں؟“

”آؤ۔“ خیمے میں چلیں۔ میں تمہارے بازوؤں میں سہارا  
 دل سے نکال دینا چاہتی ہوں۔“ وہ کھڑی ہو گئی۔

”صوف چند لمحوں اس سپاہی کو جانے دو جو پتہ  
 میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا اور وہ گول جھکائے سیکڑے نزدیک بیٹھ گئی۔

اس کی دلجوئی کرنے لگا۔ مجھے کوئی خوف نہیں تھا۔ اس نے اس کی دہریہ  
 اور طرز معیت میں چپس گئی تھی۔ یہاں پر مجھے خوف محسوس نہیں ہو سکتا۔  
 لیکن بعض حالات ایسے ہوتے ہیں جہاں انسان کو لاش کے باوجود کچھ نہیں کر سکتا  
 اور یہاں بھی سپاہی۔ وہاں جیسا معاملہ تھا۔ مسائل مختلف تھے لیکن وہی  
 ہمارا کارخانہ۔ آرمی کا شہنشاہ سپاہیوں پر اپنی بڑی قائم رکھنا چاہتا تھا  
 انہیں اپنا محکوم دیکھنا چاہتا تھا۔ اور طاہر اس خواب میں تھا۔ وہ سب کو  
 اپنی روحانی بڑی کا نشان کرنا چاہتا تھا۔ یہی پیکر رہا تھا۔ حلاکو اگر کبھی  
 غور پر دیکھنا چاہتا تو میں ان سب سے بڑھ کر پادشہ۔ کیونکہ میری بیوی  
 ان سے مختلف تھی۔

بہر حال، تھوڑی دیر کے بعد وہ جڑیل واپس آگیا۔ اس کی گردن  
 اٹھ ہوئی تھی۔ میں نے تعجب سے اسے دیکھا کیونکہ وہ تباہ تھا۔ کیوں۔ کیا  
 بات ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”شاید تماری موت ہی آگئی ہے سردار۔“ ہر قدم پر ناکامی ہو رہی  
 ہے۔ وہ سپاہی غائب ہے۔ تلاش کے باوجود اس کا پتہ نہیں مل سکا۔“

”اور۔“ میں نے گردن ملانی۔ گویا وہ بھی نکل گیا۔ یہ عجیب  
 ہے۔ جاؤ۔ راستے تلاش کرو۔ اور اگر مل جائیں تو مجھے ان کے بارے میں بتاؤ  
 ”اپنے خیمے میں آرام کرنا ہوں۔“ میں نے تاکہ کا بازو رکھا اور خیمے کی  
 طرف بڑھ گیا تاکہ اس کی کیفیت عجیب تھی۔ حالات پر غور کرتی تو خوفزدہ ہوتی  
 اور پھر جب میں ڈھانچے پر بیٹھا تو مطمئن ہو جاتا۔

اور پھر رات گئے وہ سب محمول میری آنکھوں میں منہ  
 ہمارا گولی۔ مجھے بھی سوچنے سوچتے نہ آ گئی۔ اور نہ جانے کتنی رات گزری  
 کہ کب تک اس وقت سے میری آنکھ کھل گئی۔

سوچتے سوچتے تاکہ سے آگ ہو گئی تھی۔ وہ دوسری طرف  
 لاکٹ لئے سو رہی تھی۔ اور خیمے میں تاریکی تھی۔ اس تاریکی نے ہی مجھے شہنشاہ  
 کو پہچان دیا۔ اور پھر شہنشاہ کی موت اور اس کے کھٹنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔  
 ”اسے بچاؤ۔“ لیکن گہری تاریکیاں بھی میری آنکھوں سے وہ دنیا کی  
 اور پھر اس کی جینا جھڑیوں نے مجھے غشی تھی۔ میں رات کی تاریکی میں دن  
 دکھانے کی طرح دیکھ سکتا تھا۔ اور میں نے اس پتہ قدم کے کو دیکھ لیا۔

”اب ہاتھ بند کر رکھنے کی والا تھا۔ اس ہاتھ میں ایک پیکڑا بھرنا تھا۔  
 ”میں اپنی کوئی گئی۔ ایک لمحہ۔ صرف ایک لمحہ۔ شہنشاہ میں ہاتھ داکا  
 ”میں نے پوچھ جانے کا اور خواب میں ہی موت ہو جائے گا۔ خوف کا فوارہ  
 ”میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا اور وہ گول جھکائے سیکڑے نزدیک بیٹھ گئی۔

میں نے اس کی حالت کے ہزاروں حصے میں فیصلہ کر لیا۔ یہ  
 سائے کو گھونٹنے کی خوشی اس وقت ملا۔ شہنشاہ تھی۔ اس کے ہاتھ تاکہ  
 کو اس کے خبر گیری زور سے بجا زیادہ سوچتا تھا۔ میں نے بلکی کی یہ خبر گیری  
 سے تاکہ کا بازو پکڑ کر زور سے کھینچا اور اسی وقت خبر چمک سے تاکہ کے  
 بستر پر گس گیا۔ تاکہ چمچ چڑی۔ وہ میرے کھینچنے کی وجہ تو نہیں بھی ہوگی  
 البتہ شاید وہ انہیں اس کے پہلوؤں کے زلزلے کے خواب دیکھ رہی تھی۔ اس لئے  
 اس کی چیخ کافی زور دیتی تھی۔

اور ملے اور رائے خیمے کے دروازے کی طرف چھلانگ لگی  
 میں تاکہ کو اس کی زبردستی پر کڑو سے اچھلا اور خیمے کے دروازے کی  
 طرف پکا۔ لیکن جب میں دروازے سے باہر نکلا۔ تو چاروں طرف خاموش  
 چاندنی کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ کوئی چاب نہیں تھی۔ چالاک ملتا اور جانتا تھا  
 کدروں کی چاب پر اس کے کچھے چلاؤں گا۔ اس لئے اس نے کسی بڑی  
 چٹان کے عقب میں پیچ کر اس کی روک لی تھی۔ میں نے ایسی پناہوں کی آغوش  
 کیا جہاں وہ چپ سکتا تھا اور پھر وہ تمام چٹانیں جہاں میں۔ لیکن جلد  
 اور کاکس تہ جہاں سکا۔ اب میں خیمے کی طرف واپس چل پڑا۔ نہ جانے  
 تاکہ کا کیا حال ہو۔

تاکہ کا خاموش بڑی تھی۔ یہی قیمت تھا کہ وہ شہنشاہ مال نہیں  
 کچھ کی تھی۔ میں اس کے قریب پہنچا اور اسے آواز دی۔ اس نے میری  
 آغوش میں سر رکھ دیا اور کہے ہوئے جیسے ہوئی۔

”کیا ہوا تھا ہمارے۔“ کیا ہو گیا تھا۔ کہاں گئے تھے تم؟“  
 ”کیا تم خواب دیکھ رہی تھیں تاکہ؟“  
 ”ہاں۔“ کیا میں خواب میں بیٹھ چکی تھی؟“  
 ”شاید ایسا ہی ہوا تھا۔“ میں نے جواب دیا۔

”آہ ہمارے۔“ میں نے خواب دیکھا تھا۔ میں نے ان پہلوؤں  
 کو لڑتے دیکھا تھا۔ بڑے بڑے شہر گرہے تھے اور پھر ایک پتھر سیسہ جسم  
 کی سی دھنیں آ رہا تھا کہ تم نے مجھے کھینچ لیا۔ کیا تم نے بھی وہی خواب دیکھا تھا  
 جو میں نے دیکھا؟“

”یہی سمجھ لو۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ حقیقت بتا کر میں  
 اسے خوفزدہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

”پھر تم باہر کیا کرنے گئے تھے۔“ تاکہ نے پوچھا۔  
 ”دیکھنے گیا تھا کہ باہر کیاں چمچے تو نہیں بل رہیں۔“ میں نے  
 جواب دیا۔



پیر۔ ۹۔ لٹاکا کے خوفزدہ انداز میں پوچھا۔

”وہ صرف خواب تھا۔“

”اوہ۔ ۹۔ لٹاکا نے گہری سانس لی اور سیکرینے میں گھس کر دوبارہ سو گئی۔ لیکن میں پھر سو سکا۔ میری محو میں نہیں آ رہا تھا کہ سائیکلو تھا۔ وہ لٹاکا کو کسوں قتل کرنا چاہتا تھا۔ کیا وہ سیکرینے میں لٹاکا کو قتل کر رہا تھا؟ لیکن ایسی حماقت ممکن نہیں تھی۔ محمد میں اور لٹاکا میں تو بے آسانی تیسر کی جاسکتی تھی۔ پیر۔ ۹۔ بات میری یہ نہیں تھی اسکی اور مجھ ہو گئی۔ خوفزدہ سپاہیوں نے ہمیں ناشتر پیش کیا۔ اس کے چہرے پر وحشت چھائی ہوئی تھی۔ وہ خاموشی سے سب کا کڑبہ تھے۔ ناشترے وغیرہ فناغ ہو کر میں لٹاکا کو ساتھ لے کر باہر نکل آیا۔ تمام مسلح فوجی چھوٹے چھوٹے گروہوں میں بٹے۔ چینگوئیاں کر رہے تھے۔ ایک بھی جنیل ان میں موجود نہ تھا۔ میں نے ایک فوجی سے جنیلوں کے بارے میں پوچھا۔

”وہ سب راستے کی تلاش میں گئے تھے۔ ابھی تک واپس نہیں آئے۔ فوجی نے خوفزدہ انداز میں بتایا۔“

”رات ہی کو چلے گئے تھے۔ ۹۔ میں نے پوچھا۔“

”ہاں۔“

اور میں گردن ہلانے لگا۔ مجھے غصہ ہو گیا تھا کہ وہ راستہ تک کہ چاروں کی بھول بھلیوں میں نہ گم ہو گئے ہوں اور جوں جوں جت گزرتا رہا میرا شرعہ بھی میں نہ لایا۔ دوپہر چل گئی۔ شام ہو گئی اور ایک بھی جرنیل واپس نہیں آیا۔ دوسری رات بھی میرے کسی جگہ گزاری۔ اس رات میں فٹوٹوں میں مبتلا تھا اور لٹاکا مطمئن نہ جانے کون سی خیال نے اسے مطمئن کر دیا تھا۔ لیکن میں جنیلوں میں الجھا ہوا تھا اگر کل صبح تک۔ ۹۔ واپس نہ آئے تو پھر انہیں موقع ضرور کر لیا جائے اور اس کے بعد۔ اس کے بعد میں۔ ۹۔ سید کر لیا کہ میں آگے کا سفر شروع کروں گا۔ ۹۔

لٹاکا سو گئی۔ لیکن اس رات میں سکون سے نہیں سو سکا۔ مجھے لٹاکا پر بھی رات کا حملہ یاد تھا جس کے بارے میں میں دن بھر میں بھی کافی فیصلہ نہ کر سکا تھا۔ پھر صبح ہو گئی۔ معمولی کوئی فرق نہ تھا سوائے اس کے کہ ناشتر لائے والوں کے چہرے کچھ اور اتر گئے تھے۔ سورج نے ایک طویل سفر طے کر لیا تو میں نے فوجیوں کو ایک جگہ جمع ہونے کو کہا اور سب کے فوجی سیکرینے پہنچ گئے۔

”لٹاکا اس کے وفادار رہے۔ تمہارے معیونے ایک غلط آدمی کو بطور رہبر بنا کر ساتھ بھیج دیا تھا۔ یہ اس کا کام تھا کہ وہ صحیح آدمی کا تعین

کرنا کیونکہ میں ان راستوں سے واقف نہیں تھا۔ پھر تمہارے جنیلوں نے اس شخص کو قتل کر دیا جو میں کسی نہ کسی طرح راستہ بتا سکتا تھا اور پھر کو نہیں معلوم ہے کہ وہ راستے کی تلاش میں چل پڑے۔ طویل وقت گزرا ہے اور ان میں سے کوئی واپس نہیں لوٹا۔ میں سے صرف ایک ہی جنیل باقی کیا جا سکتا ہے کہ وہ راستے کی بھول بھلیوں میں گم ہو گئے۔ جیسا کہ مجھ ہوا ہے کہ یہ زلزلوں کی سرزمین ہے۔ یہ پہاڑیاں بے حد خوش فطرت ہیں۔ چنانچہ اگر ہم نے یہاں رک کر جنیلوں کا انتظار کیا تو کوئی بھی واپس نہیں آئے گا اور ہم بے موت مائے جاہلین گے۔ اس لئے میں نے فیصلہ کر لیا کہ آگے چلیں۔ متحد ہو کر چلیں اور ہر قسم کے حالات سے پیشہ کے تیار رہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ ۹۔“

”ہم سب تمہارے وفادار ہیں۔ تمہارے حکم کی تعمیل کریں گے۔ ایک آواز نکلا۔“

”اب تیار ہو جاؤ۔ اور غرض شروع کرو۔ ۹۔ میں نے کہا اور ایک دھڑکنے والے سپاہی منتشر ہو گئے۔ میں نے بھی لٹاکا کو ساتھ لیا۔ تبدیل کیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم بھی گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ ہمارا غور کیا کہ گھوڑے پر بار کر دیا گیا تھا۔ سب تمام سپاہی تیار ہو گئے تو میں نے لٹاکا جانزہ لیا۔ میں اس شخص کے بارے میں اندازہ لگانا چاہتا تھا جو مجھے لٹاکا کا پر حملہ آور ہوا تھا۔ لیکن کوئی اندازہ نہ لگا سکا اور پھر میں نے اس آگے بڑھنے کا حکم دے دیا۔

خونناک پہاڑیوں۔ گہری گھاٹیوں اور دشوار گزار راستوں کے طے کرتے ہوئے ہم سست رفتاری سے آگے بڑھتے رہے۔ میں کسی کمرہ میں جوں جوں ہم آگے بڑھ رہے تھے راستہ خونناک سے خطرناک تر ہوتا جا رہا تھا۔ لیکن اس کے سوا چارہ بھی کیا تھا۔ کہ ہم یہ راستہ طے کرتے رہیں۔ اور اس طے ہو کر ہم کسی بھی سپاہی کے گھوڑے کے ہتھکنے کی آواز اور اس کی آخری چیخ شنائی دیتی تو ہم سب چونک پڑتے۔ لیکن سپاہی کی ادا تھا کہ گھوڑے کی چڑی ہوتی کہ اسے نکالنے کا قصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میرا دل کھڑک کھڑک کرتا تھا۔ کوئی تو خبر بھی نہیں دیتا تھا کہ کوئی اپنی زندگی کی فکر نہ کرے۔ جگہ اتنے ٹھک راستے طے کر ایک ایک سوار پیش گزرتا۔ اور بعض جگہ کا صرف اتنا سا سنا کہ گھوڑا جھلک کر دم ہار کر نکل سکتا۔ دونوں سمت کھلے ہوئے۔ ہوا کی ہلکا سا سرشاری۔ اس خونناک علاقے کی ہیبت کو اور زیادہ بڑھاتا۔ ہاں خوفزدہ سپاہی بعض اوقات ایسے راستوں پر سے گزرتے ہوئے خود ہی گھوڑے سے چھلانگ لگا کر زمین کی پستیوں میں چلے جاتے۔

”لٹاکا ہم پر مرنے کے بجائے ایک نفع کی موت پسند کرے گی۔ اس طرح فوج کے جہاں کم ہوتے جا رہے تھے۔ لیکن ہم آگے بڑھ رہے تھے۔ اور لٹاکا کے بارے میں سست رہنا تھا۔“

پلاشبہ اس کے وفادار گروہ سب لٹاکا اس کی فوج کو ان ہیبت کے احوال کا ایک پیشہ بان کا نام لیا تھا اور اب اس کی یہ ٹوٹی چھوٹی فوج لٹاکا کے علاقے سے نکل چکی تھی تو لٹاکا کی تازہ فوج کے مقابلے میں حماقت بھی نہیں ٹھہر سکتی۔ تو یہ ہے لٹاکا۔ ۹۔ اور جوں جوں اس کے علاقے میں سوچا سیکرینے میں اس سے ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوتا تھا۔ سوچ چپ گیا۔ تاریکی پھیل گئی اور باہر تاریک ہو گئے۔ رات کی گھٹناک تاریکی میں ایک قدم آگے بڑھنے کی ہمت نہیں رہی تھی۔ راستے کی گھٹناک صورتوں نے فوجیوں کو زندگی سے باہر کر دیا تھا۔ آج انہوں نے ہر طرح سے نہ لگایا۔ ہر شخص بڑا ریزا سا نظر آ رہا تھا زرد چہرے، ایک سر کی اٹھلکیں موت کی لاش کے جیسے خاموش خاموش۔ جانکھی کی کیفیت میں مبتلا۔ کچھ ہوا۔ کھلنے پھٹنے کا بھی کسی کو خیال نہ آیا۔ میں نے بھی یہ بات کہنے کا عمل میں گزارنے کا فیصلہ کیا۔ لٹاکا جیسے پاس تھی۔ وہ بھی خاموش تھا۔ سب پر مروت کے سوا کچھ نہیں۔ ۹۔

”لٹاکا! ۹۔ میں نے اسے آواز دی اور اس نے آواز آنکھوں سے ہر طرف دکھائی۔ کیا سوچ رہی ہو؟“

”کچھ نہیں۔ وہ ایک ٹھنڈی سانس کے کرپولی۔“

”میرے ساتھ آئے پرانے کس کر رہی ہو۔ ۹۔“

”نہیں۔“

”پیر۔ ۹۔ میں نے اس کی سر پر ہاتھ ڈال کر اسے اپنے ہاتھ لے لیا۔“

”میں سوچ رہی ہوں کہ زندگی کی منزل قریب آگئی۔ ۹۔ اس نے ایک ہونٹ پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔“

”آئی مایوسی پہنچی نہیں۔ میں نے کہا۔“

ٹھنڈی سانس لے کر میری گردن میں ہاتھیں ڈالنے سے روکے۔ ۹۔ آخری باب۔ ہاں۔ شام۔ آخری بار۔ مجھے سا کر۔ ۹۔ شاید اس کے بعد مجھے کچھ نہ۔ ۹۔ اور پھر وہ اسی دیوانگی کے عالم میں۔ ۹۔ پیار کرنے لگی۔ ۹۔ میں نے اس وقت سوچا تھا کہ وہ ذہنی طور پر کارہ بننے کی وجہ سے ایسی حرکات کر رہی ہے۔ لیکن بعد میں مجھے اندازہ ہوا کہ فیئر کہ اسے موت کی آہٹ سنائی دے گئی تھی۔ وہ مجھ کی تھی کہ زندگی کے لحاظ سے مختصر رہی۔ ۹۔ موت آنے والی ہے اور میں نے اسے اپنی نہیں کیا۔ مجھ پر ہمان نیز لہات تھے فیئر اور اس کے بعد۔ اس کے بعد سے آج تک میری زندگی میں ایسی رات نہیں آئی پر فیئر میں اس کی وحشت سے پریشان ہو گیا تھا کہ اچانک۔ ۹۔ ایک خوفناک گول گولابٹ سنائی دی۔ ۹۔ میں اچھل پڑا۔

”زلزلہ۔ لٹاکا کی وحشت خیر خیر بھری۔ اور وہ جھپکی کی طرح مجھ سے چمت گئی۔ ۹۔“

”زلزلہ۔ زلزلہ۔“ فوجیوں کی بھیاکت نہیں ابھری اور وہ پاگلوں کی طرح اوپر اور دوڑنے لگے۔ بڑی بڑی چٹانیں اوجھل رہی تھیں۔ دھماکے ہوئے تھے اور بڑی تھی اور فضا بے حد بھیاکت ہو گئی تھی چاروں طرف سے وحشت خیز لہریں، خونناک چٹانیں ابھری تھیں، پھر ایک بہت بڑا پتھر میری ٹانگوں پر گرا اور اچھل کر وہ رجاگا۔ مجھے کوئی احساس نہیں ہوا تھا۔ ایک اور چٹان میری پشت پر آگری۔ اور میرے نیچے دلی ہوئی لٹاکا کی بھیاکت چیخ گونجی۔ میں نے چونک کر اسے دکھا۔ چٹان کا صرف ایک کونہ اس کے سر کو چھو گیا تھا۔ لیکن یہی کافی تھا۔ لٹاکا کے سر کا اب کوئی چوڑ نہیں تھا۔ اس کا بھی خون کی آئینہ ش کے ساتھ چٹان کے زخموں سے باہر نکل گیا تھا۔ اس کا جسم ہولے ہولے کئی بار میرے جسم کے نیچے پڑا اور اسے ہو گیا۔ ۹۔

لٹاکا کی تھی۔ اب اس کے بے جان جسم کی حفاظت بے سود تھی۔ میں نے قوت صرف کر کے چٹان اپنے جسم سے ڈھکیاں اور کھڑا ہو گیا زمین ڈوگڈوگاری تھی۔ جسے بڑے شگاف ہیں۔ ہے تھے۔ چٹانیں پتھر پر آواز کے ساتھ کھڑکیں اور اپنے ساتھ پتھروں کا لٹکے نیچے کی طرف دوڑتیں۔ اور تک تاک کر شکاروں کو نشاہت بنائیں۔ چٹانیں کم ہو گئیں۔ چٹانیں والے خاموش ہو چکے تھے۔ ہتھکنے کے لئے۔ ۹۔ کچھ مجھے بھی موت کا مزہ چک رہے تھے۔ یہ چٹانیں میرے جسم پر بھی گری تھیں۔ لیکن میں ابھی تک ان سے محفوظ تھا۔ پھر چند چٹانوں نے ایک وقت مجھ پر حملہ کیا۔ اور میں ان کے نیچے دب گیا۔











میں معروف اور خود پر فخر خاں۔ ہاں۔ وہ اس سے زیادہ دور رس تھا۔ اس مرنار میں۔ ایک درخت کی اوٹ سے جھانک رہا تھا۔ ہنوز دلچسپ رہا تھا۔ اس کی ہونٹوں پر لگا ہوا تھا۔ اس نے خوشگوار طور پر کے آئندہ اقدامات کا انتظار کر رہا تھا۔

اس کے دیکھنے سے ظاہر ہو گیا تھا۔ پروفیسر خاں کی نگاہوں کے چہرے پر بڑی اور وہ اچھل پڑا۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے درخت کی اوٹ سے اس کا سر نظر آ گیا ہو اور اب وہ دونوں اسے دیکھ رہے ہوں۔ اس کی وجہ کی پشیم سراسر ہوں۔ اس نے بول کھائے ہوئے انداز میں سناں کا چہرہ دیکھا۔ اور پھر اپنی ہنٹوں کی طرف۔

فرزادہ اور فرزاد کے چہرے بھی جوش جذبات سے سرخ ہو گئے تھے۔ ان کے تنفس بھی تیز تھے۔ ان کے ہاتھوں کی ہنٹیاں بھی ہونٹیں تھیں، ان کی آنکھوں میں نشہ تیر رہا تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے انظار کی آنکھوں میں۔ اپرو فیسر نے گہرا کر ان کے چہرے سے نگاہ ہٹائی۔ وہ دھراس ہو گیا تھا۔

داستان کو کی طویل خاموشی سے لڑکیاں بھی چپک پڑیں۔ سب سے ایک دوسرے کو دیکھا اور چہرے پر گئے۔ سب ایک دوسرے کے نظریا چرانے لگے۔ داستان کو کو احساس ہو گیا۔ اس کے ہنٹوں کی ثمرات آمیز مسکراہٹ سب پر عیاں ہو گئی کہ وہ سب کی چوری پکڑ چکا ہے۔ انظار اور ہمارے کچھ دور کھڑے تینوں افراد کو دیکھ لیا تھا جو درخت سے جھانک رہے ہیں۔

لیکن اس نے انہیں مزید شرمسار ہونے سے بچا لیا اور جلد ہی اپنی داستان دوبارہ شروع کر دی۔ کافی دیر تک ہم پانی میں نہاتے رہے پروفیسر۔ انظار یہ جذبات میں ڈوب گیا تھا۔ اس کی خاموش آنکھیں مجھے پکار رہی تھیں۔ میں نے ان کی آواز سنی اور اسے اپنے سینے میں جذب کر لیا۔ یہی نہ ہو سکتی تھی۔ اس نے ہنٹوں کی طرف۔ اس میں جاب بھی تھا۔ یہی طالب بھی تھا اور جھپک بھی۔ اور میں نے تمام چیزیں نمودار میں لیں۔ میں اسے بازوؤں میں پیٹنے سے متاثر کیا۔ اندر سے اندر کے کسی ایسی گھاس پر لٹا دیا اور پھر میں اس پر چپک گیا۔ روشنی نے شرارتا کی کی چادر اوڑھ لی۔ چھپاتے ہی سے خاموش ہو گئے۔ وہ ہماری سرگوشیاں سن رہے تھے۔

اور پھر جب جاننے سے متاثر ہوا تو انظار کا گھانا چہرہ میرے سامنے تھا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ سکون تھا اس نے میرے لئے ایک طویل جدوجہد کی تھی۔ اس نے اپنی زندگی میں ایک ہی خواہش کی تھی اور وہی پسند حاصل کرنے کے بعد اس دنیا کی کسی اور چیز کی ضرورت نہ رہی

تھی ادب اور میری آفریں میں کیفیت دوسرے کے سمندر میں غوطہ زن تھا میں بھی آنکھیں بند کر کے بیٹھا تھا۔ جیسے زمین میں سے شہا خیزات تھیں۔ احسانات تھے۔ یوں تو سوچنے کے لئے جیسے پاس نہ جانے کی کیا تھا۔ دودھ کی بانی سے زمین میں غوطہ خن کی گہرائی تک سرچتا۔ کسی کی گہرائی میں زمین کے چرے پر گڑھے ہوئے واقعات کی پرچائیاں تیزی سے اتر گزرتی تھیں، مناظر بدلتے رہتے اور میں سوچتا کہ ان میں سے کون سے دور

اپنی زندگی کا سب سے حسین دور ہوں۔ یہ فیصلہ بے حد مشکل تھا۔ ہر دور ہر تبدیلی نے مجھے نئی نئی منزلوں سے روشناس کرا دیا تھا۔ ہر زیادہ کچھ سے کر گیا تھا۔ ہاں ایک بات کا احساس مجھے کبھی بھی ہونے لگا تھا کہ یہ کہیں بہ شمار لوگوں کے ساتھ زندگی گزار چکا تھا۔ بہت سے لوگوں کی قسمت بدلنے میں۔ ہاں ہاں تھا۔ لیکن یہ قسمت ابھی تک کو اس طرح شکل اختیار نہیں کر سکی تھی۔ میں ایک سیانی کی طرح تھا اور اس کا اور حال کو کو کھانا پانا تھا۔ فریڈ نے اپنے آپ کو ان اور اسے

کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ تاریخ مجھے کوئی حیثیت نہیں دے سکتی تھی کبھی کبھی میں سوچنے لگتا تھا کہ میں اپنے ساتھ زیادتی کر رہا ہوں۔ خود کو بیکار رہا ہوں۔ پھر میں اپنی فطرت سے سوال کرتا۔ جو کچھ میں ہوں وہ نہ رہوں تو کیا بن جاؤں؟ بلاشبہ اپنے زور بازو سے میں بہت تلوار کا حکمران بن سکتا تھا۔ میری سلطنت اتنی دیر ہو سکتی ہے کہ زمین پر کسی کی نہ ہوتی۔ اور یہ دنیا کا سب سے کامیاب و کامدار ہوتا۔ لیکن۔ اس سے فائدہ۔ لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ مرنے لگے۔ مختصر زندگی ہوتی ہے۔ اس زندگی میں جو کچھ کر جاتے ہیں اس کا کوئی ثمر نہیں رہتا۔ میری زندگی مختصر نہیں تھی۔ میں کہاں تک۔ کیا کیا کرتا اور کیا کرتا ہی کر رہا تھا تو طویل زندگی پڑی ہے۔

زمانے کو۔ بہت سے زمانے کے زمانے میں تھے۔ میری عمر میں کبھی پہلے ہی میری گہری سانسوں نے میری تھی۔ مجھے اپنی عمر میں ایک چھین کا احساس ہوا۔ زمانے کیا تھا، میں نے گزرتا تھا۔ تانے کی رنگت کی دو آنکھیں نظر آئیں۔ ایک لمبا نیلہ نظر آیا جس کی آنکھوں میں چہرہ ہوتی تھی۔

میں چونک پڑا۔ اچھل پڑا۔ دوسرے لمحے میں نے انظار کو تھپ تھپایا اور اترتے ہوئے انھوں انظار سے سینہ بدل گیا تھا۔ سونے دو۔ انظار نے نشہ کو آواز میں کہا۔ آٹھ جاؤ انظار۔ میں نے چاہا پھر سے پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ زمانے میں اس نے کیا کیا کیا کر اس کا

تھی۔ اور پھر وہ بھلی کی سی تیزی سے اتر گئی۔ تھپ تھپ کی گئی۔ میں نے منہ سے غصہ دیا لیکن کبھی نہیں۔ لیکن انھیں کے بعد مجھے۔ ان کے انکار کے جو کہ باروں طرف کھڑے ہوئے تھے۔ مجھے غصہ۔ ان کے چہرے ہونے۔ زمانے کیوں میں ان لوگوں کے قدموں کی آہٹ کا تھا۔

ان کے سامنے کھڑے ہوئے۔ ان کی طرف منہ کر رہا ہوں۔ ان کا ہاتھ بڑھانے۔ ان کے ہاتھ کو ہارے خائے کر دو۔ اگر کوئی حرکت کی تو نہیں اور ان کو لڑا جائے گا۔

کوئی حرکت نہیں ہوگی۔ اطمینان رکھو۔ اگر تم کو کوئی حرکت کی تو نہیں اور ان کو لڑا جائے گا۔

ان کا منہ کھاتھی۔ میں نے پوچھا۔ ہاں۔ وہ تم گناہ کے جاں نثار۔ اس نے جواب دیا۔ مجھے کوئی گناہ کرنا پڑتا ہے۔

ایک طرف سے دوسری طرف میں ہے جس کی طرف خود ساختہ خدا کی طرف سے گناہیں ہمیشہ کرتی ہیں۔ وہ اس سرزمین کے اسرار معلوم کرتا رہتا ہے۔ اس کے گناہ کی طاقت کا زور جاننے کے لئے سرگرداں رہتا ہے۔ ہمارے ہاتھوں کے نشان ماضی کو پانا پناہ تہا تہا کہ اس کے تباہ کر کے ہم انہیں کو اس سرزمین پر نہیں کرتے۔ کون جانتا ہے تم بھی ان کے گناہوں میں ہیں۔ ان کی خاص مقصد کے تحت آتے ہو۔

تب پھر۔ اب تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟ میں کہتا ہوں۔ ان کا منہ میں پیش کریں گے۔ ان کا منہ تمہارے

ٹھیک ہے دوستو میں تمہارے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوں۔ ان کے ہاتھوں کے ہاتھوں میں تو ان کا منہ سے ملاقات کا خواہش تھا۔ ان کی سرور کو دیکھنا پناہ پناہ تھا جس کے بارے میں بہت کچھ سن چکا تھا۔ انظار کو کو آواز دی۔ اور انظار میرے قریب آگئی۔ وہ بھی ہونے لگا پناہ

ان کے ہاتھوں کے ہاتھوں میں تو ان کا منہ سے ملاقات کا خواہش تھا۔ ان کی سرور کو دیکھنا پناہ پناہ تھا جس کے بارے میں بہت کچھ سن چکا تھا۔ انظار کو کو آواز دی۔ اور انظار میرے قریب آگئی۔ وہ بھی ہونے لگا پناہ

ان کا منہ میں پیش کریں گے۔ ان کا منہ تمہارے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوں۔ ان کے ہاتھوں کے ہاتھوں میں تو ان کا منہ سے ملاقات کا خواہش تھا۔ ان کی سرور کو دیکھنا پناہ پناہ تھا جس کے بارے میں بہت کچھ سن چکا تھا۔ انظار کو کو آواز دی۔ اور انظار میرے قریب آگئی۔ وہ بھی ہونے لگا پناہ

ان کے ہاتھوں کے ہاتھوں میں تو ان کا منہ سے ملاقات کا خواہش تھا۔ ان کی سرور کو دیکھنا پناہ پناہ تھا جس کے بارے میں بہت کچھ سن چکا تھا۔ انظار کو کو آواز دی۔ اور انظار میرے قریب آگئی۔ وہ بھی ہونے لگا پناہ

ان کے ہاتھوں کے ہاتھوں میں تو ان کا منہ سے ملاقات کا خواہش تھا۔ ان کی سرور کو دیکھنا پناہ پناہ تھا جس کے بارے میں بہت کچھ سن چکا تھا۔ انظار کو کو آواز دی۔ اور انظار میرے قریب آگئی۔ وہ بھی ہونے لگا پناہ

ان کے ہاتھوں کے ہاتھوں میں تو ان کا منہ سے ملاقات کا خواہش تھا۔ ان کی سرور کو دیکھنا پناہ پناہ تھا جس کے بارے میں بہت کچھ سن چکا تھا۔ انظار کو کو آواز دی۔ اور انظار میرے قریب آگئی۔ وہ بھی ہونے لگا پناہ

ان کے ہاتھوں کے ہاتھوں میں تو ان کا منہ سے ملاقات کا خواہش تھا۔ ان کی سرور کو دیکھنا پناہ پناہ تھا جس کے بارے میں بہت کچھ سن چکا تھا۔ انظار کو کو آواز دی۔ اور انظار میرے قریب آگئی۔ وہ بھی ہونے لگا پناہ

ان کے ہاتھوں کے ہاتھوں میں تو ان کا منہ سے ملاقات کا خواہش تھا۔ ان کی سرور کو دیکھنا پناہ پناہ تھا جس کے بارے میں بہت کچھ سن چکا تھا۔ انظار کو کو آواز دی۔ اور انظار میرے قریب آگئی۔ وہ بھی ہونے لگا پناہ

ان کے ہاتھوں کے ہاتھوں میں تو ان کا منہ سے ملاقات کا خواہش تھا۔ ان کی سرور کو دیکھنا پناہ پناہ تھا جس کے بارے میں بہت کچھ سن چکا تھا۔ انظار کو کو آواز دی۔ اور انظار میرے قریب آگئی۔ وہ بھی ہونے لگا پناہ











جوان کو اپنی حسرت بکائے کی آواز سی جھنی چاہیے۔ سولے بہادر جن گویا  
 ممکن ہے تم بے حد اور بہادر ہو۔ ممکن ہے تمہاری گفتگو صرف  
 لاف و تلاف زب۔ لیکن تم نے ان لوگوں کے سامنے جس بات کا اظہار  
 کیا ہے اس کا مظاہرہ کر سکو گے؟

”تم کیا چاہتے ہو دوست؟“ میں نے مسکرا کر پوچھا۔  
 ”دیکھنا چاہتے ہیں کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ درست ہے

یا صرف تمہاری خطبہ خوانسی۔“  
 ”تو دیکھو۔ لیکن اگر میں ناتجربہ ہوں۔“

”اگناس تمہارا غلام ہوگا۔ یہ پوری سچی تمہاری غلام ہوگی۔ اور اگناس کے  
 وفادار اگناس کے قول کا احترام کریں گے۔ پھر تم چاہو گے تو اگناس ہاتھ  
 ہاتھ کھٹا آس کی خدمت میں پیش ہو جائے گا۔“

”میں تیار ہوں اگناس۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بہادر۔ بہادر۔ ایسا کرو۔ میں تندرہ زہروں  
 گی۔ میں کس کے سپاہی رہوں گی۔“

”عورت میری کمزوری زہن کے کی انطاریہ۔ مجھے صحت  
 کرنا۔ تمہاری یہ آرزو پوری نہ کر سکوں گا۔“ میں نے کہا۔ اور انطاریہ کا  
 بازہ پھر کراستے بیٹھے ہوئے لوگوں کے قریب چھوڑ دیا۔

”میں حاضر ہوں اگناس،“ میں نے کہا اور اگناس اٹھ کھڑا  
 ہوا۔ اس نے اپنی پشت سے ایک ستون نکال کر اٹھایا جو حالص فولاد  
 کا بنا ہوا تھا۔ اور اس کا وزن تمہارے لئے ناقابل یقین ہوگا

”بے شک اگناس کے چورے ہاتھ کی انگلیاں ہی اسے گرفت میں لے  
 سکتی تھیں۔ اگر اس اے لئے ہوتے چورے سے نیچے اتر اور گرد گرد  
 زمین پر ڈال دیا۔ ایک خوفناک دھماکا ہوا اور زمین لرزنا لگی پھر وہ ایک  
 کمان اور تیراٹھا کر لایا اور۔۔۔۔۔ اس کی میرے قدموں کے نزدیک  
 رکھ دیا۔ تب اس نے مسکرا کر میرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”اس گردن زمین سے اٹھا کر اس احاطے کے ایک سرے  
 سے دوسرے سرے تک بے جا تونہ جو ان۔ اور اس تیر کو کمان پر چڑھا کر  
 نشانیں پھینک دو۔ تب پہلے امتحان سے گزر سکو گے۔“

میں نے دونوں ہاتھ پھیلا کر گردن جھکا دی۔ اور اگناس  
 باوقار انداز میں چلتا ہوا چورے پر پہنچ گیا۔ میں نے انطاریہ کی طرف  
 دیکھا۔ اس کا سانس دھونکی کی طرح چل رہا تھا۔ اس کی مصیبت انگلیوں  
 خوف سے پہلے ہوتی تھیں۔ اس کے خیال میں میں نے اپنے لئے مصیبت

کھڑی کر لی تھی۔ اور اب میری زندگی کے امکانات نہیں تھے۔ میرا دل چاہا کہ  
 ایک تھوڑا سا دیر لیکن میں نے خود کو باندھ رکھا۔ اور پھر۔

میں نے جھک کر اگناس کے گرد گھمائی۔ اسے دونوں ہاتھوں میں پکڑا اور  
 فضا میں گھم کر اسے میدان کے دوسرے سرے پر

پھینک دیا۔ میرے جسم میں زندگی لوٹ آئی تھی۔ یک دم میں نے اس طرح  
 چتر زدن میں کیا تھا کہ وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کی جھرمج میں کچھ نہیں آیا۔

انہوں نے بے انتہا ذرا کر گزرو

میدان کے دوسرے سرے پر بیٹھے دیکھا۔ وہ احمقوں کی طرح اسے دیکھتے رہے  
 گئے۔ تب میں نے کمان اٹھایا۔ اس کا پلاچا بھلا ہوا ڈانڈا میرے ہاتھ میں  
 رکھا اور اسے آسمان کی طرف رخ کر کے چلا کھینچا اور زہر و فضا میں بلند کر دیا

وہ سب آنکھیں اور منہ چلائے فضا میں دیکھ رہے تھے لیکن میرے ان  
 کی نگاہوں کی حد سے دور چلا گیا تھا۔ تب میں نے اگناس کے چہرے کی

طرف دیکھا۔ اور پہلی بار میں نے اس کے چہرے پر غیب سے تاثیرات پائے۔  
 ”مجھے بہت افسوس ہے اگناس کہ تم میرے امتحان کا معیار

بہت سست رکھا تھا۔“ میں نے کہا۔ ہال میں بیٹھے لوگ کھڑے ہو گئے۔  
 پھر جلدی سے منہ پھوٹے ہوئے کمان نکھلا ہوا تھا۔ البتہ میں نے کسی دائرہ کی

والے بڑے کراس طرح مطلق دیکھا جیسے وہ پہلے بیٹھا تھا۔  
 ”ہاں۔ مجھے بھی افسوس ہے دوست۔ میں نے واقعی تمہارا

بارے میں صحیح طور سے نہیں سوچا تھا۔ اور اب اس کے علاوہ کوئی چارہ  
 نہیں ہے کہ میں ابھی اور اسی جگہ پر رہتا ہوں۔ بارے میں فیصلہ کر لوں

”میں تیار ہوں اگناس۔“ اصل میں میں میری طاقت کا  
 اندازہ اسی سے لگایا تھا جیسے کہ تم اگناس کی خدائی کرشمہ نہیں کر سکتے۔

اس کے خوف سے پہاڑوں میں پوشیدہ ہو جیسا کہ میرے دربار میں۔  
 اگناس کو اپنی قوت کا احساس دل کر خوف زدہ کر دیا تھا اور وہ بحالت

مجبوری مجھے دوست بننا پڑا ہوا تھا۔ اس نے مجھے تمہاری سرکوبی  
 کے لئے اس ملے جیسا تھا کہ اگر زمین تمہارے ہاتھوں میں آگیا تو وہ ایک بڑی

قوت سے محفوظ ہو جائے گا اور اگر زمینیں زیر کر لیا تو یہاں کی حکومت میرے  
 سپرد کر کے مجھے اپنا دوست بنا سکتا تھا۔ بے شک اگناس کی مفاد پی ختم کرنا

والہ واحد انسان اس رعبہ زمین پر صرف میں ہوں۔“  
 ”کیا تم اگناس کو مجبور تسلیم نہیں کرتے؟“ اگناس نے پوچھا۔  
 ”میں اسے بے حقیقت انسان سمجھتا ہوں اور جب چاہا  
 اسے چینی کی طرح مسل سکتا ہوں۔“

”کیا تم روشنی کے پجاری بھی نہیں ہو؟“  
 ”نہیں کیونکہ میں اس روشنی کو خود میں جذب کر سکتا ہوں  
 میں نے اس روشنی میں پروش پائی ہے۔ یہ گرم سمندر میرے وجود کو فنا نہیں  
 کر سکتا۔“

”کمزور جوان کھڑکیو۔“ آؤ میں اپنا ہمدرد کروں گا۔ اگناس  
 نے کہا اور اپنا اوپر کی لباس اتارنے لگا چند ساعت کے بعد اس کے

چڑے کا لباس پہن لیا اور وہ میرے مقابل گیا۔ بلاشبہ گوشت اور  
 ہڈیوں کا ایک پہاڑ میرے سامنے موجود تھا۔ اور میں گردن اٹھا کر اس

کے چہرے کو دیکھ سکتا تھا۔ پھر کی کیسوں پر بیٹھے لوگ اضطراب کے  
 مارے میں کھڑے ہو گئے تھے۔ اور انطاریہ کے چہرے پر روشنی کی کی کیفیت

ظاہر تھی۔

اگناس کے مقابل کھڑے ہونے والے اس کے جسم کے  
 بے شک عجب میں دوسری چیزیں نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اتنا ہی بڑا  
 تھا اس کا جسم۔ اس کی ستون نما ٹانگیاں۔ دانتوں کی تانوں

جیسے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں کر کوئی شے سالم نہیں رہ سکتی تھی۔ اس نے وہ  
 ہاتھ سامنے کر دیے اور اچانک اس کے جسم کے خطوط جگڑ گئے۔ ”اُن میں زندگی

اُبھر آئی۔“ جیسے اسے احساس ہو گیا ہو کہ اب وہ اپنے دشمن کے سامنے ہے۔ دشمن  
 کی قوت کا اندازہ اس نے غریب لگایا تھا۔ جس نے اس کے ناقابل تخریب

کاظم تو رہا تھا۔ وہ جیسا کہ میں پر اگناس کی پوری قوم کو نازل تھا۔ میں نے ان  
 جیسا کہ کو کھلو بٹایا تھا۔ اس طرح اگناس ہلنا تھا کہ پہلی بار اسے ایک صحیح

مقابل ملا ہے۔

لیکن اس کے چہرے پر بے پناہ اعتماد تھا۔ ”یہ یقین تھا کہ بہت  
 جلد اس کا مقابل اس کی گرفت میں آجائے گا۔ ہم دونوں آئنے سامنے کھڑے تھے۔

اسے ہاتھوں میں کوئی تھیلا نہیں تھا۔ ہم پہلے اپنی جاتی قوت آزمایا چاہتے  
 تھے۔“ یوں جہاں طور پر ایک مسکرتہ کو زیر کر کے ہاتھ کی بھی وقت تھی

طلب کر سکتے تھے۔

اگناس کی خوشخبر لگا۔ میں جسے جسم پر جی ہوئی تھیں۔ بلاشبہ ہلانی  
 طور پر اس کا پائے میں نہیں تھا۔ لیکن دیکھنے والے میری طاقت بھی دیکھ چکے

تھے اور دیکھ رہے تھے۔ اگناس کی طرح ہر روز بھی جبکہ میں صدیوں کا  
 تجربہ تھا اور نہ جانے آئندہ کس کی زندگی میری تھی۔ اگناس ایک عظیم الشان

پہاڑ تھا۔ لیکن میں جسے خود تھیل کا ڈھلا ہوا تھا۔ میری آنکھوں میں اس سے بڑا  
 دم تھا۔ میں اس سے زیادہ چاق و چوبند تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو گھورتے

رہے پھر اگناس کی خواہش ابھی۔  
 ”تو اگناس کاٹنے والا بھی نہیں ہے۔ تو خود ہی کا پی مذاق اڑاتا ہے  
 پھر تو کون ہے جوان۔“ مجھے ”تا کر میں تم کے بارے میں اندازہ لگا سکوں۔“  
 ”تو مجھے نہیں کچھ لگا اگناس۔“ میں نے بارے میں جاننے کی خواہش

چھوڑنے میں نے سکتا ہوئے کہا۔  
 ”اگر تو میرے ہاتھ سے مارا گیا تو میں تیرے بارے میں ہمیشہ ابھیں

میں رہوں گا۔“

”گھرتے لوگ اگناس۔“ میں جیسے کہ بات نہیں ہوں۔ زمین تجھے  
 قتل کروں گا۔ کیونکہ حسب وعدہ میں تجھے اگناس کے سامنے پیش کر دوں گا۔ پس

اب وقت ضائع نہ کر۔ میں یہ اطلاع توڑنے کے لئے پہنچ رہا ہوں۔  
 ”آؤ۔ آؤ۔ تیری باتیں بے شک فصد دلانے والی ہیں۔“ منہل۔

”بے خبری میں حاضر نہیں کرنا چاہتا۔“ اگناس نے جب ہی خواہش کے ساتھ کہا۔ اگناس  
 کے موٹی موٹی ٹانگوں جیسے ہاتھ آگے بڑھے اور میں نے ان چوڑے ہاتھوں میں

پہنچے ڈال دیے۔ وہاں بیٹھے لوگوں کا خیال ہو گا کہ میں نے اگناس کے لئے کوئی باقی  
 پھرتی سے رکھنے کے بجائے اس سے پھر کئی کے سخت طاقت کہ ہے اور اب کے

کم میسر ہاتھ فوری طور پر ناکارہ ہو جائیگا۔ میں نے یہ بات کئی لوگوں کے چہرے  
 پر عکس کی۔

لیکن پروفیسر۔ میں احمق نہیں تھا۔ میں جو کچھ تھا جو کچھ چوں  
 تم جان چکے ہو گے۔ اگناس میں سے بھول بھرت کر دانی کر لے گا۔ اور میں نے

اسے اس کا پلاچا ہوا موقع دیا۔ میں اس دیو کی طاقت کے بارے میں نہیں  
 بتاؤں پروفیسر۔ زمین اس کے وزن کا بوجھ برداشت کرنے سے تھک چکی ہے۔

اس کے قدم جتنے زمین اندر دھن جاتی۔ لیکن مجھے صدیوں نے پڑھنا تھا کہ  
 میں جسے کواگ نے منور تھی۔ پانی نے سینچا تھا۔ میں مام انسان نہیں تھا

اس لئے اگناس کو کوئی کامیابی نہیں تھی۔ اس کی جگہ کی طرح مضبوط  
 بائیں میسے بازوؤں کو موڑنے میں ناکام رہیں اور جب وہ اپنی خوشنہ

ہو گیا تو میں نے اچانک پوری قوت صرف کر کے اس کے بازو موڑ دیے اور پھر  
 گھٹنے کو اس کی کمرے لگا کر اسے ایک نندہ مار دیا۔

دیو پیکر اگناس کی کمرے دور آجائے گا۔ لیکن وہ گرنے سے پہلے  
 اور اب اس کے چہرے پر شدید جھٹکتی تھی۔ وہ لٹ کر مجھے تنہا

تھا۔ پھر اچانک اس کے چہرے پر خون ہی خون نظر آنے لگا۔ اس نے ایک  
 غراہٹ کے ساتھ میرے اوپر چڑھ کر دیا۔ لیکن میں بھی پوری شدی سے اس  
 لئے کونا کاٹنے کے لئے تھا۔ اگناس کے جسم کی چٹان سے میرے



میں عطا اور میں نے گناہ کی کرکڑ کا ایک مخصوص داؤ لیا۔ اگلاں نفسا میں  
 اچھل کر زمین پر گر۔ اور شاید اس کی کرتے پوری زندگی میں پہلی مرتبہ زمین  
 دیکھی تھی۔ وہ ایک لمحے تک زمین پر ڈوبا۔ پھر اُس نے دونوں ہاتھیں اٹھائیں  
 اور ان کی قوت سے اچھلا اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ ہم دونوں پھر مقابل  
 آگئے۔ میں ہر بار گناہ پر ایک نیا داؤ لگانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ چنانچہ ان  
 بار میں آگے بڑھا۔ میں نے اس طرح جھکا دی جیسے گناہ کی ہاتھوں کو  
 پکڑنا چاہتا ہوں۔ گناہ بھی میرا داؤ ہاں ماننے کے لئے جھکا اور دو  
 لمحے اس کا جڑا سا سر میرے دونوں ہاتھوں کی گرفت میں تھا میں نے  
 ایک پاؤں اس کے سینے پر رکھا اور ایک نے مچت کر چڑا گناہ اس میں سے  
 سر سے اچھل کر مری طرح دوسری طرف گرا تھا۔ اُس نے اپنا سر ہچکانے  
 کی بجائے کوشش کی تھی کہ وہاں سے نہ اُترے۔ اس نے کمر ہلانے کی بجائے

لیکن میں نے صرف نتیجہ دینے پر اکتفا کی اور اصل سبب کو میں غور نہ کر دیا  
 سے نہیں اور ہاتھ مجھ انہیں کی شہادت کا ادا میں قلم بردہ ایک ہاتھ ہاتھ  
 شخص تھا کسی قاری سے کام نہیں لے رہا تھا اور دوا میں جنگ بھی اس نے  
 اثرات کا دان ہاتھ سے میں چھوڑا تھا۔

بھی فنا ہو جائیں گے؟ ان میں سے ایک بوڑھے نے کہا۔  
 ہاں، جیسے گوشت گنداس تھا۔ وہ یہاں نہ رہا۔ لیکن غلام  
 سنو۔ غلام نے خود گنداس کے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں چڑھا۔ تم غلاموں کے  
 بچاؤ کی ہو۔ تمہارے زمین کو دینا اور گناہ کیج دیا جائے گا۔ وہ تہائی ہفتائی











کرنا۔ پھر اس نے گون بلان۔ ملک ہے۔ وہی ہوگا جو توجاہے گا۔ اس نے شہر کے دستے کے کمانڈر کو نوٹیک بلایا اور اسے اس کے پاس میں ہدایت دینے لگا۔ اور یہ ہدایات اہمیان بخش تھیں۔ میں نے اس کے پاس میں ہدایت کے آثار پائے۔

سپاہی قیدی کو لے کر چلے گئے۔ اور میں نظارہ اوطاق اس کے ساتھ ملا اس کے محل کی طرف ملا۔ محل کے سب خوشامیہ میں ملاؤں میں لیکر گیا۔ اور پھر شہر کی دیر کے بعد میں تہائی مل گئی۔ ملاؤں کی گہری نگاہیں بار بار نظارہ پر پڑ رہی تھیں وہ شاید ان سے زیادہ نظارہ کے پاس میں جانے کا خواہش مند تھا۔ چنانچہ شہر کے سب سپاہی اس نے یہی مل لیکر میں یہ بعد میں پوچھوں گا بہادر کہ میری فوج کا کیا ہوا۔ میں ان کا کہے پاس میں بعد میں سوال کروں گا۔ سب سے پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ میری پیاری ملکہ میری سب سے بہتر بیوی نظارہ میں کہاں ملی۔ اس کی اپنا ایک گشت لگے کہ سیکرٹس میں سے سیکرٹس میں سے۔ کوئی بھی جگہ جہاں میں نے اسے تلاش نہیں کیا۔ بتاؤ تم نے اسے کہاں سے حاصل کیا۔؟

اس کی کہانی مختصر ہے ملا۔ چند الفاظ میں میں نے یہ مجھے پسند کرتی تھی۔ چنانچہ جب میں نے فوج کے ساتھ یہاں سے روانہ کیا تو یہ حقیقی طور پر ایک سپاہی کے جیس میں سے سیکرٹس میں پڑی۔ تاکہ اس کے بعد اس کا بیروں میں گیا اور میں نے اس کی محنت قبول کر لی۔

بیک وقت نظارہ کے پاس میں وہاں ہو گیا۔ اس کا خیال تھا کہ اس سے ملے میں۔ میں کوئی عمدہ بات بتاؤں گا جس سے ملا اس کی طرف ہو جائے گا اور کوئی اسی صورت حال میں نکل آئے گی کہ نظارہ سے ملنے کے لئے مل جائے۔ لیکن میں نے ایک جبر پر محنت نہیں بولا تھا اور حقیقت تھی وہی کہ وہ تھی۔ اور بلاشبہ اس حقیقت کو سن کر ملا اس کا چہرہ آگ کی طرح دکھ اٹھا۔ کسی روئے لئے اس نے زیادہ توہین آمیز بات کیا ہو سکتی ہے کہ اس کی عزت دوسروں کو اس پر ترجیح دے۔

”آہ۔ نظارہ۔ تو نے یہ قدر کی ہے۔ تو نے اپنے محبوب سے اپنے شوہر سے یہ فریب کیا ہے۔ میں۔ میں تجھے اس فریب کا ایسی سزا دوں گا کہ کہ زمین و آسمان کا نہ اٹھیں۔ ملا اس نے غصہ کیا لیجئے میں کہتا۔

”کیا تو نے یہ الفاظ نہیں سنے ملا۔ میں نے آخر میں کہا ہے کہ میں نے اس کی محنت قبول کر لی اور جس کی محنت میں نے قبول کر لی ہے میں نے اپنا بالیا اس سے سخت لیجئے میں بات کہنے والے ہمیشہ کے لئے

قوت کو لائی کھینچتے ہیں۔ تو اس ملا۔ میں نے اسے حق انسان۔ نظارہ کو اگر تیری قلمرو میں کوئی گزند پہنچا۔ تو سب سے ملک کی ایک ہی مہارت سلامت نہیں رہے گی۔ میں اس پر اسے شہر کو تیروں کے دھیس میں تبدیل کروں گا۔ یہ میرا عہد ہے۔“

ملا اس چمک کر بے ہوش ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں آگ تھا۔ لیکن وہ صلیت کوئی تھا اور باہر کے علاقہ خود کو بھلنے میں اپنا تانی نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک گہری سانس لے کر گون جھانکی اور پھر وہ سر ہلے میں بولا۔

”لیکن بہادر۔ یہ میری سب سے بہتر بیوی ہے۔ میں اسے سب سے زیادہ چاہتا ہوں۔ اس نے مجھ سے قدر کی ہے۔ سب سے بھی کر سکتی ہے۔ اس کے علاوہ تو نے تاکا کو ملکا۔ میں نے اسے تیسرے حوالے کر دیا اور پھر ملک کے طبقے میں اس کی بیویاں کھنے کے قابل نہیں ہوں۔ اور پھر یہاں دولت کے حوالے کر دیا ہوں۔ اور اب اگر نظارہ کے فائدے زبان زعام ہوں گے تو لوگ پھر میرا مذاق اڑائیں گے۔“

”نہیں ملا۔ تو لوگوں سے کہہ سکتا ہے کہ انکس کی گونڈی سے خوش ہو کر تو نے نظارہ مجھے بخش دی۔ میں نے کہا اوطاق اس کی گہری سوز میں ڈوب گیا۔ میں اس شہان صفت بادشاہ کی دلی کیفیت کوئی سمجھ ہاتھا۔ لیکن میں یہ بھی جانتا تھا کہ وہ میری مرضی کے خلاف کچھ نہ کر سکے گا۔ اسے میری قوت کا احساس ہو گیا ہے۔“

کافی دیر کے بعد میں نے ایک گہری سانس لی اور کہا۔ اب مجھے تاکا کا حال سنا اس فوج کی داستان سنا۔ میرے ساتھ کئی تھی۔ مجھے بتا کہ ان میں سے کوئی واپس نہیں آسکا۔ مجھے بتا کہ انکس سے یہی قیامت پر تو نے کس طرح قابو پایا۔؟

”ملا۔ تو خود کو نہ اکتاہٹے۔ لیکن انکس قہر بھی نہیں معلوم کہ خود تیری قلمرو میں، نہ صرف قلمرو میں بلکہ تیری فوج میں لگا کر کے بے شمار ہمدرد افراد موجود ہیں۔ ان خادموں کو تیرا امتداد حاصل ہے۔ کیا تیری خدائی تیرا ساتھ نہیں دیتی؟“

”یہ تم کیا کہتے ہو بہادر۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ ملا اس نے سب سے پہلے کھڑا ہو گیا۔

”بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں ملا۔ تو جانتا ہے میں محبت بولنے کے لئے مجبور نہیں ہوں۔ انکس کی سلطنت کی طرف میری تہائی کرنے والا تیرا ہر گروہ۔ انکس کا دلدل تھا۔ اس نے مجھے اتنی

فوج کو لائی لڑائی میں پہنچا دی۔ جن لڑائیوں کی زمین ہے اور جہاں اس پر کے بعد وہیں کھنے کا راستہ تلاش کرنا ناممکن ہے۔ تب مزے نے پوری فوج کو آیا۔ اور اب دیکھو۔ کہ ہر شہان کے نیچے تیرا ایک آدمی موجود ہے۔ بچے والوں میں صرف میں تھا اور نظارہ جو چھانکے سائبان میں اتفاق سے پہنچ گئی تھی۔“

”اور۔ یہ ہمارے لئے انوکھا انکشاف ہے۔ لیکن اب کیا بہاد۔ اب تو انکس ہمارے قبضے میں ہے۔ لیکن بہادر۔ پھر تو تنہا رہ گیا ہوگا۔ پھر اس گوشت کے پیاز کو تو نے کس طرح گرتا کیا۔؟“

”اس کا جواب تجھے نظارہ دے گی۔ میں نے کہا۔“

”میں اس بے وفا سے غائب نہیں ہوں گا بہادر۔ مجھے بتا۔ تو نے انکس کو کیسے قابو میں کیا۔“

”تو نے میری دوستی قبول کی ہے ملا۔ میں ہر چند کہ مجھے تاکا نے بتا دیا تھا۔ یہ بتایا تھا کہ تو کیا چاہتا ہے۔ تیری خواہش تھی کہ میں انکس کے ہاتھوں لہا جاؤں۔ یہاں پر انکس کو تیرے کرکوں تو بہر حال پھر تیرا ایک دشمن رہ جائے گا۔ گویا تو میرے لئے ہی نہیں تھا۔ تاکا کا خیال تھا کہ میں اسے کرنا خواہی تھی تیری قلمرو سے نکل جاؤں۔ لیکن میں جانتا تھا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تو اور تیری فوج میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی اس لئے میں نے اس کی بات ذاتی اور خوش ہو کر اس سے کہا کہ ملا اس نے میری پسندیدہ موت مجھے دے دی ہے۔ اس لئے میں اس کی خواہش ضرور پوری کروں گا۔ میں انکس کو اس کا قیدی ضرور بناؤں گا۔ تو اس ملا اس تیری نیت بھی صاف نہیں تھی ظلم کسی ایک نے نہیں کیا ہے اور اب جبکہ نظارہ میری مجبور ہے۔ تو اس کی توہین کر کے میرے غضب کو حکومت دینے کے علاوہ اور کچھ نہ کر سکتا گا۔“

”یہ زیادتی ہے بہادر۔ تاہم تو نے جو کچھ کیا ہے۔ وہ میرے لئے آنا اہم ہے کہ میں تیری ہمدردی پوری کرنے کے لئے تیار ہوں۔ بتاے بہادر کی مجبور۔ انکس کیسے گرتا رہا تھا۔“

”ملا اس کی بے چارگی دیکھ کر نظارہ کے حواس بحال ہو گئے تھے اس کے چہرے سے خوف کے آثار مٹتے جا رہے تھے۔ وہ بھی جی تھی کہ ملا اس سے ملنے کے لئے تہائی لاف لگات کرے، لیکن اس کے ذہن کے گوشوں میں یہ انداز چھا ہوا ہے۔ اور وہ اس کے خلاف نہیں کرے گا۔ جو میں چاہوں گا پانچہ وہ جھٹل کر بولی۔

”اس وقت۔ جب ہمارے فوج ختم ہو چکی تھی۔ ہم نے رنجیت

پہاڑوں کے دوسری طرف جانے کا راستہ دریافت کیا۔ اور جب ہم پہاڑوں کے دوسری طرف پہنچے تو انکس کی فوج ہماری منتظر تھی۔ بہادر اور میں انکس کے فوجیوں کے ساتھ انکس کے سامنے پہنچ گئے۔ تب بہادر نے انکس سے کہا کہ وہ ملا اس کے لئے اسے گرفتار کرنے آیا ہے۔ اور انکس کے ساتھی بہادر کا مذاق اڑنے لگے۔ انھوں نے پوچھا کہ بہادر انکس کو کس طرح گرفتار کر کے بھاگے گا۔ تب بہادر نے کہا کہ اگر انکس کی پوری قوم نے مخالفت کی تو وہ اس کی قوم کو قتل کر دے گا اور پھر انکس کو گرفتار کر کے بھاگے گا۔ اس پر انکس کی قوم مشتعل ہو گئی اور پھر انکس نے تیرا کیزنا زمین اپنے حبیبا بہادر کے سامنے پیش کیے۔ اور بہادر نے اس کے ہتھیاروں کو بچوں کے کھانے ثابت کر دیا۔ تب انکس خود اس کے مقابلے پر آیا اور بہادر نے اسے بھی ہزیمت کشت دی اور اس کے عہدہ مطابق اسے باندھ کر لے آیا۔ ملا اس سے پہلے یہ کہانی سن رہا تھا۔ نظارہ کے غامض ہونے کے بعد اس نے کہا۔

”میں جانتا تھا۔“ مجھے نظارہ تھا اور جب وہ آیا تو میں نے اسے پہچان لیا اور میں نے اس کا ہتھوڑا سا استحالہ دیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہ وہی ہے جس کا میں انتظار کر رہا تھا۔ بے شک اس کے علاوہ کوئی تھا جو انکس کو کشت نہ کر سکتا۔“

”میں غامضی سے اس رنگ بدلتے خدا کو دیکھ رہا تھا کہ پوری طرح نیکے قابو میں تھا۔ اس کی قلبا بائیاں میرے لئے قابو میں تھیں۔ پھر میں نے اس سے پوچھا۔ ”انکس کو کہاں قید کیا ہے ملا۔؟“

”یقیناً وہ ایسی جگہ لے جایا جائے گا جہاں سے وہ فرار نہ ہو سکا۔“

”اس کے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے۔؟ اسے کوئی سزا دی جائے گی۔؟“

”صرف ایک بات ہم نے اسے ایک بات کی زندگی اور آخری مکمل پونے ملک کے کابزار بند رہیں گے۔ سب لوگوں کو شہر بیاہ کے میدان میں لے جایا جائے گا۔ اور پھر۔ وہاں انکس کو موت کی سزا دی جائے گی! بہادر ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے دشمن کو موت ملے اور وہ اپنی رہائی اور حالات سے نکلنے کے لئے کوئی ترکیب سوچ سکے۔“

”ہوں۔ میں نے ایک گہری سانس لی پھر کواتے ہوں ملا اس سے پوچھا۔ ”میرے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا ہے ملا۔؟“

”تم۔ تم میرے گھبرے دوستوں میں شامل ہو گئے ہو۔“

”حسب وعدہ انکس کی حکومت کہانے کے حوالے کر دے گا، لیکن اس کے ساتھ



ایک شرط بھی ہوگی۔ اگر تہہ و بالا پوری کہنے پر تیار ہو جائے۔ تو کل اس میدان میں جہاں آگناں کو موت کی سزا دی جائے گی کو جین بھاری۔ انکو وہ شہنشاہ ہونے کا اعلان بھی کر دیا جائے گا۔

یہاں جہاں میں میں نے پڑا۔ تاہم میں نے اس سے پوچھا: شرط کیا ہوگی طا آس؟

”تمہیں طا آس کی خدائی تسلیم کرنا ہوگی۔ تمہیں میری معبودیت پر یقین لانا ہوگا۔ انکو وہ شہنشاہ بننے کے بعد تمہیں روشنی کی پوجا طاقت کے ذریعے ختم کرنا ہوگی اور طا آس کی معبودیت کا پرچار کرنا ہوگا۔“

”اور۔ اور اگر میں تیری یہ بات ماننے سے انکار کر دوں۔“

طا آس۔ تو۔۔۔

”تو۔۔۔ مجھے بہت کچھ سوچنا پڑے گا۔ لیکن تم بھی غور کرو۔ ابھی بہت وقت ہے۔ کل تک سوچو۔ اور اگر ضرورت ہو تو پھر کل یہ اعلان نہیں کیا جائے گا۔ کل کے بجائے کسی اور دن بھی۔“

”جوں۔“ میں نے ایک گہری سانس لی۔ پھر گردن ہلاتے ہوئے میں نے کہا۔ ”ٹھیک ہے معزز طا آس۔ کل اس میدان میں جہاں بھی مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ کر دوں گا۔“

”یہ بہت اچھی بات ہوگی کہ آگناں کی لاش پر کھڑے ہو کر دوسرے شہنشاہ کا اعلان کیا جائے۔“ طا آس نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

”لیکن طا آس۔ انکو وہ اسی میری شہنشاہت کے لیے تسلیم کر لیں۔“

بہر حال ان کی بڑی قوت ہے۔

”یہ کوئی بڑی بات ہے۔ بات اسی وقت تک چھوڑی ہوئی تھی جب تک آگناں میں موجود تھا۔ آگناں کی موت کی خبر ان کی فکر توڑ دی اور اسی موت میں ہماری خوفناک شکر کشی ان کے حواس گم کر دے گی۔ پھر وہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کریں گے کہ ہماری وفاداری کا اعلان کریں۔“

”بہتر ہے طا آس۔ مجھے کوئی اچھی آرام گاہ بتا۔ جہاں میں انظار کے ساتھ آرام کر سکوں۔“ میں نے کہا اور طا آس نے ایسی نگاہوں سے مجھے دیکھا جنہیں میں الفاظ میں بیان کر سکتا۔ پھر فیصلہ نہ جانے کیا کیا تھا ان لگا ہوں میں۔ خوف، نفرت، غم، غصہ، کس بڑھائی سے میں ان کی بڑی کو بڑھائی میں نے جانا پاتا تھا۔ اسی حالت میں جبکہ وہ بڑھتی رہتا تھا۔ میں اس کا عمل نہ کیا۔ لیکن وہ کچھ نہ کر سکتا تھا۔ کسی انوکھی بے بسی تھی۔ اور میں۔ میں اس بے بسی سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔!

بالآخر ہواوی جہاں میں جاتا تھا۔ طا آس نے مائی بکا کلاؤں کو

کو بلایا۔ اور مجھے کوئی مدد سا کو دینے کے لئے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک خوبصورت اور آرام دہ کمرے میں پہنچ گئے۔ انظار نے ہنستے ہوئے مجھ سے پست لگی۔ ”آج تو تمہیں عجیب سا گزربہا۔ میری زندگی کا سب سے جین گیزر دن۔“ اس نے کہا۔

”کیوں۔؟“ میں نے سکراتے ہوئے اس سے پوچھا۔

”طا آس۔۔۔ اس سے زیادہ مغرور دنیا میں کوئی انسان نہ ہوگا اس سے زیادہ شام کوئی نہ ہوگا۔ اس سے زیادہ ظالم کوئی نہ ہوگا۔ جو خود کو معبود کہتا ہے۔ وہ جوں کی بھر پور پوجا پاتی ہے۔ اس کی موت کے اس کے سامنے کوئی دوسرا خلوت میں نہ جاتے۔ وہ خود اس کے لئے خلوت مینا کرے۔ نہیں نہیں بہادر۔ طا آس کی کسی بات کو کچھ نہ جانتا۔ بھول گئی

یقین نہ کرنا کہ وہ تمہیں انکوہ کی حکومت بخش دے گا۔ وہ تمہارے خاتمے کے لئے البتہ کوئی بہتر ترکیب سوچے گا۔ آگناں کے بعد تم اس کے بڑے دشمن ہو۔ ایک دشمن کو اس نے تمہارے ہاتھوں شکست دینے کے بعد دشمن کے لئے بھی اس کے شیطانی ذہن نے کچھ منصوبے بنائے ہوں گے۔“

انظار نے کہا۔ اور میں نے سکراتے ہوئے اسے اپنی آغوش میں کھینچ لیا۔

”اس مغرور ظالم اور شیطانی طا آس کی زندگی کی شام تیرے ہی انظار نے تم خود کیونگی۔ اس نے سب کچھ جہاں میں منصوبہ بنایا وہ کس طرح ناکام ہوگا۔ اسے شکست کے علاوہ اور کچھ نہیں ملے گا۔“

”آہ۔ تم اس کی آنکھوں میں نہیں غصے کے وہ رنگ نہیں دیکھ سکتے بہادر۔ جو تمہارے خلوت طلب کرنے سے پیدا ہوئے تھے۔ میں جان گئی

میں نے محسوس کر لیا کہ طا آس تمہارے سامنے بے بس ہے۔ وہ تمہارے سامنے اپنی خدائی قہر نہیں رکھ سکتا۔ اس لئے۔ وہ تم سے کبھی خوش نہ ہوگا۔ اس کے علاوہ وہ مجھے بھی صدمت نہیں کرسکے گا۔ وہ کینہ پر انسان ہے۔ وہ ضرور مجھ سے اپنی بے عزتی کا انتقام لے گا۔“

”اور یہ بات ناممکن ہے۔ تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہاری آغوش سے صرف ایک بائبل ہونے کے بعد دنیا میں

اور کس چیز کی آرزو ممکن ہے۔“ انظار نے قہر سے میری گردن میں بائیں ڈالتے ہوئے کہا اور میں نے اس کی محبت کو خود میں بند کر لیا۔

رات کے نہ جانے کونسے پہر ہم دونوں تھک کر سو گئے۔! اور پھر روشنی بھڑکتی آئی۔! انظار نے

جگایا۔ ہم نے غسل کیا۔ لباس پہنا اور پھر طا آس کے ساتھ ناشتے کے لئے نکل آئے۔!

ناشتے کے کمرے میں آج طا آس کے۔ یا کوئی نہ تھا۔ یہی وجہ آج اس نے اپنی زبانوں کے ساتھ ناشتہ نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ انظار میں کھانے کے لئے میں کا پیڑ نکال کر رکھا۔ طا آس اگر کوئی دانت کو بیکے رہا نہ لانا تو اسے اپنی دانتوں سے ہاتھ نہ دھوئے پڑے۔ چنانچہ اس نے اپنی منہلی کا مادہ نہیں کیا تھا۔ کون جانے کونسی دانی مجھے پسند آجائے۔ یا کوئی دانی مجھے پسند کرے!

طا آس نے مصنوعی خوش اخلاقی سے میرا استقبال کیا اور پھر نرم ناشتہ کرنے لگے۔ ناشتے سے غفلت کے بعد طا آس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ”تم نے کیا فیصلہ کیا بہادر۔؟“

”میرا خیال ہے ہمارے فیصلوں کے اختلاف کے لئے وہ میدان

مقرر کیا گیا ہے جہاں آگناں کو سزا دی جائے گی۔“

”ہاں۔ میں نے اپنے طور پر تم سے معلوم کیا تھا۔ طا آس کی

”ابھی میرا فیصلہ آگناں میں ہے۔ میدان ہی میں۔ اس کے بارے میں بتاؤں گا! ہاں۔ آگناں کو سزائے موت دینے کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔؟“ میں نے پوچھا۔

”پوسے ملک کے لوگ توقع ہیں کہ ہمارے کوئی دلچسپ سزا دیں گے۔ میں نے اس کی سزا نہ کر دی اور رکھ دیں۔ ان میں سے وہ کبھی بھی

دور کا شکار ہو جائے گا۔“

”مثلاً۔؟“ میں نے پوچھا۔

”اول۔۔۔ یہاں خوفناک تیری۔ جس سے کہا جائے گا کہ انہیں

اس طرح رہائی مل سکتی ہے کہ وہ آگناں کو تلواریں سے قتل کر دیں۔ یہ تیری آگناں پر حملہ آور ہوں گے اور اسے قتل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اگر وہ

کاہل ہوتے تو میری تلوار سے خوفناک ہاتھی ”پوچھ“ جو شیطیت میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس پر حملہ آور ہوگا اور اس کے جسم کو کھینچنے کی کوشش

کرے گا۔ اگر پوچھ بھی اس میں کاہل ہوتے ہوگا تو پھر تیرا ملازم کا ایک

ٹولہ۔ اس پر تیرا ملازمی کے اس کے پوسے جسم کو چھیننے کو کہے گا۔ طا آس نے بتایا۔ اور میں فکر میں ڈوب گیا۔ بلاشبہ پر دوسرے ظالم طا آس بہت

مکڑا تھا۔ لیکن۔ میں بھی۔ اس کی مکڑیوں بہت ناک میں لانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔!

طا آس داؤد طلب لگا ہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں اس کے شخص کو قبل از وقت ہوشیار ہونے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک طویل سانس لے کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ”ٹھیک ہے طا آس۔

اس بارے میں سیکر جبر و غلام ہوں گے تو نے ان پر غور کر لیا ہوگا۔“

”میں صرف تیری وفاداری چاہتا ہوں بہادر۔ انکو وہ شہنشاہ کی حیثیت سے تیری جودہ روز سزا دیں گے۔ اس کا بھی تو تصور بھی نہیں کر سکتا

ہم صرف انکوہ کا کسمپوسہ نہیں رہیں گے۔ انکوہ کے قریب جوار میں دوسری بہت سی آبادیاں ہیں۔ جو تیرے جیسے ناقابل تخریر انسان کے قدموں کی منتظر ہیں۔ تو طا آس کی خدائی کو پوسے خطہ ارض پر پھیلائے۔ طا آس تجھے صحت بخشنے گا۔!“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ناشتہ ختم ہونے کے بعد ہم باہر نکل آئے۔ تب طا آس نے مجھ سے کہا۔ ”اگر تو مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ

کر دیتا بہادر تو میں زیادہ خوشی کے ساتھ قتل کے میدان میں جاتا تھا۔ تاہم۔ میرا دل گواہ دیتا ہے کہ تو مجھ سے تعاون کرے گا۔ میں تیرے وعدے

بھجوا رہا ہوں بہادر۔ آج تو میرا تیار کر لیا ہوا لباس پہن کر میری جیسی گواہی میں سوار ہو کر لوگوں کے سامنے جائے گا۔ تاکہ لوگ انکوہ کے شہنشاہ کو پہچان لیں۔!“

”میں سب کچھ ماشوں ہو گیا۔ تب ہم یعنی میں اور انظار۔ اپنے کمرے میں داخل ہوئے۔ طا آس نے سیکر فیصلہ پر دل ہی دل میں بہت سے سوچیں

جس کا اندازہ میں نے خود ہی لگا لیا تھا۔ کرے میں اگر انظار نے یہ سکر لیتے ہوئے کہا۔ ”درحقیقت تمہارے سامنے میں طا آس کو بہت سی کڑی گولی لگتی پڑ رہی ہیں۔ بلاشبہ وہ تمہارے اب ہے اس سے پہلے کبھی نہیں تھا۔ لیکن

تم میدان میں کیا اعلان کر گئے بہادر۔؟“

”میدان کی بات میدان میں ہوگی۔ ذاتی طور پر میں طا آس کی خدائی قبول کرنے کو تیار ہوں۔ اگر وہ میری ایک شرط پوری کر دے اور یہ شرط

میں اس میدان میں جی تاولں گا۔“

تھوڑی دیر گزری تھی کہ چند خادم سروں پر تھالیاں اٹھاتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ ان میں سے ایک اور انظار کے لئے زرنگا لیاں رکھے ہوئے

تھے۔ بڑے حسین اور بڑے قیمتی لباس تھے یہ جو شایہ طا آس نے اپنی ٹگرائی میں تیار کرائے تھے۔ بہر حال میں نے طا آس کا یہ فیصلہ قبول کر لیا۔ تمام چلے گئے تو

انظار نے پھر جیسے انداز میں بے لباس مجھے پہنایا اور مجھ پر بشارتوں کی پھر سے کہنے سے اس نے بھی اپنا لباس پہنا اور ہم دونوں تیار ہو گئے۔

یہاں تک کہ وقت ہو گیا۔ سپاہیوں کی ایک پوری فوج میری خدمت میں حاضر ہوئی۔ وہ سب نئے اور چمکدار لباس پہنے ہوئے تھے۔ ایسے

لباس پہنے یہاں نہیں پہنے جاتے تھے۔ اس دھن کے سرواڑہ میری تعظیم



کی اور گویا ہوا۔ انکوہ کے شہنشاہ بہنیشہ نامی تھیں۔ انہیں ہمارے  
کے سپاہیوں کے شہداء ہیں۔ آئے ہیں۔ مگر گویا انکوہ کے شہنشاہ کو بانی  
شناخت کر لیں۔ باہر جوری یا ہے۔ خداوند ملا اس اپنی سواری میں کھڑا  
انتظار کرتا ہے۔

میں نے نظریہ کا ہاتھ پڑا اور باہر نکلی آیا۔ میرے جہان شہنشاہ  
پہلے چلے آئے تھے۔ باہر لوگوں کا اٹھ اٹھا ملا اس مختلف لباس والے  
سپاہیوں کے ساتھ آٹھ گھوڑوں والی سپاہیوں کی گاڑی میں کھڑا تھا۔ اس  
سپاہیوں میں تھے جو گھوڑوں کے رنگ پر سیاہ بکرا تھے۔ اس کے  
نوی دھتے کے لوگوں کے گھوڑے بھی سیاہ تھے۔ اس سے کچھ دور ہٹ کر  
سفید گھوڑوں والی ایک خوبصورت سفید رنگ کی گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ اس  
گاڑی کے پیچھے فوجی دھتے بھی سفید گھوڑوں پر سوار تھے۔ ملا اس کے  
دل کی کیفیت کو بھی ہو سکتی اس نے میری عزت افزائی میں کوئی گرسہیں چوڑی  
تھی۔ لیکن پرفیسر میری نگاہوں میں یہ معمولی چیزیں کیا دیکھتی تھیں۔  
نہیں اس نے گھوڑوں پر کھڑا انسان کا ہاتھ سے متاثر ہو جاتا۔ گناہ کی انسو  
سہائی قوم مجھے باجی اور گناہ کی اعلیٰ فرائی کو میں فراموش نہیں کر سکتا تھا۔  
ملا اس نے ہاتھ میں پیکو ہوا سیاہ کپڑا بند کیا اور اس کے گھوڑوں  
نے گاڑی کے بڑھادی۔ میری گاڑی بھی اس کے ساتھ چل رہی تھی۔ اس طرف  
ہم میدان کی طرف چلے آئے اور شہنشاہ دیر کے بعد ہم میدان کو دھڑے دیکھ  
سکتے تھے۔ انسانوں کا طالعیاں ہاتھ ہوا ہوا تھا جو نہ جانے کہاں سے تباہ پڑا  
تھا۔ شاید ملا اس کی قلمرو کے تمام لوگ ایک جگہ جمع ہو گئے تھے۔ وہ سب  
فیل پکڑ گناہ کا تماشا دیکھنے آئے تھے۔

راست صاف ہونے لگا۔ لوگ ہر طرح کے فیسر لگا رہے تھے  
عمر میں لڑکیوں سے جوان بچے سب خوشی سے شہنشاہ میدان کے ایک سر  
پڑاؤں پر قابو پاتے گئے تھے اور ماضی کا تریں کھڑی کر دی تھیں جو ہمارے  
تھیں۔ اپنے اپنے دستوں کے ساتھ ہم ان مارتوں کے قریب پہنچ گئے۔ اور  
پھر ہمارے گاڑیوں کے آگے قوی بھیں مردہا کے اوپر ہم تلے تلے گھٹنوں اور  
ہاتھوں کے بل جھک گئے۔ میں نے ملا اس کی طرف دیکھا۔ ملا نے ہٹے  
کڑو سے جھکے ہوئے آدمی کی پشت پر پاؤں رکھا اور نیچے آگیا۔ گویا اس سے  
بڑھ کر کام لیا گیا تھا۔ میری گاڑی کے نیچے جھکا ہوا آدمی منتظر رہا۔ لیکن  
میں نے دروازہ کھولا اور اس کی پشت سے چلا نکلا ہوا نیچے آگیا۔ پھر میں نے  
اس کی پشت پر تکی دی اور اسے کھڑا ہونے کا اشارہ کیا۔ یہی بنا ہوا شخص  
ہٹ گیا تو میں نے اپنے ہاتھوں کے ہاتھ سے اس کے کواٹلہ دوسروں

تعب سے بھرے دیکھے تھے۔  
ملا اس نے بھی شہنشاہ کو دیکھا تھا۔ اور اسے پسند نہیں کیا تھا۔  
ہم ایک ایک محرابوں سے داخل ہو کر اندر پہنچ گئے۔ لوگوں کا ہجوم ایک نظر  
مجھے دیکھنے کے لئے بے چین تھا۔ ہر حال زرنگار تختوں میں سے ایک پر ملا اس  
دوسرے میں انظار کے ساتھ بیٹھ گیا۔ ملا اس نے میری خوشنودی کا کوئی موقع  
ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ اس نے اس کے تمام کام روکے تھے جو اس نے  
خود اپنے لئے کئے تھے۔ وہ مجھے اپنے برابر کا درجہ دے رہا تھا۔

لوگوں سے رگڑتے ہیں۔ اور ہر جگہ ایک خوفناک شور مچ  
ہوا۔ کوئی ایک ایک بہت بڑے فیسر کو بت سے گھونٹ گھینے ہونے لگا۔  
تھے اور دھڑکنے کے سوتے توں کو جڑ کر بنائے گئے اس فیسر میں خوفناک  
جسامت ملا اس کی بندھا۔ وہ فیسر کے ایک کونے سے ٹیک لگا کھڑا  
تھا۔ اس کی گولی بھیجی ہوئی تھی۔

میں اس دلیہ انسان کی بے بسی سے متاثر ہونے لگا۔ میری  
جڑی گناہ میدان میں داخل ہوا۔ لاکھوں کا مین خاموش ہو گیا۔ گویا اس کے  
اس انسان کو دیکھ رہے تھے۔ جسے انسان سمجھنا بھی مشکل تھا۔

پنہرو میدان کے دریاں کھڑا کر دیا گیا۔ لوگ بھی خاموش  
تھے۔ مجمع پر سکوت چھایا ہوا تھا۔ اب ملا اس اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ اس  
نے ہاتھ بند کیا اور باہر اچھ پھر کی طرح ساکت ہو گیا۔

ملا اس کے بندو۔ ملا اس تمہارا معبود۔ تمہارے سونے وشنی کے  
پرستار کو نے آیا ہے۔ ہاں ملا اس کے بھاری۔ اپنے نجات دہندہ کو میری قید  
میں دیکھ کر سچے ہوں گے کھلا اس عظیم ہے۔ کوئی قوت اس کی مقابل نہیں  
ہے۔ ملا اس جب جاتا ہے۔ روشنی فنا ہو جاتی ہے۔ وہ جب جاتا ہے ایک  
طاقتور دیا لے کو طلب کرتا ہے۔ بندہ یوں سے آئے والا۔ گناہ کی پوری قوم  
کوشاقت دے کر گناہ کو مردہ گم سے کی طرح ڈھولا ہے۔ وہی گناہ  
ہے جس کی قوت کے گیت بنائے گئے ہیں۔ دیکھو۔ کس طرح یہ فیسر میں بند  
ہے اور اسے فیسر میں بند کر کے لانے والا۔ وہ ہاں وہ ہے۔ جو مستحق  
میں انکوہ کی سلطنت بن جائے گا۔ ہاں۔ یہ روشنی والوں کی قسمتوں کا کام  
ہو گا۔ یہ انہیں روشنی کے بھوند سے نکال کر ملا اس کی امان میں پہنچا دے گا۔  
اور پھر ہماری قلمرو میں رہو گے نہ صرف انکوہ بلکہ عرب و ہجر کے دوسرے  
علاقوں پر بھی ہادی خدائی ہوگی۔ ملا اس خاموش ہو گیا اور لوگ کان بھاڑنے  
والے فیسر لگانے لگے۔ وہ میری شان میں گیت کا ہے تھے۔ اور اچھ میں  
کر مجھے دیکھ رہے تھے۔

بھٹکنا تھا۔ ہنگامہ فروزا تو میرا گناہ کے بچے کے دھانڈے  
اکھول دیا گیا۔ اور گناہ کو میرے آگیا گیا۔ چھوڑا ایک کونے میں کھڑا کر دیا  
گناہ۔ ملا اس ایک بار کھڑا ہو گیا۔ اس نے گناہ کو مخاطب کرتے ہوئے  
کہا۔ تو خود کو قادی تلخ بھیجنا تھا گناہ؟

نہیں ملا اس۔ تو نے کہا کہ گناہ نے سنا کہ میں نے خود کو قادی  
بھیج دیا۔ گناہ نے بھاری آواز میں کہا۔  
کیا تو نے میری قوت سے جنگ کر کے تباہی شکست نہیں دی؟

ہاں۔ تیری قوت بڑوں اور کمزوروں۔ وہ میرے مقابلے کی تباہی  
دلی گناہ میں نے کہا۔  
ہو گا۔ کی ایسے ایک آدمی نے تجھے زیر نہیں کیا؟

ملا اس۔ کیا وہ شخص تجھے خرابا کرتا ہے۔؟ گناہ نے ایک  
الٹا سوال کیا۔ ملا اس اس سوال پر ہنسا لگا تھا۔ لیکن پھر اس نے میری طرف  
دیکھ کر ہنسے کہا۔  
وہ بات وہ خود بتائے گا۔ لیکن تجھے اس سے کیا؟  
میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تو جیسا خدا ہے۔ تو ایک عام  
انسان ہے جس کی پرفورمیت نہیں کہتا۔ دیکھنا تو جی اڑیاں گڑ گڑ کر مایا گیا  
ہو گیا۔ انداز ہے۔ ہاں اس نے مجھے زیر کیا۔ میں نے اس سے قول دیا تھا۔  
میرے قول بھلنے ملا آیا۔ وہ میرا آقا بن گیا تھا۔ جیسے یہ معمولی سپاہی مجھے  
میرا ہی کہہ سکتے تھے۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ کوئی کا۔ پنہرو میرا قیدی بن کر رہتا  
تھا۔ یہ جڑی بھول ہے ملا اس۔ اگر میرا آقا مجھے مکہ دے تو میں اس فیسر سے  
اس فیسر کو کٹھن کی طرح توڑ کر پھینک دوں گا۔

منوب۔ خوب۔ تو یوں مجھے گناہ۔ اگر تو ملا اس کی خدائی  
کو جان لینا تو آج ہی شہنشاہ ہوتا۔ ہر حال روشنیوں کو پکار۔ تاکہ وہ  
خدا ہو کر۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد تو ایک اذیت ناک موت کا شکار ہو جا  
اور روشنی ہماری زندگی کا تئیں کرتی ہے۔ موت و زیت کا مسئلہ  
ہو گا۔ ہاتھ ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ میں اس کے نام پر مر لوں گا؟ گناہ نے  
تور۔ اور رنے کے بعد بھی اذیت میں مبتلا رہے۔ ملا اس نے  
کہا کہ گناہ بند کر دیا۔ اور وہ کسی کونے سے دھول کی آڑنا بھری۔ اس کے  
پاؤں میں تکی پر کھڑا تھا۔ میرے میدان میں آ کر۔ یہ سب کے سب دیکھ  
کر ہوا تھا۔ ملا اس کے ایک کوئی نے ایک اونچی جگہ کھڑے ہو کر کہا۔  
میرا سارو۔ تمہارے سامنے گورنٹ کا پاؤں کھڑا ہے۔ اپنے  
ہاتھوں سے تباہی دے گا۔ اگر تم اس میں کھلیا

ہو گئے تو نہیں آزادی بخش دی جائے گی۔ ملا اس جواب دے گا۔ صاف کہہ گا  
اور تم آزاد انسان کہلاؤ گے۔ اپنی پوری قوت صرف کرو کہ میں اس سے بہتر  
موقع اور کوئی نہیں ملے گا۔

اور قیدیوں کے دانت نکل پڑے۔ اب گناہ نے میری طرف دیکھا  
اور ہوا۔ آقا۔ تو ناگہ گناہ ہے۔ میں صرف تیرے ہاتھوں میں رہتا ہوں  
ہاں تو اگر مکہ دے تو میں ان کے سامنے جھک کر بیٹھ جاؤں تاکہ انہیں مجھے قتل کرنے  
میں دشواری نہ ہو۔

اس نے جگ کر گناہ۔ اگر تمہارے اوپر قابو پالیں تو ان  
کا حق اضماعین جانے گا اور اگر تمہارے ہاتھوں میں ماسے گئے تو زندگی کی قید سے  
آزاد ہو جائیں گے۔

موت میرا مقدر ہے آقا۔ یہ زندگی کے لئے جگ کریں گے  
میں ان کی زندگی کیسے چھین سکتا ہوں۔ تاہم اگر یہ تیرا حکم ہے تو میں تیار ہوں؟  
گناہ نے کہا اور پھر اس نے اپنے شاخوں جیسے ہاتھ پھیلا دیے اور پھر اس کے  
اس کے ہاتھوں میں کھڑے۔ لوگوں میں سے یہ غصہ مقابلہ دیکھنے کے لئے تیار  
ہو گئے۔ پھر جی ملا اس نے اپنا انگوٹھا نیچے کیا۔ لوگ گناہ پر ٹھٹھ پڑے  
انہوں نے اپنے تیرے ہاتھ گناہ کی طرف جھکائے اور گناہ نے کہا کہ پھر پھر سے  
جھکا کر اس کے سران کے داخلی کرتے ہیں۔ اب لوگ کے گرد اس کے صوبوں  
پہنچے ہیں انکی اور اس نے ملے سے کھلونے کی طرح سے بند کر دیا۔ دوسرے لڑکا  
اپنے ساتھ لپر مارا۔ اس کا ہانہ گناہ کے ہاتھ میں آگیا تھا۔ گناہ نے  
اس نیند کے کلا بھی بانیایا۔ واقعی گناہ کی جگہ دیکھنے کے تباہی  
بیٹھت پچاس لاکھوں کے دار و کتا انہیں خود سے دور رکھنا سنت مشکل کام  
تھا۔ لیکن چند لمحات میں ہی میں نے فیسر کر لیا کہ بے وقوف ملا اس نے صرف ان  
لوگوں کو گناہ کے ہاتھوں میں کرانے اور اپنا مذاق اڑانے کے لئے اس کے  
سامنے بھیجا ہے۔ گناہ ایسے ایسے واقف استمال کر رہا تھا کہ انہیں سمجھنا  
بھی مشکل تھا۔

لیکن چند لمحات کے اندر ہی میں نے ایک اور بات محسوس کر لی  
وہ یہ کہ گناہ خود ان لوگوں کو قتل کرنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ صرف ان کے تباہ  
ناکارہ کر رہا تھا۔ زہر آئے ہوئے لوگوں کو وہ صرف ایک آدھ ہاتھ مار کر  
بے ہوش کر رہا تھا۔ اور اس سے جگ کرتے والوں کی تعداد بڑھ رہی تھی۔  
تھی۔ ملا اس صورت حال پر بے بسی سے پہلو بدل رہا تھا۔ دیکھنے والے  
دم بخود تھے۔ اور پھر بہت زیادہ دیر نہ لگی۔ جب ملا اس کے قیدی زمین پر  
اور اسے سیٹے پڑے تھے۔



طا آس نے کی شہرت سے کھڑا ہو گیا۔ اس نے دانت پیستے ہوئے کہا: "باچک کو لاؤ۔ وہ اس پرکشش جینے کی سرکوبی کرے گا۔ لاؤ۔ اسے لاؤ!"

اگلا اس پادشہ کو لڑنے دیکھنے لگا تب میں نے اپنے فوجیوں کے انچارج سے کہا: "سنو۔ بے ہوش قیدیوں کو میدان سے ہٹا دو۔ ورنہ وہ باقی کے پیروں تلے آکر کچل جائیں گے۔"

میسرو دتے کے سوار نے گردن جھکانی اور پھر اپنے پیچھے ساتھیوں کے ساتھ میدان میں اُتر گیا۔ اس نے قیدیوں کے بے ہوش ہوا اٹھائے تو طا آس پیچ کر بولے: "انہیں مت اٹھاؤ۔ ان کی موت بھی اسی میدان میں ہوگی باچک انہیں ان کی سستی کی سزا دے گا!" اور اچانک لگ گیا۔ تب میں نے کھڑے ہو کر کہا:

"انہیں اٹھاؤ۔ ہم انہیں بعد میں سزا دیں گے۔" طا آس نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ میرا سپاہی پیچھے سے اپنا رخ کی طرف دیکھ رہا تھا تب طا آس نے کہا:

"شک ہے۔ قبول کی جاتے۔" اور اپنا رخ واپس اس کے ہاتھی جلدی بلدی انسانی جسم اٹھانے لگے۔ انہیں دوسرے باچک کی چنگاڑی دیکھ کر دے رہی تھی۔ ان کی آن میں میدان صاف کوٹ گیا۔ اس صرف گناہ میں دیکھ میں موجود تھا۔ ویسے جہم کی سرگوشی پھیل رہی تھی شاید یہ پہلا موقع تھا جب طا آس کی بات کا کوئی نتیجہ جلد سے طا آس نے قبول کر لیا تھا۔

لوگ بڑی طرح اوجھڑا رہے تھے۔ درجنوں افراد بھروسے مثالیے رنگ کے خوفناک ہاتھی کوڑھروں میں بکڑے لاپتے تھے، بھروسے رنگ کا یہ پادشہ بے خوف نہ تھا۔ اس کی آنکھیں دھپک رہی تھیں اور اس کی شیطنت بیک بی تھی۔ اگلا بھی فوجیوں کے لیے منفیہ دانتوں کو دیکھ رہا تھا اور کئی گانے کو نکلے ہوئے تھے۔ ہاتھی کو میدان میں لے گیا اور پھر اس کی قورینا نکال دی گئی۔ لوگ خوف و دہشت سے خونخوار ہاتھی کو دیکھ رہے تھے جو اپنے متون جیسے پاؤں سے مسی اُڑا رہا تھا۔ اس کی چھٹی لیکن لڑائی چاروں طرف دیکھ رہی تھیں اور پھر ہالاک جانور کھجوا گیا کہ میدان کون ہے۔ اب وہ صرف اگلا کو دیکھ رہا تھا۔ اور اگلا اس کے پیچھے پر پہلی بار لکھی سی دلچسپی کے ساتھ اُڑنے لگے۔

گویا ہاتھی کی خوفناک کیفیت سے وہ متاثر نہیں تھا۔ خوشی و غم کئی منٹ تک کھڑا اگلا اس کو دیکھتا رہا۔ پھر اس کی سونڈ اٹھائی اس کے منہ سے ایک خوفناک چنگاڑی نکلی اور عداوت سے لڑنے لگے۔ پھر وہ اگلا اس کی طرف بڑھا۔ بڑا خوفناک انداز تھا۔ اگلا اس جھلک کر کھڑا ہو گیا۔ اگلا اس سے چند

کے ہاتھ پر پیچ کر وہ کھڑا ہو گیا اور پھر اس نے سونڈ اٹھا کر ایک خوفناک مار دی اور اگلا اس پر ٹھکرایا۔

اگلا اس ایک طرف ہٹا۔ لیکن ہاتھی کی سونڈ نے اسے پکڑ لیا اور اس کی سرکوبی کر دی گئی اور دو قدامت دھن اسے اٹھانے کی کوشش لگا لیکن دیکھنے والوں نے ایک جھپٹکتا نظر دیکھا۔ ہاتھی کے متون غماز زمین پر چل رہے تھے۔ وہ اپنی ساری قوت صرف کر رہا تھا لیکن اگلا کھڑا زمین پر لگا ہوا تھا۔ پھر اگلا اس کی قوت سے مطمئن ہو کر اس کے متون سے دانت پکڑ لیے۔ اور ایک مددگار تیرا کش کے ساتھ ہاتھی کے دونوں کانکھڑے۔

ہاتھی نے گھبرا کر اگلا کو چھوڑ دیا۔ اس کے منہ سے قوت چنگاڑی نکل رہی تھیں۔ ایک بار وہ کئی گز پیچھے ہٹا اور پھر اس نے حملہ کر دیا۔ لیکن اس بلاناہٹا نے اسے خود کو گرفت میں لینے کا موقع دیا بلکہ اپنے دونوں ہاتھوں سے ہاتھی کی سونڈ پکڑ لی اور پھر وہ پوری قوت سونڈ کو دھڑکنے لگا۔ ہاتھی اس مصیبت سے سخت پریشان تھا۔ وہ اپنا رہا تھا۔ سونڈ کو اگلا اس کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش میں بڑی طرح محم رہا تھا۔ لیکن اگلا اس کی گرفت بہت بڑھتی پھر اس کی ایک طرف کے پاؤں کا گھٹنے۔ اس کے زمین پر گرے گا دھاک بڑا نڈا دار تھا۔

لوگوں کے منہ سے قوریناں نکلیں جنہیں نکل رہی تھیں۔ ہاتھی سے تڑپ رہا تھا۔ اور اب اگلا اس کی گردن پر سوار تھا۔ اس نے سونڈ پوری طرح موڑ رکھی تھی۔ تب اس نے سونڈ کو اپنے گھٹنے کے نیچے اور پھر اس کے گزنا ہاتھ اٹھے۔ اس نے ہتھی بنائی اور ہاتھی کی پیشانی پر ہتھ پڑا۔ ہاتھی نے تڑپ کر اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن اگلا اس کا دوسرا گھٹنہ اس کی پیشانی پر پڑا اور ہاتھی کی پیشانی کی ہڈی چاروں طرف ایک شو بند ہو گیا۔ لیکن اگلا اس کی سونڈ بے خبر اپنے شک سے نشپے میں مصروف تھا۔ اور چند منٹ کے بعد اس کا جسم رکت و جامد پڑا تھا۔ اگلا اس نے اس کی موت کا یقینی کر کے اسے چھوڑا۔ اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"شیطان ہے۔ بے شک یہ نفس شیطانی ہے۔ پادشاہ تیرا نڈا زوں کو سلنے لاؤ۔ اس کے پورے جسم میں نہ رہے تیرے چرم پوست کا جسم رکت و جامد پڑا تھا۔ اگلا اس نے اس کی موت کا یقینی کر کے اسے چھوڑا۔ اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"شیطان ہے۔ بے شک یہ نفس شیطانی ہے۔ پادشاہ تیرا نڈا زوں کو سلنے لاؤ۔ اس کے پورے جسم میں نہ رہے تیرے چرم پوست کا جسم رکت و جامد پڑا تھا۔ اگلا اس نے اس کی موت کا یقینی کر کے اسے چھوڑا۔ اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"شیطان ہے۔ بے شک یہ نفس شیطانی ہے۔ پادشاہ تیرا نڈا زوں کو سلنے لاؤ۔ اس کے پورے جسم میں نہ رہے تیرے چرم پوست کا جسم رکت و جامد پڑا تھا۔ اگلا اس نے اس کی موت کا یقینی کر کے اسے چھوڑا۔ اور اٹھ کھڑا ہوا۔

کروں گا! اور اس کے غلاموں میں شامل ہو جائوں گا۔ لیکن اس سے پہلے میں اس کا امتحان لوں گا۔"

طا آس کا مزید جھڑپ سے کھل گیا۔

"بتاؤ اسے طا آس کے منہ والو۔ میں۔ تہذیب دنیا کا اجنبی میں جس نے اگلا اس کو شکست دے کر اسے تہذیب بنایا کیا میں طا آس کی قوتوں کا امتحان لینے بغیر اسے خدا مان سکتا ہوں۔ نہیں میں نہیں یہ ذکر سکون گا۔ طا آس کو اپنی قوت کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ وہ اگلا اس کو شکست دے گا۔ تمہارے جسمانی قوت سے۔ پراسرار قوتوں سے۔ مقدس۔ طا آس۔" میں نے براہ راست طا آس کو مخاطب کر کے کہا۔

"تو عظیم ہے۔ تیری قوت تو مجھے خدا مانتی ہے۔ اپنی خدائی کا ثبوت دے۔ اپنی مقدس انگلیوں سے ایک ایسی آگ پیدا کر جو اگلا اس کو جلا کر خاک کر دے اگر تو یہ آگ نہیں پیدا کر سکتا۔ تو آسمان سے تیرے بڑا جو کسی انسان کے چلائے ہوئے نہ ہوں۔ اگر یہ بھی تیرے قبضہ قدرت میں نہیں ہے تو میدان میں آکر اپنی بل پراسرار قوتوں سے اگلا اس کو جلا کر دے۔ اگر تو ان میں سے کوئی کام نہیں کر سکتا تو تو کیسا خدا ہے۔ میں کیوں تجھے خدا مانوں۔ اگر تو نے آگے کر اگلا اس کو شکست نہ دی۔ تو تیری خدائی جھوٹی ہے۔ میں اؤ تیری قوم تجھے خدائی کے قریب کا مجرم قرار دے گی۔ اور میں تجھے قتل کر دوں گا۔

لوگوں پر کھڑے ہارے تھا۔ ہزاروں ذہنوں نے میری بات قبول کر لی تھی۔ لیکن طا آس کے پیچھے سے بڑا ہی جھلک رہی تھی۔ اور اگلا اس نے وہ رکت و جامد مظاہرہ میری شکل دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے سخت جراتی جھانک رہی تھی۔ اب طا آس کھڑا ہو گیا۔

"یہ۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو پادشاہ۔ میں تہذیب دوست ہوں۔" میں نے تہذیب خدائی تسلیم کرنا چاہا ہوں طا آس۔ مجھے مطمئن کرنا پھر مجھ سے بڑا وفادار تیرے لئے کوئی نہ ہوگا۔

"تم خدائی کر رہے ہو۔ میں طاقت ہوں میں غفلت ہوں میں یہ معمولی کام نہیں کر سکتا۔ میں پوری کائنات پر قادر ہوں۔"

"تو کیسا خدا ہے طا آس۔ تو ہماری آتی سی بات نہیں مان سکتا پھر ہم تیری بات کیوں مانیں۔ سن۔ اگر تو فدا نیچے اُتر کر اگلا اس کے مقابلے پر نہ آیا۔ تو پھر میں تیری گردن اُتاروں گا اور تیری خدائی کے جھوٹے دعوے کو طعینہ کر دوں گا۔

میں نے قریب کھڑے ہوئے ایک سپاہی کی نیام سے پھٹکا۔ تلوار نکال لی اور پھر فیر۔ موت ہی نہا گئی طا آس کی آنکھوں میں۔







شمر کر گیا۔ بہت برداشت تھا وہ دور۔ ہر روز نئی ہوی، میں تو صرف وہ  
 بیویوں کے چکر میں چھٹ کر رہ گیا تھا۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ میں سے  
 زیادہ اسے پیار کروں۔ اور میں نمائش کر رہ گیا البتہ ان کی سخت کوشش  
 فرات سے طعنے کی تفلرو کے سائل مل کر ہاتھ۔ اس وقت قدامت انسان  
 کا دماغ بھی اسی کے ساتھ تھا۔ جسے جسے سائل کو وہ چینی بھاتے  
 مل کر دیتا تھا۔ اور طعنے والوں کی تحقیریں جیسے سائل رکھیں۔ وہ اب  
 سوچتے تھے کہ طعنے کی طرح ان کے سینوں کا سانپ بن گیا تھا۔ اس نے  
 کس طرح ان کے حقوق غصب کئے تھے۔ ان کے لیے چند ماہ میں اس علاقے کا  
 طعنے بدل دیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ اگر طعنے کا خوف نہ ہوتا تو اب تک وہ  
 اپنے وطن انکوہ کو زندہ نہ دیتا تھا۔ تو پھر فیئر۔ ہزاروں  
 برس قبل انسانی تفریق مساوات کو بنیاد انسان کے ذہن میں پیدا ہوئی تھی۔  
 ایک دوسرے کے سائل مل کئے کے لیے ایک دوسرے کے کام آنا سب کی ایک  
 حیثیت سمجھنا سب کی عزت کرنا سب کا کھانا رائج ہو چکا تھا۔ ہاں  
 اس نظریے کا مروت و زوال ہوتا رہا ہے۔ غصہ میں نے اس کے غصے کے  
 لیے سرحد کی بازی لگادی ہے۔ انہوں نے اپنی قوت اپنی سازشوں سے اس  
 نظریے کو نقصان پہنچانے میں کامیابی بھی حاصل کر لی تھی۔ لیکن ہوتا یہ کہ ایک  
 ہی تفلرو کے انسان ایک ہی نسل کے افراد ہوتے ہیں میں سے ایک کشت  
 پسند ہوتا۔ دوسرا تفریق پسند۔ مساوات پسند ہوتا تو حالات سدھر  
 جاتے۔ لوگ ایک دوسرے کے برابر حیثیت حاصل کر لیتے اور تفریق پسند  
 برابر اقتدار یا تو حقوق چھین جاتے تو خور پزی ہوتی۔ یہ جگہ اور تفریق پسند  
 پھر جب ان کے لیے ممکن طور پر طعنے کی تفلرو کو سدھال دیا۔  
 تو پھر اس نے ایک وفد۔ انکوہ بھیجا۔ اس وفد کے براہ اس نے اپنی پوری  
 تفصیل دیکھ لی۔ جس میں میرا ذکر ان الفاظ میں تھا کہ میں شرمندہ ہو گیا تھا  
 اس نے لکھا کہ اگر انکوہ پر کسی سنجیدہ اور معزز انسان کو حکمران بنا دیا جائے  
 تو ان کے اس سے دوستی کا اظہار کرتا ہے اور دعوت دیتا ہے کہ اس کے  
 لیے جو خدمت ہو سکے بھیجی جائے۔ اور اگر بھیجے نہ ہو سکے ہو  
 اور وہ ان کے اس کی خدمات قبول کرنا چاہیں تو ان کے حاضر ہوں۔  
 اور اس کے جواب میں پورا انکوہ ناپاٹا گیا انوشیاں مناکھٹ  
 پڑا۔ انہوں نے ان کے اس کو اس طرح گلے لگا کر دیکھ کر رشک محسوس  
 کرتا تھا۔ وہ میرے مہمان بھی تھے۔ اور صورت حال پہلے سے مختلف نہ تھی  
 پھر فیئر۔ میں ایک دیوانہ کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔  
 لیکن اُس وقت یہ دینا زیادہ درجن دیویوں کے چکر میں نہیں  
 گیا تھا۔ ایک سے ایک سین، ایک سے ایک منگوں بھری۔ نہ ہی خصوصیت

کی حامل اور پھر ایک سے ایک چاہنے والی۔ انہوں نے طعنے کی  
 ہر روزی طہیث کا اظہار کیا تھا۔ وہ طعنے کی جیسے بڑے گھسے متنوع  
 جوان کی جوانی میں سے ہوتے تھے کہ طرح چار رہتا۔ جوان کے  
 نہایت بیکہ ہفت کی سسل ثابت ہوتا تھا۔  
 لیکن میں تو بڑا بڑا تھا۔ میں ایک تفریق تھا پھر فیئر۔ لیکن  
 جب وہ جنگی بیوی کی طرح آپس میں زمین تو میسر سے دعوت میں نہیں  
 مجھ جیسے ذکی اور فہم انسان بھی ان کے مسکوں کا مل نہ لکھ کر دیتا۔ اور  
 ان سب عورتوں کے بے پناہ سائل خود میسر نے ایک سسند بن گئے جبکہ  
 مل سیکے پاس موجود نہیں تھا۔ لیکن کب تک۔ بالآخر میں نے ایک  
 مل سوچتے ہی لیا۔ اور وہ تھا فرار۔  
 ہاں۔ ایک بات۔ میں نے خاکشوی سے ایک تو لگا لگا  
 لیا۔ اور اس بات کی پوری جب میسر پہلو میں خزانے لینے لگی۔ میں بیکے  
 سے ویرانہ کھول کر نکل آیا۔ ان عورتوں نے مجھے ایسا الجھا دیا تھا کہ  
 میں اپنے پیار سے دورست ان کے سے بھی نہ مل سکا، اس کی اپنی پریشانی  
 اور الجھنوں کا بھی مجھے خیال نہیں آیا جو میری گشت گی کے بعد پیدا ہو سکتی تھی  
 یوں بھی میں نے کوئی ان الجھنوں کا شیک تو نہیں لے رکھا تھا۔ میں ایک  
 ہمدردی تھی۔ لیکن یہ بھی میں اپنی طرح جانتا تھا کہ ان بیویوں کی سوچوں کی  
 میں میں انکوہ اور ان کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا گا۔ اس نے مجھ  
 جانے میں ہی عافیت تھی۔  
 فرات اور فرورڈاں بے ساختہ ہنس پڑیں اور وہ بڑی فرما  
 اچھل پڑا۔ اس نے خوفزدہ لگا ہوں سے دونوں لڑکیوں کو دیکھا دیکھا  
 رہا۔ اور پھر اس طرح گہری گہری سانس لینے لگا جیسے کسی عصبیت سے  
 بچ گیا ہو۔  
 ان کی اس کیفیت سے چر فیئر خاد کے ہونوں پر بھیج کر  
 پھیل گئی اور وہ ہلے۔ کیا بات ہے۔ تو چوک کھیں چوکے۔  
 مجھے معاذ کرا لیکو۔ واصل کسی دور کی بکن کتے کے  
 میں اسی دور میں کھوتا ہوں جیسے موسماں وہی ہوتا ہے۔ ہوا میں اُن  
 تھے۔ تھری ہنسی گھنگھریا محسوس ہوا جیسے میری بند بیاں میں نہیں  
 دیکھ رہی ہوں اور مجھے بھاگنے نہ دیکھ لیا ہو۔ اس نے کہا اور لڑکیاں جھپٹ  
 گویا تم ان عورتوں سے اندر خوفزدہ تھے۔  
 کیا عرض کروں پھر فیئر۔ زندگی کا سب سے بھیاں تجربہ تھا  
 یہاں میں نے طعنے کی بڑی تسلیہ کی تھی۔ انکوہ بیویوں کا کھونا تھا  
 باتیں ہیں یہ لیکن ان کے سائل سے ملنا دنیا کا سب سے کھن کا ہے جس میں

لڑکے کا تھا اور اسی لیے بے رسوائی کی کیفیت میں وہاں سے غار ہاتھ  
 بہر حال۔ میں نے انکوہ کا رخ نہیں کیا تھا۔ میں اور میں نے  
 بھی نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک نئی راہ اختیار کیا۔ اور میرا گھوڑا  
 اس نامعلوم سمت دوڑتا رہا۔ دن لکھا شام ہوئی، رات گزری۔ میں  
 مسلسل سفر کرتا رہا۔ پھر جب گھوڑے نے رنگنا شروع کر دیا تو میں اس پر  
 ہا فوراً زام دینے کے لیے نکل گیا۔ مجھے خطو تھا کہ کبھی میری ریلوے  
 ڈگریں۔ اور پھر فیئر۔ اس کے بعد میں مسلسل سفر کرتا رہا۔ فی الحال مجھے کشت  
 کی خواہش نہیں تھی۔ اٹھارہ نوٹ لے لیا اور واپس کر دیا تھا۔ اس نے  
 ایک طویل عرصہ میں موت کے فریگزارا چاہتا تھا۔ اس نے میں چلتا رہا۔ نے  
 نے مقامات میسر سامنے تھے۔ یہاں تک کہ میں ایک ایسی جگہ پہنچ  
 گیا جہاں زمین ختم ہو گئی تھی اور آگے سسند تھا۔  
 طعنے گھوڑا اور تو میرا ساتھ دے رہا تھا۔ لیکن میں اسے ساتھ  
 نہیں لے کر سکتا تھا۔ ویسے سسند کے کنارے کا یہ علاقہ خوب سرسبز تھا اور  
 یہاں گھوڑے کو زندہ گزارنے کے لیے بہت کچھ تھا۔ البتہ انسان یہاں جوڑو  
 نہیں تھے اور اگر تھے بھی تو ایسی جگہ پوشیدہ تھے جہاں میں انہیں نہیں دیکھ  
 سکتا تھا۔  
 میں نے یہاں ٹھوڑے سے عرصے قیام کیا۔ گھوڑے کو میں نے آزاد  
 چھوڑ دیا تھا۔ لیکن وفادار جانور سیکارو گروڈی ڈنڈا لٹا رہتا تھا۔ وہ پانی  
 نوراک حاصل کرنے کے لیے کہیں سے کہیں نکل جاتا لیکن رات میں سسند ساتھ  
 ہی گزارتا تھا۔ اس دوران میں سسند سے سفر کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔  
 اسی ارادے کے تحت میں نے ایک دن ایک تناور درخت پر زور آزمائی کی اور  
 اے گز لیا۔ ندرہ دن تک میں اس کے خشک ہونے کا انتظار کرتا رہا۔  
 ایک مقامت کی تھی کہ اپنے ساتھ تیار نہیں لے تھے۔ بہر حال میں پتھر کے  
 دور میں رہ چکا تھا، سخت اور ٹوکیلے پتھروں کا استعمال خوب جانتا تھا۔  
 اس لیے میں نے ہارڈی پٹھانوں سے اپنے مطلب کے پتھر حاصل کئے اور پھر  
 ہندو کو تیار پتھروں سے میں نے درخت کے تنے کو کھوکھلا کرنا شروع کیا۔  
 اس طرح سخت محنت کے بعد میں نے ایک کشتی تیار کر لی۔ درخت کی کٹائی  
 کے چوبیسے اور پھر ایک دن دن بھر کرا کر کارہا چڑھوں اور پڑوں  
 کے ڈھیر لگائے۔ اور پھر اس آگ پر جھونے آگ! گوشت کے ایک انارکو  
 ہوں کر میں نے لکڑی کے ٹکڑے سے ایک بہت بڑے قلعے میں محفوظ  
 کیا اور سسند نے میں ایک جیسے سے میٹھا پانی بھرا اور اب میں سسند کی سفر  
 کے لیے تیار تھا۔ چنانچہ ایک سوچ جب یہ لکھوٹا چرے نکل گیا، میں نے  
 گشت اور پانی کے ڈھبے کشتی پر لادے اور اس میں مجھے کھل پڑا۔

سسند کے دی رات میں سے لے جہتی نہیں تھے۔ روشنی  
 تاریکی صبح شام۔ دن کا کوئی تعین نہیں تھا۔ زندگی لامحدود تھی۔ سسند  
 کی موہیں تھیں۔ میری کشتی میں اور میں تھا۔ بھوک لگتی تو کھانا کھا لیتا۔ ایند  
 آتی تو سوسنا۔ پھر سوچ کی شعاعیں گدگد آئیں، جاگ اٹھنا، نزل کی خواہش  
 بھی نہیں تھی، میں ایک طرف تھا۔ جاری تھا۔ واقعات پیش آنا لازمی تھے۔  
 سسند لامحدود ہے۔ لیکن اس میں بھی واقعات کے حضور رہتے ہیں۔  
 زمین کی رگڑاؤں، اٹھانے، چھوڑنے، پڑنے ہیں۔ اور یہی کہانی کی رات لگتی  
 میری کشتی لہروں کا کھلونا بنی ہوئی تھی، حالانکہ ابتدائی رات کا چاند ڈوب  
 چکا تھا، تاریکی چھل گئی تھی۔ لیکن آج رات مجھے سسند میں آج بھی داغ  
 پھیل پھیل جاتا تھا، سسند کے رنگے تاریکی جیسے ہی تھی۔ ایک کسل کا  
 احساس ہو رہا تھا۔ شاید ذہن پر طویل ایند سسند ہو رہی تھی۔ شاید یہ  
 کی بندھن رہی ہو نہ تھی، لیکن سسند میں ایک شعل دیکھ کر میں چونک چکا  
 یہ عقل پریشان شعل سسند کے درمیان نصب تھی اور اس سے عظیم شعلہ  
 ہو رہے تھے۔  
 یہ کیا ہے۔ میں اسے غور سے دیکھنے لگا، لیکن پانی کی  
 یہ آگ میری سمجھ میں نہیں آئی۔ تب میں نے پہلی مرتبہ اپنی کشتی کے بتوار  
 بٹھالے اور کشتی کو آگ کی سمت کھینچ لگا۔ میسر مضبوط بازو پانی کو  
 آسانی سے کاٹنے لگے اور کشتی کمان سے لکے ہوئے تیر کی طرح اٹھ بڑھنے  
 لگی۔ یہاں تک کہ آگ تیر لگتی۔ تب میں نے غور دیکھا کہ کوئی غیر فٹھان  
 جزیئر تھا، میں کے کنارے کے درختوں میں خونخاک آگ لگی ہوئی تھی۔ آگ کے  
 سائے میں سسند زمین نظر آرہی تھی۔ میں کشتی کو اس تک آگے لے گیا کہ  
 اس کی لکڑی آگ کی لپٹ میں نہ آجائے۔ تب میں نے کشتی کو چھوڑ دیا اور  
 پانی میں اتر گیا۔ میں زمین کی طرف بڑھ رہا تھا۔ خونخاک آگ کی پیش قدمی  
 جسم کو لطیف حرارت بخش رہی تھی۔ مجھے احساس ہوا کہ یہ حالت حاصل کرنے  
 کے بعد میں چاق و چوبند ہو جاؤں گا۔  
 گمانے کا پانی کھول رہا تھا۔ آگ شاید کئی دن سے لگی ہوئی  
 تھی۔ خشک اور تناور درخت کو ٹوکوں کی شکل بن دیک۔ رہے تھے۔ ایک  
 خونخاک شہر دار لگا رہا تھا۔ میں اس شہر میں داخل ہو گیا اور میرے مہمان  
 سرور کی لہروں دور نے لگیں۔ یہاں وجود زندگی خوش حرارت حاصل کرنے لگا  
 اور میں آگ کے جھگ میں آگے بڑھتا رہا، میں جانتا چاہتا تھا کہ یہ آگ کہاں  
 تک پھیلی ہوئی ہے۔ میں بڑھتا رہا۔ بڑے بڑے شعلے تھے کانی کا دھبی  
 آگ تھی۔ پورا جھگ ناک ہو چکا تھا۔ یقیناً آگ جگنے سے قبل یہ ایک سین  
 ہزار ہوا گا۔ میں آگے بڑھتا رہا۔ تب سسند کانوں میں ایک عجیب سی



آواز گونجی۔ یہ کسی بہت بڑے ڈھول کی آواز تھی جس سے منجناٹ بلند ہو رہی تھی۔ انسان: جیسے ہونٹوں پر سکرٹ پھیل گئی۔ آگ کے اس جھل میں انسان بھی موجود ہیں۔ لیکن کیا آتش انسان:؟ تب میں نے خود ہی اس خیال کی تردید کر دی۔ ممکن ہے یہ آگ ایک مخصوص پھیلاؤ میں اور اس کے بعد:!

میرا اندازہ درست ہی تھا۔ آگ بجی شعلوں میں میری آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔ آگ کا جھل تقریباً پچاس گز دور جا کر ختم ہو گیا تھا۔ اس کے بعد ایک مٹی سا ڈھلان تھا اور اس ڈھلان پر ایک چھوٹی سی اٹھلی لیکن ڈاڑھی پھیلاؤ والی مری پری تھی جو کہ ڈھلان کے بعد درخت نہیں تھے اس لئے آگ مری پری پر نہیں کر سکتی تھی:!

میں کچھ اور اگے بڑھا۔ آتب جھری زمین پر میں نے ایک کالی لکیر دیکھی۔ یہ کالی اور چوڑی لکیر۔ انسانی سروں کی تھی جو فصوص انداز میں جھکے ہوئے تھے۔ میں نے رک گیا۔ یہ کالے سروں لوگوں کے ہیں۔ یقیناً یہ اس علاقے کے باشندے ہونگے۔ میرے دل میں انہیں دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہو گیا پھر میرے قدموں کی رفتار تیز ہو گئی۔ اور میں آگ کے انتہائی ستر پر پہنچ گیا۔ پھر جب میں آگ کے دوسری طرف نکلا تو میرا ہم آگ کی طرح روشن تھا۔ اس کی روشنی کے سائے زمین پر پڑ رہے تھے اور زمین چمک چمک رہی تھی۔ سیاہ جھکے ہوئے سرائی طرح جھکے ہوئے تھے۔ لیکن شاید انہیں میری آمد کی اطلاع ہو گئی۔ دوسرے ڈھول زور زور سے بجنے لگا اور سکرٹ گئے۔ سیاہ سروں کے نیچے اتنے ہکسیاہ چسکتے تھے۔ میں نے اس سے قبل آتش سیاہ تو گھس دیکھے تھے۔ ان کے مہموں پر اس نہ ہوتے۔ انہیں انہوں نے مختلف جانوروں کے جسم سے چمکا کر ستر پوشی کی تھی۔ ان کے سیاہ چہروں پر سفید آنکھیں بڑی خوفناک معلوم ہوتی تھیں۔

لیکن۔ اس وقت ان آنکھوں میں خوف، حیرت اور نہ جانے کیا کیا تھا۔! میں کچھ اور اگے بڑھا۔ اور وہ آگ کھڑے ہو گئے۔ بڑے قد اور اور تندہت لوگ تھے۔ ان کے ہاتھوں میں بیسی بیسی ٹوکڑیاں یا تھیں جو غالباً ان کے تھیلا تھے۔ یہ لوگ نہنہیب سے دور کے انسان تھے شاید ان کے علاقے میں ابھی تک نہنہیب نہیں پہنچی تھی۔ مجھے صدیوں قبل کی دنیا یاد آئی۔ وہ لوگ یاد آگئے ہیں کہ ساتھ میں نے انسانی زندگی کی ابتدا کی تھی۔!

وہ چند رسلات کھڑے تھے۔ پھر ایک ایک وہ اندھے گر پڑے انہوں نے اپنے سر گھنٹوں میں دے لئے تھے۔ اسی انداز میں ان کے ہونٹوں سے منجناٹ کی آواز نکل رہی تھی۔ تب ان میں سے ایک چوڑا سا بچہ دوڑا

ہو باہر نکلا۔ اور سکرٹ بالکل قریب پہنچ گیا۔! سیاہ نام بچہ ہے وہ معصوم شکل کا تھا۔ وہ آگ سے سفید سفید آنکھیں پھپھپھٹا کر مجھے دیکھتا تھا ان معصوم آنکھوں میں وہ پچی کی جگہ تھی۔ نہ جانے کون مجھے یہ بچہ بہت پیارا لگا اور میں نے جھک کر اسے گود میں اٹھالیا۔ سیاہ ناموں میں ایک زبردست غلط اندازہ۔ سچ سچ کہ مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کے ننھے ننھے ہاتھ میرے آتشیں بالوں کو چھو رہے تھے۔ وہ میری آنکھ تک اور منہ کو چھو رہا تھا۔ پھر اس نے معصوم آواز میں پوچھا۔

”کیا تم بونیکا ہو؟“

”بونیکا؟“ میں نے سکرٹا کر اسے اُسے دیکھا۔

”ہاں۔ آگ کے بیٹے۔ تم تمہارا انتظار کر رہے تھے۔“

نے کہا۔

”تم سب؟“

”ہاں۔ میری ماں نے یہ کہا تھا۔ دیکھو پوری بستی کے لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔“ بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ لیکن شاید سے میں نے تصور ڈھپت سمجھا۔ نہنہیب سے دور کے۔ یہ لوگ کسی بونیکا کا انتظار کر رہے تھے۔ جہاں تک ممکنہ والدہ۔ اور میں آگ سے ہی نکلا تھا تو بات کروں تقویت ملتی ہے۔

”ان سے کہو کہ وہاں ہیں۔ تمہارا نام کیا ہے؟“

”بوکے۔“ بچے نے جواب دیا۔

”بوکے۔ ان سے کہو سب کھڑے ہو جائیں۔ میں نے بچے سے کہا۔ اور اس نے منہ کے سامنے دونوں ہاتھ کھڑکیرا یا یا نام لوگوں کو پینچا دیا۔ وہ سب کے سب جیسے سے آٹھ گئے اور بوکے کو میری گود میں دیکھ کر ان کی حیرت اور شدید ہو گئی۔ میں آگے بڑھا اور میں نے اپنا نام ادا کر دیا۔ ”بستی کے لوگو۔ میں تمہارے درمیان بھلا بن کر آ رہا ہوں۔ میں تمہارا دوست ہوں۔ میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔ میری دوستی قبول کرو۔ تم میں سے کچھ مجھ سے ملے۔ تاکہ میں تم سے گفتگو کروں۔!“

میری آواز پر سکوت چھا گیا۔ وہ لوگ میری گفتگو غور سے کر رہے تھے۔ میں نے بچے کو گود سے اُتار دیا۔ جیسے ناش ہوئے پرانے کے جسے خوشی سے چمک اٹھے۔ انہوں نے ہاتھ اٹھائے اور سب یکجا بیٹھے۔

”مہربان بونیکا لگیا۔ ہماری قیمت جاگ اٹھی۔!“

اور پھر ہر ضعیف مژگن لوگوں کے عین سے نکل کر میرے پاس آئے اور جھک گئے۔!

”سید سے ہوا جو۔ میں تمہارا دوست ہوں۔“ میں نے کہا۔

”عظیم بونیکا۔ ہمارا دوست۔“ انہوں نے ہٹ کر کہا اور لوگ خوشی سے چمکنے لگے۔

”تمہاری بستی کا کیا نام ہے؟“

”کمال۔“ ہم سب سکرٹا رہے تھے۔ ہم سب سے تیرے

”مگر میں۔ میں خوش حالی بخش۔ میں ترقی کے واسطے دکھا۔ ایک بوڑھے نے کہا۔

”تمہارا سرور کون ہے؟“

”میں ہوں عظیم بونیکا۔ لیکن ہم سب شوشکا کے نام میں اسٹوٹا ہوں۔ میں تیرے جیسے کئی نام دی تھی۔!“

”آشوش کہاں ہے؟“

”پہاڑوں میں۔“ وہ بڑی تیز استقبال کرے گا۔

”وہ جگہ میں آگ کے قریب ہے۔“

”آشوش کالی کا سوچ ہو گا۔“

”آؤ۔ مجھے اپنی بستی میں لے چلو۔“ میں نے کہا اور بوڑھے لوٹنے سے اچھلنے لگے۔ وہ پچھلے گنگو تھی۔ نیا معلوم تھا۔ یہ تو ہم پرست سیاہ نام بھی دوسروں کی طرح بچے کچھ اور سمجھے تھے۔ بہر حال ان کا دل ٹوٹنے میں کوئی فائدہ نہیں تھا۔ یہاں کا ماحول دیکھنے کے بعد ان کے ساتھ بھی کچھ وقت گزارا جاتا تھا۔

”بستی کے لوگوں نے مجھے آگے جانے کا اشارہ دیا۔ بوڑھے میرے پیچھے تھے۔ پھر سب ان کے پیچھے چل پڑے۔ بوڑھے رہنمائی کر رہے تھے اور میں ایک نامعلوم بستی کی طرف بڑھ رہا تھا۔!

وہ کہا۔ اور اس نے پروفیسر خاور کی طرف دیکھا پھر اس کی آنکھیں لوٹ کر طرف آگے گئیں۔ لوگ ایک پکلیں جھپکے بغیر اسے دیکھ رہے تھیں۔ اس سے نگاہ ہٹے ہی وہ چونک پڑیں۔

”ایک بات بتاؤ گے دوست؟“ پروفیسر خاور نے سکرٹا کر اسے پوچھا۔

”ضرور۔ ضرور پروفیسر۔“

”کیا تمہیں اس طویل زندگی سے کتا بہت نہیں محسوس ہوتی؟“

”کیا تم نے کبھی اس کے خاتمے کی خواہش نہیں کی؟“

”آکٹا بہت۔“ اس نے ایک گہری سانس لی۔ ”آکٹا بہت لوگوں ہوتی ہے پروفیسر۔ لیکن زندگی کا خاتمہ یہ سب بات میں نہیں ہے۔“

ہاں میں طویل حیرت سوجا ہوں اور جب صدیاں گزرنے کے بعد کسی نے وہ میں میری آنکھ کھلتی ہے تو مجھے یہی احساس ہوتا ہے جیسے میں دوبارہ پیدا ہوا ہوں۔

”گوہا ہندو ازم کے مسئلہ آگول کا تمہاری زندگی سے گہرا تعلق ہے۔ وہ لوگ نئی نئی شکلوں میں پیدا ہونے کی بات کرتے ہیں ان کا ابتدا سے ایک ہی جسم اپنے ہوتے ہو۔“

”نہیں پروفیسر۔ ان کے تعصبات حقائق پر مبنی نہیں ہیں۔ وہ کوئی غلطی حیرت نہیں پیش کرے گی کہ میرا وجود مسلم ہے۔ مجھے تو کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ میں ایک شخص حقیقت ہوں۔“ اس نے کسی قدر ناگوار سے کہا اور پروفیسر کی گہری سوچ میں گم ہو گیا۔

”تم کس خیال میں تم پر مبنی لوگو۔“ اس نے فزون آباد فزون کو مخاطب کر کے کہا اور وہ دونوں چونک پڑیں۔ پھر فزون نے خشک ہونٹوں پر زبان چھیڑے ہوئے کہا۔

”ہم تو پراسرار شوشکا کے باغے میں مقیم ہیں۔ وہ کون تھا اور اس نے تمہارے باغے میں پیش گوئی کیسے کی تھی۔“

”آشوش! اس نے گہری سانس لے کر کہا۔“ ہاں لوگو۔ یہ شخص میری زندگی کا پہلا شخص تھا جس کے پراسرار علم سے میں مدد سنا ہوا۔ اور یوں کہو کہ آگ جو علم دیکھنے میں ہیں، ان کے سلسلے میں میرا پہلا استاد وہی حیرت انگیز ہوتا تھا۔ دنیا کے ابتدائی دور میں اس حیرت انگیز انسان نے جو معلومات دینا کی تھیں، وہ اسی وقت کا مادہ تھیں۔ وہ اپنے وقت کا عظیم سائنسدان تھا۔ وہ اپنے وقت کا عظیم محقق تھا۔ ان وحیوں کی نسل کا ایک انسان جس کی یہی کیفیت میں آتی بھی واقف ہوں۔“

”اور۔ تب میں اس کے باغے میں بناؤ۔“ پروفیسر نے کہا۔ اور وہ کسی گہری سوچ میں گم ہو گیا۔!

مشہور ماہرین نفسیات کی آراء پر مشتمل کتاب

# احسان مستری

نویسٹر

پیشہ کار

مکتبہ نفسیات پاکستان

177



اس نے گویا ہمارا کہا۔ اس سے میری ملاقات دوسرے دن ہوئی۔ پہلے دن سستی والے مجھے اپنی بیٹی کے ساتھ لگھاں پھرنے کی جھڑپوں پر مشغول دیکھی۔ سستی بہت بڑی تھی۔ بڑی بدست آباویں تھی۔ لاکھوں افراد دھڑک پھیلے ہوئے تھے۔ لیکن میرے بچے بات ہی کر دے ہندیب آستانہ تھے۔ ان کے ہاں عوام کا مسئلہ تھا۔ وہ اپنی فکری تہذیب سے اگنے کے طریقے سے ناواقف تھے۔ وحشی دماغوں نے لے کر شکر الہیہ تک وہ چن چلے تھے۔ لیکن بالکل سے ان کی عوام کی پوری کہاں ہوتی تھی اس زیادہ تر آبادی فائدہ کشی کا شکار تھی۔ اکثر لوگ لگھاں اور دھڑکتے تھے۔ لگھاں گزرا کر رہتے تھے۔ سمن کے جادو بھی ان کے ہاتھوں محفوظ نہیں تھے۔ سمن کی گلی سڑی لگھاں میں ان کی فداکاری جاتی تھی۔ سمن کے راہروں کو لانے کے لئے ملتا تھا۔ پھیلیاں تو خیر ایک نعمت تھیں۔ کچھ مومے اور گلاب بھی ان کی مرغوب غذا تھے۔ لیکن یہ غذا حاصل کرنے کے لئے انھیں سخت جدوجہد کرنا ہوتی تھی۔

سوال پر بوڑھے ایک دوست کی شکل دیکھنے لگے۔ پھر ان میں سے ایک بوڑھے نے مگر ان کا تعلق جوئے کہا۔

یہ گارڈن جگہ کا کچھ سوچنے لگا۔ اہل معصوم اور سادہ دل لوگوں کے دل تو زبانی سے بکھے نہیں تھا۔ میں ان کی مدد کا فیصلہ کر چکا تھا۔ یہ جیس جانتا تھا کہ جڑی کی آمد کا انتظار یہ صدیوں سے کر رہے ہیں۔ اگر میں ان سے کہوں کہ میں بڑیا کھیں ہوں تو ان کے دل ٹوٹ جائیں گے۔ یہ اس انداز میں کام نہیں کر سکیں گے، جس انداز میں اس وقت کریں گے جب انھیں یقین ہوگا کہ وہی بڑیا کھوں۔ یہ کیا تھا۔ میں تو زمانہ کیا کیا بن چکا تھا کہ میں افسوس لاتی تھا کہ ان آسان کامیاب کہیں کچھ بڑیا کھی ہی چکا ہے۔ انہیں اپنے بڑیا کھنے کی تردید نہیں کی! اور یہ دوسروں میں نے خوشی سے ملنے کی خواہش ظاہر کی!

جو ہر شہر و ناز سید رہتا ہوا ز جہان کہاں جا کر مگر ہوا ہفتا۔ !  
 رفتہ رفتہ ہمیں ابشار کے نزدیک پہنچ گئے۔ ابشار کے بائیں  
 سمت خشک چٹانوں پر پانچ سیاہ فام کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ہی بلی  
 ہی ایسی نکل رہی تھیں۔ ہمیں دیکھتے ہی وہ چٹانوں پر اچھلنے لگے اور بھر پور  
 نیچے اتر آئے۔ انھوں نے میرے گرد و ملق بنالیا۔ اور اسی طرح اچھلے کودتے رہے  
 تب ایک بوڑھے نے مجھے سے کہا۔



انہوں نے کہا کہ میں کسی قدر جلد ہو گیا تھا۔ لیکن یہ جرات میں نے دوسروں پر نہیں ظاہر ہونے دی اور چنانچہ کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں نے چنانچہ کے ایک سسر پر ہاتھ رکھ کر اسے اندر دیا۔ اور جسم کی پوری قوت صرف کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ لیکن ہاتھ کے تھوڑے سے دباؤ سے ہی میں نے چنانچہ کو مار دیتے ہوئے دیکھا اور چونک پڑا۔ مزید بچنے سے دباؤ سے چنانچہ بالکل گھوم گئی۔ تب میں نے انہوں کو اس جھڑپ میں ترکیب کو دیکھا۔

چنانچہ نے مجھے ایک ٹوک تڑائی کی تھی جو چتر میں بنے ہوئے ایک پہلے میں رکھی تھی گویا یہ چول تھی۔ اس طرح چنانچہ اس پہلے میں گھوم رہی تھی۔ اس کے دوسرے سرے کو بھی اسی طرح چست میں پیالہ بنا کر چسنا دیا گیا تھا۔ اس طرح اس خوفناک حرکت کوئی گواہ کو ایک آدمی آسانی سے کھول سکتا تھا۔ انہیں شاخیز چیزوں نے مجھے بوڑھے آشوشا کی اہمیت کا احساس دلایا۔ اور میں بھل گیا۔ اس قدر ذہن انسان سے اپنے بارے میں متاثر ہو کر گشت کو کرنا ہو گیا۔ میں نے چنانچہ کو دوازے کے دوسری سمت دیکھا ایک طویل و درخشاں غار تھا جس کا دوسرا سرا نظر نہیں آ رہا تھا۔ پورے غار میں ایسی ایسی شیشیاں چیزیں بکھری پڑی تھیں کہ میں سے علاوہ اگر کوئی اجنبی انسان انہیں دیکھتا تو شاید ہشت سے اس کی حرکت قلبی ہی بند ہو جاتی۔ انسانوں اور جانوروں کے ڈھانچے۔ بے پناہ سالم خیمہ۔ جس میں ہاتھوں سے کرنا ٹھیک کے بڑے جاز اور لوہے کے ڈھانچے تھے۔ ڈھیر کی ٹکلیاں ایک سرے میں شش چست تک چلی گئی تھیں۔ لکڑی کے بڑے بڑے پیالوں پر بن جانے کیسا سیال بھرا ہوا تھا۔ کہیں آگ روشن تھی اور اس پر برتن چڑھے ہوئے تھے۔ غرض کہ اس پورے محل میں ایسی ہی بہت سا چیزیں بکھری ہوئی تھیں۔ زمانے بہاں کیا ہو رہا تھا۔ میں تعجب سے یہ تمام چیزیں دیکھتا ہوا ایک ایک قدم آگے بڑھ رہا تھا۔

تب میں سے کانون میں ایک آواز گونجی۔ "عظیم بونیکا کی آمد سے میری آنکھوں میں نور بھر گیا ہے۔ میں اس حیرت انگیز بونیکا کو خوش آمد کہتا ہوں۔" لڑتی ہوئی سی آواز ہر دو دیوار سے آ رہی تھی۔ پورا غار اس آواز سے گونج رہا تھا اور الفاظ بار بار دیواروں سے ٹک رہے تھے۔ میں بھگ گیا آواز ایک تھی لیکن یہ اس کی بازگشت تھی جو ابھی تک گونج رہی تھی۔ تاہم میں نے اطمینان کرنے کے لئے ایک پتھر سے ایک پیالہ اٹھایا اور نو سے زمین پر پھینک دیا۔ پیالہ گرنے کی آواز بھی دیر تک گونجتی رہی تھی۔ اور جب وہ آواز لکھ ہوئی تو لڑتی آواز نے کہا۔

"تیرا خیال درست ہے بونیکا۔ یہ آواز کا طاس ہے جو انہیں بچھڑا رہی ہے۔"

"تم کہاں ہو؟" میں نے پوچھا۔

"سیدھا چلا۔ تو جھپکاتے پر رہا ہے۔" جواب ملا۔

میں آگے بڑھنے لگا۔ ایسی غامضی تو تھی کہ میں زیادہ بڑا تھا۔ میں رہا۔ ویسے میں اس ذہن آدمی سے محروم ہو گیا تھا میں نے یہ پراسرار حال پہچان لیا تھا۔ میں نے وہیں بہت سے سوالات کیا تھے۔ بہر حال میں اس سے بچنے کے بعد ہی ان سوالات کا حل تلاش کر سکتا تھا۔

اور پھر میں غار کے انتہائی سر پر پہنچ گیا۔ یہاں بھی تین آدمی تھے اور روشنی اسی انداز کی تھی جیسی پورے غار میں چلی ہوئی تھی۔ البتہ وہ صاف شہر تھا اور یہاں گمان بھی ہوئی تھی۔ ایک پتھر کی چوڑی سیل پانی سیاہ خام نظر آیا۔ جس کی سفید فلاحی اس کے پتھر کی سیلی ہوئی تھی۔ بال بھی بہت لمبے اور سفید تھے۔ ہاتھ پاؤں کوئی لکڑیوں کی طرح لمبے تھے اور پتھے تھے۔ نہ لبوں کی ڈھول کوئی کچھ لکڑی کا سا ہوتا تھا کہ یہ شخص جیروں کے طرح بھی نہ ہو سکا ہوگا! انہیں کی آنکھیں۔ پورے جسم میں آنکھوں کے اور تھا بھی کیا۔ آنکھیں دو طرح کی تھیں معلوم ہوئے تھے۔ روشن گینے بڑے بڑے۔ شرح کھوں میں سیاہ و تپان بہت چھوٹی تھیں اس طرح وہ آنکھیں بے حد خوفناک نظر آ رہی تھیں۔ اور یہ آنکھیں مجھے بہت توجہ اور دلچسپی سے دیکھ رہی تھیں۔

"خوش آمدید بونیکا! آہٹ اور بے حد درد مجھے میں کہا گیا۔" میں نے آشوشہ کے سامنے ہوں۔ میں نے بے خوفی سے پوچھا۔

"سب کچھ تھا۔ لیکن خوف کا میں سے سنبھل گیا اگر۔"

"ہاں میں تیرا خادم آشوشا ہوں۔ اس تصور کا خادم جو میں سے میں ذہن میں تھا۔ جس کے بارے میں بار بار میں نے علم نہ لیا اور میں نے میں جس کا منتظر رہا۔ میری خوشیوں کا اندازہ کر بونیکا۔ میں سے میں اور باب مکمل ہو چکا ہے۔ بلاشبہ تو ادا دکھا ہے۔ میں نے تیرا تصور کیا تھا تو میں سے تصور سے بھی میرے۔ یعنی تو ان میں سے نہیں ہے جو میں سے میں اور پھر سمجھ میں جاگتے ہیں۔ میں سے میں سے خارج ہونے والی مدنی ہڈیوں کے بیجا یوں کا طالع لئے ہوئے ہے۔ اور۔ آہ۔ میں نے کہا۔ اور میں نے بات بھی محسوس کی ہے۔ میری اس بات کی تصدیق کر دے بونیکا کہ کیا تو بھی طویل العمر نہیں ہے۔ تیری آنکھوں میں صدیوں کے افسانے ہیں جو میں نے خوب۔ خوب۔ میں ان انسانوں کو بڑھ سکتا ہوں۔ یہ افسانے تم

میں سے میں نے کہا کہ میں ایک کہانی ہے۔ بول۔ بتائے بونیکا کیا تو صدیوں لایا نہیں ہے۔ کیا تو اس زمین سے لگے والے جانداروں سے ملکتا نہیں ہے؟ بونیکا نے پتھر کی سیلی میں سر دھریں پید کر ہی نہیں۔ بلاشبہ وہ ہم لا محدود تھا۔ بلاشبہ آج تک بچنے والے تمام لوگوں سے عجیب تھا۔ میں نے بچہ بنا کر ہو گیا۔

"مجھے جواب دے بونیکا۔ میں تیرا پستار ہوں۔ تیری آمد سے میں علم میں اضافہ ہوگا۔ میں تیرا ساتھی تیرا مددگار ہوں۔ میں جیسے ادا کا پستار ہوں گا۔ میں تیرا دوست ہوں۔ مجھے بتا دے میں علم نے مجھے دھوکا تو نہیں دیا ہے۔ آہ جس دن میں علم مجھے دھوکا دے گا میں سمندر کی گہرائیوں میں باسوڑوں گا۔"

"تیرے علم نے مجھے دھوکا نہیں دیا ہے آشوشا! بلاشبہ تیرا علم انسانی ہے۔ میں نے جواب دیا۔

"عظیم بونیکا! بونیکا کا مکمل گیا اور اس کے سفید فانات لگے لگے آہ سامنے والا پتھر تیرے۔ بیچھا۔ میں نے اس پر اپنے ہاتھوں کو بٹھرایا ہے۔ یہ بال میں نے ایک طویل مسے جمع کئے ہیں تاکہ جب تو آئے تو مجھے اپنی عقیدت پیش کر دوں۔"

"میں تیری عظیم ذہانت کا دل سے قائل ہو گیا ہوں آشوشا۔ اور تیری جوتے تیرے دل کی گہرائیوں تک پہنچ گئی ہے۔ بلاشبہ اس انداز سے پالائی کر کے تو نے مجھے حیرت بخشی ہے۔ جس کی میں دل سے قدر کرتا ہوں۔" میں نے اسے داسے پتھر پر بیٹھے ہوئے کہا۔

"تو مجھ کو بونیکا میں اندازہ کر رہا ہوں۔ پہلے میں تیرا پستار ہوں۔ پھر تجھے مہینوں بھوک نہیں لگے گی تو تو تو اسے کھا دے گا وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور تیری تلی ہانگوں سے ملتا ہوا دھوکا لگ گیا۔ پھر وہ ایک لکڑی کے پالے میں ایک طرف سیال لے آیا۔ جو کھول رہا تھا۔ اس میں سے رنگیں روشیاں ابل رہی تھیں۔ میں نے پیالہ سے ہاتھوں میں پھل دیا۔ بلاشبہ مجھے سنت ہوگ کہ ابھی تھی سیاہ و لوگوں کی لائی ہوئی ایک چیز بھی مجھے پسند نہیں آتی تھی۔ میں اس سیال سے بھی ناواقف تھا۔ لیکن میں نے اس پیالے کو پکڑ کر اسے لگا دیا۔ اور پھر وہ میں نے اسے خالی کر دیا۔"

کیا یہ لذت یہ سیال تھا۔ میں آج تک اس کی لذت اپنے ذہن میں محسوس کرتا ہوں یہ سیال میں سے معدے میں اتر گیا۔ اور میں نے اپنی بھوک کو اپنے محسوس کیا۔ اس کے ساتھ ہی میں میں توانائی لگتی تھی۔ میں نے پیالہ اٹھا کر رکھ دیا۔ پوچھا مسکراتے ہوئے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"تو گشت کا اندازہ ہوتا تھا ہے بونیکا۔ کہ ایک سوال تو کر۔ اور ایک میں۔ اس طرح کسی ایک کو گشتی کا احساس نہیں ہے گا۔ دونوں ایک دوسرے سے مطمئن ہوتے رہیں گے۔ اس نے کہا۔ اور مجھے اس کی یہ بات پسند آئی۔

"خوب ہے۔ میں تھا ہوں آشوشا۔"

"تو جہاں ہے۔ میرا دوست ہے۔ پہلا سوال کرنے کا حق تجھے ہے۔"

"میں تیرا شکر گزار ہوں۔ میرا پہلا سوال یہ ہے کہ تیری عمر کیلئے میں نے کہا۔

"عمر۔ بوڑھے نے گہری نگاہ سے مجھے دیکھا۔ ان قوم کی آٹھویں پشت میں، میں پیدا ہوا تھا۔ جبکہ اب یہ قوم اپنی تیسری پشت سے گزر رہی ہے۔ اور ہر پشت کا تھین کم از کم تیرے صدی لگاوا۔" اس نے جواب دیا۔

"خوب۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ہر مذکر کیسے ذہن میں اس سوال سے متعلق کی سوال چل رہی ہے۔ لیکن اصول کے تحت اب کہاں سوال کی جاتی ہے۔"

"اصول پر تھی ایک اچھا عمل ہے۔ میرا سوال یہ کہ وہ میں دہی ہے برتنوں سے بھرے میں کیا ہے۔ اس سوال کو پوچھنے کی ضرورت ہوں میں اس کی کوئی کمی نہیں ہے۔ میں معلوم کر کے تجھے کوئی حیرت نہیں ہوئی۔ جبکہ یہ طویل عمر کی ایک علامت ہے۔"

اس کے سوال پر میں نے ہنسنے پر کمر بستہ ہو گیا اور میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "تیرا خیال درست ہے آشوشا میں سے تیری عمر کو نہیں نہیں ہے۔ اور یہ میری عمر۔ تو اس کا تھین بھی مشکل ہے۔ پورے کرب یہ زمین لڑائی تھی لڑنے کے کچھ ہوئے تھے، لاف اڑا رہے تھے۔ دھوئیں اٹھ رہے تھے کسی جاندار کا وجود نہیں تھا۔ لیکن میں موجود تھا۔ میں نے اسے قرا پاتے دیکھا۔ میں نے اس پر کوئی نہیں چھوئے تھے۔ اور پھر میں نے اس پر کھیرے رنگتے ہوئے دیکھے۔ انجانات کی نئی نے ان کے زہن میں سے بہت کچھ نکال دیا تھا۔ یہ سب میں سے منسلک ہو گیا تھا۔ اور جب میں نے زمین پر بہت سے انسانوں کو دیکھا تو پھر میں بھی ان میں شامل ہو گیا۔ اس وقت کچھ دھواں اٹھ رہا تھا۔ سنہرے تھے۔ درخت تھے۔ انسان خود کو لٹا نہیں بٹھتا تھا۔ کوئی زبان نہیں تھی۔ کوئی آواز نہیں تھی۔ سب جاندار صرف جاندار تھے۔ میں نے انسان کا ارتقا اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"



میں نے اس ہانڈا کو روک کر دوستانہ گفتگو پر افسانہ حاصل کرتے ہوئے دیکھا ہے اور میں ان تمام مصلوں میں ایک شریک ہا ہوں۔ میں نے جواب دیا۔  
 بوڑھا آشوشا پانچوں کی طرح میری شکل دیکھ رہا تھا۔ وہ بڑے خاموش ہونے پر بھی مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اچانک اٹھا اور میرے قدموں میں گر گیا۔  
 میں نے تو تیسرے قدموں کی خاک بھی نہیں ہون چڑھائی۔ مجھے معاف کرنے میں اپنی اس چھوٹی سی کائنات کو تشکیل دے کر کے ہی مغرور ہو گیا تھا۔ میں نے سچا خاکہ تو اسے دیکھ کر بہت متاثر ہو گیا۔ میں نے سوچا خاکہ میں تو پراختیافت رکھتا ہوں۔ لیکن میں تو تیسرے سانسے میں پر ریشٹے والا ایک فقیر کڑا ہوں۔ وہ تیسرے پردے سے سرگرم تھے تو سے بولا۔  
 "نہیں آشوشا۔ آٹھ جاؤ۔ یہ بات نہیں ہے۔ میں نے معاف کی زندگی بچھتے ہوئے گزار دی ہے۔ میں انسانوں کے ساتھ ایک تماشائی کی حیثیت سے رہا ہوں۔ میں نے اس طویل زندگی میں کوئی حقیقی کام نہیں کیا جبکہ تمہاری یہ کائنات مجھے تم فقیر کہتے ہو۔ تیسرے لئے بہت دلکش اور حیرت انگیز ہے۔ مثلاً یہ روشنی کے پھول۔ میں ان کی حقیقت نہیں سمجھ سکا۔  
 "روشنی کے پھول۔" آشوشا نے روشن دھات کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ میری دریافت ہے۔ میں ابتدا سے ہی سوچتا رہا ہوں تو نیکیا۔ کہ اس کائنات کو تشکیل دینے والے نے جو کچھ بنایا ہے وہ مقصد نہیں ہو سکتا۔ چیزیں کوئی خاصیت نہیں ہیں۔ وہ نہ زینت دنیا کی ایک چیز ہے بھی ہو سکتی تھی۔ ان تمام چیزوں کو بنانے کا کوئی مقصد ضرور ہوگا۔ اور میں اس مقصد کا کٹا ہوا سرگرم رہا ہوں۔ میری طویل عمری کا لازمی میری ایک دریافت میں چھپا ہوا ہے۔ دنیا کی چھان بن کے دوران مجھے کچھ ایسی چیزیں مل گئیں جن کے استعمال سے زندگی قائم رکھی جاسکتی ہے اور میں نے انہیں چیزوں کا استعمال جاری رکھا ہے۔ ہاں تو بات اس روشنی کی ہو رہی تھی۔ یہ روشنی مجھے آتش سے ملتی ہے پانی کی بے پناہ قوت۔ ایک بار میں ان پادوں کی سرگردانی کا پتہ چل کر آتش پر بارگرا۔ تیسرے پاس دھات کی ایک چھڑی تھی۔ گرنے کی قوت سے چھڑی پانی سے رگڑی اور اس میں روشنی پیدا ہو گئی جس پر سخت سرمایگی کے باوجود میری نگاہ پڑ گئی۔ بہر حال میں سخت زخمی ہو گیا۔ لیکن مجھے اپنے زخموں کی کوئی پڑاوا نہیں تھی۔ میں تو روشنی کا لازمی دریافت کر چکا تھا۔ اور پھر یہ تندرست ہو گیا تو میں نے اس روشنی سے پورا فائدہ اٹھایا۔ میں نے ایک اپنی نظام قائم کیا۔ جس کا تعلق گرتے ہوئے پانی سے ہے اور اس طرح میں روشنی لے آیا۔ تم میرا دھوکے تو میں نہیں ایک ایک چیز سے روشناس کرادوں گا۔"

"بے شک تیری سوجن عظیم ہے آشوشا۔ تو تحقیق کا بادشاہ تھا۔ تمہارے متاثر کئی انداز میں کہلا۔  
 انسان کسی دور میں بھی پہلے نہیں ہے پروفیسر۔ عورت کی قوت کو مختلف رنگ ملے ہیں۔ اور جو رنگ جس قدر دیکھا ہوا اس سوچنے والے کو فیت مل گئی۔ طور کر، پہلی کے نظام کو کتنے عرصے قبل کر لیا گیا تھا۔ بات صرف وہیں تک محدود نہیں تھی، پڑاوا آشوشا نے تمام تعقیقات سے ایسے ایسے نوادرات جمع کئے تھے جو اس دور کے انسان کے لئے جادوئی حیثیت رکھتے ہیں۔  
 "لیکن تیری طویل عمری کی داستان فکر تیری شخصیت پر مرکوز ہے۔ بعد میں کچھ نہیں رہا تو نیکیا۔ کیا مجھ کو سوال کی اجازت ہے۔ آشوشا نے کہا۔  
 "بے شک۔ میں نے جواب دیا۔  
 "میں تیسرے جسم کی تک کے باہر میں جانا چاہتا ہوں۔ میں طویل عمری کے باوجود تیسرے جسم تیری جوانی کے باہر میں جانا چاہتا ہوں۔ بوڑھے آشوشا نے رشک بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔  
 "انسانی جسم میں آنے سے قبل۔ میں نے خود کو نکال دیا۔ میں نے پچھلے دور میں محسوس کیا ہے آشوشا۔ تیسرے ذرات چاند ستاروں سے لینے ہوئے ہیں۔ میں نے ہانڈی کی روشنی جذب کی ہے۔ میں نے ستاروں کو چھوا ہے۔ میں نے سمندر کی گہرائیوں کو ٹپا ہے۔ اور آشوشا کو تو جو بحث دیکھتے تو میں سوچ کے کھولتے ہوئے لادے میں زندگی گزار رہی ہے۔ آگ پانی ہوا۔ لے بے معنی ہے۔ پانی میری روح کو وصل دیتا ہے۔ آگ میری جوانی کو کر دیتی ہے۔ ہر چیز میں کچھ لے بے معنی ہے۔ ہر چیز میری دوست ہے۔ تم مجھے آگ کے سمندر میں جھونک دو۔ گہرے پانی میں غرق کر دو۔ کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"  
 "یقیناً۔ دیوتاؤں کا وجود ہے۔ تو بات بے معنی نہیں ہے۔ شاید تو اس مخلوق سے ہے جسے پوچھا جاتا ہے۔ تو اس کی زندگی تصور مجھ سے سب کچھ پوچھنا عظیم ہو نیکیا۔ اب تیسرے سال ختم ہو گئے ہیں باری ہے۔"  
 "تیسرے میں بہت سے سوال ہیں آشوشا۔"  
 "ابتدا کر۔ میں جواب دوں گا۔ آشوشا نے کہا۔  
 "کالے سرو اور کابندہ کے معدیوں سے تو نیکیا کی آمد کا کڑا ہوا ہے۔ کیا یہ درست ہے۔"  
 "ہاں۔ یہ درست ہے نیکیا۔ براہِ رحم مجھے بتا۔"

"ایک انسان دیکھ گا جو کشتی والوں کو خوشامی بخش دے گا کیونکہ وہ کشتی کے راستے واقف ہوگا۔ اور جب جزیرے کے درختوں میں آگ لگی تو اسے اٹھائیں تو بخیر دی کی کو نیکیا کی آمد قریب ہے اور وہ تیسرا استقبال کو لے گا۔"  
 "یہ کونسا علم ہے جس نے تجھے یہ اطلاع دی۔"  
 "ستاروں کا علم۔ انسان کو کچھ سونے ستارے ایک تحریر ہے۔ ان میں تغیر کا نظام بھی ہوئی ہے۔ ہر خطے کے لوگ ان سے مدد لے لے رہے ہیں۔ داستان پڑھتے ہیں۔ بشریکہ انہیں ستاروں کی گڑبڑ دیکھ کر حیرت ہو۔ میں نے بے شمار ذرات ستاروں کی چل بچھ میں گزار دی ہیں اور میں ان کی چالیں سمجھنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ علم نجوم تھا پروفیسر۔ میں اس علم سے اور دنیا پر چڑھنے والی لاکھوں تہیں اس علم کو نہ دیکھیں۔ وہ دوسرا ایسا ایجاب دنیا کے بے شمار لوگ علم نجوم کے ماہر تھے اور ان کے لوگ مل جاتے ہیں جو ستاروں کی چال کے ماہر ہوتے ہیں۔  
 "خوب علم ہے آشوشا۔ بس اب ایک سوال اور ہے اس کے بعد میری تیری سوال و جواب کی گفتگو ختم ہو جائے گی۔  
 "خبردار۔ سوال کر نیکیا۔ آشوشا نے مستند سے کہا۔  
 "تو نے اتنی طویل عمر پائی ہے آشوشا تو صدیوں سے ان لوگوں کا ماہر رہا ہے۔ تو ان میں سے ہی ایک ہے تیری ذہانت عظیم ہے۔ تو نے علم حاصل کئے، پھر تو نے ان لوگوں کو خوشامی کی راہ کیوں نہیں دکھائی۔ تو انہیں نیکیا کا کھانا کیوں نہ کھا۔ تیسرے لوگ تھے۔ یہ تیری نسل تھی۔ لوگ اور افلاس سے یہ لوگ خاتمے کے قریب ہیں، تو نے ان کی مدد کیوں نہیں کی۔"  
 "یہ سوال میری زندگی کی کروڑوں ہانڈا پر کڑا ہے نیکیا۔ لیکن میں نے اپنی اس کوتاہی اس خود غرضی کی معافی مانگ لی۔ دراصل ابتدا میں اس طویل عمری کا احساس نہیں تھا۔ میں اپنی زندگی کو بھی دوسروں کی زندگی سے مختلف سمجھتا تھا۔ لیکن اس تصور ہی زندگی میں، میں کچھ علم حاصل کرنا چاہتا تھا۔ مجھے سمجھ ہی سے اس کا شوق تھا۔ میں نے ان کی طرف توجہ نہیں دی۔ میں نے خود کو ان سے الگ سمجھتا تھا۔ پھر مجھے طویل عمر مل گئی۔ اور میں ایشیائی حیرت سے بچ گیا۔ میری عمریں قدر بڑھتی تھی تیسرے قوی میں زندگی بستی آتی تھی۔ میں اپنا ہر لمحہ تحقیق میں گزارنے کا خواہشمند تھا۔ ان لوگوں میں ان کے لئے کچھ ذکر سکا کیونکہ کچھ کرنے میں بہت وقت صرف کرتا رہا ہے۔"  
 "آہ۔"

"مجھے یہ شکر حیرت ہوئی آشوشا۔  
 "میری اس خود غرضی پر مجھے معاف کر دے تو نیکیا۔ بے شک میں مجرم ہوں۔ مگر تو ان لوگوں پر خوشامی ضرور نازل کر۔ اس کے معنی میں اپنے تمام علوم کا پتہ دے دیوں گا۔"  
 "مجھے یہ سوا منظور ہے آشوشا۔ یوں بھی میں ان کے لئے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ معصوم ہیں۔  
 "میں ہر قدم پر تیسرے ساتھ رہوں گا۔ ایسے قربات میری کاوش تیسرے ساتھ ہوں گی۔  
 اور ہم دونوں میں یہ بات طے ہو گئی۔ میں اس عالم و فاضل انسان سے کچھ سیکھے کا خواہشمند تھا اور میں بتا چکا ہوں پروفیسر کہ وہ میرا استاد تھا جس نے مجھے بہت کچھ دیا۔ آشوشا نے اپنے خاموشی کو بلایا۔ انہیں ہار دینی کہ وہ ہستی والوں کو خوشخبری سنائیں۔ ان سے کہیں کہ آشوشا اور نیکیا کی گفتگو مکمل ہو گئی ہے۔ وہ لوگ آتش کے سانے والے میدان میں جمع ہو جائیں۔ آشوشا انہیں خوشخبری دے گا۔  
 خاموشی طے گئے۔ اور آشوشا میری خاطر مدارات کرنے لگا۔ ہم دونوں میں کچھ اور شرائط طے ہونے لگیں۔ مثلاً آشوشا نے کہا تھا کہ میرے سورت ان لوگوں میں یعنی ہستی والوں میں گزاروں۔ ساتویں سورت کی ہر بات آشوشا کے ساتھ گزرنے لگی اور اس رات میں آشوشا مجھے اپنے علوم سکھایا کہ گاہ میں نے یہ بات منظور کر لی تھی۔  
 دوسری صبح پوری بتی اند آئی تھی۔ بہر حال انسان سر نظر آ رہے تھے۔ بے پناہ آبادی تھی پروفیسر۔ بے شک اگر کچھ اور دن کے لئے خود کا انتظام اور نہ ہوتا تو اس آبادی میں خودکام بربادی سیاحتی معصوم لوگ بھوک سے پک پک کر مر جاتے۔ میں نے اس آبادی کو دیکھا۔ ان تمام معصوموں کی زندگی بچانی تھی۔ انہیں جدید نظام زندگی دینا تھا اور میں اس نظام سے بخوبی واقف تھا۔ جب صبح نکل آیا تو آشوشا تیسرے ساتھ باہر نکل آیا۔ بوڑھا آشوشا اس قدر توانا ہونے کے باوجود بے حد پھر تیرا اور چاق و چوبند تھا۔ اس کی آنکھوں کی توانائی اس کے پورے جسم کی نمائندگی کرتی تھی سیاحا چہرے پر اس کی برف جیسی سفید دھڑی بے حد عجیب معلوم ہوتی تھی۔ اور اس کے ساتھ میں تھا۔ میں پیٹے رنگ کا شامی انسان۔  
 سیاہ فام نے ہمیں دیکھا۔ اور مجھے میں گریز سے مجھے متعلق اس یاد آ گیا۔ ان مسائل سے تو وہ خوش ہو سکتا تھا یہ مناظر



اس کو بہت پسند تھے۔ مجھے اس سے کوئی رقت نہیں تھی۔ میں نے بڑے آتشنا کی طرف دیکھا۔ آتشنا وہ بھی میری طرف ہی دیکھ رہا تھا۔

ان سے کہو آتشنا کہ کھڑے ہو جائیں۔ میں ان میں سے ہوں۔

میں ان کا دوست ہوں، ان کا مجبور نہیں۔ مجھے سب سے کہہ کر نکال دو۔

مجھے اپنا دوست پہنا ہوا نہیں۔

بے شک۔ طاقت کے ساتھ اگر عظمت بھی ہو تو شخصیت کا اثر ہوتا ہے۔ میں تمہاری عظمت کو سلام کرتا ہوں۔ سنو، سنو، کمالی کے غلاموں کا غلام ہو گیا کیسا کہتا ہے۔ سنو سنو سے سنو۔ یہ وہی ہے جس کے بارے میں میں صدیوں سے کہتا آیا ہوں۔ یہی تمہارا رہنما ہے۔ یہی تمہارا رہبر ہے۔ سنو وہ کہتا ہے۔ وہ تمہارا دوست ہے، تمہارا دوست نہیں، اسے بھروسہ مت کرو۔ اسے اپنی تکلیفیں بتاؤ۔ اس سے بھائیوں کی طرح مدد طلب کرو وہ تمہارا شادین شاہزادہ کا کام کرے گا۔ تمہاری خوشحالی کے لئے تمہارا شریک ہو گا۔ سنو۔ وہ صرف یہ چاہتا ہے کہ تم اس کے احکامات پر عمل کرو۔ اس بات پر غور کرو کہ اس کا مقصد کیا ہے۔ صرف وہ کہ جو وہ کہتا ہے۔ تب خوشحالی تمہارے قدم چومے گی اور تم سرسبز و شاداب ہو گے۔

عظیم پوتیکا۔ سلامت ہے۔ عظیم پوتیکا تمہارا بھائی ہمارا ساتھی، ہمارا دوست سلامت ہے۔ چاروں طرف سے غلامی لگا اور پہاڑیاں ہلنے لگیں۔ میں بخت آمیز لگتا ہوں۔ ان سب کو دیکھ رہا تھا۔ اس کو دلچسپی میں میرا دل لگ گیا تھا۔ میں ان لوگوں کو تہذیب کی لذتوں سے روشناس کرنے کا خواہش نہ تھا۔ وہ بخت کے جواب میں بخت دینے والے انسان تھے۔ تب میں نے پہلی بار ایک حکم صادر کیا۔

کمالی کے لوگو! میرا جھوٹا بھائی تمہارے درمیان ہو گا۔ میرے لئے ایک بڑا جھوٹا بنادو۔ جو جھوٹا میری نگاہ میں ہے گا۔ تم اس کے لئے سامان اکٹھا کرو۔ مقدس آتشنا کے مشوروں سے میں تمہارے مسائل حل کر دے گا۔ مجھے پرہیز کر دو۔ میں تمہارے لئے اس زمین کو خوشحال بنادوں گا۔

ایک بار پھر خوشی کے نغمے بلند ہوئے۔ آتشنا بھی خوشی منہ آ رہا تھا۔ پھر میں نے کہا۔ جاؤ۔ پوتیکا کے کچھ پر عمل کرو۔ اور لاکھوں انسانوں کا سمندر منتشر ہونے لگا تب آتشنا میرے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ میری جیسی کے نجات دہندہ۔ میرے دوست جاؤ ان کے لئے کام کرو۔ ساتویں چاند کی رات میں، اسی چاند پر تمہارا انتظار ہو گا۔

ٹھیک ہے آتشنا۔ لیکن مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے، بتاؤ میرے دوست۔ تمہیں کیا چاہیے۔ آتشنا نے پوچھا۔

غصے کے قیام و ششماں تھا، غصے میں کاٹا ہوا مجھے بار بار اس طرف نظر کی کھینچاؤں سے وہ تیرا لگتا تھا کہ مقابل کیا سوچ رہا ہے۔

مجھے وہ دھات چاہیے جس سے تو نے روٹی پیدا کی ہے۔

اوہ۔ اس کا بڑا ذخیرہ میسر پاس موجود ہے۔ بقیہ کے لوگوں کو بھیج دے۔ میں ذخیرہ قیسے پاس منتقل کروں گا۔

بس ٹھیک ہے۔ میں نے کہا اور بوڑھے آتشنا نے ہلکا پشانی کو ہنس دیا۔ تب میں ہال سے اتر آیا اور بستی کی طرف چل دیا۔ لوگ راستے میں میسر کے ساتھ ہوئے تھے۔ وہ اپنے لکڑی کے لوہار کے ساتھ جھکائے میسر کے اجزاء سے چل رہے تھے۔ ان کے ساتھ میں تھا۔ داخل ہوا۔ یہاں میں نے ایک پوسٹ نظر دیکھا۔ ایک کھلے میدان میں درختوں اور جھاڑ جھکڑوں کا بانا لگا دیا گیا تھا۔ بے شمار لوگ لکڑیاں چرواہا چیزیں لئے چلے آ رہے تھے۔ میں نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور انھیں منہ لانے سے منع کیا۔ تب رک گئے اور سردار ایک نزدیک پہنچ گیا۔ وہاں میں نے تمہارا کام ہاتھ سے لیتے تھے۔ میں نے انھیں زمین پر لیٹی کر دیا۔ بتایا کہ میرا کمال کس طرح ہے گا۔ سردار غور سے اسے دیکھتا رہا۔ اور دو سو گز دور لوگوں کو بلا کر وہ وقت دکھایا۔ سب حیران ہو گئے۔ ہر حال کا شروع ہو گیا۔ بے شمار لوگ تھے جو کام کر رہے تھے۔ سردار مجھے پوچھ پوچھا انھیں ہدایت دے رہا تھا۔ اور وہ پوری تندرہ اور خوشحالی کے کام کر رہے تھے جو کام دل و جان سے کیا جائے اس کے بیگانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ غلامی نشان کلال چک چکے تیار ہو گیا۔ اور جب کراں تیار ہو گیا تو سردار دو سو گز دور لوگوں نے اسے رستہ پر تھپ سے دیکھا۔

بے شک۔ یہ پوتیکا کا کراں ہے۔ سردار نے تعریفی لہجے میں کہا۔ کچھ دھکے بددھن کے کراں بھی ایسے ہی ہوں گے۔ اپنے سے کہو واپس جائیں۔ آج ہی میں بہت سے احکامات دوں گا۔ اور جو لوگوں کو آتشنا کے پاس بھیج دو میں نے آتشنا سے جو چیز مانگی ہے اسے آئیں۔ میرے منہ سے نکلا۔ تمہیں ہونی اور تھوڑی دیر کے بعد لوہا بڑا ذخیرہ میسر کراں کے صحن میں بھیج دو۔

تب میں نے نقشوں کی مدد سے زمین میں گڑھے کھود کر زمین تیار کر آئیں اور سردار کو دوسرا حکم دیا۔ قوی بیگل جوان یہ کام سوچے کہ نہایت دلچسپی سے کر رہے تھے۔ لوہار تھوڑے سے مٹی کھڑی جا رہی تھی قیام لگائی انھیں تھوڑے سے کام لیا جا رہا تھا۔ سمندر کے پانی سے گارٹا اور رات ہوئے تک بہت سی جھیناں تیار ہو گئیں تھیں۔ اب مجھے ان میں سے

کے ٹھیک ہونے کا انتظار تھا۔ چنانچہ میں نے سردار اور دو سو گز دور کراں کے آگے گئے لئے کہا۔ اور وہ سب چلے گئے۔ لیکن چند سیادنا اٹھا کر انہوں نے کراں کے گرد پیرودینے کے لئے رک گئے تھے۔ قیام لگائی لوگوں کو صرف اپنے وسائل سے کام لیتا تھا۔ ہر حال کام شروع کرنے کے لئے تھوڑا بہت وقت دے رہا تھا۔

نرم سمندری گھاٹ کے بہتر پشایا ہوا میں ان لوگوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میسر دل میں ایک انوکھی انگ تھی۔ اتنی دلچسپی مجھے کبھی نہیں محسوس ہوئی تھی مگر میں نے دوسروں کے لئے بہت کچھ کیا تھا۔ لیکن ان سادہ اور معصوم لوگوں کے لئے میسر تاخیرات ایسے ہی تھے جیسے ایک مشفق باپ کے اپنی اولاد کے لئے ہوتے ہیں۔ میں ان لوگوں کو ایسا کچھ رہا تھا۔ جیسے وہ معصوم بچے ہوں۔ ان کے پاؤں کمزور ہوں۔ اور میں ان دینا دکھانے کی تیار کیا کہ ہاں۔

میں نے کب تک میں ان کے بارے میں سوچ کر اگام بنایا۔ مجھے ہونے کا انتظار تھا۔ میں جانتا تھا کہ جلد ہی ہونے اور میں کام شروع کر دوں۔ پھر مجھے بوڑھے آتشنا کی شخصیت یاد آئی۔ ان لوگوں کو پسماندہ رکھ کر آتشنا نے ایک برم کیا تھا۔ اگر وہ بذات خود ان کے لئے کام کرتا تو آج یہ بھی شاندار انسانوں کی زندگی بسر کر رہے ہوتے۔ لیکن عجیب تھا۔ آج معلوم میں اس قدر گھٹیا تھا کہ صدیاں گزرنے پر بھی وہ کسی دوسرے کا انتظار کر رہا تھا۔

ہر حال میں سے میں اس کے معلوم کا قائل تھا۔ میں تو اتفاق سے اوجھڑا لگا تھا۔ وہ سمندر کی اس آگ کو نظر انداز کر کے میں آگے بھی بڑھ سکتا تھا۔ لیکن اس کے علم نے بتایا تھا کہ میں ضرور آؤں گا اور آگ سے برآمد ہوں گا۔ استاروں کا علم بھی عجیب تھا۔ ہر حال میں اس بوڑھے سے کچھ سیکھنا چاہتا تھا اور اس کے عوض میں اس کی اپنی خوشحال بنانے کے لئے تیار تھا۔ میں نے انھیں بند کر کے ذہن کو خالی کر دیا۔ خاص بات یہ تھی کہ مجھے ہر ایک پیاس کا کوئی احساس نہیں تھا اور یہی بوڑھے آتشنا کے اس اندیزہ سیال کا کمال تھا اس نے مجھے پہلے ہی اس کے بارے میں بتا دیا تھا۔ جمع کو سردار اور اس کے ساتھ چند لوگ میسر پاس آئے، ان کے پاس کھانے پینے کی اشیاء تھیں لیکن اول تو مجھے حیرت تھی، دوم اس میں کوئی قابل استعمال چیز بھی نہیں تھی۔ میں نے نرمی سے سردار کو بتا دیا کہ ابھی مجھے خدا کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر میں نے چند ہی اور خوشحالیوں کو طلب کیا۔ اور تقریباً تیس آدمی میسر سامنے آ گئے۔ انہوں نے انھیں ایک طرف بٹھوایا۔ باقی لوگوں سے میں بٹھوایا

کے لئے خشک کنیاں لانے کے لئے کہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد چھٹیوں لگ آئیں۔ آگ بجھنے لگی۔ تب میں نے اس آگ میں لوہا ڈال دیا۔ فولاد پھیلنے میں خاموشی لگا اس دوران میں زمین میں گڑھے کر کے پلٹے بنائے تھے۔ یہ کھارائیوں اور درخت کاٹنے کے دوسرے سامان کے پلٹے تھے۔ اس کے ساتھ میں نے صاف اور مضبوط پتھر بھی لنگولائے تھے۔ پچھلے ہوئے لوہے کو بھینچوں سے نکالنے کا کام بھی میرے لیے تھوڑوں کی مدد سے ہی کیا گیا۔ میں خود انھیں سب کچھ کر کے بنا رہا تھا۔ پچھلے ہوئے سرخ فولاد کو زمین کے سانچوں میں بہتے دیکھ کر سب حیران اور غور فرماتے۔ انھوں نے اس سے قبل ایسے عجوبے نہیں دیکھے تھے۔ لیکن سب انتہائی دلچسپی اور لگن سے میسر احکامات پر عمل کر رہے تھے۔ دوپہر تک میں یہ کام کرتا رہا۔ اور تمام سانچے بھر گئے۔ کاکا میری مرضی کے مطابق ہوتا تھا۔ پھر جب فولاد پتھر لگائی تو میں غلاموں کو کھٹکوں کو فولاد کے ڈھیر بنکھولائے۔ اب دوسرا کام انھیں پتھروں پر لگے کار و حصار دے دینا تھا۔

پھر جب رات ہوئی تو سیکھوں کھارائیاں، اور حصار و تھیلے تیار ہو چکے تھے۔ لیکن ان سادہ دل انسانوں کی سمجھ میں یہ نہیں آیا تھا کہ ان کا کیا کیا جائے گا! جمع کو میں نے کھارائیوں کے دستے و فرو تیار کر لئے، اور پہلا مرحلہ مکمل ہو گیا۔ میں نہایت سرگرمی سے کام کر رہا تھا۔ پھر جب پہلی کھارائی لے کر سردار کے ساتھ میں خوشحالی کے ایک چمچے دھرت کے قریب پہنچا تو سب مجھے تعجب سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے سردار اور دو سو گز دور کو مخاطب کیا اور دستہ چمچ کر کھارائی کو درخت کی جڑ میں مارا۔ سب چونک کر رہے تھے۔ میں کھارائی سے درخت کی جڑ کا شمارا۔ فولاد کی مضبوط کھارائی اوپر سے پھر سے بازو۔ وہ لوگ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایسے تناور درخت کو اس آسانی سے گرا یا جا سکتا ہے۔ وہ تو کسی درخت کو کبھی گرانے کے لئے زہلنے کوں کون سے مہین کرتے تھے۔ تھوڑی دیر کی محنت کے بعد تناور درخت ٹوٹا پر آ رہا۔ اور جنگلی خوشحالیوں سے نغمے لگانے لگے، وہ خوشی بھی تھی اور حیران بھی۔ کبھی وہ گسے ہوئے درخت کو دیکھتے اور کبھی مجھے۔ تب میں نے ان سب کے ہاتھوں میں بھی کھارائیاں دیں اور ان سے اسی انداز میں درخت کاٹنے کے لئے کہا۔ پھر جب چار جنگلیوں نے ایک درخت گرا لیا تو ان کی خوشحالی کا کھنکھانہ زہرا۔ وہ کھارائیاں پھینک کر درخت کے گرد تلپنے لگے۔ خود سردار بھی بے حد خوش نظر آ رہا تھا۔

یہ سوئے درخت کاٹنے کا دن تھا۔ ابھی تو مجھے بہت کچھ کرنا تھا۔ چنانچہ رات کی نشت میسر کراں میں ہوئی۔ میں نے سردار سے کہا کہ







حرف بخت درست نکلیں۔ میں نے ستاروں کے طے سے تہہ کے تہہ  
کمل طور پر کامیاب ہوئے۔ بڑے آتشکے شخصیت کے چرے آہستہ آہستہ  
ہوئے تھے۔ اس نے مجھے علم الفیاض کے بارے میں بتایا۔ جس کا اس وقت کوئی  
نام نہیں تھا۔ تمام علوم کو مادے سے تعبیر کیا جاتا تھا!

یہ ایسی ہی ایک رات کی بات تھی۔ یہاں ان فشیوں میں رہتے  
ہوئے طویل عرصہ گزر گیا تھا۔ اس دوران میں عورت سے بالکل دور رہا تھا۔  
خاص طور سے ضرورت نہیں محسوس کی تھی۔ ہاں کبھی کبھی کسی خفیہ لڑکی کے بزم  
جسم کو دیکھ کر نہانہ کسی دور جاتی تھی۔ اسی لمحہ میں ان کے لئے لبا لگا ہوا  
نہیں کر سکتا تھا۔ تاہم میں نے ایسی چیزیں کاشت ضرور کر دی تھیں جن سے لباس  
تیار ہو سکتا تھا۔ اس شام بھی جب میں آشوشا کے پاس جا رہا تھا پہاڑی کے  
دامن میں میں نے ایک نوجوان جوڑے کو دیکھا جو بے فکری سے ایک دوسرے  
میں مگن تھا۔

حسب معمول یہاں بھی میں ایک مقدس حیثیت رکھتا تھا۔ اس  
خود کو بے دینے رکھنا پڑتا تھا۔ میں وہاں نہ جا سکتا۔ لیکن دل میں ایک جھلپ  
گئی تھی۔ میں ان سیاہ فام لڑکیوں کے بارے میں محنت رہا تھا میں نے ان کے پاس  
ہوئے تھے۔ نہ وہاں بھی جاذب نگاہ نہ ہوتے، لیکن جسم بے حجب ہوتے۔  
کیا ان میں سے کوئی لڑکی مجھے نہیں مل سکے گی!

ظاہر ہے یہ لوگ خود کو ایسی کوئی بات سوچ نہیں سکتے۔ پھر  
میں کیا کروں! کس طرح اپنی اس ضرورت کا اظہار کروں؟ کوئی ترکیب مجھ  
میں نہیں آئی! پہاڑوں کے چاروں طرف آشوشا میں منتظر تھا۔ بڑی لیکن  
گری سرخ لگا ہوں نے مجھے دیکھا اور آشوشا اپنے لافزوں کے ساتھ کھڑا ہوا۔

”خوش آمدید بونیکا۔ میں تمہارا انتظار کر رہا تھا۔“  
”آج کس موقع پر گفتگو ہوگی آشوشا۔“  
”آج میں تم سے گزیرے ہوئے دور کی داستانیں معلوم کروں گا۔“

تمہاری زندگی کے وہ حصے زیر بحث لائیں گا جو ابھی تک میری نگاہوں سے  
پوشیدہ ہیں۔“  
”میری زندگی تو صدیوں کی طویل داستان ہے آشوشا۔ جس  
باب کو شروع کروں گا اختتام پر نہاں ہو گا۔“  
”مجھے احساس ہے۔ آشوشا نے مجھے انداز میں کہا اور میری نگاہیں  
دیکھنے لگا! چنانچہ اس کے مضمون پر کراہت پیدا ہوئی اور اس نے کہا میں  
مرتبہ بدانتہا میں معلوم کروں گا۔“

”پوچھو۔“  
”اس طویل زندگی میں تم کبھی اکتاہٹ کا شکار نہیں ہوئے۔“  
”اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ میں نے خود پر بوجہ نہیں طاری  
ہونے دیا۔ میں متحرک ہوں! ایک جگہ سے دوسری جگہ۔ نیت نے کام نہ  
لے سکا۔“

”طویل زندگی۔“ اس نے تہداری کیا مارا ہے۔  
”جب میں تنہا ہوں آشوشا تو کچھ صدیوں کے لئے سو  
جاتا ہوں۔ اور وقت آگے بڑھ جاتا ہے۔ اور جب میں نئے وقت میں  
آنکھ کھولتا ہوں تو ماحول بدل چکا ہوتا ہے۔ اور نئے ماحول کی دلچسپی  
مجھے خود میں گم کر لیتی ہیں۔“

”اوہ۔ بہت عمدہ۔ بہت عمدہ۔“ وہ دلچسپی سے آگے بڑھا  
”خوب بات بتائی تم نے، بلاشبہ اگر زندگی طویل ہو۔ تو یوں فطرت کا  
جمود ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن جوان۔ لیکن جسے عظیم دوست، لیکن مقدس  
بونیکا۔ طویل زندگی کے دوران تم اپنے جسم کو کس طرح محفوظ رکھتے ہو۔“  
”میں نے کبھی اس کی ضرورت نہیں محسوس کی۔ میں نے جاگنے  
کے بعد خود کو ہیشہ یکساں پایا۔“ میں نے کہا اور اسے اپنی طویل زندگی کا  
سنائی۔

”تمہاری خوش بختی۔ اگر تم برف میں دفن نہ ہوتے تو شاید تمہارا  
جسم خراب ہو جاتا۔ اور اگر آئندہ طویل زندگی سونے سے قبل تم نے اپنے  
جسم کی حفاظت نہ کی تو ممکن ہے کہ تم لمبے کے ڈکے ڈھانچے میں بدل جاؤ۔  
اس لئے میری ہدایت ہے کہ جسم کو محفوظ رکھنے کے لئے ضروری دیکھو۔ میں  
تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔“

”ممكن ہے۔ تمہارا خیال درست ہو۔ میں نے پرخیاں انداز میں کہا  
بڑے کا خیال مجھے درست ہی معلوم ہوتا تھا۔ ہوا اور پانی کی کمی کی غیر موجودگی  
سے مجھ پر بھی ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ کسی نیند سے جاگتا تو میرا جسم بھی گل  
چکا ہوتا۔ میں نے اس سلسلے میں کچھ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔“

”اس کے علاوہ۔“ بونیکا نے پرخیاں انداز میں کہا۔ ”میں  
آنے والے دور کا تعین کر کے سونا چاہیے۔ تم انسانی خیال کا تجربہ کرو تو  
اس سے تم آئندہ انداز میں انسان کے ذہنی ارتقا کو کا تعین کر سکتے ہو۔ اس  
کے برعکس اس کے انداز فکر کا پتہ لگا سکتے ہو اور اس طرح جب تم ہر  
انسان کے توہین انداز ہونے کا کہ انسان ترقی کی کتنی منزلیں طے کر چکا ہے۔“

اور پرفیسر۔ پرخیاں سے ڈھانچے میں ایک پسماندہ فیصلے  
پیدا ہوا۔ بونیکا نے پہلا کیا تھا۔ وہ شخص مجھے اس کے لئے بھیج  
ساتے نہیں تھا، لیکن مجھے داستان کی تلاش بھی نہیں تھی۔ میں نے تو اس  
سوق کافی تھی۔ میں سوچتا ہوں۔ دوسری بار جاگا تب بھی سوچتا رہا۔ اور کا  
کڑا رہا۔ یہاں تک کہ میں اس قابل ہو گیا کہ آفت نہاے سکتے ہوں۔

میں نے بونیکا کے بات کو گوشہ میں باندھ لیا۔ اور پھر اس سے  
پوچھا کہ جانی حفاظت کے مسئلے میں وہ مجھے لے کیا کرے گا۔

”مقدس بونیکا۔ میں بھی صدیوں سے زندہ ہوں۔ لیکن میری  
زندگی وہ نہیں ہے جو تمہاری ہے۔ میں تہاے جیسا جان اور تندرست نہیں  
ہوں۔ تمہیں دیکھ کر کسی دل میں خیال نہ پڑے کہ میں تمہاری مدد سے  
صدیوں کو شکست دوں۔ میں بھی اپنی جوانی واپس نہ آؤں۔ تو ہم یوں  
کریں کہ میں تمہیں ہم کی حفاظت کے گزرتاؤں۔ اور تم مجھے جوانی اور زندگی  
کے۔ میں ان تجربہ رات کروں گا۔ کامیابی اور ناکامی کو ہم حالات پر  
چھوڑ دیں گے۔“

”میں تیار ہوں آشوشا۔“ میں نے کہا۔  
آشوشا کی گہری سوجھ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلکے  
سکاتے ہوئے کہا۔ ”یوں یہی طریقہ امریکی کامیابی بن گئی۔ میں نے  
طویل زندگی کا لازماً درپالیا ہے بونیکا“ لیکن یہ زندگی میں نے اس حد تک  
دلچسپی میں تجربات کرنا نہیں۔ یہ سب قویٰ قہر میں اور ان تجربات کے  
علاوہ میری زندگی میں اور کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ حالانکہ فطرت نے انسان  
کے دل کو مدد لینے کے لئے سب سے پہلے عورت پیدا کی ہے۔ عورت ہر حال میں  
دلکش ہے۔ کیا تم اس سے انکار کرو گے بونیکا کہ اس طویل زندگی میں تم  
عورت سے دور رہے ہو۔“

”میں مقدس آشوشا۔ عورت ہر دور میں میرے ساتھ رہی ہے  
میں بھی عام لوگوں کی طرح عورت کے بغیر خوش نہیں رہ سکتا۔“

”یقیناً عورت کا قرب ہزاروں سرتوں پر بھاری ہے۔ آشوشا  
نے اصرار کیا۔ اور اس کے بعد آشوشا ان جڑی بوٹیوں کے جوہر کے بارے  
میں بتانا باندھنے کا استعمال سے اس کی زندگی طویل ہو گئی تھی۔ وہ رات  
بہم نے گنگو میں گواہی۔ آشوشا نے بہت سے نئے خیالیں میرے ذہن میں  
پیدا کر دیئے تھے۔ اور اب میں سوچنے کا انداز بدل گیا تھا۔ بلاشبہ  
کبھی انوکھی بات تھی پرفیسر کہ اگر کسی صدی میں، میں سوکھوں تو میرا جسم  
گل مرچ چکا ہو۔ میں ایک بدبیت بد روش کی شکل اختیار کر گیا ہوں۔“

اور اس دور کے لوگ مجھ سے خوفزدہ ہو کر دو دیواریں منہ چپاتے پھرتے۔  
میں جو سب سے محسن پرست اور طالب علمی رہا ہوں، انہوں نے کا شکار بن جاؤں۔  
بڑا بھائی ایک آتش فشاں سے لڑے۔ اور میں اس نقص سے خوفزدہ ہو گیا تھا۔  
مجھے خوشی تھی کہ میں کسی ایسی جگہ دفن ہوا تھا جہاں برف موجود تھی، ورنہ  
نہ جانے کیا ہوتا۔ چنانچہ اس دوران میں سوچتا رہا کہ میں اپنی نیند کے لئے کوئی  
ایسی جگہ تلاش کروں جہاں میں سے بہت سی آسانیاں فراہم ہوں۔ میں  
بونیکا سے آشوشا سے ہم کو محفوظ رکھنے کا لازماً دریافت کر لوں۔“

کشتی کی ترقی کے لئے میں کشتیاں جاری تھے۔ بستی کے  
لوگ میری محنت سے سرشار تھے۔ اب وہاں خوشحالی تھی۔ آبشار کا پانی  
زمین کو سیراب کر رہا تھا۔ زرخیز زمین سونا اگل رہی تھی۔ پھلوں اور  
ترکاریوں کے انبار بھرے تھے۔ مچھلیوں کے ساتھ پھل اور ترکاریاں  
بھی استعمال ہونے لگی تھیں۔ محنت کش لوگوں کو راستہ مل گیا تھا۔ انہیں  
زندگی گزارنے کے لئے رہا تھا۔ اب مجھے قدم قدم پر ہدایت دینے  
کی ضرورت نہیں پیش آتی تھی۔ وہ لوگ خود آگے بڑھ رہے تھے۔

میں نے خود کو کال کو دیکھا کہ انہیں بھی اپنے جھونپڑے چھوڑ  
بنانے کا خیال آیا اور انہوں نے اس خیال پر عمل کر لیا۔ سوار نے میں سے  
مشورے سے باقاعدہ منصوبہ بندی کی اور زراعت کے لئے زمین کو مخصوص  
کر دیا گیا۔ رہائش کے لئے جھونپڑوں کی قطاریں ترتیب دی گئیں۔ لیکن  
میں انہیں بہت کم دینا چاہتا تھا۔ ”میں نے میں خیال تھا کہ ان کے جھونپڑے  
کو باقاعدہ مکانات میں تبدیل کر دوں! لیکن پہلے دوسرے کام ضروری  
تھے۔ اس لئے میں فی الحال خاموش رہا۔“

حسب معمول ساتویں چاند کو میں آشوشا کی رہائش گاہ چلیا  
آشوشا حسب معمول یہاں منتظر تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ خوشی سے کھل اٹھا  
”آس نے اپنے جھروں جیسے ہاتھوں سے میرا ہاتھ دبانے ہوئے کہا۔“

”ستاروں کے علم نے بونیکا کی آمد کی خبر دی تھی آشوشا“  
لیکن بہت سے راز ایسے ہیں جن کا معلوم کرنا ابھی ہمارے بس ہے۔  
”جیسے کتبہ۔ میں صدیوں سے تمہاری پیش گوئی کرتا رہا ہوں۔ لیکن  
صرف اس حد تک کہ کشتی کے لوگوں کے لئے نجات دہندہ بن کر آؤ گے  
مجھے کبھی یہ معلوم ہو سکا کہ میری بہت سی خوشیاں ابھی تم سے وابستہ ہیں۔  
میں تمہارے ذہنی جوانی حاصل کر سکیں گا۔ یہ پورے چاند میں نے خوشیوں  
کے دوران گزارے ہیں۔ صرف یہ سوچتے ہوئے کہ مجھے جوانی مل جائے گی۔  
آہ کبھی دیکھ کر چیز ہے جوانی بھی۔“ بونیکا نے مسکاتے ہوئے کہا اور







دلاؤں سے ہوں۔ مجھ سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

”میں خود سے ڈر رہی تھی تو کیا۔ بہت سے میں نے سنا تھا مجھے تیری خلوت نصیب ہوگی میں بندویں میں پرواز کر رہی تھی میں سوچ رہی تھی کہ چاند کی طرح حسین تو کیا مجھے دیکھ کر ناراض نہ ہو جائے، مجھے ٹھکانے کے لیکن تو ہر ان ہے تو کیا تو عظیم ہے۔ سیلا کے دراز قد اور سٹول جسم نے میری روح کو سکون میں ڈبو دیا اور اس وقت کی صبح بہت خوشگوار تھی۔ اس محبت کے غماز میں دھبہ کب نہ ہو گیا تھا کہ بوڑھے آشوشا کی کارڈ نے مجھے جگا دیا۔“

”روشنی والا ابھر رہا ہے تو کیا بستی تجھے بھاری ہے۔ وہ تیری غیر موجودگی پر حیران ہے اٹھ جا۔ ساتویں چاند کی رات پہلے آئے گی اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ وہ رات بھی اسی رات کی طرح حسین ہوگی؟“

میں جاگ گیا۔ میں نے بوڑھے آشوشا کی طرف سے دوڑ کر سیلا کو تلاش کیا لیکن وہ جاگتی تھی جس کی اطلاع مجھے آشوشا نے دی۔ وہ جاگتی ہے کامیابی و کامرانی کے خواب آکھوں میں جاتے۔ وہ بہت خوش تھی۔ اب تو بھی جاگتی تھی قسمت پر رشک کرتا ہوں۔ بیشک تو مجھ سے افضل ہے۔ تیری عمر بھی طویل ہے اور جوانی بھی نکاش میں بھی تیری طرح کناریوں کا خواب بن سکوں۔؟

”میں تیرے ہنسنے لگا رہا ہوں آشوشا۔ تو نے میری خوب حالت کی ہے

اب بستی جا جا رہا ہوں اور ساتویں رات کا وعدہ بھولنا۔ میں اس رات کے کچھ سے انتظار کروں گا۔ میں نے کہا اور آشوشا مسکراتے ہوئے بھروسہ کرتے آئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد بستی واپس آگیا۔ سیلا کی زبان بھی تیری کی طرح کی آرزو معلوم ہوگئی تھی۔ اب یہ بستی میرے لئے شگ ہے۔ تاہم میں اسی کوئی حرکت نہیں کرنا چاہتا تھا جس سے میرے رفتار پر حرف آئے۔ ہاں دل سے میں بستی والوں کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کے لئے تیار ہو گیا تھا ان محبت کرنے والوں کے لئے جو کچھ بھی کیا تاکہ میرے بساے ہوئے طریقوں پر بھی غور کر لیں۔ سوچا تھا بستی کا ہر جوان بستی کو خوشحال بنانے کی دھن میں مست تھا میں نے بوڑھے آشوشا سے ایک دعویٰ کیا تھا۔ وہ کہ جس انداز سے اس نے اپنی باتیں گاہ کو روشن کیا تھا۔ اسی انداز سے میں پوری بستی کو روشن کر سکتا ہوں چنانچہ اب میں نے اس کی فکر کا متروک کر دی۔ میں نے اپنے تیار کردہ لوہے کے اوڑھنے اور چار عورتوں کو اپنے ساتھ کام میں لگایا۔ پہلے مرتبہ میں نے ناری کی بھاری تختوں کے درمیان سے چروایا۔ اور اس کے چوڑے چوڑے تختے بنوائے۔ لگ رہی یہ کہوں پر وفیر کر رہی تھی کا تصور میرے لئے ذہن کی پیداوار ہے تو شاید تم یوں نہیں کر دے۔ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا ممکن ہے مجھ سے پہلے یا میرے بعد کسی نے

ان کے ہائے میں ہر طور پر سوچا ہو لیکن اس وقت بوڑھے آشوشا کو اشارے سے دھکی پھینک دے دیکھ کر میں نے بھی ان کے ہائے میں سوچا تھا اور پہلے بھٹے میں، میں نے چن چن کے پرتیا کر لئے۔ میں نے اس میں ہر چیز کا خیال رکھا تھا میرے ساتھ کچھ دالے سیاہ دانوں کے خوشن کو بھی نہیں معلوم تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے لیکن وہ میرے اوپر اندھا عقیدہ رکھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ تو کیا کوئی بھی کلمہ بے قصہ نہیں پڑا پھر ساتویں چاند کی رات آگئی۔ اور میں پوری دلچسپی سے آشوشا کی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔ بوڑھے آشوشا کو بھی اب دل سے میری طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ میں اس کی جوانی لئے واپس لے دوں گا لیکن خود میری بکریں اس کی مناسب ترکیب نہیں آتی تھی۔ اس معاملے میں تو میں خود بھی اطلاع نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ان کی مخلوق تھا جبکہ بوڑھے آشوشا نے جڑی بوٹیوں کے ذریعے طویل عمری کا زہر پیا تھا۔ میں اس کے جسم کو وہ جوہر رکھاں سے دھو کر جوہر جسم میں پوشیدہ تھا۔ مگر اس کا جسم وہ جینیں برداشت نہ کر سکے، جوہر جسم کیلئے بے فربہ تھیں لیکن آشوشا جوانی حاصل کرنے کے لئے ہر تجربے سے گزرنے کو تیار تھا۔

اس رات بھی وہ پہلی راتوں کی طرح بڑی خوش اخلاقی سے مجھ سے ملا۔ اس وقت اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔ وہ مجھے لکھ کر فریاد میں نہیں گیا بلکہ ایک ادب سے پتھر پر بیٹھ گیا۔

”کیا تم ہے آشوشا۔ تم خاموش ہو۔؟“

”نہیں مقدس تو کیا کوئی خاص بات نہیں ہے اس بھٹے میں نے ستاروں کا بغور مشاہدہ کیا ہے۔ میں نے ہوائوں کے رنگ دیکھے ہیں اور میرے علم نے مجھے غریب اکتشافات کئے ہیں۔“

”وہ کیا۔؟“ میں نے پوری دلچسپی سے پوچھا۔

”تم میرے جسم کی ان بوڑھی لمبائیوں کو دیکھ رہے ہو۔ مگر ابھی میں ابھی حیران نہیں ہوا ہوں۔ لیکن۔ میں ان لمبائیوں میں جو ان کی لمبائی محسوس کرنے لگا ہوں اور یہ صرف مستقبل کا فریب ہے۔ جب میں اکثر آنے والے وقت کے ہائے میں سوچتا رہتا ہوں۔ میں دور کا تصور کرتا ہوں جس میں جو ان ہوں گا اور بہت سی حیناتیں میرے گرد ہوں گی۔ اسی خوشی میں میں نے ان لمبائی کے ہائے میں بھی سوچا جاتے والے ہیں میں نے ان ادوار کے نشانوں کے مزاج ان کے طرز پر ہائے کے ہائے میں اندازہ لگایا تو عجیب اکتشافات ہوئے۔“

”خوب۔ میں نے دلچسپی سے کہا۔ وہ کیا اکتشافات ہیں آشوشا؟“

”میں نے یہ سوچا ہے کہ جو وقت سے پہلے پیدا ہوئی ہے میں لو ان کی لوگوں کے ساتھ پیدا ہونا چاہیے تھا کیا تم بھی انہیں کے انداز سے نہیں سمجھتے جیسا اب وہ سوچ رہے تھے۔ کیا تم نے پوری بستی کو اپنی ذہانت سے مصیبتوں کی دلدل سے نہیں نکال لیا۔ یہ زمین وہی ہے۔ یہاں پر موجود آشوشا وہی ہیں لیکن یہ سب کچھ انسان کے ذہن میں بند تھا۔ تم نے ان کے ذہن کو کھول دینا اور میرا خیال ہے کہ اب انہیں ان کی کارکردگی سے مایوسی نہ ہوگی۔“

”وہ ذہن لوگ ہیں آشوشا۔؟ میں نے اعتراض کیا۔“

”بہر حال آنے والے دور کے عجیب لوگوں کے ہائے میں سوچ کر مجھے کافی حیرت ہوئی تھی اور اب میں اپنی زندگی اور جوانی کی واپسی میں بہت دلچسپی لینے لگا ہوں۔ میرا کام سب سے شروع ہو گا۔؟“

بوڑھے مجھے غماز میں اپنی نشست کے کپڑے میں لے گیا۔ میں ہی مقام پر رہانے کے لئے بے چین تھا جہاں مجھے سیلا کی تھی لیکن بہر حال بوڑھے کی بستی ضروری تھی۔ چنانچہ اس نے کہا۔

”بستی والوں کے لئے میں ایک کام اور کر رہا ہوں۔ باقی سب کام

انہوں نے سنبھال لئے ہیں۔ اس کام کو انجام دینے کے بعد میرا کام ختم ہو جائے گا اور پھر میں تمہارے لئے کام کر سکوں گا۔“

”وہ کیا کام ہے۔؟“ آشوشا نے پوچھا۔

”میں نے کہا تھا کہ میں اس غار کی طرف سے پوری بستی کو روشن کر دوں گا۔ میں اسی پر کام کر رہا ہوں۔ اور تھوڑے عرصہ میں تم پوری بستی روشن دیکھو گے۔“

”کیا مطلب۔؟“ بوڑھے انہیں پٹا۔ مگر تم پانی کی قوت کہاں سے

لاؤ گے۔؟“

”میں اپنا کام کر لوں پھر سب کچھ تمہارے سامنے آجائے گا۔“

”اگر تم ایسا کر کے تو بلاشبہ میرے تمام ہمد و تمہارے ہمد و کے سامنے منہ پڑ جائیں گے۔ اور مجھے احساس ہے کہ تم یہ ضرور کر دے گے کیونکہ تمہارے پاس صدیوں کا ماحول ہے۔ تمہارے پاس طویل تجربہ ہے۔ تم ضرور ایسا کر لو گے لیکن کس طرح کرو گے میری بھئی سے باہر ہے۔ تاہم میں تمہاری کامیابی کا بے حد متحمس ہوں۔ تمہارے دل کا کیونکہ اس کے بعد ہی میری سب سے بڑی خواہش پوری ہوگی۔ ٹھیک ہے مقدس تو کیا میں انتظار کروں گا چنانچہ آج کی گفتگو ختم۔ اور اب تم اپنی خوشیاں وصول کرنے پرانی بجھ چلے جاؤ۔ کیا مجھے تمہاری رہنمائی کی ضرورت ہے۔“

”نہیں۔ میرے قدم مجھے خود بخود وہاں لے جائیں گے۔ میں

میں نے یہ سوچا ہے کہ جو وقت سے پہلے پیدا ہوئی ہے میں لو ان کی لوگوں کے ساتھ پیدا ہونا چاہیے تھا کیا تم بھی انہیں کے انداز سے نہیں سمجھتے جیسا اب وہ سوچ رہے تھے۔ کیا تم نے پوری بستی کو اپنی ذہانت سے مصیبتوں کی دلدل سے نہیں نکال لیا۔ یہ زمین وہی ہے۔ یہاں پر موجود آشوشا وہی ہیں لیکن یہ سب کچھ انسان کے ذہن میں بند تھا۔ تم نے ان کے ذہن کو کھول دینا اور میرا خیال ہے کہ اب انہیں ان کی کارکردگی سے مایوسی نہ ہوگی۔“

”وہ ذہن لوگ ہیں آشوشا۔؟ میں نے اعتراض کیا۔“

”بہر حال آنے والے دور کے عجیب لوگوں کے ہائے میں سوچ کر

مجھے کافی حیرت ہوئی تھی اور اب میں اپنی زندگی اور جوانی کی واپسی میں بہت دلچسپی لینے لگا ہوں۔ میرا کام سب سے شروع ہو گا۔؟“

بوڑھے مجھے غماز میں اپنی نشست کے کپڑے میں لے گیا۔ میں ہی مقام

پر رہانے کے لئے بے چین تھا جہاں مجھے سیلا کی تھی لیکن بہر حال بوڑھے کی بستی

ضروری تھی۔ چنانچہ اس نے کہا۔

”بستی والوں کے لئے میں ایک کام اور کر رہا ہوں۔ باقی سب کام

انہوں نے سنبھال لئے ہیں۔ اس کام کو انجام دینے کے بعد میرا کام ختم ہو جائے گا

اور پھر میں تمہارے لئے کام کر سکوں گا۔“

”وہ کیا کام ہے۔؟“ آشوشا نے پوچھا۔

”میں نے کہا تھا کہ میں اس غار کی طرف سے پوری بستی کو روشن

کر دوں گا۔ میں اسی پر کام کر رہا ہوں۔ اور تھوڑے عرصہ میں تم پوری بستی روشن

دیکھو گے۔“

”کیا مطلب۔؟“ بوڑھے انہیں پٹا۔ مگر تم پانی کی قوت کہاں سے

لاؤ گے۔؟“

”میں اپنا کام کر لوں پھر سب کچھ تمہارے سامنے آجائے گا۔“

”اگر تم ایسا کر کے تو بلاشبہ میرے تمام ہمد و تمہارے ہمد و کے سامنے منہ پڑ جائیں گے۔ اور مجھے احساس ہے کہ تم یہ ضرور کر دے گے کیونکہ تمہارے پاس صدیوں کا ماحول ہے۔ تمہارے پاس طویل تجربہ ہے۔ تم ضرور ایسا کر لو گے لیکن کس طرح کرو گے میری بھئی سے باہر ہے۔ تاہم میں تمہاری کامیابی کا بے حد متحمس ہوں۔ تمہارے دل کا کیونکہ اس کے بعد ہی میری سب سے بڑی خواہش پوری ہوگی۔ ٹھیک ہے مقدس تو کیا میں انتظار کروں گا چنانچہ آج کی گفتگو ختم۔ اور اب تم اپنی خوشیاں وصول کرنے پرانی بجھ چلے جاؤ۔ کیا مجھے تمہاری رہنمائی کی ضرورت ہے۔“

”نہیں۔ میرے قدم مجھے خود بخود وہاں لے جائیں گے۔ میں

”خوشی۔؟“ اس نے اپنے اُٹھتے ہوئے مونہ دانتوں میں دباتے ہوئے کہا۔ اس بستی کی کناریوں کو اس سے بڑی خوشی کون ہی مل سکتی ہے کہ وہ پانچ کے بیٹے کی آغوش میں رات گزارے۔“

”اودہ۔؟“ میں نے سکون کی سانس لی۔ مجھے سیلا کی انگلیوں کی آغوش میں ہر لڑکی میری آغوش کی خواہشمند ہے۔ اگر یہ لڑکی اپنی مٹی سے ڈائی ہوئی تو میں اسے واپس کر دیتا۔ میں بولوں نہیں تھا۔ مجھے ہر رات نئی لڑکی کی آرزو نہیں تھی۔ اگر یہ رسم قربانی کی رسم سے ملتی جلتی ہوئی تو میں اسے کسی طور پر قبول نہیں کرتا کیونکہ میں کسی پریشاندہ نہیں چاہتا تھا لیکن بستی والوں کے لئے یہ گناہ کی بات نہیں تھی۔ وہ تو دنیا کی خدمات کا بہترین صلہ جانتے تھے۔ اپنی لڑکیاں پیش کرنا ان کے نزدیک گناہ نہیں تھی بلکہ بات تھی اور پھر لڑکیاں بھی خوش تھیں چنانچہ مجھے کچھ اعتراض ہو سکتا تھا۔

تو پروفیسر مختصر یہ کہ وہ لڑکی سنائی بھی اس رات میری آغوش کی زینت بنی۔ میں دل سے تبیلی کہ ان پر خوش لڑکیوں کا دل ہو رہا تھا۔ بلاشبہ وہ بھر پور عورتیں تھیں۔ یہ رات بھی حسب معمول گزری۔ اور میں اب تمہارے چہرے پر تھکن کے آثار دیکھ رہا ہوں۔ اس لئے میرا خیال چ



”ہوں۔“ اس کے خاموش ہونے کے بعد پروفیسر نے ایک گہری سانس لی۔ تمھاری داستان اس قدر دلکش ہے کہ مجھ سمجھنے والے ہوں۔ دل چاہتا ہے کہ میں اس میں ہندو دنیا میں جانے کا موقع مل جاتے ہیں اس داستان کو تمھارے ساتھ مل کر سفر کر دوں گا بلاشبہ دنیا کی سب سے حیرت انگیز داستان ہوگی۔“

فرزاد اور فروزاں بھی کسمپرسی تھیں۔ ان کے دل چاہتے تھے کہ وہ طویل انگڑائیاں لے کر بدن کو چور چور کر دیں لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ اول تو پروفیسر خاور۔ ان کا باپ ان کے سامنے موجود تھا۔ دوم یہ کہ انگریز ایمان ان کے دلوں کا بھید کھول دیتے۔ یا احساس دلتیں ان کے داستان اور اس کے دلکش رنگین مناظر ان کے ذہنوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اور اس طرح پروفیسر اور داستان کو غلط فہمی کا شکار ہو سکتا تھا۔

وہ سکرانٹینوں کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا: کیا تمھارا ماحول۔ تمھاری دنیا آسانی سے اس داستان پر یقین کر لے گی۔“

”تم جو میرے ساتھ ہو گئے ہیں بطور ثبوت پیش کر دوں گا۔“ پروفیسر نے سکرانٹینے سے کہا۔

”اوہ۔ تو تم مجھے اپنے ساتھ اپنی دنیا میں لے جاؤ گے پروفیسر؟“

”ہاں۔ جب تم نئی دنیا دیکھنے کے لیے یہاں سے قدم نکالو گے تو میں درخواست کروں گا کہ اس دنیا کو تم پہلی بار میرے ساتھ دیکھو پروفیسر۔“

”تمھاری دعوت کا شکریہ۔ لیکن کیا تم میری کہانی نہیں سونگے؟“

”خود رسوں کا تمھاری داستان میں یہ وقفہ تو مجھے بالکل اچھے نہیں لگتے۔ بہر حال، تمھیک ہے۔ ہم آرام کر لیں۔ اس کے بعد پھر تمھاری داستان سنیں گے۔“ پروفیسر خاور نے کہا اور پھر وہ لڑکیوں کے ساتھ اُٹھ گیا۔

اپنے مخصوص کمرے میں بستر پر لیٹتے ہی پروفیسر خاور تو آرام سو گیا۔ البتہ لڑکیاں جاگ رہی تھیں۔ انھیں سب معمولی مینڈینوں کی سی تھی۔

”ڈیڈی کا سامون دیکھ رہی ہو فروزاں۔“ فرزاد نے سکرانٹینے سے کہا۔

”ہاں بابی۔ ڈیڈی تو توتے ہی پڑ سکون ہیں، جیسے اپنے گھر میں آرام کر رہے ہوں۔ انھوں نے ایک بار بھی یہاں سے نکلنے کی خواہش کا اظہار نہیں کیا ہے۔“ فروزاں بولی۔

”اس کم بخت کی کہانی اتنی دلچسپ ہے کہ اُسے وہاں سے اٹھنا چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔“ ویسے میں نے ایک بات محسوس کی ہے فروزاں۔“

”وہ اپنے سن پر بہت نازاں ہے۔ اسی اپنی مردانگی پر بے پناہ فخر ہے۔ مانکیرہ دونوں چیزیں اس میں بے پناہ ہیں لیکن اس کا یہ غرور اس کی اپنی نگاہوں سے ٹوٹتی کوئی حقیقت ہی نہیں بھٹکتا۔ مجھے بتاؤ۔ آج تک ایک بھی عورت ایسے ایسی ہی جو اس کے حسن کی دیوانی نہ ہوئی تھی۔ ہر لڑکی اس پر فریضہ تھی، ہر لڑکی اس کی آغوش میں جانے کو چاہتی تھی۔ اسی لیے کہیں کا تم بہت فخر و زلال کیا تمھارے دل میں ہے دیکھ کر اسی کوئی خواہش پیدا ہوئی۔“

فروزاں اٹھ رہی تھی۔ فرزاد نے بیٹھنے میں اس سے کیا باز رکھا۔ سوال کر ڈالا تھا۔ وہ اس سوال کا کیا جواب دیتی۔ فرزاد کو بھی فوراً اپنے سوال کی نزاکت کا احساس ہو گیا چنانچہ اس کے چہرے پر بھی شرم کے آثار پھیل گئے۔ پھر اس نے بھگپاتے ہوئے کہا: ”معاذ فرزاں میں غصے میں ایک بے سہارا سوال کر رہی تھی۔ بہر حال میں اپنی اخصیت سے نہیں آگاہ کرتی ہوں، بیشیت ایک نوجوان، وہ بے حد دلکش اور خوبصورت ہے۔ اس کا رویہ ہم لوگوں کے ساتھ پُر محسوس اور دوسرا ہے جس کی قدر کرتی ہوں کیونکہ اس میں دلچسپی ہے۔ میں ہم اس کے رحم و کرم پر رہی۔ وہ ہمارے ساتھ جو سولہ بھی چاہے کر سکتا ہے لیکن ابھی تک اس کے روار کی کوئی کمزوری ہماری نگاہوں میں نہیں آئی ہے۔ چنانچہ یہ بات بھی ذہن کو تازہ کرتی ہے۔ جہاں تک اس کی داستان کی دلچسپی کا سوال ہے اس سے کس کا فخر کو انکار ہو سکتا ہے۔ اس کا انداز بیان بہت خوبصورت ہے اور اس کی آواز اور انداز نہیں جہاں لوں کی سیر کر دیتا ہے جہاں کی وہ داستان سنا رہا ہوتا ہے۔ وہ ایک بڑا مرام شخص ہے اور چونکہ اپنی داستان کا وہ خوبصورت ہے اس لیے اُسے دیکھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ یہ خوبصورت شخص جو ہمارے سامنے بیٹھا ہے۔ کیسا دلکش ہے۔ ان تمام چیزوں میں نفل کر اس کے لئے دل میں پسندیدگی کے جذبات غور پیدا کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی دل کے گوشوں میں اس کے لئے اور کوئی جذبہ نہیں اور یہی اس کے دور کی لڑکیوں کی طرح مجھے اس سے دلچسپی ہوتی ہے۔

یہ تو بے مری کیفیت جس میں میں نے ذرا بھی بددیانتی سے کام نہیں لیا۔ اور سب کچھ تب ہی صحیح بتا دیا ہے لیکن اب میں تمھاری کیفیات جاننے کے لیے چین ہوں۔“

فروزاں سکرانٹین کی سی پھر اس نے فرزاد کے سینے میں مریضیت ہونے کہا۔ تمھارے مری کی قسم بابی میرے اور تمھارے خیالات میں سرفروزی نہیں ہے۔“

”مجھے یقین ہے۔ تو نے آج تک میری جھوٹی قسم نہیں کھائی۔“ فرزاد نے اُسے پکارتے ہوئے بولی۔ اور دونوں نے نہیں کافی دیر تک اس کے ہاتھ پر ہاتھ پکڑ کر رہی رہیں۔ طے یہ ہو کر دونوں میں سے کوئی بھی ابھی تک اس پر مانتی نہیں

”دوسری صبح پروفیسر اس نے اپنی داستان دوبارہ شروع کر دی۔ دوسری صبح پچھلی چین داستان کی سب سے مختلف نہیں تھی بلکہ غائب تھی لیکن ابھی تک وہاں آشوشا مجھے بھگپاتے نہیں آیا تھا۔ میں اٹھا میرے دل میں غفلت کرنے کی خواہش تھی۔ چنانچہ میں غار کے اس دہانے کی طرف بڑھ گیا جس کے دوسری سمت آبشار تھا۔ یہ سین دہانے عام انسانوں کے لئے نہیں خوفناک تھا کیونکہ اس کے دوسری سمت قدم جانے کی کوئی جگہ نہیں تھی، بس بلندی سے گرتا ہوا آبشار تھا جس کا پانی سینکڑوں فٹ کی گڑبڑ میں جاتا تھا۔ میرے دل میں ایک دلچسپی بیدار ہوئی۔ کیوں نہ میں اس آبشار کے پانی کے ساتھ بہتا ہوا مجھے ایک جگہ جلا جاؤں میں کوئی بھی خواہش کر لیتا اس میں غور و خوض کی کیا ضرورت تھی۔ میں دہانے پر چڑھ گیا کچھ بات یہ تھی کہ اس وقت آشوشا اس غار میں داخل ہو گیا۔

مجھے اس خوفناک جگہ کھڑا دیکھ کر وہ خوف سے چیخا۔ دوسری طرف اُس نے کی کوشش مت کرنا تو سیکھا۔ اگھر کچھ نہیں ہے۔“

میں نے مسکراتے ہوئے پلٹ کر دیکھا۔ اور آبشار پر چھلانگ لگا دی۔ بولنے کی جگہ مجھے دو رنگ سنائی دی تھی۔ آبشار کی ایک مضبوط دھار نے مجھے خود مضطرب لیا۔ اور میں جسم میں ایک دلچسپی لگ گئی۔ گڑبڑ میں کڑا بلندیوں سے نیچے جانے لگا۔ آتشیا بولے آشوشا نے مجھے مردہ سمجھ لیا ہوگا اس نے سوچا ہوگا کہ بوتیک کی کہانی ختم ہو گئی۔ آگ سے نکلنے والا پانی میں گم ہو گیا لیکن میں پوسٹ اعلیٰ دہانے سے نیچے جا رہا تھا۔ آبشار کی دھار نے مجھے نیچے پہنچا دیا۔ ایک لمحے تک میں گنگائی ندی کی تہ میں غوطے کھانا پھر کھڑکی کی طرف چل پڑا۔ اور اس وقت میں تہانے سے اُٹھ کر باغ ہو چکا تھا۔ جب ابھی آشوشا اپنی تلی تلی مانگوں کے ساتھ دوڑتا ہوا اپنے آدمیوں کو بلاتے دیتا ہوا نڈر آیا۔ وہ شاید میری لاش تلاش کرنے آیا تھا۔

ندی سے تھوڑی دور اس نے مجھے دیکھ لیا۔ اور اس کے قدم پتھر کے ہو گئے۔ وہ پگھلوں کی طرح مزے چھانے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے بدحواسی میں دوڑنا شروع کر دیا اور ندی کے کنارے آکر گر گیا۔

میں سکرانٹین کے کمرے کی طرف چل پڑا۔ اور ندی سے نکل آیا آبشار کے ساتھ میری زندگی کی تاب نہ لاسکے اور اوندھے گر گئے۔ آشوشا اب بھی منہ پھاڑے مجھے دیکھ رہا تھا۔

”شاید مجھے میری حقیقت کا یقین نہیں آیا آشوشا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

میں نے کہا تھا کہ تو دیکھتا ہے۔ آشوشا نے کہا۔ اور پھر میں نے اس سے کہا کہ اپنے آدمیوں کو واپس جانے کا حکم ہے۔ میں بھی اس کے ساتھ چل پڑا۔ پھر ہم دونوں جدا ہو گئے۔ آشوشا اپنی بات لگا کہ کہ طرف چل پڑا اور میں بستی کی طرف۔ اس پوسٹ میں پروفیسر۔ میں نے ہوا سے سٹروں بننے والی پہلی بچی تیار کر لی۔ میں نے وہ بچی سمندر کے پانی میں نصب کر دی اور پھر میں نے کڑی کے لیے بے تحاشے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر نصب کر دیے اس میں لوہے کے پھول آویزاں کئے اور پچھلی سے ماحول ہونے والی توانائی نے ماحول روشن کر دیا۔ اس عظیم کارنامے نے بستی والوں کو سخت بدنیاں کر دیا تھا۔ خود آشوشا اپنی عظیم اور قابل فخر ایجاد کی کٹی پیدہ جگہ دیکھنے لگا۔ اس کی ایجاد کو بالکل معمولی قرار دے دیا تھا۔ اس نے میری غفلت کا اعتراف کیا تھا۔ اور بستی والوں کے سامنے مجھے خود سے بہت بڑا جاوے گا۔ میں اب بستی کا مٹی میں بستی میں وقت گزارتا رہا پروفیسر میں ابھی کچھ کے مطابق انہیں فی سنا تھا کہ بستی بستی روشن تھی۔ اب اس کے جوہر سے مکانات میں بدلنے لگے تھے۔ لوگوں کو کچی مٹی کا استعمال آگیا تھا۔ لکے آگ میں پکارا مضبوط کر دیتے تھے اور ان سے پتے مکانات بناتے تھے۔ بولے آشوشا نے تقریباً تمام علوم مجھے سکھائے تھے اور اس دوران میں سیتلا اور سانی کے علاوہ کبھی نور، فوگہ، اریا، آدہ اور دوسری بہت سی کنواریوں سے روشناس ہو چکا تھا۔ ہر لڑکی دل میں محبت کے چراغ جلائے میسرے پاس آتی اور پھر جہانے کے جذبات لئے واپس چلی جاتی۔ دوسری بار کسی لڑکی سے میری ملاقات نہیں ہوئی تھی لیکن ان لڑکیوں میں مجھ سے زیادہ جس لڑکی نے متاثر کیا وہ سیتلا ہی تھی۔ بلاشبہ وہ لڑکی جسمانی جاذبیت میں اپنے فانی نہیں رکھتی تھی۔ دوسری طرف آشوشا جوانی ماحول کرنے کے لیے بے چین تھا۔

پھر ایک رات اس نے اس کا اظہار کر رکھی دیا۔ بوتیک۔ تو نے پوری بستی کی قسمت بدل دی۔ تو نے بستی والوں کو وہ سب کچھ نہیں جاننے کی انہیں ضرورت تھی۔ اب وہ زمین سے غوراک حاصل کرتے ہیں۔ لباس بدل کرتے ہیں۔ سمندر نے پھیلنے کے خزانے ان پر اگل دیے ہیں۔ اب تیرے بارشیں ان کے جوہر سے نہیں نکال سکتیں۔ اب بھوک سے بستی کی آبادی کم نہیں ہوگی۔ پوری بستی کو تو نے سب کچھ دے دیا بوتیک۔ اب مجھے جوانی دینے۔ مجھے وہ جہر دے دے جو مجھے بھی زندہ رہنے کی خوشی بخش سکے۔ اب تو ان پہاڑوں کو ان وقت تک کے لئے اپنا مسکن بنالے جب تک میں تیرے جیسے نہ ہواؤں! میں نے بولے کی بات غور سے سنی اور وہ چلی بارشیں نے تیری گی ساس کے ہاتھ میں غور کیا۔ میں جانتا تھا کہ یہ جوہر جو میرے جسم میں ہوئے



196



اس کے منتظر تھے۔ آتش کو قزاق نہیں تھا۔ اس نے ایک خوشحال سے بفر، ایک دیوان غلامی کی لڑکیوں کا ڈھیر جمع کرنا شروع کر دیا اور پھر مخصوص لوگوں کے ذریعہ اس ڈھیر میں آگ لگا دی گئی۔ پورے ایک ہفتے تک یہ آگ لگتی رہی پہاڑ گرم ہو گئے چٹانیں پختے لگیں اور جب ایک خوفناک آتش کدہ تیار ہو گیا۔ تو ہم کسی اور کو سامنے بغیر آتش کدے کے نزدیک نہ گئے !  
دور و نزدیک زمین تپ کر رہ گئی تھی۔ خوفناک آگ کی پیش قدمیوں کے علاوہ اس کے علاوہ کوئی چیز نہ رہا تھا اس جہنم زار پرنگے پاؤں چلتے ہوئے آتش خانے کہا۔ اس کی حرارت کس قدر لطیف ہے تو سبکا میں دور سے آگ کے غبار کو دیکھ رہا ہوں لیکن میرے دل میں خوف کیوں پیدا ہو رہا ہے؟

”کیا تمہیں خوف محسوس ہو رہا ہے۔؟“ میں نے پوچھا  
”ہاں۔ صرف اس قدر۔ کراسیہ ذہن میں خیال پیدا ہوا ہے کہ آگ شاید سمندر اور برف کی طرح جہاں نہ ہو لیکن میرے ان الفاظ سے تم پر نہ سمجھنا کہ میں جوانی حاصل کرنے کے خیال کو چھوڑنے کے لئے تیار ہوں ہم آتش کدے کی طرف بڑھ گئے۔ آتش بابا بالکل خاموش ہو گیا تھا۔ پتھروں کی پیش قدمی سے زمین چمکتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ تب میں نے آتش خانے سے کہا: ”میں اس کے سمندر میں داخل ہو کر واپس آتا ہوں آتش خانہ تو دیکھ کر زندگی کو اس طرح جلا بخشتی ہے۔“

”میں بھی تیرے ساتھ چلوں گا تو سبکا میں بھی تیرے ساتھ چلوں گا۔ آتش خانے دجانے کس جانب کے تخت میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔  
”انتظار کر آتش خانہ میں جو کوئی قابو نہیں رہ سکتا میں تازہ دم ہو جاؤں۔ اس کے بعد جس جگہ بے جاؤں گا میں نے کہا کہ آتش خانہ تک ہونٹوں پر زبان پھیرے لگا اور میں اس سے ہاتھ چھڑا کر آگ کے جہنم زار میں داخل ہو گیا میرے جسم کے مسات آگ جذب کرنے لگی۔ ایک لطیف حرارت میرے رگ و پے میں حرارت کرنے لگی۔ میرا ذہن جاگ اٹھا تمام گرجت گئی او میں تازہ دم ہو گیا میری رنگت نکھڑ گئی۔ جبکہ طاقت اور پیکر بڑھ گئی وہیں اس آتش کدے کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک سیر کرنے لگا پھر جب میں باہر آؤ آتش خانہ کی بڑی حالت تھی۔ اس کا جسم کانپ رہا تھا لیکن مجھ کو دیکھ کر وہ سکتے رہ گیا۔

”اے۔ ہو کیا بن گیا تو سبکا۔ تو کس قدر حسین نظر آ رہا ہے۔ آگ نے تجھے پناہ تو بخش دیا ہے مگر ہاں ہے یہ آگ بس اب بھلا اس سے دور نہ ہونے سے بس اب میں زیادہ انتظار نہیں کر سکتا تو سبکا۔ بوڑھا بالکل نہ لکھ نہ آتش کدے میں چھلانگ لگا دی۔ وہ کونے کونے شعلوں میں گھس گیا اور

میرے کانوں نے اس کی چیخیں سنیں۔ دل ہلا دینے والی چیخیں۔ اور یہ دیکھا ہو گیا۔ میں نے آگ کے غبار میں چھلانگ لگا دی۔ میری آنکھیں روشن آگ میں دیکھ رہی تھیں۔ تب میں نے ایک سیاہ کونے کو اچھلے دیکھا۔ وہ انسانی جسم کی بنیت دکھاتا تھا۔ وہ آگ کی سرخ زمین پر بار بار اچھل رہا تھا اور نیچے گرا ہوا تھا اب اس کی چیخیں بند ہو گئیں تھیں۔ میرے پیچھے تک وہ دوڑنے لگا تھا۔ پھر وہ بھی آگ کی طرح مٹ گیا۔ جلنے کے بعد اس نے آگ جذب کر لی تھی۔ ہاں یہ آتش خانہ ہی تھا۔ جوانی کا طلب کار بولہ مادہ آگ اگلے اگلے خود پر برتری حاصل نہیں کرنے دی تھی۔ وہ اس پر چھا گئی تھی۔ میں نے اس روشن کونے کو اٹھا لیا اور وہ ٹوٹ کر میرے ہاتھ سے نیچے گر گیا چند لمحوں کے بعد وہ بھی تھی چٹکریوں میں بدل گیا۔ اب آتش خانہ کا کوئی وجود نہیں تھا۔



کی موت میرے لئے سانحہ غیبی تھی۔ میں نے اس کے لئے غلوں کے دل سے سوجھتا۔ میں نے اسے مسلوں کے لئے منتخب کیا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ اس بین تہاہریوں کا سفر نہیں کروں گا۔ میرا ایک ساتھی ہوگا۔ میرا ایک دوست ہوگا جو میرا ہم پل ہوگا۔ بلاشبہ وہ میرا استاد تھا اس نے بہت سے علوم مجھے سکھائے تھے اور اس دنیا میں میرے لئے بے شمار دلہن سپیان فراہم کر دی تھیں، لیکن خود وہ ان خوشیوں میں شریک نہ ہو سکا تھا۔ وہ جوانی حاصل کرنے کی آرزو میں فنا ہو گیا تھا۔ اگر وہ جرحا پے ہی قناعت کرتا پھر فیئر تو شاید ایک طویل زندگی حاصل کر لیتا۔ لیکن یہ صدیوں کی کہانی ہے۔ انسان کی ہوس آگ کی بات نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ ہی سے کچھ چاہتا رہا ہے جو ملتا ہے اس پر نہیں کرتا۔ اسے تمام تمناؤں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم لفظ آتش کو ایک اخلاقی حیثیت دیتے ہیں۔ لیکن اگر وہ خود کو تجزیریں پروفیسر۔ تو زندگی کی آخری سانس کو بھی قرار نہیں ہے۔ انسان ہمیشہ اس سے مطمئن نہیں ہوتا ہے، جو وہ ہوتا ہے۔ وہ طے جہاں کو خود میں سمیٹ لینے کا از رو مند ہوتا ہے۔ میں انسان کی اس طلب کا کوئی تجزیہ نہیں کر سکتا البتہ اس کے بارے میں سوچا ضرور ہے۔ کاش پوڑھا آتش خانہ جو جھٹا دی رہنا چاہتا۔ سنہ ۱۸۰۰ء اس سے تعاون کیا تھا کیونکہ وہ فرم مزاج اور مہربان ہے۔ برف کی شدت کو بھی اس کے منہ میں جمنے نہ فرشت کر لیا تھا اور بڑھنے اپنی توانائی سے بخش دی تھی۔ لیکن آگ۔ وہ فطرتاً ہی ہے۔ وہ کسی سے سخت نہیں ہوتی طاقت سے اسے وباد دیکھ جب آگ کی ہر ہر ہوگی۔ میری بات اور بھی نے کسی چیز کی طلب نہیں کی تھی۔ میں توقعات کی پیدائش تھا۔ مجھے تو یہی نہیں معلوم تھا کہ مجھے کس نے پھیر دیا۔ کون سا لپٹا تھا کون میری ماں تھی۔ پھر پروفیسر۔ میں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ اگر وہ طالعہ کیا ہے۔ لیکن یہ کتاب بے فائدہ ہے۔ میں نے فطرت کو خود اپنے بارے میں آج کچھ نہیں جان سکا۔ مجھے نہیں معلوم پروفیسر کس کی کیا ہوں۔ میں خود اپنی محنتوں میں ہوں اور جس دن مجھے معلوم

ہو رہا تھا ان شایان تھے جہاں میں میں چلا جاؤں میں کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔“  
وہ غور سے ہو گیا۔ پروفیسر اور اس کی دونوں لڑکیاں مدبول اس کی باتوں میں کھوئے ہوئے تھے۔ ان کی نگاہوں میں غبار مل گیا ہوا فضا ان کو دکھاتا تھا جس میں آتش خانے کے جلنے سے ہوئے شعلے چٹکریاں دیکھ رہی تھیں۔ وہ اس کے بارے میں بھی غور کر رہے تھے۔ انسانی پیکر میں وہ کیا ہے اس کی ظاہری شکل دستور اس کی خواہشات اس کی فطرت بالکل انسان کی طرح ہے، لیکن ذات خود کیا ہے۔ او اور جب اس کی خاموشی طویل ہو گئی تو فوڑاں سے نرم ہو گیا۔ اور وہ بول چڑی۔

”اس کے بعد کیا ہوا۔؟“

اور وہ چونک چلا۔ اس نے اسی آہنی انداز میں ان چیزوں کو دیکھا۔ جو کبھی کبھی اس کی طرف سے ہوتا تھا۔ جیسے وہ ماحول سے بے خبر ہو گیا ہو۔ اسے کچھ یاد نہ رہا ہو کہ وہ کہاں سے کیا کر رہا ہے۔ وقت بوقت اس کی آنکھوں کی روشنی ٹوٹ آتی۔ اس کے ہونٹوں پر سکڑا ہوا غور ہونے لگا اور پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔  
”مجھے یقین ہے۔ سیکس سال کا جواب بھی نہیں ملے گا۔ کس کے پاس یہ جواب ہے۔ روحانیت کا دور گزر چکا پروفیسر۔ مذہب کی تشکیل کا دور گزر چکا۔ ورہ میں کئی ذہنی رہنما سے پوچھا کہ میں کیا ہوں۔ تمہیں ہے تو سبک دینی کرنے والے مجھے سیکس سال کا جواب دیتے۔ میں نے جری غلطی کی، لیکن۔ آتش خانوں کا وقت بھی گزر چکا ہے۔ ادوار گزرتے گئے ہیں۔ میں ان کی کہانی سننا شروع کر رہا ہوں۔ کئی کہانیاں تخلیق ہوئی ہیں اور ان میں شامل ہوں گا لیکن میں خود اپنی کہانی کبھی دیکھان سکوں گا۔ اس نے گروں جھکی اور پھر اس کی لکڑیٹ جانا زور ہو گئی۔ ”اوتھ۔ میں پھر آگھ گیا۔ ظاہر ہے میری بھانجی کبھی نہ پوری ہوگی تو پھر میں اس میں کیوں اچھوں۔ تو تم اس کے بعد کی کہانی سنو۔“

میں آتش خانہ کی لکھ بھی نہ سمیٹ سکا۔ تمہیں میری پوری زندگی کا علم ہو چکا ہے۔ تم نے سیکس بارے میں جوئی جان لیا ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ ادوار سیکس سال سے بڑھتے۔ سلطنتیں تباہ ہوتیں۔ انسان برباد ہوئے، لاکھوں لے۔ لاکھوں پھرتے گئے۔ لیکن آتش خانہ کی یہ جدائی مجھے بہت شاق گزری تھی۔ میں اس کی لکھ کو جوئی چھو کر آگ کے غار سے نکلا یا آگ کا سا۔ بل سا۔ میں نے سوچا۔ آتش خانہ کی طلب ہی غلط تھی۔ جڑی پھوڑے نے اسے طویل زندگی دے دی تھی۔ لیکن وہ مٹی کا انسان تھا۔ اور مٹی کی حدود مقرر ہیں۔ حدود سے پرواز کسی طور ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ میں آتش خانے کی طرف چل پڑا۔ پورا غار جوں کا توں تھا۔ آتش خانے کی بات نہ دیتے لیکن آتش خانہ ہم ہو چکا تھا۔ بستی والوں کو اس کے بارے میں کچھ باتاؤں؟ انہیں بتا کر کٹے کا بھی کیا۔ اور اب آتش خانے کی بستی نہیں تھی اب

انہیں زندگی گزارنا آگئی تھی۔ میں نے اپنا فرض پورا کر دیا تھا۔ پھر میں کو ان پر مسلط رہوں۔ سچ پھر پروفیسر۔ تو آتش خانہ کی موت نے میرے ذہن پر ایک عجیب سی کیفیت طاری کر دی تھی۔ اس سے پہلے میں آتا بدل کبھی نہیں ہوا تھا۔ کٹائی والے آج بھی پوچھا کہ اتنی ہی موت کرتے تھے۔ وہ آگ بھی اس پر اپنا سب کچھ بتا کر گئے کو تیار تھے۔ کیونکہ وہ احسان فرماتے تھے بستی کی کنواں اس آگ کی ہولناکی کے آتشیں بدن کی حرارت اپنے کتلے بول میں جذب کرنے کو تیار تھیں، لیکن اب مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں رہی تھی ایک انوکھی بڑاری سیکس ذہن بھاری ہو گئی تھی۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں

یہاں سے چلا جاؤں۔ کسی ہی جگہ کسی نے کہا میں۔  
کئی دن تک میں ان غاروں میں پڑا سوچا رہا۔ آتش خانہ کی موت کو میں اس طرح ماننے لگا تھا کہ میں چاہتا تھا۔ اس نے سیکس ذہن کو کھینچنے کے لئے تھے۔ میں ان سے تازہ ۱۸ تھا، چاہتا تھا۔ تب۔ تب میں نے اس جگہ کو یاد کیا۔ یہاں میں آتش خانہ کو برف میں دفنانے کے بعد گیا تھا۔ اور سیکس ذہن نے ایک نئے خیال کی قید نہ لیا۔ کیوں نہ زمین آتش خانے کے پختے معلوم کو چلا دوں۔ کیوں نہ زمین ادوار کے بارے میں مٹی ہی باتیں معلوم کروں اور پروفیسر۔ یہ خیال سیکس ذہن میں پختہ ہو گیا۔ میں نے آتش خانہ کی موت میں کی۔ جڑی بوٹیاں اور دوسری بہت سی چیزیں جو سیکس کام آسکتی تھیں میں ان ٹائوں میں ایک انوکھی دنیا تعمیر کرنا چاہتا تھا۔ ہاں۔ یہ پیکر پھر متغیر ہوگا۔ میں نے سوچا۔ اس طرح میں زندگی کی کسانیت سبھی جگہ پاسکوں گا۔ یہی سیکس نے بہتر ہے۔ تب پروفیسر۔ میں نے دلہرات کی محنت سے اپنے لئے ایک گہری تیار کی جو میری چیزوں کو بھر کر رکھے۔ اس گاڑی کے لئے میں نے بستی سے چار گھوڑے حاصل کیے اور ایک رات میں ان تمام چیزوں کو بار کر کے چل پڑا۔ میرا رخ برف کے انہیں میدانوں کی طرف تھا۔ اب یہی میرا نشانہ تھا جس کی میں پوری پوری حفاظت کرنا چاہتا تھا۔! طویل سفر نے پناہ دشوار ماں رکھتا تھا۔ جاندار گھومے بہت کم فاصلے تک ساتھ چھوڑے۔ ایک ایک کر کے چاروں مر گئے۔ تب ان کا فرض میں نے سنبھال لیا اور یاد آ کر میں اپنے اٹائے کو بحفاظت یہاں لانے میں کامیاب ہو گیا۔ میں آتش خانے سے زیادہ ذہنی تھا پروفیسر۔ آتش خانے غار ان غاروں کے مقابلے میں مہرے بھی کم حیثیت رکھتے تھے۔ میں نے شدید محنت سے ان غاروں کو صاف ستھرا کیا۔ اپنی اثاثت یہاں سجائی اور یہ کام مجھے بہت دلچسپ معلوم ہوا۔ مجھے انسانوں کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ برف کے خطرناک لٹھروں کے اس طرف کی دنیا میری اپنی دنیا تھی۔ میں یہاں صرف اپنے نقوش قائم کرنا چاہتا تھا۔ اور میں دن رات لگے دوں مصروف ہو گیا۔ یہاں میں نے گریں نے اپنی کل زندگی کی داستان قلمبندی۔ آئندہ کے لئے لاکھ عمل بنایا۔ اور نہ جانے کب تک میں ان کاموں میں مصروف رہا۔!



غاروں کی بہت سی آبنوریں تھیں۔ جہاں سے میں سارا  
 کچال کا مطالعہ کرتا تھا۔ بہت سے ایک دو ست تھے۔ یہ مجھے اپنی  
 حال اور مستقبل کی کہانیاں سناتے تھے۔ مستقبل سے بہت دلکش تھا  
 لیکن میں نے اپنی معلومات ستاروں تک ہی محدود رکھی۔ یہاں رکھنا  
 سورج کا مطالعہ کیا۔ سورج جو کائنات کے سرسبز رازوں کا منبع  
 ہے۔ میں نے اس کی کڑوں کو اپنایا اور یہ کرنیں بھی میری دوست بن  
 گئیں۔ میں اپنے ان دوستوں میں گھنٹا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ بڑے  
 تجرباتی بھی جاری تھے۔ نہ جانے کتنا صبر کر گیا۔ شاید کئی صدیاں  
 تب میں نے اس غار کو ان شکل میں ترتیب سے پاؤں فیروز چوتھے سامنے ہے۔  
 آشوش کا فم میرے سینے سے بہت چکا تھا۔ میری زندگی میں  
 رہبانیت آگئی تھی۔ میرے سوچنے کا انداز بدل گیا تھا۔ میں دنیا کے تمام  
 علوم اس غار میں چمک رہے تھے۔ میں کون سے میں دیا سمیٹ لیتا تھا  
 تھا۔ لیکن ایک رات جب میں اندر نشانی کر رہا تھا۔ میرے ذہن  
 میں گولت تھی۔ مجھے ایک ماحول سے بڑی کڑی احساس ہوئی۔ میں نے  
 اپنا تجربہ کیا۔ میں کیا جانتا ہوں۔ عورت؟ لیکن میرے اعضا  
 نے میرے اس خیال کو روک دیا۔ اور بہت دیر کے بعد میں نے سمجھا۔ میں  
 سوچنا چاہتا ہوں۔ جاگنے کا وقت مکمل ہو چکا تھا اب مجھے ایک طویل  
 زندگی ضرورت تھی۔ ہاں اب مجھے سوچنا چاہیے۔ میں نے سوچا تھا۔  
 لیکن میں جانتا تھا کہ زندگی عارضی ہوتی ہے۔ ایک روز مجھے بھر مانگنا ہے۔  
 میں جاننے کے لئے وقت کا تعین ضرور کرنا چاہتا تھا۔ انسانی زندگی کے جوہر  
 میں نے دیکھے تھے وہ کیا تھے۔ صرف تھوڑی سی زندگی کے ساتھ ادوار  
 میسر سامنے آتے تھے۔ ہر طبقہ اور افراد کے ہر گروہ میں ایک منفرشت  
 کا حامل رہا تھا۔ ہر دور میں یہی پوجا کی گئی تھی۔ کوئی میرا مقابل نہیں تھا۔  
 میں سے ارفع و اعلیٰ تھا۔ لیکن یہ میری طلب نہیں تھی۔ میں اقتدار اور پوجا  
 کا خواہش نہیں تھا۔ میں اس سے انکار کر رہی تھی۔ اس کا پڑھنے کہ اس وقت  
 تک جو لوگ میرے سامنے آئے تھے۔ وہ مجھ سے کتر تھے۔ میں ہر طرح ان کے  
 فوقیت رکھتا تھا۔ بذات خود وہ کچھ نہ تھے اس لئے میں نے ان کے لئے نکلے  
 دو بھی کی۔ یوں مجھ پر فیسر کے جس میں کے ساتھ ہوتا۔ کامیابی اور کامرانی  
 اس کے ہم قدم ہوتی۔ لیکن یہ میری خواہش نہیں تھی۔ بس حالات نے مجھے  
 مجبور کر دیا تھا۔ کچھ ایسا ماحول پیش آتا کہ میں ان کے لئے کچھ کرنے پر مجبور  
 ہو جاتا۔ بہت سے قبول کو میری وجہ سے سرفروزی ملی تھی۔ اب کیا میں  
 ملا اس کی جھوٹی خدائی پہننے دیتا۔ کیا میں اس سے جیسے نیک نفس انسان کو  
 ملا اس کے ظلم کا شکار ہونے دیتا۔  
 لیکن پروفیسر یوں مجھ کو آشوش نے مجھے تحصیل علم کے بعد  
 پر لگایا تھا۔ اس نے میرا اند ایک انوکھی حور فری پرکھ کر دیا۔ میں نے صرف  
 اپنے لئے جینے کا فیصلہ کر لیا۔ مجھے ادوار میں صرف ایک نشانی کی حیثیت  
 اختیار کر لینا چاہیے۔ میں خود کسی کے معاملات میں ناگاہ کیوں ڈالوں مجھے

تو صرف یہ دیکھنا چاہئے کہ وقت کے دھارے کے ساتھ انسان کی سوچ کون  
 کونسے روپ بگڑتی ہے، دنیا اس انداز میں آگے بڑھتی ہے۔ میں کسی کے معاملے  
 میں مداخلت کیوں کروں۔ مجھے تو صرف ایک متفق ہونا چاہیے۔ ہاں اپنی  
 دلچسپی کے لئے جس اقدام کی ضرورت پیش آئے اس سے گریز بھی محانت ہے  
 ہر دور میں صرف اپنا کام کرو۔ اپنے لئے جیو۔ اور دنیا کا تماشا دیکھو۔  
 میں نہیں کہہ سکتا پروفیسر میری یہ سوچ دوست ہے یا غلط۔ لیکن ان کے  
 بعد میں کامیابی سے اس پر عمل پیرا ہوں۔ یعنی میں نے دوسروں کے درد  
 سہنا نہ کر دیا ہے۔ ہاں کسی ماحول میں اپنی ذات محم کرنے کے لئے اگر کبھی  
 ہاتھ پاؤں بڑھانے کی ضرورت پیش آئی تو میں نے اس سے دریغ نہیں کیا۔ اور  
 تم جانتے ہو پروفیسر کسی معاملے میں کامیابی حاصل کرنا میرے لئے کونسی  
 بڑی بات تھی۔ چنانچہ اس فیصلے کے بہت آگے۔ چپ ترین واقعات کا ایک  
 نمونہ ہے، جو ڈال دواں رہا اور میں اس نمونہ کی ایک ایک بون سے اطف  
 حاصل کر رہا۔ میرے سامنے جسے بڑے بائبل کے دور گزرتے۔ میں نے بڑے  
 جرس پر اعتقالات کا رٹنے دیکھے۔ دور حقیقت میری سمجھ میں نہیں آتے تھے۔  
 میں نے ان حقیقتیں کرنے کی کوشش بھی کی، لیکن بعض معاملات میں مجھے  
 اپنی ناکامی کا بھی اعتراف کرنا پڑا ہے۔ ہر حال میں اپنی طویل نیند کی  
 تیاریوں میں مشغول ہو گیا۔ میں نے ضروری انتظامات کئے اور اپنا  
 ان انتظامات سے غفلت نہیں تھے پروفیسر۔ جو تم نے یہاں آنے کے  
 بعد دیکھے۔  
 تب۔ میں ریت کے گچھلے ہوئے جزے دھلے ہوئے اس بہت  
 میں بیٹ گیا۔ میرے جسم کی حفاظت کے لئے جو ہر حیات کے خطرے پر ہوشیار  
 تھے۔ میں نے اپنے جاننے کے لئے ایک دور کا تعین کر لیا تھا۔ ہاں ایک وقت  
 ستاروں نے مجھے بتایا تھا کہ وہ دور تہذیب کا دور کہلاتے گا۔ اس دور کا  
 انسان تہذیب ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ وہ دور ایمادات کا دور ہوگا  
 انسان اپنی ہمتوں کے بہت سے سامان کرے گا۔ اور دنیا کا رنگ بدلتا  
 چلا جائے گا! میں تہذیب کے اس دلچسپ دور میں آنکھ کھولنے کی خواہش  
 لے کر گہری نیند ہو گیا۔ گہری اور طویل نیند۔  
 اور ان گزرتے رہے۔ ماہ گزرتے رہے۔ سال گزرتے رہے  
 صدیاں گزرتی رہیں، موسم بدل گئے، جغرافیہ بدل گئے، حالات بدل گئے  
 یہاں تک کہ میرے جسم پر ہونے والی جوہر حیات کی بارش نہ کہ گہری میرے  
 اعضاء میں ایٹھن ہونے لگی۔ تب میں نے ایک طویل انگڑائی لی۔ اور  
 آنکھ کھول دی۔ میں جاگ گیا۔ ایک سوئے ہوئے مسافر کی طرح میری  
 آنکھ کھلی۔ منزل کا خیال آیا اور میں گولت کی انگڑائیاں لیتا ہوا بہت  
 نکل آیا۔ میرا جسم بے رنگ ہو رہا تھا۔ میرے اعضاء میں جھنجھکی جی جھنجھکی  
 نے مجھے ترنوازہ رکھا تھا۔ برف کی مڑی نے میری حیثیت میں جینی نہیں  
 ہونے دی تھی۔ لیکن میں شدت سے عمل آتش کی ضرورت محسوس  
 کر رہا تھا۔ تب میں نے غار سے باہر نکل کر دیکھا۔ دنیا ضرور بدل گئی

لیکن ہر ایک کی دیرانہ انسانی قدروں سے دور تھا۔ تہذیب کے دور  
 کے انسان نے اب اس قدر ترقی بھی نہیں کی تھی کہ وہ ان قابل عبور  
 دروازوں کو کھول کر لے۔ باہر کی فضا جوں کی توں تھی۔ حالات جوں  
 کے توں تھے۔ ایک لمحے کے لئے مجھے احساس ہوا کہ میں میں وقت سے  
 پہلے تو نہیں جاگ اٹھا۔ کیا واقعی صدیاں گزر گئیں۔؟ کیا واقعی وہ دور  
 اب میں کا تعین کر کے میں سوچا تھا۔ میرا اندازہ غلط تو نہیں ہو سکتا بلکہ  
 ان کا تجربہ تو ان دروازوں سے نکل کر کیا جاسکتا تھا۔ لیکن اس سے قبل مجھے  
 اپنی ہمتی کا اندازہ کرنا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے میں نے تیز لگا لگا لگا  
 ایسی آگ جڑ سے ایک ایک عضو سے تھک چڑھ کر دے۔ میں نے اس کے لئے تجویز  
 لے کر لگا کر انتخاب کیا اور جس ناریں آگ کو لگا کر دیا ایک نوزائیدہ لڑکے  
 اور بچوں کو بھی لگھا دے۔ آگ بجھ کر رہی اور جب غار کا رنگ سرخ ہو گیا  
 بچوں سے سرخ پسینہ بہنے لگا تو میں اپنی وطن اور ہمالیہ فضا حاصل کرنے  
 کے لئے اندر داخل ہو گیا۔ آہ۔ پروفیسر۔ آگ میری زندگی کو بے جا بخشی  
 ہے۔ آگ مجھے ایسا سکون دیتی ہے جس کو الفاظ میں ادا نہیں کیا جاسکتا ہے!  
 غار سے برآمد ہوا تو گورا نوزائیدہ تھا۔ چاق و چوبند ہر آزاد  
 آزاد۔ تمام جماتی تو میں واپس آئی تھیں، تمام ذہنی تو میں موجود کر لی  
 تھیں۔ غار میں واپس آیا۔ اپنے پروگرام پر لگا ڈالی اور پھر اپنی تمام  
 باتوں کو محفوظ کر کے واپس چل پڑا۔ ان احوالات کو موریکیا اور اس کے ملنے  
 لگنے کا یہاں کمالی آدھا تھا۔ طویل سفر حسبِ مہول جاری رہا۔ راستے  
 پر کلاہتا رہا کئی بجلی اُبھرتے تھے۔ نئے راستے نکل آتے تھے لیکن  
 ان کے پتہ جاننے کے توں تھے وہ آشنائی طرح گرا ہوا تھا جو صدیوں پہلے  
 تھا لیکن ان بیزاروں کے دوسری طرف دیکھ کر میں رنگ رہ گیا۔ یہاں  
 وہ دوسری طرف سمندر تھا۔ صوفِ سمندر۔ ہاں پروفیسر یہاں بھی بہت  
 کمال تھے۔ کتنی بڑی ہوتی تھی۔ نشت کیلئے گھرنے آباد تھے وہاں  
 ہر ایک کی بے تم موبیں سرسار تھیں۔ کمالی کا جو قسم ہو گیا تھا۔  
 ان کو بھی نہیں تھا پروفیسر۔ میں چمک رہا تھا۔ یہ سمجھنے میں وقت نہ ہوتی کہ  
 اس نے وسعت اختیار کی اور کمالی نیست و نابود ہو گیا۔ ہاں وہ پہلی  
 گزرتی کس طرح موت کے شکار ہوئے ہوں گے۔ میں اس بستی کا خالق  
 اور اپنی بنائی ہوئی اس بستی کی تباہی دیکھ کر مجھے دکھ ہوا تھا۔ میں نے  
 اپنی بستی سے بہت کچھ لیا تھا۔ اسے بہت کچھ دیا تھا۔ کیا تم نے میری اپنی  
 بستی کو لیا تھا پروفیسر؟ میں نے اس بستی کو سمندر کے بانی سے لیا  
 تھا۔ کیا یہ انوکھی بات نہیں تھی۔؟  
 پروفیسر غور و فکر پر چلا۔ ان کی ایک گہری سانس لیتے ہوئے  
 وہ دقت اس طویل کہانی میں دیکھتے رہے زیادہ قابلِ اعتبار تھا۔  
 کیا اس دور کے لوگ وہ روشنی نہیں دریافت کر سکے جو ان  
 حاصل ہوئی ہے۔؟  
 وہ روشنی۔ اب تو یہی مشکل اختیار کر گئی ہے کہ ہم رنگ  
 آگے۔ تو انسانی ہماری زندگی کا ہر کام بے جا نہیں ہے۔ لیکن ہم

اسے جدید دور کی دریافت سمجھتے ہیں اور کسی طور پر ماننے کے لئے تیار نہیں  
 ہیں کہ قابلِ تاریخ کا انسان بھی الیکٹریسی دریافت کر چکا تھا۔ پروفیسر  
 خاور نے صاف کئی سے کہا۔

انہیں پروفیسر قابلِ تاریخ کے طویل دوروں میں انسانی  
 ترقی کے متعلق واقف ہیں ان میں تم اس بات کو نظر انداز نہیں کرو گے  
 کہ قابلِ تاریخ کے انسان نے خدائی اجاس دریافت کیں، بہتر مکان تیار  
 کر لئے۔ اپنی مادی ضرورتوں کو پورا کرنے کے خاص ترین اختراعات کیے  
 مختلف ادوار کے کچھ نام تجویز ہوئے مثلاً حوری۔ برسی اور ابھی۔  
 خود ان سے مختلف ہوتے ہیں کہ انسان معمولی ادواروں سے ترقی کر کے کون  
 اعلیٰ درجے کے ادوار بنائے گا۔ اس سے صحت اندازہ لگا جاسکتا ہے کہ  
 انسان وسائل کو خاصہ کے مطابق بنانے کی صلاحیت میں آگے بڑھ گیا۔  
 یہی شے ہے جسے آج فنی اصلاح قرار دیتے ہیں۔ قابلِ تاریخ کا انسان  
 بھی آج کے انسان سے مختلف نہیں تھا۔ ہاں اس کے پاس محسوس وسائل  
 نہیں تھے۔ اچھی وہ ذہنی طور پر توجہ نہیں ہوا تھا کسی ایک اور حادثہ  
 دریافت ہو جائے والی چیز جو محسوس تجربات نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے کچھ  
 دریافت شدہ چیزیں بھی وجہ سے ضائع ہونے کے بعد دوبارہ اس شکل  
 میں نہ آسکیں اور نتیجہ ہوا کہ ان کی بعض خبریاں ان کے ساتھ ختم ہو گئیں  
 اور جدید دور کے انسان نے جب ان کے انداز میں سوچا تو اپنے پورے  
 وسائل سکام لیا۔ اس کے بارے میں کتنی سے تجربات کئے۔ اور وہی  
 گمشدہ تو میں بھر عود کر گئی۔ نئے دور کا انسان انھیں خود سے منسوب  
 کرنے میں حق بجانب ہے۔ لیکن۔ وہ پہلے دور کے انسان کو بالکل  
 بے صلاحیت ظاہر کرنے میں ناکام رہی ہے کام لیتا ہے۔ کمالی کے لوگ  
 اگر حیات پاتے تو شاید وہ سب سے پہلے لوگ ہونے جو توانائی سے  
 پیدا ہونے والی روشنی کے موجد کہلاتے۔ لیکن حالات نے انھیں موقع  
 نہ دیا۔ اور وہ سمندر کے شکار ہو گئے۔

اسیروں زندگی کے بے ایک کوچہ گھرہ نورہ کی سرگزشت

بابر زمان خان کی آپ بیتی جگہ بیتی

سب رنگ میں شان ہونے والا مقول ترین سلسلہ

بانی گز

اپنے قریب ایک اشغال صلاط فرمانیہ بادشاہت ہمہ معہ مگوئیں

کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس ۲۳ کراچی



بہر حال۔ جدید یا نیا دنیا ہے اس انکشاف کو قبول نہ کرے۔  
 مجھے اس دنیا سے کیا رہنا ہے۔ میں تو تمہیں اپنی کہانی سنا رہا ہوں جن کا ہر باب تمہارے لئے ناقابلِ یقین ہو گا لیکن میں تمہیں ایک چیز کا انشویں ثبوت دیتا کروں گا صرف ایک ثبوت جس کے بعد تم میری ہر بات کا یقین کرنا پڑے گا۔  
 تمہارے حیرت انگیز حیرتوں پر تو میں یقین ہے دوست بہر حال جاننے کے بعد کہانی سننا۔  
 میں۔ میں جانتا ہوں تمہارا لاشعور اب اس کا ہر حال۔ میں کمال والوں کو کسی نئے روپ میں دیکھنا چاہتا تھا لیکن ان کے تمام روپ مندرجہ ذیل کے ہوتے تھے میرے اذان سے کے مطابق ستاروں کی پیش گوئی کے مطابق تہذیب کا دور شروع ہو چکا تھا لیکن اس نئے دور کے لوگ کہاں تھے؟ ان کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔ اس بار سنو کے سنو کو دل چاہا۔ اور میں نے مخالفت سمجھنا شروع کر دی۔ اگر اس میں میں کی انتہا بھی پائی ہو تو تب دیکھا جائے گا۔ لیکن اس وقت تک غشی کے راستے سنو کو دل چاہا جب تک زمین باقی ہے۔ مجھے تہذیب کے گہواروں کی تلاش تھی میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تہذیب کی ابتدا کس اذان میں ہوئی ہے؟ میں چلتا رہا۔ اور پھر ستارے معلوم کرتے تھے۔ میں نے کیا کیا پتہ لگایا۔ اور پھر اپنے پرانے دوستوں سے ملاقات کرتے لگا میرے دوست مجھے دیکھ کر مسکراتے تھے۔ مجھے شامانی کا اہلکار رہے تھے۔ اور میں ان سے گفتگو کر رہا تھا۔ میں ان سے تہذیب کی متین معلوم کر رہا تھا۔ ان انہوں نے مجھے مایوس نہ کیا۔ سورج اچانک ستارے سب میرے معاون تھے۔ ستاروں نے مجھے منزل کی سمت دکھائی۔ اور سورج کی کرنوں نے نشان دہیا کیے۔ میں چلتا رہا۔ پہاڑوں میں، میدانوں میں، دھولوں میں۔ اور سفر طے ہوتا رہا۔ زنجار کٹے جا رہے تھے۔ ستارے سورج ڈوبے۔ میرا سفر جاری رہا۔ طویل سفر۔ تہذیب کی تلاش میں۔ اور پھر مجھے انسان کے نشان ملنے لگے۔ میری خوشی کا اندازہ نہ رہا۔ میں نے میں دور کی خواہش کی تھی اب میں اس دور کے انسانوں میں پہنچنے والا تھا۔ میں ان کے ساتھ ماسوں کا میں نے دور کے نئے انسانوں کو دیکھ لیا۔ ان کا دہن ہن۔ ان کی زندگی ان کا لالہ گھوڑے کے دموں کے نشانات، بھیڑیوں کے گلے اور ایسی ہی دیگر چیزیں دیکھتا ہوں ان کے ہتھکڑیاں، میرا جسم سب مول چاند کی طرح نہہر تھا۔ میرے بال آگ کی طرح سرخ تھے۔ اور میرے چہرے پر ہوائی کی تازگی تھی۔ تب میں نے تاریخ کے دور کے پہلے انسان کو دیکھا۔ یہ بھیڑیوں کا لہجہ تھا۔ اس کے ہاتھوں ایک لکڑی تھی جس سے وہ بھیڑیوں کے رچھ کو بھکارا تھا۔ بھیڑیوں کا غل اس کے آگے چل رہا تھا میں نے دموں کی رفتار بڑھادی۔ اور اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ یہ ایک غریبہ مرد تھا۔ جس کے چہرے پر لاتعداد بھیڑیوں کی ہوشی تھی۔ ان کے ہاتھوں میں حجرہ نظر آ رہا تھا۔ میں اس کے سامنے پہنچا تو وہ چونک کر کھڑا ہوا۔ اس نے نیچے سے

اڑھانک مجھے دیکھا۔ اور پھر اس نے نئی زبان میں پوچھا۔  
 "تو کون ہے۔"  
 اس زبان کو مجھے نہیں سمجھتا تھا۔ وہ وقت ہوتی لیکن میں نے اپنا مخصوص عمل دہرایا۔ اور پھر اسی کی زبان میں کہا۔  
 "میری طرح کا انسان۔"  
 "کیا جانتا ہے۔"  
 "میری طبیعت تیری دوستی میں نے جواب دیا۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی تھی کہ تہذیب کے دور کے اس انسان نے میری ہیبت پر حیرت نہیں کی تھی۔ وہ مجھے دیکھ کر خوفزدہ بھی نہیں ہوا تھا۔  
 "تو کون سے قبیلے سے تعلق رکھتا ہے؟" اس نے پوچھا۔ اور اس کا جواب میرے لئے دشوار مشکل تھا۔ نہ جانے وہ کون کون سے قبیلوں کے ہاتھ میں جانتا ہے بہر حال اس کی دوستی حاصل کرنے کے لئے اسے مطمئن کرنا ضروری تھا چنانچہ میں نے وہی ہی ایک نام لے دیا۔  
 "یہ تعلق ابراہام سے ہے۔"  
 "ابراہام۔" اس نے زمین پر زور دینے والے اذان میں کہا۔ اور پھر گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ "میں نہیں جانتا کہ تیرا قبیلہ کون سا ہے۔ کہاں ہے اور جب میں تیرے قبیلے کے بارے میں نہیں جانتا تو تجھ سے دوستی عبت ہے۔ وہ آگے بڑھنے لگا تب میں نے جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔  
 "تو میرے قبیلے کے بارے میں نہیں جانتا۔ لیکن تو مجھے ایک گھر اور مشقی دوست پائے گا۔ میں تیری دوستی کا خواہش مند ہوں۔"  
 "عجب مرد ہے تو کیا مجھے دودھ کی خواہش ہے۔؟" اس نے پوچھا۔  
 "مجھے تیری دوستی کے سوا کسی چیز کی خواہش نہیں ہے۔ میرے ان جملوں پر اس نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ اور پھر اس کی آنکھوں میں عجب سے تازگی آکر آئی۔  
 "اگر تو میرا دوست ہے۔ تو کیا تو میرے دشمنوں کو سرنگوں کرنے کی قوت رکھتا ہے۔؟"  
 "ہاں میں انہیں زمین کے نیچے پھینک سکتا ہوں۔" میں نے کہا۔  
 "تب آ۔ میں نے تیری دوستی قبول کی۔" بڑھ کے ہاریک ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے لکڑی آٹھائی اور اس کی رکی ہوئی پٹیا پھر مل پڑیں۔ میں تہذیب کے دور کے اس انسان کا تجربہ کر رہا تھا۔ اس میں بلا کر کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔ سوائے اس کے کہ وہ میری ہیبت سے مرعوب نہیں ہوا تھا میں اس کے ساتھ چل پڑا۔  
 "تیرا نام کیا ہے۔؟" راستے میں میں نے اس سے پوچھا۔  
 "سار۔" میں متوجہ تھا کہ وہ بھی میرا نام پوچھے گا لیکن اس نے ایسا نہ کیا اور میں خاموش ہو رہا۔ ہم پہاڑی راستے طے کرتے رہے۔ تب

ایک تھکنے نظر آئی جو کئی بیٹوں کے مکانوں سے آبار کی گئی تھی۔ بلحاظ ہر ایک مکان میں کوئی خاص بات نہیں تھی سوائے اس کے کہ وہ کٹاوتھے۔ اور زیادہ باہر ادا کئے ہوئے تھے۔ ہاں ان کی ترتیب مرد تھی مکانوں کے درمیان ملے چھوٹے گئے تھے جو بہت گہرے گڑھا کا گادیتے تھے۔ ان کے سامنے احاطے تھے جن میں بھیڑیں، بکریاں اور گھوڑے بندھے ہوئے تھے کھڑکی سے بہترین کام لایا گیا تھا مکان کی تینیں لکڑی استعمال کی گئی تھی۔ یہ تیار لوگ زمین کے استقلال سے بھی واقف ہوں گے۔ میں نے سوچا اور میرا خیال یقین میں بدل گیا۔ میں نے احاطے کے ایک حصے میں کھڑکی سے بنی ہوئی کالیاں دیکھیں جن کے کچھ بیٹوں میں ملو گروا استعمال کیا گیا تھا۔ کئی عمارت کے اندر وہی حصے میں میں سورج کے کہانی کے لئے کا بندوبست بھی کیا گیا تھا۔ غرض تہذیب کے دور کے اس انسان کی نرالی حیثیت مجھے ملو گروا مل رہی تھی۔  
 مکان میں ایک بار بھی عورت کبھی تھی جس سے سار نے ہرگز بڑا تعارف کر لیا۔ یہ اجنبی قبیلے کا ہون کا دوست ہے۔ ہمارے دشمنوں کے خلاف یہ ہماری دشمن ہے۔ اور یہ ہماری لڑکیوں کا مرد ہے کہ اس سے ہماری نسل بنے گی اور ہمارا خاندان بڑھے گا۔  
 یہی خوب ہے میرا۔ عورت نے کہا۔ اس نے محبت سے میرا ہاتھ پکڑا اور اندر سے گئی جہاں دو جوان لڑکیاں موجود تھیں۔ سیدھے سارے لباس میں ملبوس دو سافٹی لڑکیاں۔  
 "مجھے بڑھ کے اتفاقا یاد آگئے۔ یہ ہماری لڑکیوں کا مرد ہے۔  
 تب میں نے گہری نگاہوں سے ان کا جائزہ لیا۔ اور یہ لڑکیاں مجھے نرئی مملو ہوئی ان کی آنکھوں میں عجب سے خوف کے احساسات تھے۔ میں انہیں دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ ہر حال میں نے یہاں دل نہ تھکا کا فیصلہ کر لیا۔ میں ان کی نسل بڑھانے کے تو کیا کام آتا۔ البتہ میری اہم ضرورت پوری کرنے کے کام آسکتی تھیں۔ چھ آہیں دیکھنے کے بعد میں انہیں کوئی نہ لگا تھا۔ بڑھی عورت نے بیٹھنے کے لئے مجھے لکڑی کی کرسی پیش کی۔ اور پھر اپنی لڑکیوں سے دودھ لانے کے لئے کہا۔ جب کسی دھات کے پیالے میں مجھے بھیڑیوں کا تازہ دودھ پیش کیا گیا۔ میں نے مسکرا لیا۔  
 "تو میرے پرفیسر۔" کہنے انہوں نے بھی مجھے خوش آمدید کہا۔  
 اور میں نے تہذیب کے دور میں نئی زندگی کی ابتدا کر دی۔ یہ دور مجھے بہت پسند آیا۔ اس دور کے انسانوں کو کچھ سکھانے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ مائل بڑھ تھے۔ نئے نئے ہتھیار۔ کارآمد اور مفید اوزار زندگی گزارنے کے نئے نئے طریقے۔ جو میں نے پوری طبیعت میں گہم پکڑ رکھے۔ بلاشبہ میں ان طریقوں کو اوزار پہنچانے میں ان کی مدد کر سکتا تھا۔ لیکن میں بتا چکا ہوں کہ میں نے یہ شہر اپنی زندگی سے نکال دیا تھا میں تو میں مرث ایک مشق کی حیثیت رکھتا تھا۔ اور اب غرض مجھے اس نئے دور کی تحقیق کرنا تھی۔ ان کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنا تھیں۔ ہاں اگر تم مجھے دو تو قریب داستان کے لئے میں اس داستان

کے نیچے پہلے نظر انداز کروں۔  
 ہم۔ اس دور کے ہر پہلو کے بارے میں جانتا چاہتے ہیں۔  
 پروفیسر خاور نے جلدی سے کہا۔ اور پھر ایک ایک اسے اپنے اتفاق کا احساس ہوا۔ اس نے گہرائی میں نگاہوں سے لڑکیوں کی طرف دیکھا۔ لڑکیوں کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں۔  
 "م۔ میرا مطلب ہے میں۔ میں۔ خاور گھبرا کر بولا۔  
 "جس تو بڑھتے آدیت سے دولت ہے پروفیسر کسی دور کسی مذہب نے اس سے پہلے نہیں کی ہے۔ ہاں اس کے اندر اس کی شکل برقی رہی ہیں۔ مذاہب نے اس کی بہتری اور اخلاقی برتری کے لئے کچھ قیود عائد کی ہیں جو کسی طرح گوارا نہیں دیتی ہیں اور انسان خود کو اس انداز میں چھلنے رہے ہیں کیونکہ بہر حال اس کا حصول نمونہ نہیں قرار دیا گیا۔ چنانچہ جب میں تمہارے دور کی بات کروں گا۔ تو میرے الفاظ ملفوف ہوں گے۔ ان اور ان کی صحیح تفصیل جاننے کے۔ ان کے کسی پہلو سے پروردگار کی جانت نہیں ہے۔ اور پھر میں تو اس دور کی داستان بیان کر رہا ہوں جب تہذیب کی ابتدا ہوئی تھی جب انسان نے علی الاطلاق کو خدائے مقرر کر لیا۔ بے شمار مذاہب، عقائد اب بھی ایسے موجود ہیں جہاں جس کو مختلف دہے دیتے تھے ہیں۔ نئے انسان کے لئے یہ دہے مجرب ہیں۔ لیکن ان کے پیروان سے کسی طرح شرمندہ نہیں ہیں۔ میں ان لوگوں میں سے بھی گذر ہوں جن کا ذکر آئندہ کروں گا۔ ہاں تو میں اس بڑھے تارک کی دونوں لڑکیوں کی بات کر رہا تھا۔ میں نے تہذیب کے شہر کی مکمل تفصیلات معلوم کیں۔ ان کے دم و رواج ان کے عقائد و اعمال معلوم کیا۔ لیکن چونکہ یہ اس سے بعد کی بات ہے جس وقت کی داستان میں بیان کر رہا ہوں۔ اس لئے ان کا ذکر بعد میں ہی مناسب رہے گا۔  
 "تو میں روزیں بڑھتے تارک کے ساتھ اس کی بیٹی میں اس کے مکان میں داخل ہوا۔ اسی رات کی بات ہے۔ تارک نے دل سے مجھے اپنا دوست تسلیم کر لیا تھا۔ بڑھی اس کی شریک زندگی تھی۔ انسانوں نے کچھ شے تلاش کرتے تھے جس کے تحت ایک اجنبی یا غیر اجنبی عورت کو زندگی کا ساتھی بنایا جاتا تھا۔ بعض اوقات ان عورتوں کی تعداد ایک سے زیادہ ہوتی تھی۔ ان کو کھنے والا ہر طرح ان کی کفالت کرتا۔ ان دونوں کے ملاپ سے پیدا ہونے والے بچوں کی کفالت کرتا اور اس کا پورا پرانی ذمہ دار ہوتا۔ اکثر لوگ اجنبی لڑکیوں اور لڑکیوں کا ملاپ کرتے لیکن اگر یہ عورت باقی زندگی تو بچہ لڑکا اور جو لڑکی مناسب نظر آتی۔ ان دونوں کو کچھ رسومات کے ساتھ کہا کر لیا جاتا تھا کہ نسل برقی رہے۔ مختلف قبائل مختلف رسومات اور کرتے کرتے لیکن ان کا مقصد ایک ہی ہوتا تھا۔ افزائش نسل۔ اور ازادش نسل پوری تھی۔  
 بڑھ کے کھرف دوڑ لڑکیاں تھیں۔ اور کوئی لڑکا نہ تھا۔ خلیفہ ان لڑکیوں پر عری کرنے والا بھی کوئی تھا۔ اس لئے اسے ہی غنیمت معلوم



ہوا۔ اور اسی رات۔ بڑھنے لے ان دونوں لڑکیوں کو سنے لباس سے ادا کرتے  
 کیا۔ ان کے بالوں کو کسی چیز سے سسواڑا اور چکر کر کے ان کی چٹیاں بنائیں اور  
 ان کے جسموں کو خوشبوؤں سے مقل کر لیا۔ اور پھر گھر کے ایک حصے میں جا بیٹھے جو  
 صاف ستھرا تھا۔  
 تو نے مجھ سے دعویٰ کیا تھا اسے جو ان کو زیر اور دست ہے۔ اور  
 میرے دشمنوں کے خلاف میرا مددگار۔ تو میری بیٹاؤں کا کل تلاش کرے  
 گا۔ تو اجنبی قبیلے کا فرد ہے۔ سو میں تجھے اپنی بیٹی میں شامل کر رہا ہوں لیکن اس  
 شرط پر کہ اب سے خود کو اسی قبیلے کا فرد گردانے گا، انہیں سمجھ جائے گا تو ترسے  
 تھے۔ اور ان میں واپس نہیں چلے گا۔ اگر ازل کو تو قتل کا سنا ہے۔  
 میرا قبیلہ ہی کو ان ساتھ پروفیسر۔ جسے چھوٹے میں مجھے ترسوا  
 ہوتا۔ میں تو نے دوند کے ان ان کی ایک ایک اسے محفوظ رہا تھا۔ چنانچہ  
 میں نے وہی سب کچھ کر دیا جو بڑھنے کے کیا تھا میری نگاہ دونوں لڑکیوں  
 کے چہرہ پر تھی۔ جو وہاں کے تصور سے گھٹا نہیں۔ میرے الفاظ کی ادائیگی  
 سے بڑھنے اور اس کی بڑی کا چہرہ کھل اٹھا۔ انہوں نے ایک بڑے پیالے میں  
 دودھ بھرا۔ اور دونوں لڑکیوں کو میرے سامنے بٹھالیا۔ سفید دودھ میں  
 نے لڑکیوں کے چہرے دیکھے پھر دودھ کے پیالے کو بڑھی عورت نے میرے  
 ہونٹوں سے لگا دیا۔ میں نے اس میں سے دھوکتھ بھرے تیسرے گھونٹ کا  
 ارادہ رکھتا تھا کہ بڑھی عورت نے جلدی سے پیالہ پیچ لیا۔  
 پس۔ اور نہ ہی۔ میری صرف دونوں لڑکیاں ہیں۔ اور میں  
 نے دودھ سے ہونٹ شائے میرے ذہن میں عجیب سی گڑبڑ برپا تھی۔  
 یہ سب مجھے بے حد اذیتاں لگا رہا تھا۔ پارلر لڑکیوں کی طرف بڑھ گیا  
 گیا۔ اور انہوں نے اس میں سے ایک ایک گھونٹ لے لیا پھر وڑھا اور ان  
 کی عورت اٹھنے۔ انہوں نے بھی اشارہ کیا۔ اور ہم سب اس کے صحن میں  
 پہنچ گئے جہاں کئی تھی ان کی ایک گہرا لڑکا کھڑا گیا تھا جو زیادہ چوڑا نہیں تھا  
 پیالہ میں پکا ہوا دودھ موجود تھا۔ ایک لکڑی کے ڈھکن سے ٹھیک کر گڑھے  
 میں اتار دیا گیا اور سب سے پہلے مجھے اس پر تھی ڈالنے کی ہدایت کی گئی۔ میں نے  
 اس پر عمل کیا۔ اس کے بعد دونوں لڑکیوں نے اس پر تھی ڈالی۔ اور پھر وڑھے  
 اور اس کی شریک عورت نے اس گڑھے کو پوری طرح بند کر دیا۔  
 گویا دودھ کا یہ پیالہ ہماری محبت کا این تھا۔ اس نے میرے دل  
 میں لڑکیوں کی محبت ڈالی تھی تاکہ میں زندگی کی آخری سانس تک ان کی محبت  
 میں دفن نہ ہوں۔ اور وہ میری محبت اور وفادار رہیں۔ میں ان تمام باتوں  
 میں پوری دلچسپی لے رہا تھا۔ تاہم میں دل سے ان کی ان مصروفیوں سے  
 متاثر نہیں تھا۔ میں جانتا تھا ان کی یہ کوشش لامعاصل ہے میں کہاں ان دونوں  
 لڑکیوں میں سرکھار ہوں گا ہاں اس وقت وہ ضرور میرے کام۔ کی تھیں۔  
 جب تک نہ لوگ اُسے بھال میسر سامنے نہیں آتے۔  
 تو پروفیسر اس طرح دونوں لڑکیاں میرے تصوف میں رہی

گئیں اور وہ بہت خوش تھیں۔ وہ میرے تہرے اور سدا دل و جان کی طرح تھی  
 پہلی میں نہیں سمجھا رہی تھیں اور ایک دوسرے کو اشارے کر رہی تھیں۔  
 لیکن بڑی وقت اس وقت پیش آئی جب وہ دونوں بیک وقت میری غلط  
 میں داخل ہوئیں۔ صحن و مجال میں دونوں کھتا تھیں۔ دونوں کی جوانی  
 پھر پوری سادہ دونوں ہی بیک وقت میری الفت کی طالب تھیں۔  
 بلاشبہ اس سے کہیں زیادہ سنگین حالات مجھے پیش آئے تھے لیکن ان کی  
 نوعیت دوسری تھی۔ مثلاً اس کی بے شمار بیاہن۔ جو میرے لئے جہاں  
 جان بگڑ گئی تھیں۔ اور ان کی وجہ سے مجھے طاقت کا شہر چھوڑ کر گیا تھا  
 تھا۔ لیکن ان میں بھی ایک آسانی تھی یعنی ہر رات ایک بڑی میری غلط  
 میں آتی تھی اور اس کی خواہش ہوتی تھی کہ میں سب سے زیادہ اسے ہی پسند  
 کروں عورت کی رقابت سے بہت بڑی واقع تھا میں اس وقت کو بھی اپنی  
 بھولا تھا جب میری ہوش و حواس کی زندگی کی پہلی عورت کو۔ دوسری  
 عورت میں کا اٹا لگا تھا۔ قتل کر دیا تھا۔ گویا رقابت ازل سے ہی چلی  
 آرہی ہے۔  
 اور اس وقت۔ یہ دو حسین لڑکیاں بیک وقت میرے پہلو  
 میں موجود ہیں۔ گو وہ دونوں ہمیں ہی۔ لیکن کیا مرد کے معاملے میں وہ عورت  
 نہیں نہیں گی، لیکن چونکہ یہ بھی ایک تجربہ تھا اس لئے پروفیسر میں نے خود کو  
 اس تجربے کے لئے تیار کر لیا۔ دونوں لڑکیوں نے غلط کام کا رد و بند  
 کر دیا۔ اور میرے دونوں بازوؤں سے اٹھ گئیں۔  
 لڑکی کی بی بی ہوتی ایک سہری پر مجھے لایا گیا جس پر زخم گھاس کے  
 اور کسی جانور کی کھال منڈھی ہوئی تھی جو ہم اندھین ریشور کی طرح کی  
 تھی تب دونوں لڑکیاں میرے اوپر دوڑ پڑیں۔ میں نے ابھی تک ان میں  
 سے کسی کی آواز نہیں سنی تھی بہر حال میں ان کا مرد تھا اور میری خدمت  
 دونوں پر واجب تھی چنانچہ میں نے ان سے سہی بات کی۔  
 تم دونوں کے نام کیا ہیں۔؟  
 سائل۔ ایک نے کہا۔  
 "مکیلہ۔" دوسری نے بھی کہا۔ ان کی آواز بھی ان کے  
 چہروں کی طرح دلکش اور نرم تھی۔ ان میں ایک طرح کی شرم پائی جاتی تھی۔  
 تم میں سے بڑی کون ہے؟ میں نے دوسرا سوال کیا۔  
 "مکیلہ۔" سائل نے دوسری لڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔  
 "تب پھر۔" آہ رات، صرف مکیلہ میری غلط میں ہوگی۔  
 تمہیں کل طلب کروں گا۔ میں نے کہا اور دونوں لڑکیوں کے چہرے خوف سے  
 زرد ہو گئے۔ وہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگیں۔ ان کی آنکھوں سے  
 پلے پلہ خوف چھانکے لگا تھا میں ان کے اس خوف پر حیران رہ گیا اور ان  
 کی شکل دیکھنے لگا جب میری سمجھ میں کچھ نہ آیا تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا  
 کیا بات ہے۔ تم پریشان کیوں ہو گئیں۔؟  
 نہیں۔ چہیں۔ سائل نے غلطی غلط میں ہے یہی پہلی بات  
 میں۔ میں۔ سائل پر اپنی زندگی کی قربانی کرتی ہوں۔ اچانک مکیلہ  
 نے اپنی آنکھوں میں آنسو بھر کر دیکھ کر کہنے لگا۔ سائل کی آنکھوں  
 میں آنسو بہنے لگے تھے۔  
 "میں مکیلہ میری محبت کا شکر۔ اس کی فرمانبرداری پر ہرگز  
 ہر لحاظ سے ادا نہیں کر سکتی۔ ازل کرے؟ سائل نے روئے ہوئے کہا  
 لڑکی کی طرح بول لیا۔  
 "اسے یہ کیا شروع کر رہا تم لوگوں نے۔ کیا ہو گیا ہے؟ میں نے  
 ان کے درمیان آتے ہوئے کہا۔  
 دونوں یاس بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔  
 "مکیلہ تم بتاؤ۔ یہ رونا دھونا کیسا ہے۔؟ میں نے مکیلہ کو دیکھتے  
 دیکھتے پوچھا۔  
 "تم نے سائل کو اپنی آغوش سے دور رکھنے کا فیصلہ کیا اس طرح  
 ان کی موت واجب ہوگئی۔ مقدس کاسین اعظم اور اندر اندر آجیاں کے لکھنا  
 علاقہ اب اس کے لئے موت کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔"  
 "کیا مطلب؟ براہ کرم مجھے تفصیل سے بتاؤ۔"  
 "خداوند آجیاں کی قسم۔ ہم دونوں کواری اور پاک ہیں۔  
 ہر ایک کے گناہ نے ہمیں جسم کے پوشیدہ مسا، کو بھائی دیکھا اور جب میں  
 کے اس کے حوالے کیا گیا جو چارے۔؟ کا مالک ہے تو اس نے ہم میں  
 ایک کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ہاں جو صال محبوب سے محروم ہو گئی  
 اور اس کی دل میں ہوس ہوں گی جب تک کاسین اعظم اس کا قصہ و معاف نہ کرے  
 تک خداوند آجیاں اس کی زندگی پر بخش دیں۔"  
 "عجیب باتیں کہی ہیں تم نے مکیلہ۔ بڑی اونچی۔ اور بڑے ہی افسوس  
 میں لیکن میں اس رات ان کے بارے میں تم سے نہ پوچھوں گا۔ تمہیں  
 میں نے آج میں نے تم میں سے کسی ایک کو ناپسند نہیں کیا ہے اور سزا  
 کے لئے ان کے جسموں پر قتل ہے۔ میں تمہاری مصیبت پر یقین رکھتا ہوں  
 اور اس معاملے سے طلب شکستہ تو ہیں اپنا حکم واپس لیتا ہوں اور اب اس  
 حکم پر فرض نہیں ہے۔  
 اور ان کے چہرے  
 میں کھل اٹھے۔ چاند بلیوں سے چل آیا اور قسم کی پاکیزگی کھڑی تھی۔ مجھے کیا  
 تھا میری آخری سی بات انہیں اتنے بڑے غائب میں مبتلا کر کے کہ میں نے  
 ایک ایک بات چاہی تھی لیکن یہ سولت مجھے بہت ہنگامی لگتی تھی چنانچہ  
 میں نے ان سے لوگوں کے اٹھنے کا قول سے بہت منظور ہوا۔ ان کے بارے  
 میں کچھ جاننے کی خواہش میرے دل میں چٹکیاں لے رہی تھی۔  
 لیکن اس وقت یہ ممکن نہیں تھا۔ کیونکہ دونوں حسین لڑکیاں

معدنات سے دیوانی ہو کر سیکر جسم میں چٹکیاں لے رہی تھیں۔ وہ دونوں مردوں  
 کی نگاہوں سے ضرور ناوقت تھیں لیکن قانونی لحاظ سے انہیں خوب معلوم تھا اور  
 وہ بڑی لذت گذار تھیں کیونکہ ضروری مدارج طے کرنے کے سلسلے میں انہوں نے  
 مجھے اقداروں نہ ملانے دیے۔ وہ صرف ایک دوسرے کی مدد کر رہی تھیں بلکہ  
 دونوں میں میری بھی مدد کر رہی تھیں۔ چنانچہ پروفیسر ان لڑکیوں کے ساتھ ایک  
 حسین رات گزارنے کا یہ ارادہ مقرر تھا۔ پہلا تجربہ تھیں اور دوسرا میری مدد  
 لاکا ہے جس نے میری ایک منظر میں ایک کوئی اضافہ کر دیا تھا یعنی میری  
 ساتھی لڑکی کو جسے جسم میں پیوست نہ دیکھ سکتی تھی اور اس نے مجھے پھر سے  
 کل کر ہلاک کر دیا تھا۔  
 لیکن تہذیب یافتہ نسل کی یہ دونوں لڑکیاں بڑی فزح دل  
 وہ مجھے ایک دوسرے کو تختہ پیش کر رہی تھیں اور میری حیثیت اس وقت  
 کسی تبرک کی سی رہی تھی جو ان دونوں میں رہ رہا تھا چنانچہ پروفیسر تبرک  
 رات بھر بٹھالیا۔ اور صبح کو نالی برتن رہ گیا۔ اس نے مجھے اس اذیت سے کہا  
 کہ پروفیسر خادری کبھی کل گئی۔ اس نے ایک بے گناہ ساقی بٹھالیا۔ جو آواز  
 میں ایک شرمندہ سی مسکرت پر ختم ہو گیا۔ دونوں لڑکیاں نہ جانے کس طرح  
 اپنی جگہ پر رقرار رکھنے میں کامیاب ہوئی تھیں لیکن ان کے چہرے سرخ ہوئے  
 تھے، حیا سے بڑھی روئے کی کوشش یا نہ جانے کسی اور قصور سے۔ پروفیسر کے  
 بے شک اور اتقان نے مجھے بے باول کو اور بھی شدید کر دیا تھا۔ وجہ یہاں اس بھی  
 نہیں سکتی تھیں۔ چنانچہ پروفیسر نے ایک دم اٹھنے ہوئے کہا۔  
 "اتھا۔ اب باقی داستان کل۔ کچھ ممکن ہی ہو رہی ہے۔"  
 "ضرور۔ ضرور پروفیسر۔ میں بھی اس سخت رات کو خود پر مسلک  
 محسوس کر رہی ہوں۔ اس نے مجھ کو ناپسند کیا۔ اور راہ گیا۔ ابھی سوچ کی کچھ  
 دشمنی باقی تھی رات نہیں ہوئی تھی۔ وہ عموماً رات کو ہی اس کی داستان کا اختتام  
 ہوتا تھا۔ تاہم آج وہ دن ہی آگئے۔ اور اس کے پاس سے چلے گئے۔  
 یہاں کوئی خطہ تو ہے نہیں ڈیڈی۔ اچانک فورزاں نے کہا۔  
 "کیسا خفہ۔؟ پروفیسر چونک کر بولا  
 "کیا ہم ان غاروں سے باہر کی سیر کر سکتے ہیں؟  
 "اور۔ ہاں۔ ضرور جاؤ۔ یہ علاقہ شاید خطرناک جانوروں سے بھرا  
 ہے۔ لیکن کہاں جاؤ گی؟  
 "ایک گناہ ان ڈھلاؤں کو دیکھیں گے جن پر ہم نے ایک خوفناک  
 سفر کیا تھا لیکن اس بار ان کی کچھ اور میت بھی ہوگی۔ سارے کا یہ انسان انہیں  
 ڈھلاؤں سے گزر کر آتا رہے۔  
 "ہاں ہاں ضرور جاؤ۔ پروفیسر نے کہا اور خود اپنی باتش گاہ کی  
 طرف چل پڑا۔ دونوں لڑکیاں غاروں سے باہر جانے والے راستے پر چل پڑیں  
 دونوں خاموش تھیں۔ غار سے باہر نکال کر فورزاں نے فرزاں کی طرف دیکھا۔ او  
 فرزاں کے کپالتے ہونٹوں کو دیکھ کر بے ساختہ ہنس پڑی۔



غاموش ہوا وہ بے وقوف۔ فرزانہ بھی اپنی جی نہ روک سکی اور پھر دونوں پریشی کا دورہ پڑ گیا۔

وہ آپ نے۔ آپ نے اس تبرک کو دیکھا باجی فرزانہ نے کہا اور پست پرکار دوسری ہو گئی۔

”چپ ہوا وہ فرزانہ کم بخت بڑا بے شرم ہے۔ کیسے بے شکہ غار کو کتنے خضرے سنا ہے کیسے کہیں گا۔“

لیکن ڈیڑی کو کیا جو گیا ہے باجی۔ فرزانہ نے بدستور ہنستے ہوئے کہا۔

”ڈیڑی بھی اس کے ساتھ سٹی ہو گئے ہیں۔ فرزانہ نے جیسے ہوئے انداز میں کہا۔“

”وہ ان سے ایسے واقعات کو حذف نہ کرنے کی درخواست کرتے ہیں“

”بھئی چپ ہوا وہ فرزانہ دیوانی ہو گئی ہو۔ فرزانہ جیسے بھی رہی تھی ہنس لگی رہی تھی۔ عجیب حالت تھی اس کی۔ کہانی دیر تک وہ ایک دوسرے سے ملتی رہی۔ اور بڑی دیر کے بعد بھینچہ ہو گئیں۔ دوسرے طرف کے ڈھلان نظر آتے تھے۔“

”کیا اس نے ان ڈھلانوں کی داستانیں شیک سنا لی ہیں باجی؟“

”تھوڑی دیر کے بعد فرزانہ نے کہا۔“

”ہم اس کی باتوں کو غلط نہیں کہتے کہ فرزانہ اس نے ہمارے سامنے عین حصول ثبوت پیش کئے ہیں۔ یا پھر اس ویلے میں جہاں انسان نے آئے گا تصور بھی نہیں کیا ہوگا۔ ایسی غلطی انسان لیا بڑی، اور یہ ساز و سامان کسی اور طرف لالے کے بائیں سوچا جا سکتا ہے۔“

”کبھی کبھی تو میں اس کے بارے میں کچھ اور سوچنے لگتی ہوں باجی۔“

”کیا۔؟ فرزانہ نے پوچھا۔“

”وہ کوئی روح تو نہیں ہے۔ اس کی زندگی کا کیا ثبوت ہے؟“

”قبلے روح بھی کس طرح ثبوت کر سکتی ہو؟“

”مکن ہے وہ افراسیاب کی مثل کا کوئی جادوگر ہو جو مر کر جوت بن گیا ہو۔ اور اس نے اپنے ظہم کے ذریعہ یہ سب کچھ بتایا ہو۔ جادوگروں کے لئے یہ سب کچھ کیا مشکل ہے۔“

”اگر قبلے جادوگر ہی سمجھ ہی ہو تو وہ سب کچھ کیوں نہیں بکھلتیں جو وہ کہہ رہے ہیں۔“

”یقیناً میں نہیں آتا۔“

”اور جادوگر ولی بات کچھ نہیں آتا ہے۔ اس سے دنک دار تو میرا دلیل ہے۔“

”وہ کیا؟“

”میں کبھی بھی سوچتی ہوں کہ وہ ایک انتہائی ذہین، انتہائی تعلیم یافتہ سائنسدان ہے جس نے بھری جی دنیا چھوڑ کر ان دیوانوں کو اپنے تجربات کا مرکز بنایا۔“

ہے۔ وہ سانس اور دھڑکی سے نہ رکتا کچھ نکلتا ہے اور اس کا منہ ہلکا ہوتا ہے۔ اس نے وقت گزاری کے لئے اپنے تجربات کی روشنی میں یہ دلیل دستان کر لی ہے اور میں سنا رہا ہے اس طرح اس کی تہلی بھی دور ہو گئی ہے۔“

”لیکن تم یہ کیوں بھول جاتی ہو کہ وہ ہیں ایک شیشے کے بوتل کا مانتا تھا۔ اور اس کا جسم عیسیت میں تھا۔“

”یہ بھی سانس کا کمال ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ وہ کوئی تجربہ کرنے والا اس ثبوت میں لیتا ہو۔ اور اتفاق ہے ہم آگے ہوں۔“

”لیکن باجی اس کا چمک دار جسم۔ اور پھر وہ پتھر کی دلاکڑی۔“

”بھئی اس دور کی سائنس میں سب کچھ ممکن ہے۔“

”لیکن وہ یہاں کیا کر رہا ہے؟“

”شاید چاند پر جانے کی تیاریاں لیکن یہ کسی دن یہ غما میں ہو جائیں اور پھر ان کی منزل کوئی پارسا رہا ہو۔“

”ہاں باجی۔ پھر چلا آگیا ہوگا۔“ فرزانہ نے خوفزدہ انداز میں کہا اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ فرزانہ حلقہ کار میں پڑی لیکن فرزانہ سنجیدہ ہی رہی تھی۔

”تم جس رہی ہو باجی لیکن اگر تھا تو خیال پر غلط تو ہے۔“

”تو کیا، کسی سائنس کی سیر کریں گے؟“

”اعت ہے میں تو کبھی نہیں جاؤں گی۔ کہنے دیتی ہوں۔ اور ڈیڑی۔ آج میں ان سے بات کر لوں گی۔ میں یہاں آئے ہوئے کتنے دن گئے اب تو یاد بھی نہیں بس زندگی میں تک محدود ہو گئی ہے۔ رات ہو۔ صبح کو کھانا دیا اور اس کی بجائے سنے بیٹھ جاؤ۔“

”پر کون فرزانہ کیا اس کی کھواس دلچسپی میں ہوتی؟“

”کچھ تو ہوتی ہے باجی۔ لیکن آخر تک۔ کوئی تبدیلی ہو۔“

”ڈیڑی بھی مجبور ہیں فرزانہ۔“

”کیوں کیا مجبوری ہے؟“

”کیا اس کی مدد کے بغیر ہم یہاں سے نکل سکتے ہیں؟“

”تو پھر اس سے مدد کے لئے کیوں نہیں کہتے۔ وہ تو صرف اس کی داستان میں اٹھے ہوئے ہیں اور اس کے رنگین قصے خوب خضرے لئے لکھتے ہیں۔“

”فرزانہ نے جھلکے ہوئے انداز میں کہا۔“

”فرزانہ سختی رہی۔ پھر بولی۔ پھر فرزانہ بعض واقعات میں انہیں میں پڑ جاتی ہوں اس کی کہانی سننے سے جہانوں کی سیر کراتی ہے۔ ہم خود اسی ماحول میں محسوس کرتے ہیں۔ ایسا غموس ہوتا ہے جیسے ہم بھی انہیں میں سانس لے رہے ہوں۔ بڑی فزیت محسوس ہوتی ہے اس وقت۔ لیکن خود پر نگاہ جاتی ہے تو ایک عجیبے خون کا احساس ہوتا ہے۔ دجلے اس کی کہانی کس قدر طویل ہو جائیں اس کی کہانی عمل ہونے کا انتظار کرنا چاہیے اور اس کے بعد اس سے درخواست کریں گے کہ وہ ہیں جہاں سے نکلے میں مدد۔“

”کیا جی چاہتی ہوں کہ ڈیڑی اس سے اس مسئلے میں بات کریں لیکن جب صبح ہوئے ہے تو دل چاہتا ہے کہ جلد تیاریاں مکمل ہوں اور اس کی کہانی کی شروعات ہو جائے۔“

”وہ سارے باجی پر سختی ہوں وہ سارے ہم اسی طرح کہا۔“

”یہ ظہم میں بیٹھنے رہیں گے۔ وہ اپنی کہانی سنا رہے گا۔ یہاں تک کہ ہم پورے ہو جائیں گے تب وہ اس کی دنیا کو دیکھنے نکلے گا۔“ فرزانہ نے کہا۔

”آؤ اس بات میں ڈیڑی سے گفتگو کریں۔ آؤ وہ اس بات میں فرزانہ نے کہا اور فرزانہ پلٹ پڑی تھوڑی دیر کے بعد وہ وہاں سے نکلے گا۔ وہاں سے نکلے گا اور پھر وہ اس سے مل جائیں جہاں سے پروفیسر کے گفتگو نے کی آواز ملتی رہے۔ ایسی تھی۔ وہ ایک رومانی شعر گو تھا۔ ایتنا۔“

”دیکھا۔ ڈیڑی یہاں کتنے ممکن ہیں۔ فرزانہ نے دانت پس کر کہا۔“

”مجھے تو خطہ پیدا ہو گیا ہے۔“ فرزانہ نے دبا کر شیشے ہوئے کہا۔

”کیا۔؟ فرزانہ نے چونک کر پوچھا۔“

”اس کی رنگین کہانیاں سن کر ڈیڑی بھی جوان ہوئے ہیں۔ تم دیکھ لیا اب ہم یہاں سے روانہ ہو رہے ہوں تو میرے اور تمہارے بال سفید ہوں گے اور ڈیڑی کے سیاہ۔“

”فرزانہ نے بے ساختہ میں بڑی اس کی ہنسی کی آواز شاید پروفیسر نے بھی سن لی تھی چنانچہ اس کے گفتگو نے کی آواز بند ہو گئی۔ تب وہ دونوں لڑکیاں اندر داخل ہو گئیں۔“

”اوہ۔ بڑی جلدی واپس آئیں پچھو۔ کیوں کیا پھر کے ماحول دشت ہونے لگی تھی۔“

”نہیں ڈیڑی۔ یہ فرزانہ بہت پریشان ہے۔“ فرزانہ نے کہا۔

”ارے۔ کیوں۔؟ پروفیسر نے چونک کر پوچھا۔“

”آپ کو کوئی احساس نہیں رہا ڈیڑی۔ برف کے اس ویلے میں ہم نے اس اور مجبور تھے۔ آپ اپنی جہت اور جدوجہد سے وہاں سے نکلے لیکن یہاں کم از کم وہ بے بس نہیں ہے۔ یا اگر بے بس بھی ہے تب آپ جہت پانچنے رہا لیکن یہ تو سوچئے۔ کیا پوری زندگی میں گزار دی جائے گی کیا ہم باہر کی دنیا کو دیکھ سکیں گے۔“ فرزانہ نے کہا۔

”ایں۔؟ پروفیسر چونک پڑا اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نظر آئے تھے پھر حیرت کی جگہ پریشان اور گرے غور و فکر نے لے لی۔ وہ گردن ہلکے ہوئے کچھ سوچ رہا تھا تھوڑی دیر کے بعد اس نے تھک گئے ہوئے کہا۔“

”میں فرزندہ ہوں۔ یہ حقیقت ہے کچھ دنوں سے میں نے یہ بات فراموش ہی کر دی تھی یقیناً میں نے یہاں سے نکلے گا تھوڑی دیر میں پھر اسی طرح وہ یہ نہیں سمجھتی میری پچھو کہ میں نے تمہارا خیال چھوڑ دیا تھا۔ نہیں مجھے تمہارے مستقبل کا پورا پورا خیال ہے۔“

”اور۔ مستقبل کی بات چھوڑیں ڈیڑی مستقبل جانتے نہیں ہیں۔“

”لیکن میں یہاں سے تو نکلنا ہی ہے۔“ فرزانہ نے کہا۔

”ہاں۔ یہاں سے نکلنا ہے۔ دراصل نازخ میری بہن بڑی کمزوری ہے۔ اور پھر اس کا یہاں تم لوگوں کے قصوں کو سن رہی ہیں۔ لیکن مجھے اس کے بیان بلکہ آچکا ہے اس کی شخصیت، اس کی ذات کچھ بھی ہوں جو بھی اس کی شخصیت کا ہرگز انسانی میں نہیں کر سکتا میں نہیں کر سکتا کہ وہ کیا ہے لیکن وہ جو کچھ کہہ رہے تھے وہ سب کچھ ہے۔ اور یہ کبھی مجھے نے جسے سمجھتا ہے اس کے علاوہ میں چاہتا ہوں فرزانہ اس کی کہانی کی مکمل ہو جائے تو پھر میں اس سے درخواست کروں کہ وہ یہاں سے نکلے گا نہ بدست کرے۔ میں اس کی بھرپور دوستی کی ضرورت ہے۔ ورنہ تم باجی ہو کہ ہم اس پر یہ نہیں کر سکتے۔ اس سے دشمنی مول نہیں لے سکتے۔“

”ہاں۔ یہ تو درست ہے ڈیڑی لیکن اس کی کہانی نہ جانے کب تک جاری رہے۔ دجانے یہاں کتنا وقت گزر چکا ہے۔“

”کیا اس سے بات کریں گے۔ پروفیسر خاور نے کہا۔“

”نہیں ڈیڑی باب ہم اس کی کہانی سننے کے بعد ہی اس سے اس موضوع پر بات کریں گے۔ میں آپ سے مستثنی ہوں۔“ فرزانہ نے کہا پھر فرزانہ کی طرف متوجہ ہو کر بولی۔ فرزانہ کی شکلات کا بھی اندازہ کر ویرا خیال ہے ہمارے سوچنے کا انداز غلط تھا۔“

”مجھے احساس ہے باجی۔ آئی ایم سوری ڈیڑی۔ فرزانہ نے فرزانہ سے کہا۔“

”اوہ نہیں بی۔ کمزوری میری ہی ہے۔ بہر حال کچھ اور انتظار کرو۔ اس کے بعد میں اس سے تجدد کی سے گفتگو کروں گا پروفیسر خاور نے کہا اور غاموشی چھا گئی۔ بستر میں پریشانے کے بعد بھی وہ اسی گفتگو کے لئے میں سوچتی رہیں۔ اور انفرادی طور پر یا عوامی سے انھوں نے اپنا اپنا بار لیا، کبھی اس کی ذمہ سے نہیں، اس کی کہانی سے غور و تحقیق۔ اس کی حیرت انگیز کی وہ دل سے قائل تھیں۔ وہ دنیا کا ابتداء سے لے کر جلا تھا اوتہ نہیب کے دور تک پہنچا تھا۔ باطل ہمارے لگے ہاتھ ہیں کہانی سننے والے تمام افراد انہیں مراحل گذر رہے ہوں ان میں کوئی بھی غیر تعلیم یافتہ نہیں تھا۔ اور ثقافت انسانیت پر انھوں نے بھی بہت کچھ چڑھا تھا۔ دنیا کی تبدیلیوں کی داستان انہیں بھی معلوم تھی لیکن جس انداز میں۔ داستان بیان کی جا رہی تھی، وہ انکھاتا اور بدستور کران اور اسے گزارا ہوا ایک انسان ان کے سامنے موجود ہے اور وہ آپ جی سنا رہا ہے۔ ان ادوار کی کہانیوں کو اور دیکھنا سنا تھا۔“

”کیا وہ خود بھی اس کہانی کا دھور دھپور کر جا سکتی ہے۔ فرزانہ نے سوچا۔ نہیں پھر ایک تلاش ہے گی۔ اور تلاش کبھی مٹ نہ سکے گی۔ تب پھر کیا اس سے درخواست کی جائے کہ کہانی ملے شرم کر دے لیکن اس نے شکی پیدا ہو جائے گی اوہ۔ ایک اور خیال اس کے ذہن میں آیا۔“

”وہ ایک طویل نیند سے جاگا ہے۔ بقول اس کے۔ اور اس نے اس کی دنیا کا یقین کر لیا۔ تو کیا۔ وہ اس کی دنیا کا نظارہ نہیں کرے گا۔“







ان کے بارے میں فرعون کے کاندھوں یا اس کے غبروں کو معلوم ہوا تو وہ  
 کانیوں کے احکامات کے مطابق ان لوگوں کو گرفتار کر کے لے جاتے اور اس  
 کے بعد ان کا سر کسی کو نہیں معلوم ہوتا تھا۔ ہاں یہ آج تک کی تاریخ تھی کہ  
 ان میں سے کوئی بھی واپس نہیں آیا تھا۔  
 وقت گزرتا رہا اور شہر تہذیب کے ان بے لگاتار کیلئے  
 میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرتا رہا یہاں تک کہ جن قدر معلوم  
 کرنا چاہتا تھا معلوم کر چکا۔ اب میں وہاں سے نکل جاتا تھا۔ پورا علاقہ  
 یوں تو بہت خوش تھا لیکن اس بات کی سخت شکایت تھی کہ انتہائی  
 قوی بیکل ہونے کے باوجود اب بھی تک اس کی لڑکیوں کو مارتے ہیں کہ کھانا  
 بڑھا یا بھل بھلا چاہتا تھا اور کتنی بار اس سلسلہ میں مجھ سے تذکرہ  
 کر چکا تھا لیکن میں مسکرتے کے سوا اور کیا کر سکتا تھا۔ اب میں رات دن اس  
 سوچ میں تھا کہ اس طرح یہاں سے نکل چلوں۔ اور فرعون کے شہر کا رخ کر لوں  
 تب میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی اور میں نے اس پر عمل پیرا ہونے کا فیصلہ کر لیا  
 لیکن اس میں ایک قحط تھی۔ وہ یہ کہ میں انداز میں وہ فرعون کے دربار  
 تک رسائی چاہتا تھا۔ اس میں بڑھو اور اس کے اہل خانہ تک بھی ٹوٹ جاتے  
 تھے۔ یہ لوگ مفت میں مائے جاتے میں یہ نہیں چاہتا تھا۔ بڑھو کی پوری سچی  
 خطرے میں رہ جاتی۔  
 چنانچہ پہلے میں نے ان سے ملنے کی کا فیصلہ کر لیا اور اس شام بڑھو  
 سے میری طرح کھلی ہوئی۔ پہلے میں نے ایک بھڑو کے کچھ بھون کھائی  
 تھی۔ چنانچہ جب وہ واپس آیا اور بڑھو نے بھڑو کی کھیتی کی تو ایک بھڑو  
 پانی۔ اس نے سختی سے اس کے بارے میں استفسار کیا۔ تو میں نے کہہ دیا کہ بھڑو  
 کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔  
 ”تو پھر جسات کے خلاف بڑا سختی انسان نکلا جس نے مجھے اپنی  
 کچھ کرنا دی۔ باقی بھیاں تیرے حوالے کی ہیں لیکن تو ان سے اولاً کبھی پیدا  
 نہ کر سکا۔ بہتر ہے کہ تو میری بیٹیوں سے قطع تعلقی کر اور اپنی بی بی سے ملا جا  
 ”۔ یہی بہتر ہے۔ فارغ رہیں یہ تیری لڑکیوں کو چھوڑا۔  
 ”اس طرح نہیں۔ زمین کھود کر دو دھکا پالہ نکال کر کھینک  
 دے۔ چنانچہ میں زمین کھودنے کے اوزار لے کر نکلا۔ اور میں نے زمین کھود کر  
 پالہ نکال دیا۔ جس کا دو کھد بھی کا خشک ہو چکا تھا۔ اب بڑھو کی دونوں  
 بیٹیاں روتی چنگھاتی آئیں اور بڑھو کو بلا جلا کہنے لگیں لیکن اب جو  
 ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔  
 بڑھو ہار آیا۔ اس نے سچی کے لوگوں کو جمع کیا اور بتایا کہ اب اس  
 کا بھڑو کوئی تعلق نہیں رہا ہے۔ مجھے بڑھو سے متعلق نہ سمجھا جائے۔ بستی کے  
 لوگوں نے مجھے نفرت سے دیکھا لیکن بہر حال میں آزاد ہو گیا تھا اور اب مجھے  
 چیر کر پرواہ نہیں تھی میں سچی سے نکل آیا۔ اور اسی مہمت میں چلا گیا کہ باپ  
 میں مجھے معلوم ہوا تھا کہ راستہ شہر جاتا ہے۔ رفتار سست تھی مجھے نہیں

معلوم تھا کہ مجھے کتنی دور چلنا ہو گا۔ بہر حال میں چل رہا تھا میری آنکھوں میں  
 دباؤ تھا۔ ایک کافتنہ گھوم رہا تھا۔ اس میں اس عجیب و غریب ایوان کو دیکھنے جا رہا  
 تھا۔ جس کے جہوت و جلالت کی بے شمار کہانیاں سن چکا تھا۔ اور ان لوگوں  
 میں اپنی جینیندگی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔  
 ”ابھی میں سوچ رہا تھا کہ اگر ایک دن ایک رات کا سفر گزارا تھا پر و فیر۔ کہیں ایک  
 شام ایک بستی میں جا سکے۔ یہ بستی پہلی بستی سے خوبصورت تھی۔ اس کے مکانات زیبا  
 تھے اور زیادہ خوبصورت تھے۔ حالانکہ ابھی سوچ چھپا ہی تھا لیکن پوری بستی  
 ویران نظر آتی تھی۔ گلیوں اور بازاروں میں کسی انسان کا پتہ نہیں تھا۔  
 گھروں میں چراغ روشن تھے اور کسی کچے کے رونے تک کی آواز نہیں سنائی  
 دے رہی تھی میں سخت بھوکا تھا بستی دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی تھی کہ یہ بستی  
 مجھے کچھ کھانے کو مل جائے گا لیکن اس کی ویرانی دیکھ کر میرے دل پر  
 پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ آخر کیسی بستی ہے یہاں کے لوگ اس قدر خاموش ہو گئے  
 ہیں۔ کیا پوری بستی ویران ہے۔ گھروں میں چراغ روشن ہیں لیکن آواز  
 نہیں ہے۔ میں ان حیرت انگیز مکانات کے درمیان سے گزرتے لگا۔ تب میں  
 نے ایک مکان کے دروازے پر رک کر دستک دی۔  
 ”کون ہے۔“ اندر سے ایک ڈری دروازہ سنائی دی۔  
 ”بابر آؤ۔“ میں نے کہا اور شکل تمام دروازہ کھلا اور ایک  
 بے بوئے چہرے نے اہر چھانکا۔ میں بھوکا ہوں۔ مجھے کچھ کھانے کو دو۔  
 ”چپ جاؤ۔“ بھابھا جاؤ۔ کیوں ہلاری زندگی کے کاک ہوتا  
 ہو چکا ہے والے نے کہا اور چھپا ک سے دروازہ بند کر لیا۔ میری بھوک  
 نہیں آتا تھا۔ بہر حال میں نے دوبارہ دستک دینا مناسب نہ سمجھا۔ ہاں انتہا  
 اندازہ تھا کہ بستی کے لوگ کسی کے خوف سے خاموش ہیں لیکن یہ کیا خوف  
 اور کیوں ہے؟ میرے دل میں جس پیدا ہو گیا لیکن خوف کی یہ وجہ کس  
 تلاش کروں۔؟  
 ابھی میں سوچ رہا تھا کہ اگر ایک میرے کانوں میں سازوں کی  
 آواز سنائی دی۔ یہ اس بستی کی پہلی آواز تھی اور سب کے کان اس آواز سے  
 نہیں تھے۔ جب میرے قدم آواز کی لہروں کی سیدھ میں آگے بڑھ گئے۔  
 تھوڑی دیر کے بعد میں اس مکان کے سامنے پہنچا۔ جس میں خوب روشنی تھی  
 تھی۔ اندر سے مراد تھوڑی دیر کی بہت آواز سنائی دے رہی تھی۔  
 اندر بہت سے لوگ تھے اور اس میں بہت بڑے تھے۔ میں نے گھوم پھر کر اس  
 عجیب مکان کو چاروں طرف سے دیکھا مکان کی عقیقت میں ایک ڈراما  
 تھا اور اندر داخل ہونے کا میری ایک راستہ تھا لیکن یہ راستہ بہت سے گھما  
 کی موجودگی کی وجہ سے بند ہو گیا تھا۔  
 بے شمار چاق و چوبند اور زبردست گھوڑے کھڑے ہوئے تھے۔  
 سے اندر موجود انسانوں کی تعداد کا اندازہ ہوتا تھا۔ تیریں اس سامنے والے  
 دروازے پر آیا جو خوب مضبوط لیکن اندر سے بند تھا۔ میں نے دروازے

دک دی لیکن سازوں اور ڈھولوں کے شور میں دستک کسی نے دینی میں نہ  
 دروازے سے اور تیسری بار دروازے سے دستک دی لیکن اندر کے  
 بات کو پہچانے لگا ہے۔ گھبراہٹ ہو کر پورا دروازہ دھیرے دھیرے  
 کھلا اور میں دروازہ کھولنے کی جہد و جدوجہد جاری رکھا لیکن بھوک سخت  
 ہو گئی تھی اور پریشان بات یہ تھی کہ اندر سے گوشت کھانے کی انتہا انگیز  
 لڑکی اٹھ رہی تھی!  
 چنانچہ خود پر قابو پانا مشکل ہو گیا اور میں نے بائیں شانے سے  
 ایک زوردار اس چوٹی دروازے پر ہلاری گود دروازہ بہت مضبوط تھا لیکن  
 لڑکیوں کی شہرت لگ رہی تھی۔ دوسری طرف سے کچھ عجیب سنائی دی۔  
 ”درازہ چوٹ کھٹ کھٹ کر کسی پر جا پڑا تھا۔ اور دروازے کے نیچے دبے  
 گئے لوگ ترختے تھے۔“  
 ساز ایک دم خاموش ہو گئے تھے۔ ایک وقت تک گھڑیاں  
 کی طرف دیکھیں جس میں ایک منظر ہے۔ پورے ماحول کو دیکھا۔ قوی بیکل جوان  
 لڑکی اور چھوٹی بچوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے جسموں پر فرعون کے سپاہیوں  
 کا لباس تھے۔ بہتر اور نیم برسر لڑکیاں ان کی آغوش میں دبی ہوئی تھیں۔  
 ”لوگوں کے چروں پر۔“  
 اس تھا اور چوڑوں کے چروں پر بہتیت۔ ان کے سامنے لڑکی کی میزوں پر  
 کھڑے تھان جو ہوتے تھے جس میں لاش آدھریاں تھیں۔ ساتھ ہی ساتھ بھڑو  
 ان کے کچے ہوئے گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے بھی تھے۔ درمیان میں کچھ  
 لڑکیاں لباس سے عاری پورے ہل میں کھڑی تھیں بعض کے ہاتھوں میں  
 کھانا جو گوشت تھا اور بعض کے ہاتھوں میں خراب کے جام۔ میری ایک ایک  
 حالت سے ماحول چھل گیا تھا۔ ان لڑکیوں کی انگلیاں سازوں پر تھکت  
 لگی تھیں۔ جوان کو خوش کرنے کے لئے سازیاں رہی تھیں۔  
 شاید یہ خیر خاندان لیکن آتی لڑکیوں کی ہاں موجودگی دیکھنا  
 بہت آگیز تھی۔ تب میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ ممکن ہے بستی کی لڑکیاں۔  
 لڑکیاں لائی گئی ہوں۔ لیکن ایسا ہی تھا۔ ظاہر ہے وہ فرعون کے سپاہی تھے  
 ان کی مجال تھی کہ انہیں روکنے کی جرأت یا ان کے حکم سے سرتابی کرے۔  
 ماحول کی سیٹھیلی تھی انھوں تک قائم رہی۔ سوائے ان لوگوں  
 کے وہ زنی دروازے کو خود پستے ہلانے کی کوشش میں ناکام رہے تھے اور  
 کھاتے تھے۔  
 میں ماحول کا جائزہ لے چکا تھا۔ چنانچہ میں آگے بڑھا۔  
 والے کے چنے سے جڑا گیا تھا لیکن ہی نہیں۔ وہ بھی فرعون سپاہیوں  
 کے تھے۔ نزدیک ہی ایک ایسی بستی تھی جہاں پر کھڑے ہوئے جا رہے  
 تھے۔ ان کے سامنے دروازے پر چڑھ کر دوسری طرف جانے لگا۔  
 دروازے کے نیچے دبے گئے سپاہی اس طرح بچ رہے تھے  
 ان کی گردن پر چھری پھری جا رہی ہو۔ لیکن درحقیقت ان کی یہ بچیں

موت کی تھیں ہی تھیں۔ دروازے میں بھی ہوئی تھیں ان کے دھاتوں  
 میں ہوسٹ ہو کر میرے گردن سے اندر گئی تھیں اور اب وہ دروازے  
 کے نیچے مائیں ایک کی طرح تڑپ رہے تھے۔ لیکن میں نے ان کی طرف توجہ  
 نہیں دی اور آگے بڑھا رہا۔ پھر میرے سامنے سے پہلی بڑائی جس کے  
 گرد ایک قوی بیکل سپاہی ایک لڑکی کو دوپٹے پر لٹا دیکھا رہا تھا۔  
 لڑکی کے شفت سینے پر خون کی میسر دیکھا تھا۔ اس کے زخموں پر  
 دانتوں اور کھردروں کے نشانات تھے جس سے خون جھلک رہا تھا۔  
 میں نے سب کچھ دیکھا اور پھر بڑھ کر چوٹی ہوئی بھڑو کی مسلم  
 ران کو۔ جس سے دھوکے کے پٹے پٹے اشتہا انگیز نماں اٹھ رہے تھے۔ تب  
 میں نے ہاتھ رکھا کہ ان اٹھالی اور دونوں ہاتھوں میں دبا کر لے دانتوں سے  
 اوجھڑے لگا۔ میں جس انداز سے اندر داخل ہوا تھا اور میری جو بہتیت اور  
 حجامت تھی اس نے چند لمحات کے لئے ان لوگوں کو مرعوب کر دیا تھا۔ لیکن پھر  
 وہ سنبھل گئے۔ ہاں کچھ خراپا نہیں بلند ہوئی جس میں سے نہاں خواہش  
 اس شخص کی تھی جس کی میرے نزدیک میں کھڑا تھا۔ اس کا چہرہ کھوتے خون  
 کی طرح رُخ ہو گیا تھا اور دانت بھی ایک انداز میں نکل آئے تھے۔ اور  
 پھر اس نے گود میں بڑی ہوئی لڑکی کو بالوں سے پکڑ کر ایک طرف کھینک دیا  
 اور ایک وحشیانہ رُخ کے ساتھ مجھ پر چھپا۔ لیکن میں نے ذہن کے لئے تیار تھا  
 ہاتھ میں پکڑی ہوئی بھڑو کی ران میں نے پوری قوت گھمائی اور اس کے منہ  
 پر سے مادی بھولی مادی ران کی ہڈی اسی مضبوط نہیں تھی لیکن بہر حال  
 وہ میرے ہاتھ میں تھی اور میں نے مادی بھی زور سے تھپی پھر کوئی شاندار  
 تجویز نہیں نکلتا۔ اس کی پٹائی نے لگا دھا خون آگن دیا تھا جس میں سے  
 کچھ خون کھٹی ہوئی ران کو بھی لگ گیا تھا۔  
 اس کی تھپی بہت جھپکا تھی۔ خون اس کی آنکھوں میں بہر  
 گیا تھا اور وہ اندھوں کی طرح دونوں ہاتھوں سے مجھے ٹھول رہا تھا۔  
 لیکن میں نے ران سے انسانی خون بھی صاف نہیں کیا اور پھر اطمینان  
 سے اُدھیرنے میں مصروف ہو گیا۔ اس کے ساتھیوں کو میری یہ وحشیانہ حرکت  
 شاید بہت پسند آئی تھی کیونکہ تو کوئی اس کی مدد کے لئے آٹھا۔ کسی  
 نے ایک لفظ نہ منہ سے کہا بلکہ اس کے برعکس بہت سوں کے چروں پر پسینہ دگی  
 کے تاثرات پیدا ہو گئے تھے۔ وہ مسکرتے بھی لگے تھے۔  
 لیکن اس کی حالت بہت خراب تھی۔ وہ اب ہلے لگا تھا۔  
 اور اس کے حلق سے دلی دلی کرناک تھیں آزاد ہو رہی تھیں۔ اور پھر وہ  
 کھٹے ہوئے دھت کی طرح زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ میں آگے بڑھا اور اس کے  
 سینے پر پاؤں رکھ کر اس نے چاروں طرف دیکھا لیکن اب بھی ان میں سے کسی  
 کے انداز سے ایسا نہیں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اٹھیں گے۔  
 میں اطمینان سے اس کے سینے پر پاؤں رکھے کھاتا رہا۔ اور  
 جب میرے ہاتھ میں پکڑے ہوئے گوشت کی طرف بڑی رہ گئی تو میں نے اسے  
 ایک لٹ اٹھا دیا۔ لڑکی اب بھی اسی طرح پڑی ہوئی تھی۔ میں نے



ایک لکھ دھن کی طرف دیکھا اور پھر مال میں بیٹھے ہوئے دوسرے لوگوں کی طرف۔  
 ایک خدمت گار۔۔۔ معز خورون میں سے ایک۔ ایک بڑے خان میں بیٹھے  
 ہوئے گوشت کا ایک بہت بڑا ٹکڑا لے کر بھی ہوئی میسرے سامنے پہنچ گئی۔ وہ  
 یہ گوشت میسرے لے لائی تھی۔

”شکر ہے یہ ان خاقان میں سے نرم پلے میں اس سے کہا۔ او  
 گوشت اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ عورت میسرے نرم پلے اور الفاظ سے حیران  
 رہ گئی تھی۔ تب میں نے زمین پر گر کر ہونٹوں کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اور وہ  
 میسرے ہاتھ کے ہاتھ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ شاید بال میں بیٹھی ہوئی تمام  
 لڑکیاں ظلم کا شکار تھیں۔ اُن کے چہروں پر چھایا ہوا خوف وہراس ہی تھا۔ پھر  
 وہ میسرے سامنے اس میز پر گئی جہاں بیٹھے میرا شکار ہو ا تھا۔ میں نے  
 اُس کی کمری کھینچی اور بیٹھے گی۔ برہنہ لڑکی نے میری آغوش میں بیٹھنا چاہا۔  
 وہی بھی تھی کہ میں ان لوگوں سے مختلف نہیں ہوں لیکن میں نے اُسے  
 روک لیا۔

”تمہارا پاس کہاں ہے؟“ میں نے اُس سے پوچھا۔  
 ”وہ۔۔۔ اس طائر نے اُس نے ایک ہا ہوا سا اشارہ کیا۔  
 ”وہ لباس پہن کر آؤ۔“ میں نے اُس سے کہا۔ اور وہ چل کر  
 اُٹھ گئی۔ شاید اُس کی آرزو بھی تھی کہ میں نے دوسرے لوگوں کی طرف  
 دیکھا سب اپنے مثال میں مصروف تھے۔ وہ درست تھے اور قبیلے لگا  
 رہے تھے۔ وہ شخص بدستور اسی طرح بڑا تھا جسے میں نے دیکھا تھا۔ اس  
 میں ہوش کے آثار نہیں تھے۔ پھر شاید وہ مر چکا تھا۔

چند منٹ کے بعد لڑکی میسرے پاس آئی۔ وہ خشک ہونٹوں پر  
 زبان پھیر رہی تھی۔ میں نے گوشت کے ٹکڑے سے کچھ گوشت نوچ کر اُسے  
 دیا۔ اور پھر وہ دونوں کہیاں میز پر رکھ کر گوشت اُدھیرتے بچے میں لے گیا۔

”تمہارا نام کیا ہے؟“  
 ”شاکا۔“ لڑکی نے مترنم آواز میں جواب دیا۔  
 ”اس لڑکی کا کیا نام ہے؟“

”اناہ۔“ اُس نے اُس سے قہر سے کہا۔ اور میں اُس کی  
 حیثیت کی وجہ سے حیران رہ گیا۔ تب میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ تم دیکھ رہی ہو میں ان میں سے نہیں ہوں میں تمہاری  
 بستی میں آجی ہوں۔ مجھے ان لوگوں کے بارے میں بتاؤ۔ میں اُن کے بارے  
 میں کچھ نہیں جانتا۔“

”خداوند اعلیٰ کے سپاہی ہیں۔ موت ان کے قدموں میں  
 لوثی ہے جس طائر نے اُن کی آواز میں اُن کا احترام فرما ہے۔ اُن کے مقدس  
 حکمران عین ہر دور ہے۔ ورنہ زندگی ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔ لیکن یہ تم نے  
 یہ کیا کہا۔ تم ان کے بارے میں جانتے ہو اور اس بستی کے بارے میں۔“

”میں تمہارے خداوند اعلیٰ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔  
 اُسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ اُس سے ملنا چاہتا ہوں۔“ میں نے کہا۔  
 ”تمہارا تعلق کون سے قبیلے سے ہے؟“ لڑکی نے پوچھا۔  
 ”میں ذہات خدا کا ایک قبیلہ ہوں۔ کیا ان لوگوں میں سے کوئی لڑکی

اپنی مرضی سے ان کے پاس نہیں ہے؟“  
 ”نہیں۔ یہ سب بستی کی کنواریاں ہیں۔ بزرگ اسی دن کو  
 تجھے کہیں سیاہیوں کا کوئی دستہ اس طرف ڈھکے گا۔ اور وہ  
 انھوں نے شرب گوشت اور لڑکیاں طلب کیں۔ کس کی مجال تھی کہ اُن  
 حکم سے انحراف کرتا۔ لیکن تم۔۔۔“ لڑکی نے اپنا سوال پھر دہرایا۔

”میں بہت دوسرے کنواریاں۔ سیاہ پہاڑوں کے درمیان سے  
 تم میرے بارے میں کچھ سوچی۔ اُن اپنے خداوند کے بارے میں سوچ رہا تھا۔  
 ”اپنے خداوند۔“ لڑکی نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور  
 ہے ہوئے انداز میں بولی۔ ”نہیں آجی۔ ایسا تم کو۔ وہ سب کا خداوند  
 اُس کی برتری تسلیم کرنے میں ہی زندگی ہے۔ ایسا تم کو۔ ورنہ یہ لوگ  
 تمہارے جرم کی سزا دیتی کر دیں گے۔“

میسرے ہونٹوں پر سکرا ہٹ چلی گئی۔ چہرے میں سے کہا۔ ”میرے  
 میں۔ خداوند کس طرف کبوں جسے میں نے دیکھا بھی نہیں ہے۔ کیا مضر  
 یہاں سے باز آؤ گے؟“

”چند راتوں کی مسافت ہے۔ بشریکہ تمہارا گھوڑا تیز رفتار  
 لیکن اس کے باوجود تم خداوند کو صرف چڑھتے چاند کی تیسری رات میں لے کر  
 ہو۔ جب کہ اہل علم سالوں کے ساتھ حید کے پاس میں دیکھ کر آئے۔  
 ”خوب۔“ میں نے دیکھی ہے کہا۔ اور پھر گوشت کی ٹکڑیاں  
 میں ڈوبی ہوئی اٹھیاں اپنے لباس سے صاف کر لیں۔ میں شکم پر ہاتھ  
 تپ میں نے پانی طلب کیا۔ اور اُسے پیے کے بعد ڈکاریں لیں۔

”کیا میں ان سب کو قتل کر دوں؟“ میں نے لڑکی سے پوچھا۔  
 ”نہیں نہیں۔ اب ان کو دیکھو۔ انھوں نے اپنے ساتھی کی  
 برداشت کر لی ہے۔“ او اٹھ کھڑے ساتھ اتر آجی ہو تو ان کو قتل کر دوں  
 کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہو گے۔ وہ لٹے میں چور ہیں اگر ہوش میں آئے  
 تو۔۔۔ تو اٹھو۔ آؤ۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک طائر چل پڑی۔

وہ مجھے کہاں اور کیوں لے جا رہی تھی۔ بہر حال پھر وہ میسرے سامنے  
 مہربانی سے ایک کمرے میں پہنچ گئی۔ اور اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر  
 پھر اُس نے دروازے سے پشت کاٹ کر انھیں بند کر دیا۔

میں کمرے کو دیکھ رہ تھا۔ سادہ سا کمرہ تھا۔ ایک طائر  
 کا ایک تخت بڑا ہوا تھا جس کے اوپر نرم میسرے تھے۔ میں اُٹھ کر تخت  
 طرف بڑھا اور اُس پر بیٹھ گیا۔ تب وہ دیکھ کر دیکھ کر حیران ہوئی  
 پاس آئی۔ اُس نے میسرے گھٹنوں پر ہاتھ رکھا اور بولی۔

”تمہارا جسم والے آجی مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔  
 ”بنا چکا ہوں۔ میں پہاڑوں سے آیا ہوں۔ اور یہاں تو  
 ”لیکن اس قدر اجنبی کیوں ہو۔ کیا تمہارے قبیلے کے لوگ  
 نے تمہیں مہر کی کچھ مہر کے بارے میں نہیں بتایا ہے؟“

”اپنے قبیلے کا بتاؤ۔“ میں نے کہا۔  
 ”اوہ۔ ہاں کہاں گئے؟“ اُس نے تجھے پوچھا۔ اور  
 ہی ایک سسکی لے کر بولی۔ ”میں تمہارے بارے میں اس کا زمانہ سے پورا پورا

تم سے بہتر دیکھ رہی ہے آجی۔ مجھے میرا قبیلہ بھی یہاں مل گیا تھا میری ماں بتاتی ہے  
 کہ ریشمون قبیلہ کی بات ہے اس کے بعد حالات بدل گئے۔ اور اب ہم اگر کسی  
 سے کہیں کہ ہمارا تعلق اس شاہی سلسلے سے ہے تو شاید۔ توگہا ہمارا بویا  
 بڑا کا آپس میں تعلق کر لیں۔“

میں مسکرا کر رہ گیا۔ وہ فلانا آجی میں تھی بہر حال یہی بہتر  
 ہے کہ اُس نے خود ہی کچھ مضمون کو بتا دیا۔ میں نے اُسے بتا دیا تھا  
 وہ ایک نرزدیک بیٹھ گئی۔ اور مجھے عجیب سی لگا ہوں سے دیکھنے لگی۔

”تم ان چشموں سے بہت مختلف ہو۔ حالانکہ تم ان سے زیادہ  
 فاقہ اور بہادر ہو۔“

”کیا وہ بہت خالم ہیں؟“  
 ”خالم سے کئی بڑا کوئی لفظ ہو تو کہو۔ اُن کی نظروں میں انسانی  
 زندگی کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ وہ انسان اور کتے میں کوئی فرق  
 نہیں دیکھتے۔“

”خوب۔ تو یہ خیال درست ہے۔ انھوں نے تم لوگوں کو  
 زبردستی بچا ہے۔“

”میں جانتی ہوں۔ یہ سب مجھے دیکھ لڑکیاں ہیں جنہیں انھوں  
 نے گھروں سے ہٹ کر نکالا ہے۔ نہ جانے کتنے زحمت کسے لے کر ان کو قتل کر دیے  
 گئے اور اس وقت۔۔۔ اس پاس کی بستیوں میں نہ جانے کیا ہو رہا ہوگا۔“

”کیا مطلب۔ کیا ان کی کوئی بڑی تعداد یہاں موجود ہے؟“  
 ”ہاں۔ وہ کسی ہم سے واپس لوٹے ہیں اور اب دارالحکومت  
 جانے ہیں جس علاقہ میں رات ہو جائے گی اُس کے قرب و جوار کی بستیوں  
 پر تباہی ہو کر آئے گی۔ یہی ان کا اصول ہے۔ وہ محلوں میں بٹ کر  
 مختلف بستیوں میں بٹ گئے ہوں گے۔ جیسے یہی بستی یہاں آئی ہے۔“

”ہوں؟“ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ اور کسی سوچ۔  
 گم ہو گیا۔ جا رہے ہیں کسی کے گھر نہیں رہ سکتا تھا انسان نے ہر دور میں  
 قریبی کے لئے نہ لیا ہے اور ہے۔ لیکن یہاں تو شاہیہ پر وزیر کر

ہے۔ یہی وہاں آبادوں کے لئے ہے۔ جیسا کہ ہے۔ پہلے سے۔ یہ وہ بستی اور  
 طائر نظر آتا ہے۔ یہ صورت لڑکی سے مجھے بہت سی کامیابیوں معلوم ہوئیں  
 وہ اس قہر خاندان کی مالک لڑکی تھی اور یہیں رہتی تھی۔ یہ لوگ ناچ کا کر

ہیں بھرتے تھے۔ اور پر وزیر پھر لڑکی نے مجھے ایک پیشکش کی۔  
 ”وہ وحشی۔ جس کی آغوش سے تم نے مجھے نکالا ہے۔ جب  
 لڑکی نے خور ہو جائے تو میسرے پر پہلے پناہ خراشیں بن جائیں۔ میں

ان کی ہوں کا شکار کرتی۔ وہ میرا پسندیدہ مہر نہیں تھا۔ اس لئے اُسے قتل  
 کرنے کے انعام کے طور پر میں تمہیں یہ رات بخشنا چاہتی ہوں آجی۔ کیا تم مجھے  
 ہوں کرو گے؟“ اُس نے اوپر کھٹک کر میری گردن میں ہاتھیں ڈال سکتے  
 ہوئے کہا۔ اور پر وزیر میں اسے قبول کیوں نہ کرتا۔ جو ان تھی۔ خوبصورت  
 تھی اور پھر اُس نے خود ہی دعوت دہائی۔ ہاں اگر وہ مجھے دعوت نہ دیتی

پر وزیر تو مجھ میں ان چشموں میں سے ایک نہ بنا۔ لیکن میسرے اصول سے  
 اُس نے تو کار کا بھرو وار کیا۔ لیکن میں نے اُس کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا

کہا۔ اور۔ وہ رات بھی میری زندگی کی دلچسپ راتوں میں شامل ہو گئی۔ اس  
 جدید دور میں جیکبلا اور اس کے بعد یہ تیسری لڑکی تھی جو بہر حال مجھے پسند آئی  
 اس دلکش رات کی بھی کچھ ہو گئی۔ میں اور شہلا اس کمرے

سے نکل گئے۔ نہ جانے اس عمارت کے دوسرے کیمبلوں پر کیا گزری تھی۔ بہر حال  
 ہم نے ہال میں آکر دیکھا۔ میز پر اپنی بڑی تھیں۔ کہیں کہیں خون کے برے  
 پڑے دیکھنے نظر آتے تھے۔ تو میں کوئی بڑی تھیں۔ غرض وحشت اور  
 برہنہ کے تمام انوش موجود تھے۔ لیکن ہال کسی جاندار کے دھوئے غالی تھا۔

”کیا وہ لڑکیوں کو اپنے ساتھ لے گئے؟“ میں نے شہلا سے پوچھا  
 ”نہیں۔ انہیں ان کے گھروں میں دھکیل دیا ہوگا۔ شاید وہ بھی

کہیں قریب موجود ہیں ورنہ کسی کے گھر سے رخصت ہونے کی آواز نہ رہی ہوگی  
 لڑکی نے بتایا۔ اور پھر چونک کر بولی۔ نہ جانے میری ماں کہاں ہے۔ آؤ وہ  
 ایک طرف دوڑتی چلی گئی۔ یہاں بادیہ کوئی کام نہیں تھا۔ اور پھر یہاں

رکانا ان لوگوں کو بھی بریانی میں مبتلا کرنا تھا۔ لیکن یہ بڑی شخص ہوش میں گیا  
 ہوا اور ہوش میں آنے کے بعد اُس نے میسرے سے پوچھا۔ اور اب اُن کا  
 لینا چاہتا ہو میری کوئی بات نہیں تھی لیکن اگر وہ لڑکیاں ہی اس اتفاق کی سیٹ

ٹھیک ہیں تو یہ بلا جبر بڑا ہو جائیگی۔ اور میں بنا چکا ہوں پر وزیر کہ اب میں  
 کسی نئے ٹکڑے میں پڑنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ میں ایک سیدھی سادی زندگی  
 گزارنا چاہتا تھا جس میں نہ تحقیق ہو۔ میں اب رات اپنے لئے جدوجہد کرنا

چاہتا تھا۔ خاتونیں ان لڑکیوں کو ان کے حال پر رنجور کر رہی تھیں۔  
 لیکن؟ رات سے باہر قدم رکھتے ہیں میں خشک گیا۔ تاجہ کچھ آہیں ہوش  
 نظر آتے تھے۔ اُن کے گھونٹے زمین پر سم مار رہے تھے۔ اور اُن کے۔۔۔۔۔ کے  
 سامنے زمین پر اس شخص کی خون۔ رلاش رکھی ہوئی تھی میسرے اٹھ کر

جاہز ہو سکا تھا۔  
 اُن سب کا رخ رکھنا کی طرف تھا اور وہ خاموش لکڑی

تھے۔ لیکن۔۔۔ ان۔۔۔ ان لوگوں سے بہت زیادہ تھی جو رات کو اس مکان  
 میں موجود تھے۔ شاید سردی بستیوں میں پھیلے ہوا بھی ہمت کر گئے تھے۔  
 صرف ایک لڑکی کے لئے تھیں۔ اور پھر طائرانہ سے گئے بڑھ گئے۔

تب سامنے والی قطار سے قہقہے کچھ گھونٹے تھے۔ اُن کے سوار بڑے قوی لڑکی  
 تھے اور ان کے جسم پر فولادی لباس موجود تھا۔ چوگوشے ایک مخصوص دانے  
 کی شکل میں میسرے گرد چھل گئے۔ پھر انھوں نے تواریں سونت لیں اور اس

وقت میں نے دونوں ہاتھ بند کر رکھے۔  
 ”سنو۔ بیٹھ میری بات سن لو۔ میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔“

لیکن انھوں نے میری بات نہ سنی۔ چھ آدمیوں نے وحشیانہ تحسک لگاتے اور  
 اپنے گھونٹے مجھ پر دوڑا دیئے۔ تب میں بھی اُن سے مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا۔  
 ایک سوار نے میری گردن پر ٹوکا مارا کیا۔ میں نے ہجک کر اُس کا  
 وار خالی دیا اور پھر اُس کے گھوڑے کی ٹانگ پر ٹوکا کر کے موڑ دیا۔ گھوڑا ہنسنا کر  
 بڑی طرح پیچے گا۔ اُس کے سوار نے چھانگ لگا کر پیچے کی کوشش کی تھی لیکن  
 بہر حال وہ گھوڑے کے پیچے دب گیا۔ اس اٹان میں دوسرا سوار بھی پہنچ گیا تھا۔  
 اُس نے تو کار کا بھرو وار کیا۔ لیکن میں نے اُس کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا



تھا۔ تب میں نے گرسے ہوئے سواروں کی گردنوں کو اپنے بازوؤں میں دبوچ لیا۔ چار گھوڑے اب بھی میرے گرد چبڑتے رہے۔ لیکن اب وہ حملہ اس نے نہیں کر سکا تھا۔

اب بھی وقت ہے۔ میری بات سن لو۔ ورنہ تمہارے بچنے کا موقع نہیں رہے گا۔ ان کے ذمہ اصرار کم ہو گا۔ میری ہتھکڑیاں میں بچے ہوئے سوار تیار ہوں مار رہے تھے۔ وہ میرے چنگل سے نکل جانا چاہتے تھے لیکن اپنی تلامذہ کو سنبھال کر وہ ٹھک گئے تھے اور حیرت و دباؤ و جدوجہد کرنے کی کوشش کرتے تو میں ان کی گردنوں پر دباؤ ڈال دیتا۔ اور ان کی جھجھکیں بند ہونے لگتیں۔

تب ایک سوار گھوڑے سے اتر آیا۔ اُس نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے ان چاروں گھوڑوں کو اپنے چالنے کے کہا۔ جواب بھی مجھ پر حملہ کرنے کا مناسب موقع تلاش کر رہے تھے۔ سوار چلے گئے تو وہ مجھے مخاطب ہوا۔

”انھیں چھوڑ دو۔ میں تم سے بات کرنے کے لیے ہوں۔ اور میں نے اہلکاروں سے ان دونوں سپاہیوں کو بھجوا دیا جن کی بڑی حالت تھی۔ میری گرفت سے بچنے ہی وہ اس طرح بھاگ گئے۔ میرے قہر سے بے پروا ہو گئے۔ تب میں اُس شخص کے سامنے آ گیا۔

”تو کون ہے اسے شخص۔ اور تو نے خداوند کا عذاب کیوں خریدا ہے؟ اُس نے کہا۔

”کیا تمہارے خداوند نے تم سے یہی کہا ہے کہ تم بیٹوں کو اس طرح تاراج کرتے ہو۔ یہاں کے محصور لوگوں کو اس طرح پریشان کر دو۔“

”کیا تیرا اہلکار اس وقت سے ہے؟“ اُس نے پوچھا۔

”پہلے میری بات کا جواب دو۔“

”پوری مملکت خداوند اعلیٰ کے زیرِ نگیں ہے۔ وہ ہر شخص کی جان و مال کا نگاہ ہے اور اُس کے نلاموں کو حق ہے کہ اس کی قزاقی ایک ایک چیز کو حسبِ ضرورت اپنے استعمال میں لائیں۔ کیا تو اہلکاروں کے اس فرمان کو قبول نہیں کرتا؟“

”نہیں۔ میں نے جواب دیا۔ اور ایک بار پھر تلواریں نیاں مارنے لگیں۔ لوگ دانستہ بیٹھے تھے۔ لیکن اس شخص نے اپنے ہاتھ اٹھا کر لوگوں کو روکا۔ اور جرت بھری نگاہوں سے مجھے گھومنے لگا۔

”کیا تو خداوند کے فرمان کا باقی ہے؟“

”میں تمہارے خداوند کو نہیں جانتا۔“ میں نے کہا۔

”کیا تو اس قلم رکاب باشندہ نہیں ہے۔“

”نہیں۔“

”نہیں۔“ اُس نے تجھے کہا۔ ”پھر تو کہاں سے آیا ہے۔“

”آسمانوں سے۔ ہاں میں یہیں رات آسمان سے اُتر آیا ہوں۔“

”تمہارے پتھریاں جسے مدین پرکند ہیں۔ تمہاری طاقت میرے سامنے پہنچ ہے۔ اگر تم مجھے جنگ کر دو گے تو میں ایک ایک کر کے تمہیں قتل کر دوں گا۔ چنانچہ میری ہے کہ تو میرے ساتھ ساتھ آجھا اسکو کر دو۔ مجھے اپنے خداوند کے سامنے لے جاؤ۔ میں اسے اپنے ہی میں بتاؤں گا۔ اس کے ہاتھ میں جانوں کا۔“

”تم آسمان کے باشندہ ہو۔“ اُس نے جیت سے کہا۔

”ہاں۔ میں نے جواب دیا۔

”کیا تم آسمانوں کے رہنے والے ہو۔؟“ آسمانوں نے اُس کا جواب دیا۔

”ہاں۔ آسمانوں نے مجھے بیان بھیجا ہے۔ اور سپاہیوں کا چہرہ قہر چھو گیا۔ وہ واپس پٹھانوں کے پاس گئے۔ اُسے لوگوں سے بے بہار و سازگار لے کر نکلا۔ اس کا حکم کر دو۔ یہ ہے جس کی خداوند کے پیش گوئی کی تھی۔ ہاں یہ وہی تو ہے جسے آنا تھا۔ اور وہ آگیا۔ دیکھو۔ اس کے چکر ارجح کی نظر کیا اس میں آسمان کی چمک نہیں ہے۔ خود گرداں پر۔ شمس کر خود پر کرم اسے ڈیچاں کے۔ اپنے گھوڑوں کی پشت خالی کر دو کہ اس کی تعظیم واجب ہے اور میں نے دیکھا ہر فیروز کا بہن و شوہر جیسے گھوڑوں سے کود گئے۔ وہ سب جگہ سے گزرتے تھے۔ اور ہر فیروز کی کیفیت حاقین کے انسان سے جدا تھی۔ خود گرداں پر فیروز طاقت کا فلسفہ۔ طاقت ہر دور میں حاوی رہی ہے۔ اگر میں طاقت ور نہ ہوتا۔ اگر میں اُن کو شکست نہ دیتا۔ تو شاید وہ میری بات تسلیم نہ کرتے۔ وہ بھی طاقت کے مجاہد ہی تھے۔ طاقت کے سامنے جھک گئے تھے۔ انسان ہر دور میں طاقت کے سامنے جھکتا آیا ہے۔ میں بتا چکا ہوں ہر فیروز میں نے مذہب کے بارے میں کئی تحقیق کی ہے۔ میں کسی مذہب کی توہین نہیں کر دوں گا۔ میرے مذہب کی تعلیمات کے کر کے ہمارے نے بڑی کے راتے سکھائے۔ انسانی حقوق کا احاطہ کیا۔ لیکن انھیں ماننے والے کس حاجت ان کے سامنے بھگے کیلئے اپنی جان کا مذاہب سے سرکشی نہیں کیا اس کے بعد انھوں نے طاقت کی برتری نہیں تسلیم کی۔

ہر فیروز کے انداز میں بے چینی پیدا ہو گئی۔ جسے اُس نے غصے سے کر لیا۔ اور وہ رگ گیا۔ پھر چند ساعے بعد وہ لوگ کیا بات ہے ہر فیروز پر کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

”ہاں۔ میرا خیال ہے مذہب کے بارے میں تمہاری تحقیق ناقص ہے۔“ ہر فیروز نے ہنسنے کہا۔

”مکن ہے ہر فیروز۔ میں آپ کو بتا چکا ہوں ہر فیروز کے پاس ایک منطق رہا ہوں۔ میں نے کسی چیز کو دیکھا۔ اُسے پرکھا۔ اپنے انداز میں اور پھر اس کے بارے میں سوچا۔ پھر میں اس پر یقین کر لیا۔ میں منطق نہیں ہلکتی۔ میں نہیں ہلکتی۔ میں نے اپنی معلومات اپنی ذات تک محدود رکھی ہیں۔ اگر آپ مذہب کے بارے میں مجھے کچھ بھی کہیں تو میری معلومات میں اضافہ ہوگا۔“

”میں تمہاری وسیع النظری اور فراخ دلی کی قدر کرتا ہوں۔ میں خود بھی ایک افضل و اعلیٰ مذہب کے پیرو ہوں۔ میرے مذہب میں انسانی طاقت کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ ہم سب خدا کو مانتے ہیں اور اس کی برتری کے قائل ہیں۔“

”میں نے غصہ نہیں کیا ہے۔ ہر فیروز۔ بیشک آپ کا دین بہت مستحکم ہے۔ اس کی خوبیاں انسانیت کے ستون ہیں۔ لیکن میں صرف خدا کی بات نہ کہتا ہوں۔ اپنے مذہب کے قبل آپ کو کچھ تھے۔ وہ انسانیت کے سوا نقصان دہ تھا۔ آپ کو انسانیت کے حقوق یاد دلائے گئے۔ ایک ایسی طاقت کے خاتمے سے جواب دیا ہے۔ اگر آپ اس طاقت کے مقابل آئیں تو شاید انہی تعلیم دے کر تے جو یہاں بھی طاقت تسلیم رہی۔ ہاں۔ اس طاقت کے خلاف اگر افغان کو آپ نے علم کی روشنی میں دیکھا۔ اور ہر فیروز کے بارے میں یہ

کہا کہ آپ کی عقلیت۔ انسانیت کی عقلیت کے لئے تھے۔ چنانچہ ہر مطلب میں انسانی طاقت سے ہی نہیں ہے۔

”ہاں۔ ہم خدا کی برتری کے قائل ہیں۔ اور اپنے مذہب کو تسلیم کرتے ہیں۔“

”یقیناً یقیناً۔ چنانچہ میں صرف طاقت کا ذکر کر رہا تھا۔ وہ لوگ بھی ایک طاقت کے سامنے سر جھکاتے تھے۔ مجھے یہاں بھی اسی طرح لگا تھا۔ لیکن پھر خداوند نے مجھے کام آنا تھا۔ تب میں نے انھیں اٹھایا۔ اور وہ مجھے گھوڑے پر بٹھا کر اپنے اپنے خداوند کے سامنے بالکل وہی کیفیت تھی جو آسمان کے دو کئی تھی۔ آسمان۔ اور وہ سب لوگوں نے بھی اپنا اذان کیا تھا۔ لاش و ہڈی چھوڑ دی تھی۔ سپاہی میرا رازہ اتر رہے تھے۔ میں سزا کرتا رہا۔ راتے میں بہت سی بیٹیاں آئیں۔ رات بھی ہوئی لیکن ان راتوں کو وہ بیٹیاں کو تاراج نہ کر سکے۔ مجھے اس بات کی خوشی تھی۔ اور اب میں ان راتوں کے دربار کی طرف جاتا تھا۔ میں خود کو اس پر حال منتقلہ لاسانا کرنے کے تیار کر رہا تھا۔

یہاں تک کہ ہر شخص میں داخل ہو گئے۔ سپاہی تو بڑا انداز میں مجھے لے کر گئے تھے۔ میں نے اس شخص کی کوپے ازار دیکھے۔ عارضہ انسانی ذہن کے اتفاق کا ثبوت تھے۔ خوبصورت مکانات۔ دلکش باغات تھے۔ یہ حد پند کے تھے۔ بڑی بڑی عظیم الشان عمارتیں۔ سب کچھ میرے انور کے مطابق تھا۔ اور حدیوں میں۔ گہری بوند سونے سے پہلے ستاروں نے جس دو کئی چھوٹی تھی۔ وہ سب میرے سامنے تھا۔ بلا مشورہ یہ وہی انسان تھے۔ میں ان انسانوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ یہ سب میرا آئینہ تھے۔ سب میرے خوابوں کی تصویر تھے۔

مجھے ایک بار اسرارِ عمارت میں پہنچا دیا گیا۔ یہ فرعون کا سب سے بڑا معبد تھا۔ عظیم الشان چربی و دانے پر ایک بہت بڑے سورج کا نشان بنا ہوا تھا جس سے کرش خارج ہو رہی تھیں۔ یہ سورج دیو کا نشان تھا جس کا میں پرکار رہتا تھا۔ سورج و درمیان سے سنن ہوا اور کراہنے لگے۔ تب سپاہی باہر رک گئے۔ اور صرف کچھ سپاہیوں کا ایک دستہ مجھے بیکار اندر داخل ہوا۔ یہاں بے بے چگون اور کئی داریوں والے بہت سے لوگ موجود تھے۔ سپاہیوں نے زمین پر گر کر ان کے سروں کو بوسہ دیا۔ اور ہر میرے بارے میں بتایا۔ میں داسی والے جو کچھ چاہتا تھا دیکھنے لگا۔ اور وہ میرے قریب آ گئے۔ میں نے میرے جسم کو چھو کر دیکھا تھا۔ پھر ان میں سے ایک نے سپاہی سے کہا۔

”تم ہر شخص کی برکتیں نازل ہوں۔ خداوند اعلیٰ تم پر برہان ہے۔ تم نے کچھ بتایا لیکن کاہن اعظم کی پیش گوئی کے مطابق ہے۔“

”سے چھوڑ جاؤ۔“ کاہن اعظم ہی خوشخبری اہل معرکوں کے سامنے بڑھ گیا اس کا دعویٰ سچ ہو جاؤ۔ واپس جاؤ۔ ہم لے کاہن اعظم کے سامنے میں کر دیں گے۔ کاہن نے کہا۔ اور سپاہی روکھیں مجھے لو پھر ان کی رشتہ نشین کے بغیر واپس لوٹ گئے۔

”تمہارے کاہن کا ایک ہر فیروز کے بارے میں یہ



یہ نہیں بتا سکتی تھیں کہ اس نے کیا کیا ہے۔ اور وہ کچھ ذکر و جہت تھاری  
 جہت سے کہے۔ میں سالوں سے گفتگو کروں گا۔ میں نے کہا اور ان  
 کے چہرے ہلکے گئے۔ انہوں نے مجھے ایک سنگ سیاہ پر بیٹھنے کے لئے کہا۔  
 اور اُس کے بعد کوئی کچھ دیو لا لیکن چروں سے وہ سب بڑے بیابانوں  
 جوتے تھے اور نہ جانے کیا کیا سوچا ہے جسے وہ اپنے دلوں میں۔ انکی خاموشی  
 نے مجھے سوچنے کے مواقع فراہم کر دیے۔ میں چلا گیا تھے اسے الفاظ کی روشنی  
 میں اپنی آئندہ گفتگو کا آغاز کرتا کرتا تھا۔ کہ اس نے مجھے عجیب عجیب گناہوں  
 سے دیکھ چکے تھے۔ مجھے اس کے بعد درود اور بڑے بڑے براہِ معلوم ہونے لگے  
 اُس کی چھت بعد بندھتی۔ دیواروں پر بنے ہوئے نقش و نگار نظر آتے تھے  
 لے جتے تھے۔ انہیں ایک عجیب سی بو پہنچتی ہوئی تھی۔ ہر جگہ پر ماحول گھبراہٹ  
 لے کافی دیکھتا تھا۔ اور جتنے اس کے بعد میں گیا جو۔ لیکن میں ایک دم سب کچھ  
 نہیں جانتا تھا۔ مجھے آہستہ آہستہ ہی ان کے بارے میں معلوم ہو سکتا تھا  
 کافی دیر گزرتی تھی۔ کہ اب اس کی جہول کی طرح خاموشی کھڑے تھے  
 تب پھر ایک ہلکے ہلکے دروازے پر قدموں کی آواز سنائی دیں۔ پھر دھڑا  
 میں ایک طوفانِ العاصم پورھا نظر آیا جس کی صحت قابلِ رشک تھی۔ حالانکہ  
 اس کی حریت زیادہ معلوم ہوتی تھی۔ اس کی داری سے سے بچے لگی ہوئی تھی  
 مگر میں داری میں نہ تھیں۔ مگر میں بھی رت کی طرح سفید اور فرورشتہ زیادہ  
 چوڑی تھیں۔ لیکن پوسے چہرے میں مسکایا۔ بڑا اُس کی بڑی بڑی  
 آنکھیں جس طرح ان کی مانند آنکھیں جن میں دھکا۔ وہ بالکل کوئٹہ  
 بھری ہوئی تھیں۔  
 وہ میرے سامنے آیا۔ چند ساعت بعد دیکھ۔ اور کچھ  
 اچانک رک کر اس کا انداز میں جھک گیا۔ گویا اس نے مجھے دیکھ کر ریا تھا جو وہ  
 بھوکے تھے۔ دوسرے کھڑکی کی حالت اس سے بہتر۔ وہ خوب کچھ تھیں  
 وہ سب اندھے تھے۔ اور وہ  
 خوش آمدید۔ آؤ۔ خوش آمدید ہادی تمہاری  
 کھانا۔ ہادی بہت ہادی سعادت ہو کر لڑا۔ رہے غریب کو چارے  
 و دریاں آیا۔ نہ قسمت کہ ہادی نے پورا آنکھوں میں تھے دیکھ کر دھکا آئی۔  
 اٹھو۔ مقدس کا جنون جیٹن چراناں کو۔ منادی کرواد پوسے مصر میں مگر  
 وہ آگیا ہے جو ہم سے لے بکٹیں لایا ہے۔ جاؤ۔ ایک ایک بچے کو روشن کردو۔  
 کا ہی اٹھنے اور جلدی جلدی ابھر جانے لگے۔ تب پورھا  
 کا ہی آہستہ آہستہ میرے نزدیک آگیا۔ وہ بہت غور سے مجھے دیکھتا تھا۔ اور  
 میں نے اُس کے ہاتھوں پر ایک طنز پسند کھاٹ محسوس کی۔  
 "میں خوشحالی کی دعا سے آؤں کے پیغامبر ہیں بتا کر تو  
 کوئی یاد دہانی لے کر آیا ہے؟" اُس نے کہا۔  
 "نہیں۔ میں تمہارے لئے صرف برکتیں لایا ہوں۔ میں تمہارے  
 ہاتھ مضبوط کرنے آیا ہوں۔"  
 لیکن تیرے جسم پر یہ کچھ کسی ہے۔ کیا رات کی تاریکی میں یہ  
 موم ہو جاتی ہے۔"

نہیں۔ رات کو ایک اور بڑا جاتی ہے۔  
 "کیا موم ہونے کی گہرائیوں میں کچھ موم جاتی ہے۔"  
 "نہیں۔ پانی اس سے اور کچھ جاتا ہے۔"  
 "تب تو ظہیم ہے۔ لیکن کیا تیرے جسم کی قوت روکدہ  
 کے انسانوں سے اعلیٰ ہے؟"  
 "ہاں تھا۔ یہ دنیا کے لوگ میرے گہروں میں جا سکتے؟"  
 "تب تو ظہیم ہے۔" پورے نے مخصوص انداز میں کہا  
 "لیکن خداوندِ عالم؟"  
 "وہ میکہ قلی کو ہوا دے پائے گا۔"  
 "تب تو برتر ہے ہم سے۔ لیکن ہمیں بتا۔ ہم تیری خوشنودی  
 حاصل کرنے کے لیے کیا کریں۔ ہم کیسے تجھے خوش کریں۔ اور تو ہمیں بتا  
 تو نے کون کون سے راستے اپنائے۔ میں دوسرے کے کم توں پر  
 حاصل کریں۔ پورھا کا ہن بولا۔ اور میں نے اس چالاک انسان کی ہن  
 پر غور کیا۔ مجھے یہ پورھا حد سے زیادہ فری اور کٹا معلوم ہوا۔ ہر حال پر  
 میری طرف سے لاکھوں سال زیادہ تھی۔ وہ میکہ سامنے کیا جھٹکتے  
 تھا۔ چالاک پورھا انتہائی جارحی سے مجھ سے میرے سامنے میں ہوا  
 کر رہا تھا۔ بظاہر اُس کے ہر سوال سے عقیدت جھٹکتی ہی تھی۔ وہ سب کچھ  
 پوچھ لینا چاہتا تھا۔ لیکن میں بھی کیا کیا تھا۔ اُسے تسلی بخش جواب دیتا تھا  
 کہ میں میکہ سامنے میں منادی کہنے سے گئے تھے۔ وہ  
 کا ہن لے مجھ سے بہتے سوالات کئے۔ اور پھر مجھ سے یہ کہنے لگے کہ  
 چنے کی درخواست کی۔ میں اٹھ گیا۔ مجھے تو خود میکہ کیے کا خوش  
 ایک دروازے سے گذر کر ہم نے زمین کی گہرائیوں میں جانے والی تھیں  
 طے کرنا شروع کر دیں۔ اور ایک عجیب سی روشنی اور فضا کی شادابی کا منتہا  
 زمین کی آخری جہد میں جا کر ہوا تھا۔ نیچے سخت گھٹتی اور بدبو تھی۔ لیکن  
 منظر کی سکین اسی طرح چمکتی تھیں۔ میں اس منظر سے پریشان نہیں تھا  
 "میں غلط کا خیال تھا کہ شاید اس خوفناک تاریکی میں میں اندھا ہو گیا  
 ہوں لیکن اس بلے جیسے کو کیا معلوم تھا کہ میں بھی اسی طرح دیکھ سکتا ہوں  
 جس طرح وہ میں اس وقت جب سورج چمک رہا ہو۔  
 یہ جہاں ختم ہو گئی تھیں اور اب ایک عظیم نشان ہاں لگا  
 آ رہا تھا جس میں ایک جگہ نصب تھا۔ سیاہ رنگ کے چمکے رہا ہوا ایک  
 خوفناک جگہ۔ جو تاریکی کا جزو ہی معلوم ہو رہا تھا۔ لیکن ان کے لئے  
 تاریکی کے عادی نہ ہوں۔  
 "تو کیا دیکھ رہا ہے؟" کا ہن نے پوچھا۔  
 "سیاہ جگہ۔" میں نے جواب دیا۔ اور کا ہن کے کھم  
 پر چمکے آنا چل گئے۔ اُس نے ہر سرازار میں ہوں سے مجھے دیکھا۔  
 پھر توجہ جیسے میرے میں بولا۔  
 "کیا تو تاریکی میں دیکھ سکتا ہے؟"  
 "ہاں۔ روشنی اور تاریکی میکہ لئے یکساں ہیں۔"

حقیقت دیکھا ہے؟ اس بار اُس کے لیے میں کوئی چیز تھی۔ جسے میں نے  
 صاف محسوس کیا۔  
 "کیا تو میری حقیقت سے واقف نہیں ہے؟ میں نے پوچھا۔  
 "ہاں۔ جو تو نے کہا ہے وہ میں نے سنا ہے لیکن میں وہ نہیں  
 جانتا جو تو ہے۔"  
 "تو اسے بھی جان لے؟"  
 "تیری زبانی۔" کا ہن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اُس کے سینہ  
 دانوں کی رفتار تاریکی میں چمکی۔  
 "دل کی آنکھیں کھول بیڑی بان تجھے کچھ بتا سکی؟"  
 "میں نے دل کی آنکھیں کھول لی ہیں۔"  
 "کیا محسوس کر رہا ہے۔؟" میں نے اس گفتگو میں دلچسپی لیتے  
 ہوئے پوچھا۔  
 "میں کہ دنیا کا ایک ایک لوگ ایک بے حد چالاک انسان ہے۔  
 ساتھ ساتھ وہ اُس نے ہر سو مسکراتے ہوئے کہا۔  
 "دنیا کا نہیں۔ انسانوں کا۔ کیا تجھے ان لوگوں کا نام یاد نہیں ہے؟"  
 "سب کہا۔"  
 "نہیں لے خاکی پتے۔ مجھے انوں کے تمام جہاد ہیں۔ لیکن  
 اُس نے کسی ایسے پورھا کے کہ میں نے کہا تھا جیسے کہ تو سب پورھے گئے  
 چالاک ہے کہا۔ اُس کی ہنسی بہت خوفناک تھی۔  
 "لیکن تو نے تسلیم کیا تھا؟"  
 "تو نے۔؟" میں نے پوچھا کہ پوچھا  
 "ہاں۔ یہ ضروری تھا۔ اور اب تو بتا کر کوئی ہے۔ اور کیا مفہوم  
 لے کر یہاں آیا ہے۔ کہاں سے آیا ہے۔ تیرے سامنے اور وہ کون ہیں اور کیا  
 چاہتے ہیں؟ میں پورھے کی گفتگو پر غور کرنے لگا۔ حقیقت پورھا بہت  
 چالاک تھا۔ ایک مذہبی بدعاش جس نے زبانی کیا کیا پورھا رکھے تھے۔  
 میں غور کر رہا تھا۔ پھر میں نے کہا  
 "تو میں اسے پھیلے کوئی کوئی ساتھی نہیں ہے۔ میں ہی ہوں  
 جس کو تو نے چھوڑا ہے۔ تو انوں کے جہاد کو اپنا جہاد کہہ رہا ہے۔ کیا تو اس  
 بات سے خبر ہے کہ اس ساتھی کی تجھے سناٹا ہے؟"  
 میری اس گفتگو پر پورھا ہنس دیا۔ اور کچھ ہنستا رہا۔ پھر بولا  
 "مجھے اپنا نام بتا۔"  
 "میر کوئی نام نہیں ہے۔ توجہ جی نام ہے مجھے پکار سکتا ہے؟"  
 "تو میں تجھے اسلاک کہوں گا جو وہ نہیں جانتے جو وہ کہتا ہے  
 لیکن اپنے پاس ہے میں جو کچھ کہتا ہے تو نے منو لے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ لیکن  
 اُن کے سامنے جو علم نہیں رکھے کہ وہ کیا ہے۔ پورھے نے کہا۔  
 "تو پورا مومن کا خطاب نازل ہوگا؟" میں نے کہا۔

جو میری تخلیق ہے۔ خود تیری حقیقت کیا ہے۔ یہ تجھے بتا ہوا ہے۔ مجھے بتا دیجیے  
 جسم کی چمک کا راز کیا ہے؟  
 "یہ پورھے فرعون کا۔"  
 "خدا کا ہاتھ۔ فرعون کو تجھ سے کیا نسبت۔ وہ نہیں جانتا  
 انہیں اپنا کہہ کر جو اُس جیسے نہ ہوں۔ اور تو ہم جیسا ہے۔ تو میں اسے مکار کہ  
 تو دنیا میں کیا فرعون کا جھوٹا مناد بن کر اور میں نے پیش کیا تھے اس کے  
 سامنے جس میں زندگی دوڑ جائے گی ایک ن قاس نے غضب کیا تھا۔ پور۔  
 اور تو قیامت دنا بود ہو گیا۔ یہ کہاں پہنچے گی اُن تک جو میری آمد کی خبر سن چکے  
 ہیں اور کل وہ دیکھیں گے اس کے مرقہ ہم کو کو موت جس پر واجب نہیں ہے؟  
 پورھے نے کہا۔ اور اپنا کچھ میرے پردوں کے چمکے سے زمین کل گئی۔ اور میں  
 تحت اتری میں جاگرا۔ ایک روفیر میں انتہائی گہرائیوں میں گرا تھا جب ان  
 میرے علاوہ کوئی اور گناہ تو اس کی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو گئی ہوتی۔ لیکن میں  
 تو ابھی زندگی کا ایک تھا۔ زمین پر گرنے کے بعد میں کھڑا ہو گیا۔ اور میں نے  
 اپنے گرد پیش دیکھا۔ تب مجھے پیشہ خوفناک سا پتہ چکا کہ نظر کے میں  
 کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ میں نے انہیں دیکھا۔ اور وہاں ایسی کوئی چیز  
 تلاش کرنے لگا جس سے ان پتہ کا سنے والوں کو کچل سکوں۔ اور ایسی چیزوں کی  
 وہاں کی نہیں تھی۔ بڑی غیظانہ اور ہوا پر کھڑی تھی جہاں پیشہ چہرے تھے  
 میں نے ایک پتھر اٹھایا۔ لیکن اُس کے وزن سے مجھ پر گویا۔ وہ بہت ہکا  
 تھا۔ تب پھر باس کا راز کھلا۔ وہ انسانی گویا تھی اور کسی سا پتہ کھیلنے کے  
 لئے کارآمد نہیں تھی۔ میں نے اسے پھینک دیا۔ اور اس جیسے دوسرے پتھروں  
 پر غور کیا۔ تب مجھے پورھے شیطان کی کارکردگی کا پتہ چلا۔ لہذا اُس نے اپنے  
 پیشہ و شمس اس خوفناک فضا میں گر گئے تھے جن کے خشک اعضا ہوا میں کھسک  
 پڑے تھے۔  
 میرے زرد و چہرہ سا پتہ لہر رہے تھے۔ زبانی کیوں انہوں  
 نے ابھی تک میکہ اور پورھا کرنے کی جرأت نہیں کی تھی۔ تب روفیر میں نے  
 تلاش کر کے ایک وزنی اور بڑا پتھر اٹھایا۔ اور ماہیوں کے ایک خول پرے مارا۔  
 لا تعداد چھکاراں کوئی آنکھیں بہت سے سا پتہ کھیلنے لگے۔ اور پھر  
 میں ساہنوں کو کھیلنے کا دلچسپی کھیلنے لگا۔ میں نے ہلکے آک کر انہیں نشانہ  
 بنایا۔ اور با آواز سا پتہ بھی پھر گئے۔ انہوں نے انعام کا غور دیکھا اور کھاتی  
 جیت میں مجھ سے اپنے۔ اُن کی تعداد پیشہ تھی۔ وہ میری ہڈیوں مگر ان  
 جسم کے دوسرے کھیلنے چنے جتوں پر منحہ رہے تھے۔ اس طرح میں پریشان چلا  
 تھا اور انہیں اپنے جسم سے کوچ کر پاک کرنے میں مصروف ہو گیا تھا۔ اس  
 کام میں کافی وقت گزر گیا۔ ساہنوں کی تعداد اتنی تھی کہ مجھے انہیں پاک کرنے  
 میں کافی دھاروں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔  
 ابھی میں نے کام میں مصروف تھا۔ کہ طوفانِ عاصم کے  
 ایک سکتے ایک گڑبگڑا ہٹ سنائی دی۔ شاید کوئی چٹان جگہ چھوڑ رہی تھی۔



میں نے اپنے جسم سے پٹے بٹھائے آخری سانس کو خود سے چھڑا کر ایک طرف پھینک دیا اور اس غار کی طرف دیکھنے لگا۔ جہاں سے اب ایک روشنی نکلتی ہوئی تھی۔ روشنی بھینکی گئی اور اب پراسرار غار پوری طرح روشن ہو چکا تھا۔ تب مجھے پوڑے کا بہن اعظم کا شیطانی چہرہ نظر آیا اس کی سرخ آنکھیں اندر کے اجال کا پانچ لے رہی تھیں جو روشنی میں واضح ہو گیا تھا۔ اور پھر اس کے منہ سے حیرت کی ایک آواز نکلی۔

"اسلاک۔ کیا تو زندہ ہے؟"

"ہاں۔ میں زندہ ہوں پوڑے مگر۔ اور تیرے سانس فنا ہو چکے ہیں۔" میں نے بھینکی ہوئی آواز میں کہا۔ میں ان پادک جالیوں کے عقب میں کا بہن کا۔ براہِ اوصاف دیکھ رہا تھا جن کے دوسری طرف سانس نہیں جاسکتے۔ پوڑا تھا کہ کسی طور اس شیطانی آنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔

کافی دیر تک پوڑا جالیوں کی طرح میری شکل دیکھتا رہا۔ اس کا شیطانی دماغ نہ جانے کیا فیصلے کر رہا تھا پھر میں نے بھڑائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا تو ابھی زندہ ہے؟"

"میں بہر طور ابھی زندہ ہوں گا۔ کیا اب بھی تو میری قوتوں سے انکار کرتا ہے؟" میں نے کہا۔

"نہیں۔ میں اجازت کرتا ہوں کہ تو مجھ میں نہ کٹے والوں میں سے ہے۔ میں نے تجھے اتنی باتیں دیوں سے گرا تھا کہ تیرا جسم پاش پاش ہو جائے اور پھر غار کے نیچے کے سانس تیرے گوشے حیات آٹا میں اور تیری جلیوں میں بہنے کے لئے مکان بنالیں۔ لیکن یہاں عبور بدل دوسری ہے۔ تو زندہ سلامت ہے اور سانس مچے ہیں۔ کیا اب بھی تو مجھے معاف کر کے بڑی دوستی قبول کرے گا۔ کیا تیرے دل میں اتنی وسعت ہے؟"

"ہاں۔ بشرطیکہ تو میرے احکامات کی تعمیل پر رضامند ہو۔" میں نے کہا۔

"میں تجھے خود سے بڑے تسلیم کرتا ہوں میرے دوست کی مشیت سے باہر۔ دیکھ میں اس کا خدا نہیں ہوں لیکن اس کے باوجود تجھ سے امید کرتا ہوں کہ تو ایک بار مجھے خرو معاف کرے گا۔"

"خاکہ دھواڑھ کھول۔ اور باہر آ جا۔ میں تجھے تمس نہیں کروں گا۔ بشرطیکہ تو میرا معاہدہ ہو۔"

"میں تجھ سے ممکن تعاون کروں گا۔ رب سوس کی قسم۔ میں اب تجھ سے کس تعاون کروں گا؟"

"دردناہ کھول پوڑے۔ حق۔ تو خود سے کا نہا ہے۔ اعلیٰ رکھ۔ بے خوف باہر آ جا۔ میں تجھے تمس نہیں کروں گا کہ میں نے پوڑے کا بہن اعظم کے لئے مجھے جسم کو دیکھ کر جنتے ہوئے کہا۔ اور کا بہن اعظم نے کوئی کل گھمائی۔ غار کی جالی نے راستہ چھوڑ دیا اور میں اس سے دوسری طرف نکل آیا۔

"جیسے غار کا بندوبست کرتے رہے سانس میں جسم پر غلاظت بکھیر گئی۔ میں اس غلاظت سے نجات پانا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"آہ میرے ساتھ آؤ۔ پوڑے نے کہا اور پھر اس نے ایک شعلہ ہاتھ میں اٹھالی اور اس کے آگے آگے چل پڑا۔ وہاں پر جانے والی پھر یہیں سے گزر رہا تھا۔ یہ جہاں کسی مسکین خدا میں نہیں جھینے کر کے میں بہت قوت محنت ہوا۔ ان کا اتمام ایک بہت بڑے سکڑے میں ہوا تھا جس کی فضا عجیب تھی۔ نہ جانے اس پوڑے نے یہاں کیسا شیطانی کارنامہ پھیلایا تھا بلاشبہ وہ بعد پراسرار انسان تھا۔

پوڑے نے اس کے کادراؤ کو لا اور باہر نکل آیا پھر وہ ایک دھڑکتے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہوا اور اس نے ہی ایک عجیب قوت خفیہ نظر آ رہا تھا۔

"عمل کر۔ کیا میں تیرے لئے لباس کا بندوبست کروں؟"

"کیا کوئی نئی آزمائش ہے؟" میں نے خفیہ کی طرف اشارہ کر کے مسکرتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔ اب میں خود میں ایسی جرات نہیں پاتا۔ تو مجھے اپنا دوست اپنا وفادار پائے گا۔ پوڑے نے گردن جھکاتے ہوئے کہا اور میں نے ہنستے ہوئے خفیہ میں جھلک لگا دی۔ پوڑے نے میرے لئے ایک خوبصورت لباس کا اتمام کیا تھا۔ شاید جیکہ دو مرد اور چار عورتوں کا اتمام تھا۔ کوئی کی اجازت تھی کہ وہ نہایت خود سے لئے لباس لایا تھا پھر چار ٹھنڈے اور شیریں پانی سے غسل کر کے میں باہر نکل آیا۔ اس کے دماغ پر پوڑا مبرا نظر آتا تھا۔ اس کے حواس پوری طرح درست ہو گئے تھے۔ اور اب شاید وہ میرے ساتھ کسی چال کی پڑاؤ نہیں تھا۔

"آؤ۔ اس دنیا کے حیرت انگیز انسان۔ میرا نام پھر تیسری شخصیت کو کہنے سے قاصر ہے۔ نہ جانے تو کوئی ہے کیا ہے۔ میں تیرے پاس میں سب کو جانے کا خواہشمند ہوں۔" اس نے کہا اور میں مسکرتا ہوا اس کے ساتھ چھڑا رہا پھر وہ مجھے لے کر ایک اور خوبصورت کمرے میں داخل ہو گیا۔ یہاں افراط و تفریط کا سبب و فہم چھتے تھے۔ پوڑا اس کی پوری میرے گھر پڑی ہوئی کمروں میں سے ایک کمرے پر بیٹھ گیا۔ میں بھی میں اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

"کیا تو نے غلوں بدل سے مجھے معاف کر دیا ہے۔" پوڑے نے پوچھا۔

"تو بے حد حق معلوم ہوئے گا کہ میں۔ تو نے میرے ساتھ کوئی بھلائی کی ہے جس میں اتنی جلدی سے تیری طرف سے دل صاف کروں گا۔ ان تیرا آئندہ دیر تیرے بارے میں فیصلہ کرے گا۔" میں نے صاف گوئی سے کہا۔

"میرے لئے یہ بات بھی امید افزا ہے۔ مجھے بتا میں تیرا حاکم کس طرح حاکم کروں؟"

"میری ہر بات کا چھ جواب ہے کہ میں نے کیا نہیں اٹھا کر لئے ہاتھ سے کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے منظور ہے۔"

"تب تو مجھے بتا۔ تو مجھے آموں کا نمائندہ سمجھنے سے کیوں انکار کرتا ہے۔ جیکہ تو نے اس سے پہلے اپنے گلوں سے اس کی خوشگویی کی ہے؟"

"میں نے کہا اور پوڑے کی گردن جھک گئی۔ اس کی پیشانی پر تلک لڑکی مسکین پڑ گئی تھیں۔

"اگر تو میرا دعویٰ کرے تو اس سے قبل میں تجھ سے ایک سوال کروں؟" اس نے ایک گہری۔

"اگر میں نہ چاہوں۔ تجھے جی نہ دے لیکن میری طرف سے اجازت ہے۔ بول کیا سوال کرنا چاہتا ہے؟"

"مجھے بتا لے اجنبی انسان۔ تو کوئی قبیلے سے تعلق رکھتا ہے؟"

"میرا کوئی قبیلہ نہیں ہے۔ میں انسان کا باشندہ ہوں۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے۔ کیا تیرے گلوں میں کوئی پتھر جیسا ہے؟ اگر ہے۔" بتا۔ وہ مجھے اٹھانے انسان تصور کر۔

"جیکہ میری عمر نے تجھ جیسا عجیب انسان نہیں دیکھا۔ اچھا بتا کر آؤ گلوں کو خداوند نمائے؟"

"میں نے ایک پتھر تیرے کی طرح مسل سکتا ہوں۔ پھر میں نے خود سے بریکریوں کو بھول؟"

"میرا مقصد یہ ہوگا۔ اب میں تیرے ہر سوس کا جواب تجھی سے لے سکتا ہوں۔ تو میں نے اڑتے ہوئے آموں کے جسمی نمائندے کا خیال ان کے ذہنوں پر مسلط ہے وہی حقیقت ہے۔ جیکہ آموں ظہیر ہے۔ بڑے سب انسان ہیں لیکن اس نے کوئی ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا۔ یہ نمائندہ صرف تحقیق کے برعکس آموں میں قبولی تسلیم کی ضرورت لازمی ہوتی ہے۔"

پوڑے نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بے بس پوڑا خودی اپنا ظہر تو نے برہم ہو گیا تھا۔ میں اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ تہذیب کی مہوار مصر کی عظیم الشان سلطنت کا کا بہن اعظم جس کے اختیارات زنون وقت سے کسی طرح کم نہیں تھے جس کے کا ذہنوں پر اعلیٰ کی سلطنت۔

"کا پڑا تھا۔ میرے سامنے ایک مولی سا انسان بن کر رہ گیا تھا۔ وہ آٹھیں چار چار کر مجھے دیکھنے لگتا تھا۔ جیکہ پوڑے۔ وہ جال کی لڑکیوں میں ابنا تھا نہیں رکھتا تھا۔ لیکن وہ کسی ایسے شخص کا کیا کہ جسے وہ کل ہی زار سکتا ہو۔ سائیکس کے اس فائنٹے نصیب سے ہی وقت تن کے جیسے کوئی پتھر جیسا تھا جہاں مجھے برہم کرتی ہے لیکن میں نے اس کو بے پڑی مڑا اس کا گھر تھا کہ وہی خفیہ اس کی گھبراہٹ میرے سامنے بے دست و پا تھیں۔

"تو نے آموں کے نمائندے کا کردار کیوں خلیق کیا تھا؟"

"اپنی بقا کے لئے۔ فرعون چاہم مجھ سے نہیں ہے۔ اس کا تعلق میرے قبیلے سے ہی نہیں ہے۔ لیکن وہ دل سے میری قوتوں کا قائل ہے۔

اس کی غلاظی برقرار رکھنے کے لئے مجھے بہت سی روایتیں پھیلانی ہوتی ہیں۔ پوڑے نے بول دیا۔

"گلوں نے مجھے آموں کا نمائندہ تسلیم کر لیا۔ لیکن تو نے مجھے تن کرنے کی کوشش کی۔ اگر میں ہلاک ہو جانا کیا تجھ سے باز نہیں رہتی؟"

"اسے باز نہیں نہ کہو۔ ہاں لوگوں کو مصلحت کرنے کے لئے میں نہیں یہ ضرورت ہے کہ کا بہن اعظم کی آنکھیں ہمیشہ کھلی رہتی ہیں۔ وہ یہی بدی کو پہچاننے کی اہلیت رکھتا ہے اور جوئے انسان کو اب آموں نے موت کی نیند سلا دیا۔

باز نہیں کرنے کی ہمت یہاں کوئی نہیں رکھتا۔"

"مجھے کیا راز ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ بھی ایک مہر سنگر شے ہے تراش ہے۔ اور میرے لوگ اس کے جانے کے منتظر ہیں۔ فرعون کے کہوئے ہوئے اقتدار یا سائیکس کے گھرے ہوئے وقار کو ہلا لینے کے لئے اس کا وجود ضروری تھا۔ حاکم کی جگہ پر وہ خفیہ لے سکتا تھا جو میرا وفادار ہوتا۔"

"ہوں۔ میں نے پوڑے کی تہذیب کی تہذیبوں سے واقف ہوتے ہوئے کہا۔ میں جانتا تھا کہ پوڑا میرے ہاتھوں میں ہے۔ وہ میری قوت تسلیم کر چکا ہے۔ یہ جان چکا ہے کہ میں اس کے اقتدار کی چیزیں بلا سکتا ہوں۔ وہ میرا بال بچا نہیں کر سکتا اور اگر میں منظر عام پر اعلان کروں کہ آموں نے کا بہن اعظم کو پسند کیا اور اس سے اس کا اقتدار چھین لیا تو اس کی کوئی حیثیت نہیں رہ جائے گی۔ میں ہر وہ کارنامہ چاہتا ہوں جو میرا کسی رد کا انسان تیرے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکا ہے۔

پھر خان پوڑا تھا کہ میرے سامنے عریان ہو گیا۔ اب یہ میری نگاہوں میں اس کی کوئی وقعت نہیں رہی تھی۔ وہ خود بھی اس بات سے واقف تھا۔ پھر میں نے اس کی بے بسی پر ترس کھاتے ہوئے کہا۔

"ہر چند کہ پوڑے سائیکس تو نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا تاہم۔ تیری سازشوں کے دور میں میں تہذیب کا رہنما رہا دیکھتا ہوں۔ یہاں رہوں گا۔ اور تہذیب کے دور کی داستان قلمبند کروں گا پھر یہاں سے کہیں اور چلا جاؤں گا۔ میں تیری ظہر روئی کا باگھ پڑھا سکتا ہوں۔ یہ سب اس مٹا پڑے تیری تہذیب کے بائیں میں۔ میں جو کچھ مجھ سے ملے گا۔ جو کچھ چاہوں تو مجھے بتا۔ اور بتا کر کیا تو اس کے لئے تیار ہے؟"

"میں تیار ہوں۔ اسلاک۔ بڑی دوستی میرے لئے ہوتی ہے۔ جی جی اور میں دو کچھ کروں گا جس کے لئے میں سرگرداں ہوں۔" پوڑے کا بہن کے چہرے پر گہرا مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تو کیا کرنا چاہتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے ابھی نہ بتا سکتا ہوں۔ تاہم۔ مجھے اجازت ہے کہ میں تیری آمد کی خبر فرعون کے ساتھ لے جاؤں اور پوڑے کو تیری خبروں۔ یہ بعد تر ممکن ہے گا۔ اور کسی قسم کی فکر نہ کر۔ یہاں مجھے ضرورت کی ہر چیز ملتا ہوں۔ یہ بعد تیرے نصیب سے کہیں آگے ہوگا۔"



مجھے منظر ہے؟ میں نے سکوڑے جھکے کہا۔ اور کہا میں اہم مجھے  
 چھوڑ کر چلا گیا۔ میں آرام سے بیٹھا مگر کورٹ کے باہر میں سوچتا اور دیکھتا رہا۔  
 یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد میں نے سوچا کہ میں نے کیا کیا ہے؟ اے ہی واقعہ میں دوچار  
 ہوتا رہا تھا۔ انسان ازل سے بوجھوں سے ہے۔ وہ کچھ ہوتا ہے اُسے پسند نہیں  
 کرتا۔ کچھ اور ہونا چاہتا ہے۔ بہر حال تندرستی کا یہ ابتدائی ماحول بھی بیکسر  
 لئے ناپسندیدہ نہیں تھا۔ اور میں یہاں ملتا تھا۔  
 ابھی مجھے بیٹھے ہوئے تھوڑی ہی درگزر تھی کہ سر پہلی  
 کی دو قاتلا میں اندر داخل ہو گئیں۔ ایک نے اپنے نازک کندھے پر ایک  
 خوبصورت مہر کی اٹھائی ہوئی تھی۔ دونوں کے چہروں پر خوشی اور مسکراہٹ تھی۔  
 انھوں نے ہاتھ لایا ہوا سالن ایک جگہ لگھوڑا۔ اور پھر وہ دونوں میرے نزدیک  
 آ گئیں۔ اُن کی سیارہ آنکھوں میں دھجکی کی جگہ تھی۔  
 "ما آبیان کی قسم یہ دونوں کے سوا کچھ نہیں ہے؟" اُن میں سے  
 ایک نے کہا۔  
 "آہوں نے اس کے جسم کو اپنی روشنی دیدی ہے؟" دوسری  
 نے کہا۔  
 "پورے مصرغے یہ تین جوان نہ دیکھا ہوگا؟"  
 "ہاں اُسے دیکھ کر دل کھنچتا ہے؟"  
 "لیکن یہ ہمارے لئے نہیں ہے؟" دوسری اُسی سے بولی۔  
 "شاید یہ ہیں بول کر لے؟"  
 "تو ان کے پاس پہلی پہلی بولی۔ اور پھر وہ دونوں میرے نزدیک  
 پہنچ گئیں۔ آسمان کے باشندے۔ کیا ہمیری خدمت میں شراہٹیں کر سکتے  
 ہیں؟" اُن میں سے ایک نے پوچھا۔  
 "تم دونوں کون ہو؟ اور یہاں تمہارا کیا کام؟" میں نے پوچھا۔  
 "ہم خلد میں ہیں آقا۔ اور تمہاری خدمت کے لئے یہیں بھیجا گیا  
 ہے۔ کیا ہم تمہاری خدمت میں آج کا شربت پیش کریں؟" اُن میں سے ایک  
 نے پوچھا۔  
 "نہیں سالوں نے بھیجا ہے؟"  
 "مقدم کا ہیں اہم نے ہیں تمہاری خدمت کے لئے مقرر  
 کیا ہے۔ سو ہمارے حکم کا روالہ تمہاری خدمت کے لئے تیار ہے؟"  
 "سالوں واقعی ذہن ہے۔ وہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ میری  
 ضروریات عام انسانوں سے مختلف تو نہیں ہیں۔ تو حقیقت ہے کہ ظاہر کی نگاہ  
 میں میں ایک عام انسان ہوں۔ لیکن میری حقیقت کیا ہے۔ یہ وہ بوجھ بھی  
 نہیں ہے جس کا دیکھ کر سامنے طبعی کتب ہے۔ ہاؤ۔ آج کی شراہٹیں کرو۔  
 میں پیاسا ہوں؟ اور کیا میں مجھے جام بھر کر دینے لگیں۔ اُن کے ہاں مردچہ  
 میں لڑا ہوا جاتے ہوں گے۔ لیکن مہر کی خالی ہونے کو تھی اور میری آنکھوں میں  
 مجھے سے مرید کے سوا کچھ نہ تھا جس پر لڑکیاں بھی انگشت برداشت تھیں۔  
 بہر حال کافی دیر تک انھیں سکھایا کرتی رہیں۔ اور میں اُن کی شرارتوں سے

لطف اندوز ہوتا رہا۔ پھر میں نے اُن میں سے ایک سے کہا  
 "تمہارا نام کیا ہے؟"  
 "ارسانہ؟" اُس نے جواب دیا جو مجھ سے خوب بے تعلقت ہوئی تھی  
 "کیا اس رات تم میری تنہائی دور کر سکتی؟"  
 "میری خوش قسمتی ہوگی؟" اُس نے کہا۔  
 "تو تمہارا؟" اگر رات تک کے لئے ہمارے درمیان اجنبیت ہے  
 اور جب تم میرے پاس آؤ۔ تو میں تمہارا استقبال ایک اجنبی جیستے کروں  
 لڑکیوں نے سر جھکا دیا اور باہر نکل گئیں۔ میں تنہا رہ گیا۔ اور بوجھ کے بارے  
 میں سوچنے لگا۔ چاکلہ بوجھ کا کیا میری طرف سے مطلب ہو گیا ہے؟ یا پھر وہ  
 میرے لئے کوئی اور چال سوچ رہا ہے۔ اُس نے اپنے بائیں میں صاف کوئی  
 سب کچھ بتا کر کچ بچے بچہ میں ڈال دیا تھا۔ لیکن میں انھیں کے علاوہ  
 کوئی بات نہیں سمجھتی۔ میں بہر حال اس نئی تہذیب کے گہما گہما کے بارے میں جاننا  
 چاہتا تھا۔ اور فرعون راقص سے بھی ملاقات کرنے کا خواہشمند تھا۔ میں  
 نہیں بتا سکتا ہوں پھر دیکھوں کہ اس کے بعد سے میں نے اپنی فطرت بدل لی تھی میں  
 اودار کے انسانوں کی فطرت کی خاطر اس حد اپنی عملیات کے لئے کام کرنا چاہتا  
 تھا۔ ہاں اپنے راتے کے چہروں کو جھاننے کے لئے مجھے بوجھ کرنا پڑا۔ وہ ہیں  
 کرنے کے لئے تیار تھا۔ اس میں میں ہی میں نے خود غور نہ کیا۔ فرعون کے  
 سپاہیوں کی طاقت بھی میرے اپنے ہی تسلط کی ایک کوس تھی۔ بہر حال پہلے تو  
 بوجھ سالوں کے پھٹکنڈوں کو ناکام بنکر لے آیا تھا۔ اس کے بعد  
 ہی بعض میں، میں اپنا کام شروع کر سکتا تھا۔ دوسری بات یہ کہ میں یہاں قید  
 ہو کر زندہ بنا چاہتا تھا۔ بلکہ سلطنت مہر کو محکم بھر کر دیکھنا چاہتا تھا۔ آخر  
 ان لوگوں نے اپنے ملک کو کیا خصوصیت بخشی ہے۔  
 شام کو پورے کاہن اہم نے میرے ساتھ کھا کھا کیا۔ وہ  
 بخور میرا چارہ لے لے رہا تھا۔ میری ایک ایک حرکت نوٹ کر رہا تھا۔ اس میں  
 کو مرنے والی بات پر حیرت تھی کہ میں عام انسانوں کی طرح مزید نہ کھا کر  
 ہوئے بھی اُن سے ہٹ کر کھوں ہوں۔ چنانچہ کھانے کے بعد اُس نے میرے  
 لئے ایک خاص قسم کی شراب تیار کی اور پھر مجھے مسجد کی چھائی منزل میں واپس  
 لے گیا۔ اوپر سے یہ مسجد ایک مقدس عبادت گاہ تھی جہاں سورج کی توجہ لگتی  
 تھی۔ لیکن اس کی دوسری تہ میں ایک عالیشان عمارت گاہوی ہوئی تھی  
 جس کا اندازہ مجھے اب ہوا۔ ہم ایک اور اجنبی ہاں میں پہنچ گئے۔ جو بے  
 خوبصورت تھا۔ رنگین مٹیلیں چاروں سمت نصب تھیں۔ اعلیٰ قسم کے مومی  
 شعدان روشن تھے۔ اور دن کا سماں پیدا ہو گیا تھا۔ ہاں میں رات کی  
 تخت پر سے جھپٹے تھے جس میں سے ایک تخت میں نے سنبھال لیا۔ اور دوسرا  
 خود کا بہن اہم نے۔  
 تب اچانک ہاں کی دیواروں کے اندر سے ہونے چھوٹے  
 سوراخ کھلے اور ہر سوراخ نے ایک رنگین عورت اُگل دی۔ بارہک۔ اچانک  
 لہرائی ہوئی چینیائیں ٹوٹے ہاں میں چکرانے لگیں۔ اُن کے موموں میں

بل کھا رہے تھے۔ اور دروازے سے ایک نوکیلی موسیقی اُبل رہی تھی۔ میں اس  
 مسوکن موسیقی کی حسیوں میں گھو گیا۔ مجھے اس میں بھی نہ ہوا کب میرے  
 حسیوں سے چند خوش حسیاں میں بھی آئیں جن کے ہاتھوں میں شراب کی مر جھیاں  
 تھیں۔  
 میں تو اس وقت چونکا جب ایک گھما ہونے والا نرم خنیا میرے زانو  
 پر گر پڑا۔ اُس کے بے سیاہ ہاں میرے آئینے گنگ پر عجب مبارک دیکھانے  
 لگے۔ میں نے چونک کر سالوں کی طرف دیکھا۔ اُس کے نزدیک بھی ایک رنگی  
 حرارتی اور جام لے ہو جی تھی۔  
 میرے ہاتھوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ہوں۔ تو فرعون  
 کے مقدس مسجد کا صحیح معنوں میں ہے۔ میں نے دل ہی دل میں مسکراتے  
 ہوئے کہا۔ بہر حال یہ مناظر میرے لئے اجنبی نہیں تھے۔ اس لئے میں نے ان  
 سے لطف اندوز ہونے کا فیصلہ کر لیا۔  
 لڑکی نے میری آنکھوں میں نرمی دیکھی تو مسکراتی ہوئی اٹھ  
 گئی۔ پھر اُس نے خوش رنگ شراب کا ایک جام مجھے پیش کیا۔ اور میں نے جام  
 اُس کے ہاتھوں سے لے کر ہونٹوں سے لگا دیا۔ شراب کا پلازہ حلق میں اڑا کر  
 میں نے اسے واپس کر دیا۔ اور وہ دوبارہ اسے میرے زانو پر لگی۔ راقصا میں  
 حسین نہیں کر رہی تھیں اُن کے جسم کی ہر چیز میں ذہن پر سرور طاری کر رہی  
 تھی۔  
 میں نے سالوں کی طرف دیکھا۔ وہ میری طرف متوجہ تھا  
 میری ساتھی لڑکی خادیمہ اور وہ مسکراتی تھیں۔ میں نے  
 مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور پھر شراب کا جام طلب کیا۔ اُس نے جام میرے  
 ہاتھ میں دیا۔ لیکن اس بار میں نے اس کی ہاتھوں سے لے کر اسے اپنے زانو  
 پر گر لیا۔ اور وہ مسکراتی ہوئی میری آغوش میں سما گئی۔ میں نے اس کے کھلے  
 ہوئے منہ میں شراب اڑا دی  
 شراب کے چند قطرے ہی اُس کے حلق سے اترے ہوں گے کہ  
 باقی شراب اُس کی گردن اور سینے پر بہ گئی۔ لیکن اچانک میں نے محسوس کیا کہ  
 لڑکی لطف اندوز نہیں ہو رہی۔ بلکہ شاید میری گزشتہ کھان  
 چاہتی تھی۔ میں نے خیر خیر انداز میں اسے چھوڑ دیا۔ لڑکی کی آنکھیں پھٹی ہوئی  
 تھیں۔ اُس کے دونوں ہاتھ اپنی گردن پر پڑے ہوئے تھے اور پھر وہ میری  
 گزشتہ چل کر پھٹنے لگی اور ترپنے لگی۔  
 رقص کر گیا۔ تڑپتی ہوئی لڑکی کئی بار زور سے چھللی۔ اور  
 پھر ساکت ہو گئی۔ اُس کا چہرہ بھانک انداز میں سیاہ ہو گیا تھا۔  
 اس سے قبل کہ میں دانتے ہوئے گردن اچانک سارے زور زور  
 سے ہنسنے لگا۔ اور پھر چاروں طرف اُمت انسان کئی فٹ اونچی چھل گیاں لگاتے  
 ہوئے آگئے۔ اُن کے ہاتھوں میں ہر ہنر شیشیں تھیں اور اُن کے لباس عجیب  
 وضع کے تھے۔ وہ برقی کی طرح کوندنی تلواریں ہلاتے ہوئے فٹ کرنے لگے  
 بلاشبہ اُن کے جسم پر سیاہی کی مانند تھے۔ اُن پر نگاہ جانا مشکل تھا۔ تیرہ ڈھانڈالی

تلواروں کو وہ اس طرح گھما رہے تھے کہ وہ اُن کے ہاتھوں میں معلوم ہی نہیں  
 ہوتی تھیں۔ میں ذہنی طور پر ان کی فٹ متوجہ ہو گیا تھا۔ لیکن میری توجہ  
 سامنے پڑی ہوئی مردہ لڑکی پر رہی تھی۔ میں اُس کی موت کا سبب پر غور  
 کر رہا تھا اور اسباب میری سمجھ میں آگئے۔ جیٹک۔ یا شیطانی صفت  
 پونٹے کی دوسری حرکت تھی جو میری جان لینے کے لئے تھی۔ شراب میں کوئی  
 زہر قاتل حمل کیا ہوا تھا۔ جسے میں مینا رہا تھا۔ زہر مجھے تو نقصان نہیں  
 پہنچا سکا تھا لیکن اس کے چند قطرے ہی اس کو مردہ لڑکی کے لئے کافی تھے  
 اور یہ کارنامہ پورے سالوں کے علاوہ کس کا ہو سکتا تھا۔ لیکن بات یہیں  
 تک محدود نہ رہی۔ پونٹے نے نہایت مناسب اختتامات کئے تھے۔ ان دیو  
 قامت انسانوں کے طوفانی فٹوں کی وجہ میں اس وقت کچھ واجب وہ نقص  
 کرتے اور اونچی اونچی چھل گیاں لگاتے ہوئے میرے چاروں طرف بچھ گئے۔  
 اور پھر اُن کی چھل لڑکھاریں برقی کی طرح کوند میری طرف آئیں اور مکش مکش  
 میرے جسم پر وہ آکر رہی تھیں۔ اس وقت میں انھیں احساس تھا کہ ان کا رقصا قیامت  
 ہے۔ اگر میں اٹھ گیا تو شاید میں انھیں نقصان پہنچانے میں کامیاب نہ ہوں  
 اس لئے انھوں نے پہلے حمل کی ناکامی کے بعد زور سے حمل کیا اور اس بار بھی اُن  
 کا حشر پہلے سے مختلف نہ تھا۔  
 راقصا میں اچھل کر کنا ڈس رہی تھی۔ کاہن اہم  
 اپنے تخت پر عزم کیا تھا اور پچھلی چھٹی چھوٹے چھوٹے میری طرف دیکھ رہا تھا۔  
 تب میں نے ایک فائدہ کو محسوس کر لیا اور پھر میں نے پورے مارا۔ اس کے بعد  
 میں نے ہنسنے جھکے کاہن اہم نے کہا۔  
 "مقدس کاہن اہم! میرا خیال ہے یہ رقص خاصا دلچسپ تھا۔  
 لیکن کیا اب اس کا خاتمہ نہیں ہے؟"۔  
 "رگ جاؤ۔ رگ جاؤ۔ اسے یہ نصیب لساؤ۔ رگ جاؤ۔ تم  
 نے اب آہوں کے مجید میں خون پہانے کی کوشش کی ہے۔ میں تمہاری لاشیں  
 سیاہ دلدل میں پھینکاؤں گا۔ رگ جاؤ۔ اور پھر اُس نے ایک طرف لٹکا ہوا  
 ایک بڑا سا پتیل کا قابض تھوڑی سے بجایا اور وہیں سے اُڑی اُڑی اُڑی ہو گئے  
 "لے جاؤ۔ ان کو تھکے ہوا کلاؤں کو لے جاؤ۔ ان نصیب لساؤ۔  
 کو زندان میں ڈال دو۔ اور ان سے معلوم کرو کہ کس نے انھیں اس ذلیل کام  
 اکسایا تھا۔ میں ان کے کھانڈان کے کسی ذریعہ کو معاف نہیں کروں گا۔ اور انھیں  
 اس ذلیل راقصہ کی لاش۔ اُس نے آہوں کے لئے کو زہر ملا۔ اُن کی لاش کی کورسٹ  
 کی ہے لیکن خود اس کا شکار ہو گئی؟  
 اپنی دونوں کوششوں کی ناکامی کے بعد کاہن اہم سالوں  
 بڑی طرح بکھلا گیا تھا۔ اور اُس نے اُمتانہ ہمارے شروع کر دیے تھے۔  
 ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ اسے ان معاملات کے بارے میں کچھ نہیں ہے۔  
 کسی اور ہی کام کا ہے۔ اُسے آدمی راقصوں کو دیکھتے ہوئے لگے لگے



وہ مسکے اس روز چلا آیا۔

”وہ خوشی کے لیے سوچ رہے تھے۔ جب کوئی شخص توہین کرتا ہے تو اسے ساریوں کے گھر میں دیکھ لیا تھا سالوں سے یہ سب ان کے نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے اور اب بھی تو نے دوبارہ دیکھا۔ زہریلی ٹی شراب کی گھڑی میں نے خانی کو دی ہے اور تیرے ہر کارکن کی تلوار میں سے جسم پر ناکہ ہو گئی ہیں۔ بدیانتی چھوڑ۔ مجھے بتاؤ کیا چاہتا ہے؟“  
بڑے کی آنکھیں چمک گئیں۔ اُس نے کئی منٹ گزرنے کے بعد کہا۔ ”اور پھر وہاں بلاشبہ وہ عظیم ہے۔ اُنوں کے بیٹے اس وقت تیرے اوپر ان کے آئے۔ سن لے مقدس وقت میں اُس نے ناقابل ترمیم انسان میں کچھ چکا ہوں۔“ وہ رکا اور پھر اُس نے کہا کہ سب کو چلے جانے لے گا۔ اور تھوڑی دیر میں ہال خالی ہو گیا۔ ”میں مجھے بتا چکا ہوں وہ دونوں طلحہ دیکھتے ہوئے وہاں آکر اُنوں کا ہر کارہ میری اختر کئی تھی۔ لیکن نہ سن فٹوش میں اُس کی نشانیاں ضرور ملتی ہیں۔ لیکن میں اندازہ لگا رہا تھا کہ کیا تو وہی ہے کہ زہریلے ہال میں جس کے بے کار ہے۔ کیا تو وہی ہے جس کی موت زمین کے نیچاروں کے لیے میں نہیں ہے؟“ بڑے نے ایک دروازے کی کھائی تھی۔ اُس کی جگہ پر بس پڑا۔ اور میں نے ہنستے دسے گئے۔

”گویا مجھے اب بھی میکے اور پریقین نہیں آیا۔ ٹھیک ہے تو پیش کرتا رہے تیرے تمام جوئے میکے اور پر نام رکھیں گے۔ ہاں تیری بالائیوں پر میکے ہل میں اُمت بڑھتی چائے گی۔ اور پھر جب میں تیری زخموں سے اُٹھ جاؤں گا تو مجھے کئی موت مار دوں گا۔“

”اُمید کیجئے میکے اور پریقین نہیں آیا۔ سوچ کے بیٹے۔ آہ کیا بے نصیب لڑکچہ اپنی آواز کو بٹھا ہے۔“ بڑے نے غم و اندھ بھیس کر بیچے میں کہا۔

”بس اس میں مزہ کچھ اس نہ کر۔ میں سونا چاہتا ہوں۔ اور ہاں تیری ایک خادما نے میکے سے سارا گناہ لے کر اپنے کا وعدہ کیا ہے۔ اُسے میری خلوت میں بھیج دینا۔“ میں نے کہا اور ڈانٹنے کی طرف بڑھ گیا۔ بڑے نے جسے پرنا کامی کے آگے روٹا نظر آئے تھے۔ اُس نے مجھے روکنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ اور میں اپنی آرام گاہ میں واپس آ گیا۔

چاکر بڑے پر دھنچکھی آکر بٹھا اور میری بھی بلا شہ اس ملک کے شیطان نے نہتے سے جھکنا شروع کیا۔ حکومت کو کوئی لیا ہوگا۔ اُس کی ساریوں کو ان کے لئے وبال جان بن گئی تھی۔ لیکن بہر حال اس بار وہ بچس گیا تھا۔ اگر اُس نے میکے سے سارا ہتھیار ڈال دے تو پھر اُس کے خلاف کچھ کرنا ہی ہوگا۔

میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ مجھے ارمان کا انتظار تھا اور یہ انتظار طویل نہ ثابت ہوا۔ خوشیوں میں میں ہوں اور ارمان میکے میں رہ گئی اُس کے جسم پر تیروں کا حسین لباس تھا جس سے اس کا مری جسم جھک رہا تھا۔

اُس کی آنکھوں میں دعوت تھی۔ اور میں نے بتائی ہے اس دعوت کو قبول کر لیا۔ پھر جب وہ میکے سے پرستار کے گھر میں آئی تو میں نے اُس سے پوچھا۔ ”سالوں سے تمہیں کون سے تیروں سے آشنا کیا ہے؟“  
”میں کبھی نہیں آئیوں کہہ سکتے۔ میں کچھ نہیں بھیجی۔ ارمان نے تعجب سے کہا۔

”اگر کوئی بھی نہیں جانتی تو ٹھیک ہے۔ میں تیرے ذہن کو پریشان نہیں کروں گا۔“ میں نے اُسے دوبارہ آغوش میں سمیٹتے ہوئے کہا۔ ”آہ۔ میں تو کچھ نہیں جانتی سوائے اس کے کہ تیرا چمک دار بدن میکے کی ملکیت میں ہیوست ہو کر میری روح کو گھیر کر چکا ہے۔ یقیناً میری ماں بے حد خوش ہوگی کہ اُس کے خون میں اُنوں کے بیٹے کا خون شامل ہو گیا۔ آہ۔ تیرے جسم میں کس لطف خوشبو ہے۔ تو کیا اُن کو کھانا آسمان کے باشندے دے دے خودی ہو تو رہی۔ اور پھر نہ حال ہو کر سو گئی۔

دوسری صبح صبح میں اُٹھی۔ آج میں یہاں نہیں رہنا چاہتا تھا۔ بڑے سالوں کا راز میں سنا نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنی شہر کے خاندان کو خود غور و غماز میں ملوں گا۔ مجھے یہاں کوئی مشن تکمیل تک نہیں پہنچانا تھا۔ میں تہذیب کے اس دور کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ تاکہ اس نئے دور کی تاریخ میں اپنی معلومات درج کر سکوں۔ چنانچہ نکلنے کے وقت سالوں نے مجھے سچے کلمات کی۔ اُس کی آنکھیں الجھ کر دیکھ رہی تھیں۔ چپکے چپکے میری سرخی کی قدر زردی میں تبدیل ہو گئی تھی۔

”میں تجھ سے چند سوال کرنا چاہتا ہوں جو ان کے اُس نے بالکل بدلے دئے انداز میں سوال کیا۔ میں نے اس انداز کو کوئی محسوس نہیں کیا شاید اُس نے میکے سے اسے شکست تسلیم کر لی تھی۔ میکے کو توں پر شکراں ہیں مگر یہی شکست خود وہ بڑھاکم از کم اس وقت جھکے گا۔ میں اُس کے سامنے بیٹھ گیا۔ بڑے کے سرخ و سفید چہرے پر کئی نگاہ کے اوپر گئے تب اُس نے بھاری آواز میں کہا۔

”اسلاک۔ ہاں۔ میں ہمیشہ تجھے ہی رن گا کہ تو میں مجھے وہ تسلیم نہیں کرتا جو تو کہتا ہے۔ لیکن تیری شخصیت میری سمجھ سے باہر ہے۔ میں نہیں جانتا کہ تو کوئی دنیا کا باشندہ ہے۔ ہاں میں اعزاز کرتا ہوں کہ میں تیرا آدمی سے خود وہ ہوں۔ میں جانتا ہوں تو حوالہ دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ راجوں کے دل میں میری قدر عزت ہے۔ اہل میری عظمت کے جس قدر مذاق ہیں تو اُنے نہ کر سکتے۔ تیرے مقابل مجھے وقت رسوائی اور شکست کے سوا کچھ نہ ملے گا۔ ہاں۔ میں نے مجھے ایک چاکر اور طاقتور جوان بھیجا تھا۔ میں نے سچا تھا کہ تیرے میں میری کسی خاص اہلیہ کے تحت داخل ہوا ہے۔ اور وہ میرا یہ خیال ابھی تک برقرار ہے۔ سو میں نے مجھے چاکر سے سائوں کے فائن گرا دیا۔ وہاں تو نے اپنے آپ کو ایک اُن کے روپ میں پیش کیا۔ اور میں ہم گہرا رات کو بھی میں نے دوبارہ کوشش کی۔ رات کے میکے میں اُن کا ہر شراب میں نہایت

لڑا تھا۔ لیکن وہ خود اس کا شکار ہو گئی۔ وہ سب میکے ہی ملازم تھے جو رقص کے دوران مجھے قتل کرنا چاہتے تھے۔ لیکن میں اپنی کوششیں بے پایاں ناکامی کے ساتھ دیکھ کر غور و فکر کرنا چاہتا تھا۔ پوری رات میں ایک بل کے نہیں سو سکا۔ میں تیرے ہی پاس میں سوچ رہا۔ بالآخر میں نے کچھ فیصلے کیے۔ میں نے سوچا۔ اگر تو میرا لڑکا ہی پھینکا جاتا ہے تو میں مجھے نہ دلوں گا۔ میں تیرے راتے سے ہٹ جاؤں گا۔ لیکن اس کے لئے مجھ سے بڑا است کروں گا۔ کوئی میری عزت قائم نہیں ہے۔ میں خوش دلی سے مجھ سے رو بار میں اُنوں کے بیٹے کی حیثیت سے مجھے تسلیم کروں گا اور اپنا عہد تیرے قدموں میں ڈال دوں گا۔ اور پھر خود کو شہر نہیں بھجواؤں گا۔ یا پھر اگر اس کے علاوہ تیرا کچھ اور عہد ہے تو میں اس کی تعمیل میں تجھ سے تعاون کروں گا۔ لیکن یہ سب اس کے بعد ہو گا۔ چنانچہ میری طرف سے مجھے قتل کرنے کی کوئی درخواست ہو گئی۔

بڑے کی آواز میں الجھا تھی۔ میرا اندازہ درست تھا میں نے سکر لے کر شہر کے ایک سبب اُٹھایا اور اُسے دانوں سے کاٹ کر جھانے پتے بولا۔

”اتنی سالوں۔ تو میری قوت سے واقف ہو چکا ہے۔ بعد کی بڑے وقت میں ایک مقام پر آجائے تو آہستہ آہستہ اُسے تہ تیغ کر دوں گا اس میں کچھ وقت ضرور لگے گا لیکن وہ مال بھی لے کر کہیں گے۔ اس کے علاوہ خود کچھ ہے۔ ایسی صورت میں اگر مجھے کسی اقتدار کی ضرورت ہو تو وہ کچھ نہیں رہتی ہو سکتی ہے۔ تیری جگہ کے کرشمے کیا کرنا؟ وہ فون بنامی کہ میں اُن سے جس کے میکے کے تحت رہا میں سوچتا ہوں۔ میں نے اُنوں کو کہہ دیا کہ اُن کے میکے کے خالی کی پوری ہے۔ اگر تو بولے۔ آہ وہ جگہ ہے تو اس کا افسانہ۔ اور میں بھی ایک سلاخی انسان ہوں۔ میری شخصیت تیری کو نہیں سہا سکتی اس لئے میں اس کا ذکر نہیں کروں گا۔ ہاں۔ عہد سنا ہوں گا کہ میری عمر اڑھائی سال ہے۔ اور میری نسبت مجھے ان دنوں سال کا تجربہ ہے۔ میں موت کا نہیں ہوں اور تیرے دل کو دیکھنے اور اُس کے بہت سے معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اگر یہاں میرا دل لگے تو کچھ عرصہ تو میرا دل اور اگر میری جیسا میں میرا دل نہ بھلا سکتیں تو یہاں سے میں اور جہاں جاؤں گا۔ اگر تو میری دوستی چاہتا ہے تو میری طرف سے کوئی کھانا کھائے۔ کاموں میں مصروف ہو اور میری تاریخ کے بارے میں مجھے بتاؤ۔ اپنے قاتل۔ اور یہ نہ کہ سبب کی تفصیل بتاؤ۔ مجھے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔“

بڑے کا ہنسنے کا کئی دیر تک انتظار ملا۔ میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس کے ہنسنے کی روشنی کی طرف نظر ڈالی۔ اُس کی آنکھیں تیر ہو گئی۔ اُس نے قوت سے ہنسنے کا تجربہ کیا۔ ”مجھے بتاؤ۔ اگر تو یہ کہتا ہے کہ اس کے لئے اسی طاقت و اثر مدد کی ہے۔ جبکہ میں نے تیرے بارے میں خواہ مخواہ قسم کے قصے سنا دیے تھے تو مجھے زیادہ مست ہے۔ مجھے تیرے کام میں میں پھر پھر دیکھوں گا۔ مجھے یہ کہنا ہے کہ تو مجھے نہ کہہ سکتے۔“

کہ تو میں تیرے بارے میں تجھ سے کچھ نہیں پوچھوں گا۔ میں میکے سے کاتی ہے کہ تو میرا دوست ہے۔

میں مسکاتا رہا۔ اور حقیقت پر وضیر۔ میکے میں اس سالوں، جس کے نام سے اُن کا پتہ تھے جس کے ایک شات۔ سب کو ان کی ارجائی تھیں۔ اس دن سے میرا دوست بن گیا۔ اُس نے میکے سے میرا اعلان کر دیا۔ اُس نے میکے سے میری کوئی آمد کی خبر نہ دی۔ اُس نے مجھے آمین کا بیٹا تسلیم کر لیا تھا۔

لیکن مجھے ایک بات پرست تھی۔ خون میرے ابھی تک میری طرف توجہ نہیں کی تھی۔ نہ چلے گئے۔ لیکن بے سالوں نے کوئی چکر چلا دیا۔ میری منظر نظر ارمان تیری خدمت میں حاضر ہو جاتی۔ خاص رات کی تھی۔ اس کی میز پر کھائے گئے۔ اور پھر میں خوش تھا۔ ابھی تک میں نے میکے کے بارے میں کچھ نہیں سنی تھی۔ اس مسئلے میں سالوں نے بھی مجھ سے درخواست کی تھی۔

بہر حال۔ میں اس چالاک بڑے سے کوئی پر خاش نہیں رکھتا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ کسی مخصوص موقع پر وہ مجھے مطلع کر دے گا۔ درمیان میں اُس کی درخواست قبول کر لی تھی۔ اس کے علاوہ اُس نے میری مجھے میکے کے بارے میں کچھ نہیں سنی تھی۔ اس کے علاوہ اُس نے میری کے مقصد سے جس میں اُن کی خواہشوں اور میں موجود تھیں۔ وہ سارا تو ان کے ساتھ اُن کی تاریخ بھی موجود تھی جو ایک خاص قسم کے کارہ۔ حوالوں کی کھائی چھل پر چھوٹا تھی۔ قدیم مصری تہذیب کے نمایاں عقیدے تھا کہ رستا میں حیات بعد الموت کا تصور قائم رکھا جاتا تھا۔ جس پر راج کا رابطہ ازل و ادی بھیجا تھا۔ اُن کے تصور میں ہر کار کا کشتی تھا۔ جسے دیکھتے ہیں۔ مرنے کے بعد بھی اُس کی زندگی برقیں رکھی جاتا تھا۔ قرعہ اور اشاریہ مجھے اس قرعہ کی دکان کے لئے دینا چاہتے تھے۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ انسان ہاں میں اُس کی پچھلی زندگی اُس کی آئندہ زندگی کی رہبر ہوتی ہے۔ یہ عقیدہ ہندو عقیدے سے ملتا جلتا ہے۔ خدا جانے ہندو ازم نے یہ تصور کہاں سے لیا ہے۔ پھر سالوں کی اسی عقیدے کا پیر تھا لیکن پھر میں اس کا اقتدار لوگوں نے اپنی سورتوں کے لئے عقیدوں میں تبدیلیاں کی ہیں۔ کہ اُن علم سالوں کچھ کچھ کچھ تبدیلیاں چاہتا تھا۔ جن میں وہ آہستہ آہستہ اُن کے دلوں میں سرائے کر رہا تھا۔ مصریوں کے عقیدے کے مطابق سوچ دیا۔ اُنوں کو لگا تھا جو وہ زمانہ مرا اور روزانہ زندگی ہے۔ یہی تمام دیوتاؤں کا آقا اور ان کا باب تھا۔ کہ اُن علم اس عقیدے میں کھوئی تھی تب ہی چاہتا تھا۔ اور ایک گواہ پر وضیر۔ کہ اُن کے عہد میں وہاں علم سالوں کچھ کچھ لیکن اُس کے بعد مصری تاریخ میں بے عقیدہ۔ میں اُن کی اُن ہی صورت قدر تحریریں فراخوں کے۔ عقبے سے پڑنے بہت دقت تھی۔ اس سے زیادہ میں کچھ جانتا بھی نہیں تھا۔ میرا کام ہو گا



تھا۔ میں نے جو حیثیت اختیار کی تھی وہ اس سے زیادہ دشمنی اور اب میں  
 ادوار کی گہرا گیسوں سے کوئی دھجی نہیں رکھتا تھا چنانچہ میں نے سالوس کی  
 دوستی قبول کر لی تھی۔ اور مجھے اُس کے باقی معاملات سے کوئی تکرار نہیں تھا  
 لیکن چاکر اور بھاری دوستی سے بھی بہتے فائسے اٹھانے کا پروگرام بنا  
 چکا تھا۔ چنانچہ اُس کی ابتدا اس شام سے ہوئی جب سالوس نے مجھے فزون  
 کی ملکہ گیس کی جگہ میں آدھ کے باسے میں بتایا۔  
 "اور آج دن ہے اسلحہ کے میں نہیں فزون اٹھوں کی ملکہ  
 سے دشمنی کر اؤں۔ اس میں میری مفاد چھپا ہوا ہے لیکن ایسا مفاد جو  
 تمہارے لئے کسی طور تکلیف دہ نہیں ہوگا۔"  
 "ضرور ملاؤ سالوس۔ لیکن مجھے بتاؤ کہ اس کے ساتھ کس  
 طرح پیش آؤں؟"  
 "دیوتاؤں کی شان سے آؤں کے بیٹے کی شخصیت ہشتا ہوں  
 سے کم نہیں ہے۔ تم اس سے بھاری کے درجے سے ملو گے۔"  
 "خلیگ ہے۔ میں نے گون چلا دی۔ اور سالوس ملوں ہر کر  
 چلا گیا۔ اُس نے خاندان کے دیکھنے سے ایک اٹھکھاس بھیجا۔ رنگین  
 لباس جس سے جسکرم کا بہت سا جذبہ عیاں ہوا تھا۔ سولے کا بنا ہوا ایک  
 خوبصورت تاج جس کے اوپر توجہ چمک رہا تھا۔ اس لباس کو پہنانے بہت  
 سی حسین و کویں نے بڑی مدد کی۔ اور میرے ساتھ ساتھ میں ایک غریب قسم کی  
 چھری دی گئی جو جھٹکے کی بنی ہوئی تھی اور جس کی منڈھانکے پہن کی شکل  
 کی تھی۔ جس کی تھی آنکھوں کی جگہ دوستی سے چلے جاتے تھے۔  
 سو اس شان سے سالوس اعظم نے مجھے مجھادیا اور پھر ملکہ کی  
 آمد کی خبر مجھے دے گئی۔ میں صعد کے نیلے حصے میں تھا جہاں سے مجھے بیڑ چلنا  
 پڑا۔ ایک بندہ منار میں بیٹھا پڑا۔ اس بیٹا کا دروازہ صعد کے صعد سے  
 ہال میں کھلتا تھا۔ جو شے کی طرح چمک رہا تھا۔ اور جس کی دیواروں پر تصویریں  
 کی شکل میں مہر کی پوری تاریخ کندہ تھی۔  
 ملحق پر چوٹ بڑی اور ہال کی دیواروں نے اس کا جواب  
 دیا۔ کا ہون کی پوری فوج بے سالوس اور بڑی داڑھیوں کے ساتھ کھڑی  
 تھی۔ اس کے آگے کا بہن اعظم لڑ گئی کے ساتھ کھڑا تھا۔ تقریباً ساڑھے  
 پانچ فٹ لمبی یہ عورت حسن جمال میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی۔ اس کے بے  
 لیے سیاہ بال کر کے بکھرے تھے۔ انتہائی حسین لباس میں وہ ایک مجتہد  
 نظر آ رہی تھی۔ اُس کی نگاہیں اس دروازے پر پڑی ہوئی تھیں جس سے میں  
 برآمد ہونے والا تھا۔  
 چاکر کا بہن میرے عقب میں چلے گئے تھے۔ میں بھی بڑی  
 شان سے اس دروازے سے باہر نکلا۔ کمرے بچے بچاری  
 صعد سے گر پڑے۔ خود کا بہن اعظم کی شان میں جھک گیا۔ لیکن  
 ملکہ گیس اس طرح بہت کھڑی رہی۔ میں بھی اس شاندار عورت کو  
 پسندیدگی کی نظر سے دیکھ رہا تھا۔ لیکن وہ میری آنکھوں کی تاب نہ لے سکی

اور اُس کی چٹائی جھک گئی اور پھر اُس کی گردن بھی جھک گئی۔  
 تب کا بہن اعظم کی آواز بھری "کیا ہمارے نصیب نہیں  
 ہیں کہ سوچ کا بیٹا ہمارے درمیان موجود ہے کیا تم اس کی حقیقت انکار  
 کر سکتی ہو؟"  
 "نہیں سالوس اعظم۔ وہ دیوتا ہے۔ یقیناً وہ دیوتا ہے۔  
 زمین کے نیلے دلوں سے الگ۔ حسن و جمال کا مجتہد جس کے جسم پر آؤں  
 کی کرشمہ لگتی ہیں۔ میں اس کے سامنے عقیدت پیش کرتی ہوں۔"  
 "ملکہ گیس کی عقیدت قبول کر اؤں کے بیٹے۔" سالوس  
 اعظم کی آواز بھری۔ اور پھر وہ سیدھا ہو گیا۔ میں خاموش کھڑا تھا۔  
 سالوس نے ملکہ کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے کر میری طرف بڑھا۔ ملکہ پر شوخی  
 چمکا ہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اور اس طرح مجھے دھکیلی ہوئی وہ میرے  
 نزدیک پہنچ گئی۔ تب اس نے ایک خوبصورت مسکراہٹ کے ساتھ میرے سامنے  
 ہلکی سی گردن خم کی اور میری ہونٹوں۔ میں نے چھری والا ہاتھ بند کر لیا۔ اوتارے  
 دیکھ کر مسکرایا۔  
 "جیک تو اٹھکھٹ ہے۔ کا بہن اعظم کا کہنا غلط تھا۔" وہ  
 آہستہ سے بولی۔  
 "ہم تیری بیٹائی پر مڑتی دیکھتے ہیں۔ آؤں تیرے اوپر  
 برکتیں نازل کرے گا۔"  
 "مجھے تیرا بیٹا ہو گیا۔ کیا تو میرے مرن کو حشر نہیں  
 دیتے گا؟"  
 "وقت آنے پر۔ میں نے جواب دیا۔  
 "میں جانتی ہوں وہ وقت بہت جلد آجائے۔ مجھے تیسری  
 دواؤں کی ضرورت ہے۔ اگلی نے کہا۔  
 "میری دوا میں تیرے ساتھ ہیں۔ میں نے کہا۔ کا بہن اعظم  
 ہماری باتیں بہت خوبصورت سن کا تھا اور دل میں مسرور تھا۔ اس کے  
 خیال میں میں اپنا کردار نبھائی اور کرتا تھا۔ کافی دیر تک ملکہ میرے اوکا بہن  
 اعظم کے ساتھ رہی۔ میں اُس کی پریشانی سمجھا ہوں کو پہچان گیا تھا اور خود بھی  
 اُس کے لئے جہن تھا۔ کیا ہوں پر فیصلہ۔ تمہارے علم میں ہے کہ سینکڑوں  
 لاکھوں میرے سر پر ایک بچی تھیں اُن میں سے ایک کے ایک حسین دلکی تھی۔  
 لیکن اس شان کی یہ بچہ عورت میں نے دیکھی تھی جو اُن کی تو تھی لیکن جس و  
 جہاں میں ہزاروں پر بھاری تھی۔  
 پھر ملکہ نے رضی جاہی۔ اور میری دوا میں اور دوسری  
 ملاقات کی اجازت کے کروا دی تھی۔ اُس کے جانے کے بعد کا بہن اعظم  
 مسکراتا ہوا میرے پاس آ گیا۔ اُس کی نظروں میں بڑی خوشی تھی۔ میں  
 تیرا ہنگر وار ہوں اسلحہ تو نے میرے گرد و ملکہ جا رہا ہے۔ میں میری بڑی  
 مدد کی ہے۔ لیکن مجھے اُن اور دلچسپ مسائل جن نے مجھے چکے ہیں  
 میں نہیں سمجھا سالوس۔ میں نے کہا۔

کچھ بتا دوں گا۔ میں نے ضروری ہے اور یہی مناسب۔ کا بہن اعظم  
 میرے سر پر ایک بیٹھ گیا۔ چند لمحات خاموشی کے بعد بولا۔  
 "میرے تاریخ میں تیرے سامنے دو ایچکا ہوں اسلحہ۔ اپنے  
 باسے میں تھوڑی سی تفصیل باتی ہے وہی ہر اعلق تیرے خاندان سے ہے  
 میرے خاندان نے ملکہ کی طرح کا مسند دور شروع کیا ہے لیکن پھر چوتھے  
 خاندان کے لوگوں نے سازش کر کے میرے خاندان کی حکومت ختم کر دی۔ ہمارے  
 عقائد میرے خاندان سے جوئے خفایت تھے جس کا اعجازہ تو نگہا سکا ہوا تھا  
 میری لنگھو تھے اعجازہ نگہا لونا چاہتے تھے۔ بہر حال میرے خاندان کے بیٹا  
 ازاد قتل کر دیتے تھے۔ میں نے زچاے کو ملکہ پر بات چھانی کو میرا تعلق اسی  
 خاندان سے ہے۔ تاہم میں کو پیش کرتا ہا۔ یہاں تک کہ اس عہدے پر فائز  
 ہو گیا۔ لیکن درپردہ میں اپنی کوششوں میں مصروف رہا۔ میں ایک باہر  
 اپنے خاندان کو برسرِ اقتدار لانا چاہتا ہوں۔ اور مجھے یہ سن کر شدید حشر ہوئی  
 کہ اگلی میرے خاندان کی عورت ہے لیکن وہ خود اس بات سے لاعلم ہے۔  
 اور خود کو مجھے خاندان کی کا فوج سمجھتی ہے۔ میں نے ایک نئی سازش تیار کی ہے  
 اور اس کے لئے ایک بلوں کے مجھے کا کم کر اؤں۔ چنانچہ آج سے عرصہ میں خوب  
 اٹھوں کی ایک بڑی کے بطن سے اُس کا پہلا لڑکا پیدا ہوا تو میں نے پوشیاری  
 کے نام کے کر اس لڑکے کی خواہش کر لیا اور اُس کی جگہ اپنے خاندان کا ایک لڑکا  
 جس کی عواص وقت صرف پانچ روز تھی۔ راٹھوں کی بڑی کے پہلو میں بیٹھا رہا۔  
 راٹھوں کے پہلے ہیے کو میں نے قتل کر کر اٹھوں کی بوجوں کے لئے کر دیا۔ گویا  
 تیسرے خاندان کا خون چوتھے خاندان کی آٹھوں میں گردش پانے لگا۔ اس  
 کے بعد حوالہ میرے کچھ میں تھا۔ آکاس راٹھوں کا دیا کہلا ہے لیکن وہ حقیقت  
 اس کا باپ اور ہے جو میرے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ تب وہ صعد کے  
 میں اگلی کو راٹھوں کی خلوت میں سے دیا گیا۔ کہنے اس باسے میں کچھ نہیں  
 معلوم۔ راٹھوں اگلی کو چاہا ہے۔ اور پھر وہاں کہیں اگلی کی کوئی اولاد  
 میری سلطنت کے موزوں نے قرار دے دی جائے۔ اس لئے جو ان اٹھ رہی  
 کو اس کے سامنے لایا گیا اور جو ان عورت اپنے سویتے بیٹے سے دل لہ رہی تھی۔  
 وہ لے لے جانا چاہتی تھی اور میری کوششوں سے جلد زچاے کا جس نے اگلی  
 کی تہائی حاصل کر لی۔ اگلی کا پہلا بیٹا گور راٹھوں کی اولاد کہلا تا ہے۔ لیکن  
 میرے علاوہ کوئی اس رائے واقف نہیں ہے کہ وہ اس کے لطفے  
 سے ہے۔ یا پھر اگلی اس بات کو جانتی ہے۔  
 اور پھر تیسرا حل شروع کیا گیا۔ یعنی اگلی کے ذہن میں یہ  
 بات ڈال دی گئی کہ اس سے قبل کہ راٹھوں نے کسی بیٹے کو دی عہدہ نہ کرے اس  
 کی موت ضروری ہے تاکہ شاہی خاندان چھام کے دستور کے مطابق صعد سے  
 پہلے بیٹے کو بادشاہت مل جائے اور اس کے بعد وہ باسانی اگلی کے بیٹے  
 یعنی اپنے لطفے کو حکومت منتقل کر لے۔ یوں تیسرے خاندان کو برسرِ اقتدار لانے  
 کا منصوبہ بنایا گیا ہے لیکن ممکن حقیقت سے میرے علاوہ اور کوئی واقف نہیں

میرے لئے ختم ہے جس نے میں نے تیرے اوپر ہاتھ کر دیا ہے۔  
 پورے اٹھارہ ماہوں پہلے۔ میں۔ چیت رچر سازش میں کر گیا۔  
 رہ گیا تھا۔ تہذیب کے دور کی سازش میرے لئے سخت جیت اچھی تھی۔ اس  
 نے قبل کے ادوار میں اٹھیں کی ایسی سازش سے نشانہ نہیں ہوا تھا لیکن ستارے  
 میرے دوست میری جیت برسرِ کھتے تھے۔ آنکھوں نے مجھے بتایا تھا کہ چون  
 جو انسان تہذیب کے لباسے اور ڈھانچے کا اقدار فزوش کرتا ہے گا اُو  
 ایک وقت دنیا ایسی اٹھیں جگہ ہو جائے گی جہاں کے قتلے کہانیاں کسی طور  
 عقل میں نہیں آئیں گے۔  
 لیکن میں تو ایک نئی تھا پرو فیصلہ دنیا کے بدلنے کے  
 طریقے میرے پاس نہیں تھے۔ ہاں ہر دو کا اشارہ میرا موبہ مشغل تھا اور پھر  
 مجھے دیا بدلنے کی ضرورت بھی کیا تھا۔ یہی سب کچھ میرے ہی کی بات تھی  
 مجھے توقع نہ تھی کہ وہ گزر جائے گا۔  
 پورے اٹھارہ ماہوں میں شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے ایک گہری سانس  
 لے کر کہا۔ "میں نے کچھ نہ۔ اور دلچسپ مسائل کے باسے میں ذکر کیا تھا۔"  
 "ہاں۔ وہ مسائل کیا ہیں؟" میں نے پوچھا۔  
 "اگلی کی نگاہیں۔ پورے سے جواب یا میری زبردستی آنکھوں  
 نے اُس کے چہرے کی جلد میں دور سے ہونے خون میں ایک طلب دھجی ہے۔  
 جیک تو دنیا کا حسین ترین مشے اسلحہ۔ کون عورت تیرے قرب کی خواہش  
 نہ ہوگی۔ اگلی بھی ایک حسن پرست عورت ہے۔ اُس کی طلبا اُن کی حسن پرستی  
 کہیں کو اپنے بدلے دے۔  
 "میں اب بھی نہیں سمجھا سالوس۔ میں نے کہا۔  
 "اُس نے مجھے بتا دیا ہے۔ وہ مجھے اپنی خلوت میں ضرور طلب  
 کرے گی۔ یہ میری پیش گوئی ہے۔ لیکن تیرے حسن کی چمک کہیں لئے اپنا ارادہ  
 بدلے پر مجبور کرے۔  
 "وہ اپنا ارادہ کیسے بدل سکتی ہے۔ میں نے پوچھا۔  
 "اب میرے آؤں کے بیٹے کی حکومت کو دوسرے تمام انسانوں  
 پر ترجیح دیں گے۔ فزون کی فوج کے اندر بھی اس سے باقی ہو سکتے ہیں۔  
 وہ آؤں کی حقیقت سے واقف ہو جائیں اور تمہاری جیت رچر خفیہ  
 تمام عقین دھانے کے کافی ہے۔  
 "اگر ایسا ہو جائے تو تمہاری کیا کیفیت ہوگی؟" میں نے  
 مسکراتے ہوئے پوچھا۔  
 "میں ابھی بے بسی محسوس کر رہی ہوں اس سے پہلے کہیں نہیں  
 محسوس کی۔ سالوس نے گردن جھکائے ہوئے کہا۔  
 "ہوں۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ لیکن جہن تک نہیں  
 کرنی چاہئے سالوس۔ مجھے دنیا کی کسی حکومت کی ضرورت نہیں ہے۔ میں  
 انسانوں میں کوئی نمایاں حیثیت نہیں چاہتا سولے اس کے کیری ضروریات



پوری ہوتی رہیں۔ میں کسی مشن پر یہاں نہیں آیا ہوں۔ میرا مقصد تھا وہ  
تمہارے ذریعہ فورا ہو گیا ہے۔ مزید کہتے ہو تو وہ تمہارے تعاون کو چاہیے  
ہاں میں تمہارے ساتھ تعاون کے لئے تیار ہوں۔  
دراصل پروفیسر۔ میں نے خود میں بہت سی تبدیلیاں کرنی  
تھیں۔ میں نے انسانوں کے لئے بہت کچھ کیا تھا۔ میں نے جہاں علم دیکھا  
اُس کے خلاف کھڑا ہو گیا۔ لیکن انسانوں نے خود اپنے لئے کیا کیا تھا؟ یہ چیز  
تو انسان کی فطرت ہے۔ وہ اگر طاقتور ہوتا ہے تو ظالم ہوتا ہے۔ کمزور ہوتا ہے تو  
ظلم سہتا ہے۔ اس لئے اب مجھے ان کاموں سے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی  
میں تو صرف اپنا مقصد پورا کرنا چاہتا تھا۔  
میری بات پر کاہن اعظم نے آنکھیں بند کر لیں اور کافی دیر  
تک اسی طرح بیٹھا رہا۔ پھر انھیں سکون کرولا۔ تم ایسے انسان ہو کہ میرا  
تمام تجربہ تمہارے سامنے باطل ہو گیا ہے۔ میں تمہارے سامنے ہوں کوئی فیصلہ  
نہیں کر سکتا۔ تاہم ایک بات کہنا ہوں کہ مجھے تمہاری دوستی پر فخر ہے جب  
تم میری اس قدر مدد کر کے پر آمادہ ہو چکے ہو۔ میں تم سے کچھ اور بھی چاہوں گا۔  
"ہاں۔ ہاں کہو۔ کیا چاہتے ہو؟"  
"اگر اگلے آگے تمہارا قرب چاہے تو تمہارے پاس مست کرنا  
اگر وہ تم سے کچھ اور خواہش کرے تو پھر تمہاری فراست پر مبنی ہے کہ تم اسے  
مال دینا۔ تم جانتے ہو۔ عورت دنیا کی سب سے عجیب ہے۔ وہ ناسک کا  
رشتہ بدل سکتی ہے۔ تمہاری طرف سے ملنے پر اس کے بعد مجھے اس سے خطرہ  
ہے کہ کہیں وہ میرے پروگرام کو دہرا کر دے۔ تم پر ہم زکریہ  
"ہوں۔ تمہیک ہے۔ تم بے فکر رہو۔" میں نے کہا۔ اور وہ  
خوش خوش وہاں سے چلا گیا۔  
اور دھڑلے کا اندازہ بالکل درست نکلا۔ آگے دوسرے  
دن پھر موجود تھی۔ اس بار وہ سادہ طریقے سے آئی تھی۔ اُس کا لباس بھی  
سادہ تھا۔ اور اُس کے انداز میں عجیب سی بے چینی پائی جاتی تھی۔  
"مقدس کاہن اعظم! اُس نے لڑائی ہوئی آواز میں کہا۔  
میں بے چین ہوں۔ میں پریشان ہوں! اُس نے کہا۔  
"میں تیری بے چینی محسوس کر رہا ہوں آگے۔ لیکن یہ کیسے  
ممکن ہے جو تو چاہتی ہے؟"  
"تیرا دل روشن ہے کاہن اعظم۔ نامکون کو نہیں بنا۔ میرے  
دل کا درد اس کے بعد ہے۔"  
"وہ خود بھی جانتا ہوگا۔ وہ دیکھتے ہے۔"  
"تب مجھے اس کے حضور جانے دے۔ میں اس سے دل کا  
درد کہوں گی۔ میں اس سے درد کی دوا مانگوں گی۔ آگے گئی نے کہا۔  
"لیکن آگے کا کیا ہوگا؟ تیرے ارادے کیا ہوں گے؟"  
"وہ سب اپنی جگہ ہوں گے۔ سب کچھ اسی طرح ہوگا جیسے  
تو چاہتا ہے کاہن اعظم۔ لیکن وہ بھی ہوگا جو میں چاہتی ہوں۔ میں اُس کے

"تو جانتی ہے آگے۔ میں تیرے تمام رازوں کا امین ہوں۔  
میں تیرا۔ راز بھی راز رکھوں گا۔ آج رات۔ اگر تو اسے۔ تو مجھ کے چور  
دروغے تیرے لئے کھلے ہوں گے۔ باقی کام رو دیر ہے۔ دیر تو ان کا قرب  
حاصل کرنا انسان کے بس سے ہے۔"  
"تو اسے میری قیمت پر چھوڑے۔ تو تیری وہ گفتگو کا بہن اعظم  
اور آگے کسی کے درمیان میری فریبی ہوئی۔ لیکن آگے کے واپس چلے  
جی کا کہن اعظم نے مجھے بتائی۔  
"تجربہ چھوڑا گیا خیال ہے سالوں؟" میں نے پوچھا۔  
"میری درخواست برقرار ہے۔"  
"تمہیک ہے۔ اسامہ آج رات میری خلوت میں نہ آئے بلکہ اس  
کا خیال رکھنا۔ میں نے کہا اور کاہن خوش و خوش واپس چلا گیا۔ تو پروفیسر  
رات میں بے چینی سے ایسی پسندیدہ صورت کا اظہار کرنے لگا۔ وقت گزرتا رہا۔  
میسے کا دل دراز سے کاہن قدیوں کی آہٹ پر لگے ہوئے تھے اور پھر ایک  
میسے کا دل نے دوائے کی آواز سنی۔ میں نے دوائے کی طرف دیکھا۔ آگے کی  
حسین چہرہ سامنے تھا۔  
میں کھڑا ہو گیا۔ اور آگے ایک انتہائی حسین لباس میں  
انداز آئی۔ اُس کے ہاتھ ملتے ہیں۔ پر لباس بہترین لگ رہا تھا۔ لباس کی  
تراش اس قسم کی تھی کہ اُس کے جسم کے بیشتر حصے عیاں تھے۔ اُس کی آنکھیں  
گلابی ہو چکی تھیں۔ ہونٹا شگفتگی سے خشک تھے اور ان میں ملکی ملکی لہریں تھیں  
"سورج کے بیٹے۔ تو۔ ہم کا دیوتا ہے۔ میں تیری پناہ چاہتی  
ہوں۔ میں تیری محبت میں گرنا چاہتی ہوں۔ میں تیرے قرب کی طلبا چاہتی  
مجھے بتا۔ میں کیا کروں؟ یا تو میرے دل کو سکون دے۔ میرے ذہن سے  
اپنی جاہت فنا کر دے۔ یا پھر۔ مجھے اپنے فیوض بازوؤں میں لے کر میرے  
دل کی پیاس بجھا دے۔"  
وہ میرے بالکل نزدیک آگئی۔ تو تم جاؤ پروفیسر۔ دل کا  
سکون بخشا تو میرے امکان میں نہیں تھا۔ میں کوئی نہ۔ میں نہیں تھا۔  
جو اس کے دل کا سکون تلاش کر سکتا۔ ہاں باقی کچھ میں کر سکتا تھا مگر تمہارا  
چنا چھ میں نے اسے بالکل دھوکا دیا۔  
وہ میری پسندیدہ صورت تھی پروفیسر۔ اور پھر میرے بڑی  
بات یہ کہ اُس نے کسی انجام کو نہیں پہنچا۔ وہ لوگ بات کہہ  
تھی۔ چنانچہ کسی کھٹکے سوال نہیں پیدا ہوا تھا۔ اُس کی گرم چوٹی کے  
جواب میں۔ میں نے بھی اسی گرم چوٹی کا ثبوت دیا  
میرے آگے جس کے قریب سے اُسے مدد ہوتی کرنا اور  
وہ بھی میری زندگی کی ایک ایسا دھوکا رات تھی۔ اس رات میں حقیقی معنوں  
میں عورت کی قوت کا قائل ہوا۔ میں نے تیرے تیرے سورماؤں کو شکست  
دی تھی کسی کی قوت کا لوہا نہیں ملا تھا۔ لیکن ابھی تک میرا واسطہ ملنے  
کسی سورما سے نہیں پڑا تھا۔ سو آج میرا مقابلہ ہی کیا تھا اور کیا  
کیا داؤ بچے ہوئے پروفیسر۔ لیکن میرا مقصد تھا۔ شہر کے قتل

شکست کا سفر ہی نہیں لگنا تھا۔ وہ سکون کی گہری سانس لے رہی تھی۔  
ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے زندگی میں پہلی بار اسے سکون ملا ہو۔ کافی دیر تک وہ  
دینا دینا یہاں سے بے خبری پھر اس کے پاس واپس آگئے۔ اس نے غمور  
نکاحوں سے میری طرف دیکھا اور پھر بالکل بے بسی میں بولی۔  
"اس ایک رات کے لئے۔ ان چند لمحات کے لئے میں اپنی پوری  
زندگی قربان کرنے کو تیار ہوں۔ آہ۔ آسمان سے آئے والے، تو دنیا والوں  
سے کس قدر مختلف ہے؟"  
"اسی لئے تمہاری دنیا میں میرا گذار مشکل ہے۔ میں نے کہا  
"میری خواہش ہے کہ تو ہمیشہ یہاں رہے۔ اس وقت تک جب تک  
مرزین مکر کا وجود مٹ جائے۔ مجھے ابدی زندگی مل جائے۔ اویں ہر  
دہائی سے سادہ رہوں۔"  
"یہ مرزین نہ مٹنے کے لئے ہے۔ یہ ہمیشہ قائم رہے گا۔ لیکن آملوں  
نے جشن میرے سر دیکھا ہے۔ میں اسے انجیام دیکھ کر یہاں سے چلا جاؤں گا تیری  
خواہش بیکار ہے۔"  
"میں تیری دیوانی ہو گئی ہوں سورج کے بیٹے میں ہر رات  
تیری آواز کو رگ دوں گی۔"  
وہ آواز تیرے لئے ذلت بن جائے گی۔ اس ایک رات پر اتفاقاً  
کرکے ہے ایسی چند لمحات اور میں اس کے بعد میں یہاں نہ رہوں گا۔ ہم  
آسمان کے اسی زمین پر عرف چند روزہ ہمارا ہوتے ہیں اور پھر سالوں پر  
چلے جاتے ہیں۔"  
وہ۔ تو کیا تو بھی یہاں سے چلا جائے گا؟ اس نے دودھ سے  
انداز میں پوچھا۔  
"ہاں شاید بہت جلد۔ میں نے جواب دیا۔ حالانکہ وہ مجھے بعد  
پسند آتی تھی۔ اس کی وجہ سے میں ایک طویل عرصہ یہاں رہ سکتا تھا اس وقت  
تک بھی جب تک اس کے جسم میں خیریاں نہ پڑ جائیں۔ اس وقت تک مجھے جب  
تک وہ باطل بوڑھی سے چلا جائے۔ آخر میں کئی عورتوں کے ساتھ اس انداز میں  
رہا تھا لیکن میں اپنے دوست سالوس سے وعدہ کر چکا تھا کہ میں اس عورت  
کے لئے کاہن اعظم کی امیدوں کو خاک میں نہیں ملا چاہتا تھا۔ پھر حال کیا  
نے میری مدد کی تھی اور میں تیرا کہہ کر اسی گولہ کے بارے میں اسے سنا اور  
مجھے بہت کچھ معلوم کرنے کی توقع رکھتا تھا۔  
تب آگے سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے ایک گہری سانس  
لی۔ اور بولی۔ ہاں۔ آسمان کے بایوں نے زمین کو تک اپنا لیا ہے۔ یہی تیرا  
کرم ہے کہ تو اپنے قریب چند لمحات مجھے دے دیتے۔ لیکن مجھے ایک اجازت دو۔  
دے۔ جب تک تو یہاں ہے اس تیرے اصل سلف اندوز ہوتی رہو گی  
"تو جب چاہے یہاں آ سکتی ہے۔ میں نے کہا اور سوچنے لگا۔  
یہ بات کاہن اعظم کی مرضی کے خلاف تو نہ ہوگی۔ پھر حال اگر ہوئی تو بعد میں  
تیرے بھی کی جاسکتی ہے۔!  
اور پھر وہ چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد ہی میرے بدن کا ہلکا سا

اٹکا۔ اس نے گہری نکاحوں سے میرا چہرہ دیکھا اور بولا۔ کیا میرا خیال غلط تھا  
اسلام کا کیا اس نے تیرے دائمی قرب کی خواہش نہیں کی؟  
"نہیں تیرا خیال درست تھا لیکن میں نے خوش طبعی سے اسے  
مال دیا۔ مجھے یہ حال تجھ سے کہے ہوئے دیکھنے کا لباس تھا۔  
"اوہ۔ وہ کسی قسم کی رنجش لے کر یہاں سے گئی ہے؟  
"نہیں۔ اس کے برعکس اسے قرار کیا تھا۔ میں نے جواب دیا  
"تیرا لکال ہے جس کے لئے میں تیرا شکر گزار ہوں اسامہ  
کر۔ کل میں تیری خدمت میں حاضر ہوں گا اور اس کے بعد ہم دونوں مل کر  
نئے فیصلے کریں گے۔ وہ جلال اور اس کے جانے کے بعد میں بھی ہونے لگا تھا  
کرنے لگا۔ دو سالوں کے بعد میں تھا۔ کاہن اعظم تیرے چہرے سے ملا اس کا  
پہرے پر کوئی تھا۔ ناشتے کے دوران اس نے کہا: تیری آمد سے میرے حلقوں کو  
جلال ملتی ہے۔ تو جس کا دوست بن جائے دے دنیا کے کسی اور انسان کی فکرتیں  
رہی جاتے ہیں تیرے اس انسان کو بھی نہیں بھولوں گا۔ موجودہ فزونی تو  
آنداز سے نمایاں ہو چکی ضروری ہے۔ وہ اپنے فائدہ کے دوسرے فزونی  
سے زیادہ ظالم ہے اس کے دو حکومتیں زیادہ قتل عام ہوتے ہیں وہ اپنے  
دشمنوں یا عیالوں کو ایک لحاظ زندگی دینے کا قائل نہیں ہے چنانچہ انسانیت  
کے نام پر بھی راقم کی باوثاقہ کاغذ ضروری ہے۔  
"تو ہمیشہ میرے دو کام کرے گا۔ ہاں اس پر عمل کر کے کو تیار ہوں  
سالوس۔ آج میں دن بھر کے لئے کہتا۔  
"کام تو صرف ایک ہی ہے۔ اس وقت دی سب سے اہم سٹی ہے  
ہاں۔ اگر اس کی مدد کی ضرورت پیش آئی تو پھر ہم دیر نہ نہیں کریں گے۔  
تم میں سوچ رہا ہوں کہ فزونی کو تیار دیکر رازوں۔ وہ کئی بار تیرے ہاتھ  
میں پوچھ چکا ہے۔ لیکن وہ انعام فرمے کہ انوں کے بیٹے سے ملاقات کرنے  
خود اپنے قدموں سے مل کر مہربان آنا نہیں کرتا۔  
"کوئی حرج نہیں ہے میں خود اس کے محل میں جا چکے ہوں  
کا۔" میں نے کہا۔ ناشتے کے بعد کاہن اعظم نے اپنے خادموں کو شہر میں چلا  
دیا۔ وہ ان راستوں کا اعلان کر رہے تھے جہاں سے سورج کے بیٹے کی سواری  
گزرتی تھی۔ وہ لوگوں کو دیوتا کے دیدار کی خوش خبری دے رہے تھے۔ ہاتھوں  
کی داس بھی یہی اعلان پہنچ گئی تھی کہ انوں کا بیٹا اس سے ملاقات کے لئے  
آ رہا تھا۔ سورج چڑھنے سواری کی تیاری کر لی تھی اور خوب انتظار کیا تھا اس  
بوڑھے چالاک نے۔ نہیں خفیہ محوڑوں کا رتہ جو سونے کا بنا ہوا تھا اور میں  
جڑے ہوئے جواہرات آنکھوں کو ناکارہ بنا رہے تھے۔ میری سواری کے لئے تھا  
اس کے پیچھے دھڑلے والے کھانوں کا گروہ تھا۔ ہاتھوں سواری فزونی کے  
عمل کی طرف چل پڑی۔ لوگوں نے کاروبار بند کر دیا تھا۔ راستوں پر انسانی جوش  
تھا۔ سورج کے غروب سے سواری بڑھ چکی تھی۔ لوگ خوشی سے غم نہ لگاتے  
تھے۔ پھول پھیر رہے تھے۔ اور سواری کشاں کشاں شاہی محل کی طرف بڑھ رہی  
تھی۔ یہاں تک کہ شاہی محل کے نزدیک پہنچ گئے۔  
دور سے محل کی خوبصورت عمارت نظر آرہی تھی۔ ہم اس کے سامنے



سے اندر داخل ہو گئے جہاں درباری استقبال کئے۔ دوپڑ کھڑے تھے۔ پھر  
 لمبی سیڑھیوں کی ایک بلند عمارت تھی اور سب سے آخری سیڑھی کے بعد ایک اونچی  
 چوڑی تھالی پر فرعون راعوس اپنے مشیروں و دبیروں کے ساتھ استقبال  
 کئے بیٹھ کر ابٹھا۔

نصف سیڑھیوں کے نزدیک پہنچ کر کھڑ گیا۔ اور کانوں نے  
 ٹھوڑوں کی آہیں سنا لیں۔ سونے کی سیڑھی رکھی گئی اور نیچے اتر گیا۔ کان  
 انظمی جیسے ساتھ ہی نیچے آگیا تھا، اور پھر سب کے آگے میں میرے دو قدم  
 پیچھے راعوس اور پھر کانوں کا گروہ سیڑھیوں کے لئے لگا۔ راعوس کا شاید  
 میری شخصیت میری وجہ سے متاثر ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ مزید لمبی سیڑھیوں  
 نیچے آگیا۔ اور سیڑھیوں پر ہی اس نے غیر استقبال کیا۔

”اعوں کئے۔ اہل مصر کے تیری آمد بارگاہ میں مہر کھڑا  
 مرزومہ ہر پتھر پر تجھے خوش آمدید کہتا ہوں۔“

”تھوڑے برکتیں نازل ہوں۔ میں نے تمہارا کہا۔ اور پھر تمہارا  
 کے ساتھ بغیر سیڑھیوں کے لئے لگا۔ درحقیقت یہ شخص مجھے برا خود مر اور  
 مہر و معلوم ہوا کہ میں اس کی کیا پروا ہو سکتی تھی۔ اس کا ہوا جام ہونے  
 ہوئے والا تھا مجھے معلوم تھا۔ پھر مجھے کیا ضرورت تھی کہ اس کی خود میری  
 پر توجہ دیتا۔“

”جو تمہارے موجود لوگ موجود ہوتے اور راعوس ان کے  
 درمیان سے گذرنا ہوا دربار میں داخل ہو گیا۔ دربار بے مثال تھا۔ ہر  
 دولت کا مجمع اندازہ اس دربار کو دیکھ کر ہوتا تھا۔ راعوس تخت تزیین کے  
 نزدیک پہنچ گیا۔ اس کے بائیں سمت اور دائیں سمت دو تخت اور پڑے  
 ہوئے تھے۔ بن میں سے ایک پریش اور دوسرے پر کان بن چھ گیا۔ درباری  
 بھی حسب عصب اپنی نشستوں پر فزوش ہو گئے تھے۔ تب راعوس مجھ سے  
 مخاطب ہوا۔

”مدرس کان بن نے مجھے تیری آمد کی اطلاع دی تھی میں تجھے  
 سے ملاقات کا خواہش مند تھا۔“

”دلت پتہ کئے بغیر میں تیرے پاس نہیں آسکتا تھا۔ میں نے کہا  
 کیا تو اپنے ساتھ آؤں کی نشانیاں لایا ہے؟“

”ہاں لیکن انھیں صرف وہ دیکھ سکتا ہے جو اس کا ہل ہو جو  
 شخص اپنے منصب کے قابل نہ ہو وہ انھیں نہیں پہچان سکتا۔“ پوچھا کہ  
 انھم سے کیا میں نے غلط کہا؟

”نہیں نہیں۔ میں تجھ میں آؤں کا پرتو محسوس کر رہا ہوں۔ ہاں  
 جلدی سے بولا۔ مجھے اس کی بات پر بھی آئی تھی لیکن میں سنجیدہ رہا۔

”اہل مصر کے تیرا کیا پیغام ہے۔؟“ اس نے پھر پوچھا

”یہ کیا ہے بڑے کی تیر کریں۔ اس کی معاونت کریں جو ذہنوں  
 کا مالک ہونے قیمت و نابود کریں جو انسانیت کا احترام کرنا نہ جانتا ہو۔  
 جہنم نہ کہا۔ اور راعوس کے چہرے پر بے چینی کے آثار پھیل گئے کان بن انظم  
 نے بھی چونک کر تیرے چہرے کی طرف دیکھا تھا لیکن منہ سے کچھ نہ بولا میرے جواب  
 دینے کے بارے میں انداز سے وہ کچھ خوفزدہ سا ہو گیا تھا۔

”کیا تو آؤں کی قبلات کو عام کرے گا؟“

”ہاں۔ میرے پروردہ کی قدرت کی گئی ہے۔“

”لیکن اہل مصر جانتے ہیں کہ میں منصف المزاج ہوں میں  
 صرف وہ کرتا ہوں جس میں انسانوں کی بھلائی ہو۔“

”شاید وہ اسی لئے تیری معاونت کرتے ہیں۔ اور کرتے  
 رہیں گے۔“ میں نے کہا۔ اور میرے اس جواب سے راعوس کا چہرہ کل تھا۔

کان بن انظم کی بے چینی بھی استدلال پا گئی۔

”اب آؤں مجھے ایسا ہی پائے گا جیسا کہ وہ چاہتا ہے۔ ذہن  
 نے کہا اور پھر بولا۔ میری خواہش ہے کہ تیرے ساتھ قیام کر میری وزارت  
 دیکھ میرا صاف دیکھ۔ کیا تجھ سے زیادہ اور کوئی ذرخون بننے کے قابل ہے  
 اور جب تو کوئی کی خدمت میں جاے تو میرے بارے میں اس سے سب کچھ کہہ دے  
 میں نے تیری دعوت قبول کی میں تیرے ساتھ قیام کے لئے  
 تیار ہوں اس لئے کہا۔ کان بن انظم نے ایک ٹھنڈی سانس لی تھی بہر حال  
 وہ منہ سے کچھ نہ بولا تھا۔ نہ جانے وہ کس سوچ میں گم ہو گیا تھا۔

راعوس مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرتا رہا۔ وہ زیادہ  
 چالاک آدمی نہیں تھا پھر اس نے میرے سامنے چند مقامات سے بی بیاد  
 ترائیے لگوئے کہ کیا نیاں میں نہیں نے اس کی معاونت سے انکار کیا تھا۔  
 اس کے سپاہیوں کی داستان تھی جن کے ظالم کے خلاف آواز اٹھانے کی کوشش  
 کی گئی تھی۔

لیکن راعوس ان کا تھا وند تھا اور اس کے سپاہی اس کے  
 احکامات کی تعمیل کرتے تھے اس کے خلاف آواز اٹھانے والے باقی تھے۔ اور  
 باغیوں کی سانسیں جس قدر محدود ہوں۔ درست ہے۔ راعوس اس عقیدے  
 کا مالک تھا۔ چنانچہ باغیوں کو مزا دینے میں کوئی کمی نہیں کی گئی۔ یہ چیز تفرغ  
 میں بھی شامل تھی اور جیسا کہ بعد میں پتہ چلا کہ راعوس اپنی تفرغ و دلدادہ کرتا  
 تھا۔ اگر تفرغ کے مواقع بہت زیادہ ہوتے تو وہ اس کو جیسا کہ اس نے سپاہیوں  
 کو ہدایت تھی کہ اس کے لئے روزانہ ایسے مواقع فراہم کئے جائیں اور جب  
 کوئی سٹو تو آخر بے گناہ شہریوں کا بھی کوئی مصرف ہے وہ کس دن کام  
 آئیں گے۔

چنانچہ پرومیر تفرغ میں نے بھی دیکھی۔ آج کو کافی تعداد  
 میں مجرم موجود تھے۔ راعوس کے ہتھیاروں سے نوب باغیوں کو میدان  
 میں دوڑایا اور پھر جب وہ تھک گئے تو ان کی گزریں آبی لگ گئیں۔ اور  
 انھیں تھنا میں اچھا اچھا کر فضا میں ہی ان پر تیرا انداز کی جانے لگی۔

اس کے بعد باغیوں کے دوسرے دستے کا دور شروع ہوا۔ اس بار دست باغیوں  
 کا ایک ٹولہ بھی میدان میں لایا گیا۔ ان باغیوں کو کوئی اپنا تھا چنانچہ میدان  
 میں بھاری زخمی رہتے ہوئے کے باوجود باغی باغیوں سے بچنے کے لئے دوڑ  
 رہے تھے اور آہی ان کا بھی کہہ رہے تھے۔ مزید دیکھی کہ لئے ان زخمیوں  
 میں پہل کی تھی تھی گھٹیاں بھی باندھ دی گئی تھیں جو باغیوں کے دھڑکنے کی  
 کوشش میں نہ لگتی تھیں اور سپاہی آہستہ لگاتے تھے۔

خود راعوس بھی بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ وہ بار بار ران پر

اٹھ کر نہس پرتا اس کے نزدیک ہی ایک مہینہ لڑی سے شراب کے جام  
 دی تھی جن میں وہ ہاتھ لئے بیٹھا رہتا اور پھر جب دل چاہتا تھی تو ہاتھ  
 لٹا بیٹھتا تھا۔ یہ نیا زور ظالم فطرت انسان تھا۔ یوں وہ شہریوں کی تعداد میں  
 روزانہ کی بڑھتا تھا۔ یوں نے سپاہیوں پر فیس۔ کراس ظالم انسان کی موت پر  
 ہے۔ خواہ وہ کان بن انظم کے پروگرام کے تحت آئے یا میرے ہاتھوں سے۔

راعوس کی بے چینی کا یہ عالم تھا کہ ایک بار تھوڑا سا تھوڑا  
 اس کے جام سے شراب چھلک کر اس کے لباس پر گر گئی۔ بے چینی نے تھوڑا سا  
 اس بات پر لگا ہوا تھا کہ اس وقت ایک باغی ایک ذرخون پر تپاؤں کی کوشش  
 کر رہا تھا۔ ذرخون بے پناہ تھوڑا اور طاقتور تھا۔ بھاری زخمیوں کے باوجود وہ  
 بھاگتا تھا۔ خود کو باغی سے بچا رہا تھا وہ باغی بھی تھا اس کا تھا خواہ  
 باغیوں کی کوششیں کر رہا تھا۔ چنانچہ اس بار اس نے ذرخون کا پتہ چھوڑا۔

لیکن ذرخون نے بھی بالائی سے کام لیا۔ اور اٹھ کر باغی کی پشت پر سوار ہو گیا  
 باغی سوڈ پلٹ کر اپنے شیشے گھیسٹے کی کوشش کر رہا تھا اور ذرخون آہل  
 اہل کر خود کو بچا رہا تھا۔ اس کیل سے راعوس بہت خوش ہوا تھا اور اپنی  
 کوششیں اس کے جام سے شراب چھلک گئی تھیں۔ تب اس کا تھوڑا سا تھوڑا  
 کوئی تھوڑے سے حسین لڑکی کی طرف دیکھی جس کا چہرہ زرد ہو گیا تھا۔ راعوس  
 نے اشارہ کیا اور وہ بچہ ہونے کی قوموں سے اس کے نزدیک آئی باغوس  
 نے خاموشی سے اپنی پیش میں الزما ہوا خیر کھینچا اور لڑکی تھوڑے تھوڑے  
 فورے راعوس کی شکل دیکھ کر اٹھا اس نے خیر بند کر کے لڑکی کی طرف  
 بڑھا دیا لڑکی کے کندھے پر لڑکی کے تھوڑے تھوڑے۔ اس کی آنکھیں دھڑکنے لگی  
 تھیں۔ اس نے خیر راعوس کے ہاتھ سے لے لیا۔ اسے کاپتے ہوئے ہاتھوں سے  
 اپنی طرف کیا اور پھر اپنے سینے پر لپیٹ کر پوسٹ کر دیا اس کے سینے پر  
 دانتوں سے لڑکی کی کل دی تھیں اور راعوس کے چہرے پر سکون پھیل گیا تھا  
 لڑکی تھوڑے تھوڑے میں نہ ہونے پائی تھی کہ راعوس کے سپاہی آگے  
 بڑھے انھوں نے لڑکی کی گانگیں پڑیں اور انھیں گھیسٹ کر بچے لڑھکا دیا۔

جہاں دوری بہت سی لڑکیں پڑی تھیں۔ اور پھر ان کی کان میں راعوس  
 کے سامنے پڑا ہوا لڑکی کا خون صاف کر دیا لیکن راعوس اب اس واقعہ کو  
 بھول گیا تھا ابا فیوں کے آخری دستے کی موت کے مناظر دیکھ رہا تھا۔

ایک بار پھر میرے ٹولہ میں اہل پید ہوا پرومیر میرا دل چاہا  
 اس ظالم انسان کو ایک لمحے میں فکروں میں میں نے عقل سے کام لیا۔ جو کچھ پڑا  
 تھا ہو چکا تھا۔ جب میں نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ تو پھر کیا فائدہ۔  
 خاموشی سے تھا۔ دیکھا زیادہ مناسب تھا۔ چنانچہ میں نے خود کو منہاں لیا  
 باغیوں کی آخری کھیسٹ بھی ختم ہوئی تھی۔ چنانچہ مکمل ختم  
 ہو گیا۔ یوں بھی کافی وقت گزر چکا تھا۔ اس لئے راعوس اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔  
 اور پھر وہ میری طرف متوجہ ہو گیا۔ آؤں کے بیٹے کیا۔ دیکھ چکے تھے  
 بیٹے کیا۔

”بے حد۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور راعوس نے ایک بے ہمت  
 تھوڑا لگایا۔

”تب آ۔ اب آرام کا وقت شروع ہو گیا ہے اور پھر وہ

کان بن انظم کی طرف رخ کر کے بولا۔ تیرا کرب مقدس کا میں انظم باب ہے  
 آؤں کو خوش کرنے۔ اب یہ بعد کی تنگ زندگی سے کل کر راعوس کے ساتھ  
 وقت گزارنے کا ایسا وقت ہے کہ ان کی ہادی پھر اس نے میری طرف دیکھا۔ عجیب انداز  
 تھا جیسے وہ انھوں ہی انھوں میں بہت کچھ کہتا ہو۔ اور میں نے بھی اسی انداز  
 میں اس کی بات کا جواب دیا۔ کان بن انظم رخصت ہو گیا اور میں راعوس کے ساتھ  
 اس کے محل میں داخل ہو گیا۔ کچھ اور کچھ بھی ہمارے ساتھ چلے گئے تھے۔ میں اب  
 اُدھر دیکھتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ دیکھے ہی دل میں میں سوچ رہا تھا کہ خود  
 کان بن انظم میری راعوس سے خوفزدہ ہے۔ جب تک اس کا رتبہ اہل مصلحتانہ  
 میں غلام و راعوس سے کم نہیں ہے۔ لیکن راعوس اس پر مہرادی ہے۔

ہم محل کے اندرونی حصے میں پہنچ گئے اور راعوس نے ایک  
 خوبصورت دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اس کے دوسری طرف تیری  
 آرام گاہ ہے جہاں تجھے ہر سہولت دینا ہوگی۔ ہر رات کا کھانا تیرے ساتھ لگائے  
 میں خاموشی سے اس دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے محسوس  
 کر لیا تھا کہ راعوس کے دل میں میری کوئی وقعت نہیں ہے۔ نہ ایک عہد  
 کی محبت مجھے رہا ہے۔ بہر حال میں اس میں بھی خوش تھا کیونکہ وہ سب کچھ  
 خود ہونے والا تھا۔ راعوس دیکھنے کے بعد مجھے کرنا چاہتے تھا میرے عقیدے میں وہ  
 غلام رہا ہے تھے۔ انھوں نے میرے لئے دروازہ کھول دیا اور میں اندر داخل ہو گیا  
 اندر نیم ریاں لاسوں میں تھوڑے خوبصورت لڑکیاں موجود تھیں۔  
 جو آپس میں ایک دوسرے سے چلیں کر رہی تھیں میری شکل دیکھتے ہی ڈوڑھ  
 ہو گئیں۔ اور پھر وہ میرے سامنے تھیں۔ مجھے لانے والے واپس چلے گئے تھے۔  
 میں نے مسکراتے دیکھا ہوں سے انھیں دیکھا اور بولا۔ ”تم کون ہو؟“  
 ”میری غلامی میں آؤں کے بیٹے۔ خوش نصیبی سے کان بن انظم تیری خدمت  
 کا فخر حاصل ہوا۔ ان سب سے ایک وقت کہا۔

”کیا میں میری آمد کا علم تھا۔؟“

”ہاں کان بن انظم کا پیغام پوسٹ مہر کو مل چکا ہے۔ اس بار ایک  
 لڑکی نے کہا۔

”ہوں۔ میرے غسل کا بندوبست کرو۔“

”بندوبست ہے۔“ لڑکیوں نے کہا۔ اور میری ہتھالی اس کمرے  
 کے ایک دروازے کی طرف کی اور پھر انھوں نے دروازہ کھول لیا۔ دوسری طرف  
 ایک خوبصورت خوش موجود تھا

پانی میں خوشبو بات ملاں اور پھر دو لڑکیاں میرے بازو پر کھڑکی  
 مجھے خوش میں لے گئیں میرا دماغ جبک ہاتھ لگاؤں کے بہرہ فیکلار جسم  
 میری نگاہوں کے سامنے تھے وہ خود بھی میرے جسم سے بے حد جڑا تھا  
 انھوں نے اپنی زندگی میں ایسی رخت والے انسان کو نہ دیکھا ہوگا۔ اس کی  
 نگاہوں میں میری جی تھی اور پندہ کی گئی۔

تب انھوں نے اپنے زہم انھوں سے میرے بدن پر کئی روغن  
 لے اور پھر مجھے غسل کرانے لگیں لیکن اس دوران میں نے خود کو تپاؤں سے لگا  
 تھا میرے جذبات غور و فکر سے تھے لیکن یہاں اس محل میں کچھ مجھے بہت سے  
 کام انجام دینا تھا اس لئے میں خود کو بھلا انسان نہیں ثابت کرنا چاہتا تھا۔ خود



لوگوں کے تھیں تیز ہو گئے تھے ان کی حرکات سے کبھی انداز نہ ہوتا تھا کہ وہ میرے جذبات پر کانٹا پا جاتی ہیں لیکن پروفیسر آفریں ایک غریبہ انسان تھا۔ ان جوان چھوڑیوں کے جھانڈے میرا کیا بگاڑ سکتے تھے میں غسل سے فائدہ لیتا اور غسل سے باہر نکل آیا۔ مایوس لوگوں نے مجھے لباس پہنایا اور پھر یہاں سے ان سے کھانے کی فرمائش کی۔

غمدہ کھا کھانے کے بعد میں نے انھیں اجازت دے دی اور خود آرام کرنے لیت گیا۔ میرے ذہن میں بہت سے خیالات تھے۔ دندہ صفت رات کا قابل فخر تھا۔ میں نے تہہ نہ کیا کہ اگر ان احمق اپنی سازش میں ناکام بھی ہو گیا تب بھی میرے زندہ نہ رہنے والے کا گویہ میرے بنائے ہوئے اصول کے خلاف تھا لیکن اس درندہ کے لئے وقتی طور پر میں اپنا اصول توڑنے کو تیار تھا۔

تو پروفیسر پھر رات ہو گئی۔ رات کو شاندار محل پر درویش بول گیا۔ چاروں طرف وہی شاندار روشن ہو گئے۔ رات کا کھانا راتوں میں میرے ساتھ کھایا۔ کھانے پر بھی وہی ترک و احتشام تھا جو ناپا بیٹے تھا۔ راتوں بہت خوش تھا اور خوب جبکہ بالکل اسی دوران اس نے مجھے مخاطب کیا۔ "آسمانوں کی خشک زندگی میں تیرا دل نہیں گھبرا لیا آسمانوں کے بیٹے۔ یا پھر وہاں بھی سب لوازمات موجود ہیں؟"

"آسمانوں کے وارے زمین کی پستیوں تک نہیں آئے چاہیں" میں نے خشک لبے میں کہا اور راتوں میں چمکے۔ اس نے تو خوار نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور پھر کھانے سے باہر روک کر بلا۔

"کیا زمین کی پستیاں جاسے وجود کجا بھی آسمانوں کی ہم قدم نہیں ہیں؟ کیا مایاں خداوند راتوں کا نقشہ کوئی چیز نہیں کہتا؟ میں ہنسنے لگا۔ اس کا گلہ دیکھ کر تو کھنکھانے لگا اور میری آنکھوں میں آنسو آ رہا تھا۔

"تو زمین پر ایک مشن لے کر آیا ہے راتوں میں ہے تو آسمانوں کو کبھی لگا ہو لیکن تیرا خشک نام بھی وہیں ہے۔" میں ہنسنے لگا۔

"تو زمین کے بسے والوں سے ملنے ہے جو کہ تو ان کا خلیفہ ہے میں زمین پر رہنے والوں کی بات کر رہا ہوں۔ کیا وہ تیرے تابع نہیں ہیں؟ کیا تو ان کی زندگی ان کی خوشحالی کا مالک نہیں ہے؟"

"ہاں۔۔۔ تو نے درست کہا میں ان سے برتر ہوں۔ میں ان سے اعلیٰ واقع ہوں لیکن کیا اس کے باوجود آسمانوں کے راز مجھ پر کشف نہیں کئے جاسکتے؟"

"تو خود ان سے واقف ہے پھر تو زمین پر رہنے والوں کی طرح یہ سوال کیوں کرتا ہے۔ اگر تو ان سے واقف نہیں ہے تو پھر ان انسانوں کا معبود نہیں ہے اور میرے کالے رہا ہے۔"

زبانے اس میں کی مجھ میں کیا آیا کہ وہ ہنسنے لگا۔ اور پھر اس نے دوبارہ کھانا شروع کر کے ہونے کہا ہاں۔ میں غلامیوں میں سب کچھ جانتا ہوں۔ بے شک زمین والوں پر آسمانوں کے راز کشف نہیں ہوتے

چاہتیں۔ تو نے خشک کہا آسمانوں کے بیٹے۔ تیری باتوں میں صدا ہے! اور میں دل ہی دل میں مسکراتے لگا۔ ظاہر ہے قریب کی باتیں راتوں کے علاوہ اور کون سمجھ سکتا تھا۔

اس نے مجھ سے بہت سی احاطہ باتیں کیں اور پھر ہم کھانے سے فارغ ہو گئے تب اس نے اٹھتے ہوئے کہا تو آسمانوں کی دستوں سے آیا ہے۔ وہاں تیرا وقت جیسے بھی گزرتا ہو۔ لیکن آسمان میں تجھے اپنی ترتیب دی ہوئی جنت دکھاؤں میری جنت یقیناً تجھے پسند آئے گی! اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔

بلشاس نے جنت ہی کا سماں پیدا کر رکھا تھا ہم محل کے عقبی حصے میں اٹھتے تھے۔ یہاں اور کھانا ہوا آسمان تھا جہاں ستارے چمک رہے تھے۔ زمین پر چین ترین قطعات لگے ہوئے تھے۔ سنگ مرمر کی ایک بڑی بار درہی تھی۔ درختوں میں موزی شمعیں بھی ہوئی تھیں۔ وسیع و عریض بار درہی۔ ایک لمبا حوض تھا جس میں رنگین شراب بھری ہوئی تھی۔ اور حوض کے کنارے دنیا کا انوکھا حسن بکھرا ہوا تھا۔ لباسوں سے بے نیاز حسینائیں ہاتھوں میں مریخاں اور مایا لے کر تھیں۔ درختوں کے گھنٹوں حسینائیں میٹھی ہوئی تھیں۔

نقری قبضے ملے رنگ کچھ رہے تھے اور وہ کہیں سے سانپنے کی آواز دھماکا اور گڑ گڑی تھی۔ راتوں میں لہے ہوئے بار درہی میں داخل ہو گیا اور چہرہ حینائیں ہمارے نزدیک ہو گئیں۔ انہوں نے ہلے حد تک لباس اتارے ہوئے تھے۔ اس سے ان کے نسوانی خطوط اور انہماک تھے۔ وہ میں ساتھ لے ہوئے ایک سین تخت پر بیٹھ گئیں جہاں راتوں میں بیٹھ گیا۔ میں بھی اس کے ذریعہ سے تخت پر بیٹھ گیا اور ایک لیا دہوں والی حسینائیں ہمارے پاس آ کر بیٹھ گئیں۔ پھر چاروں دریاؤں کنہوں پر سونے کے محال تخت ہوئے انہیں میں پر حیا ہوں اور جا رہے ہوئے تھے۔

اور جیسے کہ نزدیک ہو گئیں اور انہوں نے نہایت فاسق سے جملے کر ہمیں پیش کئے جو پھر راتوں میں جا رہے تھے۔ ایک سا دل کا جھماکا ہوا اور اس کے ساتھ ہی درختوں سے جا رہی تھی۔ تو دے ان کے معمول پر سیاہ لباس میں تھے۔ ان کے چہرے تک ڈھکے ہوئے تھے۔ ہونٹ انکھوں کی جگہ دو دو سوراخ تھے۔ انہوں نے اپنے بازوؤں پر لہے بٹل تھے۔ وہ بٹل اٹھلے دوڑتے ہوئے بار درہی میں آئے۔ اور انہوں نے ہڈیوں کو سیرے سے تمام کر انہیں ایک نیم ٹھونڈ پر بٹل میں ایک ایک زلفہ جوڑ دیا۔ چاروں میں زلفہ تھا۔ زمین پر ترپے ٹھیک۔ وہ نقش و سیمائیں کر رہی تھیں اور ان کے کنبلی کی طرف ٹھٹھکے جسموں کے ساتھ ساروں نے بھی دی آواز اختیار کر لی تھی۔

چاروں سیاہ پوش اب تلواریں سونٹ کر کھڑے ہو گئے تھے اور گویا اس تاک میں کھڑے تھے کہ جو بھی لوگوں کے دل کی حرکت رکے وہ انہیں قتل کر دے۔ راتوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھل گئی۔ اس نے شراب کا جام اٹھایا اور پی لیا اور قرض دیکھتا ہوا۔ لوگوں کی دیکھتی زمین۔ اور وہی

عروں پر پہنچی تھی اور پھر ہر جگہ کا ایک اور جھماکا ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی۔ لوگیاں اس طرح کھڑی ہو گئیں کہ احساس بھی نہ ہوا۔ سیاہ پوشوں نے ان پر تلواروں کے دائرے ٹیکن ہونے کے دوسرے جھماکے کے ساتھ ساتھ تلواروں بڑی غلی سے یہ وار چا گئیں۔ اور پھر بے درپے جھماکے ہوئے گئے۔ نقاب پوش ہر جھماکے کے ساتھ وار کر رہے تھے اور لوگیاں اچھل اچھل کر دوام پھا رہی تھیں اور بلاشبہ پروفیسر۔ صرف مذاق نہیں تھا۔ اگر کوئی لڑکی ایک لے کے ٹھٹھک جاتی تو اس کے جسم کو ڈھکے ہوئے کوئی نہیں ٹھٹھک سکتا تھا لیکن وہ سب ماہر فن تھیں۔ وہ یہ وحشیانہ نقش و رسا سننے سے ترتیب دیا گیا تھا۔ راتوں خوشی سے مسکرا رہا تھا۔ سیاہ پوش وار کرتے رہے اور پھر انہوں نے تلواریں پھینک دیں۔

تب موسیقی نے دوسرا رخ اختیار کر لیا۔ اب وہ طرب کا اندیشہ کر رہی تھی اور اس کے ساتھ ہی لوگیاں مسکراتی ہوئی رقص کرنے لگیں۔ وہ ملہ ناغاب پوشوں پر شاندار پوری تھیں اور وہ وحشی رام نہیں رہے تھے۔ وہ اب بھی پیڑ سے بدل بدل کر خود کو ٹھیکوں سے ڈور رکھ رہے تھے۔

شب قرض تھا لیکن ہر حال اس کی دلچسپی سے میں کچھ نہیں رہ سکتا تھا۔ لڑکیاں جا رہے خالی جا شربت بھر رہی تھیں اور سرور بھٹتا جا تھا۔ راتوں بھی رقص میں مگن تھا۔ زلفائیں جب نوجوان سیاہ پوشوں کی وحشت سے اک گئیں تو انہوں نے انہیں اپنے مہر میں جسم کے جال میں پھانسنے کی کوشش کی

میری آنکھیں بھی جل رہی تھیں۔ شراب تو بے لگتی تھی۔ حیثیت نہیں رکھتی تھی لیکن رقص کرنے والوں کی یہاں سے کچھ نہیں بھی ہوش و حواس سے بیگانہ کئے دے رہی تھیں۔ راتوں میں ابھی اپنے گھر آیا تھا اور کوئی لوگوں نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ لوگوں کے کھٹکتے ہوئے ہتھکڑوں میں کبھی کبھی راتوں کا خوش بھنگ سنائی دے جاتا تھا۔

راتوں کو اب رقص سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی۔ وہ چمکا تھا۔ اور یوں بھی وہ لوگوں کے غول میں۔ مجھے نظر نہیں آ رہا تھا۔ میرے نزدیک بیٹھی ہوئی لڑکی نے میری آنکھوں میں سر رکھا۔ اور میں ایک جھٹکے سے اٹھ گیا۔

بھی نہیں تھا۔ پروفیسر کا تہذیب کے اس گہوارے کے باشندے کی حرمت اپنے آپ کا گھون کی حثیت میں لاکھڑا کرتا ہے۔ بھاری قدموں سے چل رہی میری کشیاں سنگ رہی تھیں۔ دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ ہاتھ پر رہا تھا۔ اور میں چل رہا تھا۔ اپنی خواب گاہ کی طرف۔ ہاں۔۔۔ خواب گاہ اب بھی میری غلامی میں موجود تھی اور اہوں نے میری ٹوٹ پسندی۔ تو اس میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لیں گا۔

میں چاروں طرف خاموشی تھی۔ رات کافی حد تک گزری تھی میری غلامی لوگوں کا بھی ڈورہ و رنگ کوئی وجود نہیں تھا۔ میں خواب گاہ کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

تب دیکھیں شمع دانوں کی روشنی میں۔ میں نے اپنے خوبصورت بستر کوئی ٹھیک ٹھوس کی میری آنکھیں کھل گئیں۔ سرنگ رنگ کے جھلارے لباس میں۔ میرے بستر پر ایسی ہی موجود تھی۔ ایسی۔ میری پسندیدہ عورت۔ میرا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ اس وقت ایسی کی موجودگی میرے لئے ایسی ہی تھی جیسے پیاس سے جان توڑتے ہوئے انسان کے ہونٹوں تک پانی پینے جاتے۔ میں تیزی سے اس کی طرف اپکا۔ اور ایسی کے خوبصورت ہونٹوں پر مسکرا پھیل گئی۔

"میں جانتی تھی۔" اس نے سرگوشی کی۔ "کیا جانتی تھیں ایسی؟" میں نے اس کے قریب بیٹھ کر اسے پیاسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آسمان کے رہنے والے زمین کے بہت انسانوں سے ملندے ہوتے ہیں۔ وہ کسی طور ان جیسے نہیں ہو سکتے۔" ایسی نے ہنسنے سے کہنا۔

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔" میں نے اس کی طرف ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔

"تم راتوں کی جنت سے آرہے ہو۔" اس نے کہا۔

"ہاں۔" میں اس جنت کے بارے میں خوب جانتی ہوں۔

"کیا جانتی ہو اس کے بارے میں؟" وہاں زمین کی پستیاں ابھرتی ہیں۔ خود کو تو لہو نہ کھیلے

والا۔ وہاں۔ عرواں کینڑوں کے بدن چاٹتا ہے۔ اور اپنی حقیقت کا اعلان کرتا ہے۔

"تم نے درست کہا ایسی۔ اس وقت کوئی معمولی زلفہ اسے گردن مبارک رکھتی ہے۔ اس وقت کوئی ادنیٰ کینڑا اس کے چہرے پر چھو سکتی ہے؟"

"میں تمہاریوں نہیں رکھے۔"

مجھے وہ منظر پسند نہیں آیا۔ میں اسان اور ماہر لوگوں فریق پسند کرتا ہوں۔

"تیرا ہے۔ ہوتا ہونے کا ثبوت ہے۔ ہاں میرے ہوتا ہونے تمہارے غولوں سے بڑبڑو۔ لیکن میں۔ تمہارے لئے ہوں۔"

"ایسی سچ تک میرے پہلو میں رہی۔ اور پھر جب روشنی پھوٹنے لگی تو وہ اٹھ گئی۔"

"کل۔ میرا انتظار کرنا۔" اس نے سرگوشی کی۔ "بے چینی سے۔" میں نے کہا۔

اور پھر وہ چلی گئی۔ میں آرام کرنے لیٹ گیا اور سورنا چڑھ چکا تھا۔ سونا سا۔ پھر جب جاگا تو میری کینڑیں میری منتظر تھیں میں نے پہلے دن کی طرح غسل کیا۔ کینڑیں اب بھی میری مدد انھیں نہیں میں نے ان کی طرف سے



کاہن اعظم نے بتایا ہے کہ تم دلوں کی حقیقت سے واقف ہو۔ تم میرے

ksfree.pk

www.pdfb

2012年12月15日







236

booksfree.pk

www.pdfbo

237











اندازہ لگایا، اور ملط الفاظ اور آواز کے لئے میرے لئے۔ میں ہوں سے بڑھا کر ہوں نہیں ہوں، بلکہ دست و پائی ہوں سے جلو میں تباہی و بادی ملتی ہے۔ چنانچہ تیرا فرض ہے کہ بے گناہیوں والوں کو کشتے کی موت سے محفوظ رکھیں تیرے لئے لشکر کو قتل کرنا اور اس کے بدترین سرور کی ختم ہو جائے گی۔ پھر تو بے یار و مددگار ہو کر میرے رحم و کرم پر ہوگا اور اس وقت تو میرے گے کہ لاش تو میرے ساتھ اچھا ملے گی اور اس تباہی سے دوچار نہ ہوتی۔

”میری ہی باتیں کرنے والے شیطانی باز۔ گھوڑے کی پشت پر تیرے دھاردار اور زمار کو تو مجھ اپنے کر تو بہت طاقتور ہے، لیکن فیلان کے گرد ایک وار تیرے زمین پر راز کے گا۔ تیرے پاؤں چٹاؤں میں گس جائیں گے، شاخوں کے گوار تیرے جسم کو قید کرے گی، میرے لشکر میں سب اس چوہے آواز کی طرح کھڑے نہیں ہیں۔“ عورت نے خوبصورت دانت و شیشہ انداز میں پیسے ہرے کہا۔

”میں تجھے دوستی کی پیشکش کر رہا ہوں لیکن اگر تو خود کو بہتے منیر میری دوستی قبول نہیں کر سکتی تو نہیں میرے سب سے بہتر تو ناز کرتی ہے۔ اور جن کی موت پر میری آنسویں کرسے۔ تو دیکھو کہ وہ میرے ایک وار کی تاب نہ لاسکیں گے اور اس کے بدترین اگر تو اپنے لشکر میں کی موت کی خواہش ہے تو میں تیرے سامنے ان سب کا خون بہاؤں گا، بدترین تجھے پھر تو اس کی ذمہ داری میرے اوپر نہ ہوگی۔“

”فیرون۔ شاخوں، آواز آگے آگے نکلنا دلائی کا فرو چھادو عورت عقب میں سے کہہ رہی تھی۔ اور میں نے۔۔۔ نیچے بے ہوش چوہے پر سے پاؤں اٹھایا۔ پھر اس کی کمر میں پاؤں پھنسا کر اسے پاؤں سے اس کے لشکروں کی طرف اچھال دیا تو اسے سنبھال نہ لیتے تو کچھ ٹھکان پر گرا اس کے جسم کی تمام ہڈیاں ایک دور سے سے اڑ رہی تھیں۔ اس کے بعد میں انسانی کا جسم اٹھا کر اسے کو دیکھنے لگا جو اپنے گھوڑے سے اڑتے ہوئے میری طرف آ رہے تھے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں گرز تھا لیکن گرز کا کھس کے گرز کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا۔ باقی دو گھوڑے اپنے چوتھے دو تینوں خود بخود انداز میں میری طرف تھے۔ سب سے پہلے گرز کا دار ہوا تھا۔ میں نے ان دو گھوڑے پر دوکا اور پھر گرز پر دو گرز سمیت گھوڑے سے اٹھا کر نیچے پڑا لیکن اس کے ساتھ ہی کٹا کٹا کھس کے میرے جسم پر گرز کے دو درخت لیکن میں نے ان کی طرف توجہ نہیں کی تھی، البتہ حریف خود اپنے گھوڑوں کو بچانے کا کھیر میری طرف آ رہے تھے، جو میری وہ میرے قریب پہنچے میں نے ان دونوں گھوڑوں کی ایک ایک ٹانگ پر کالی گھوڑے سے کہنے کی جگہ پر پہنچے گئے تھے۔ اور سب دیکھ رہے تھے کہ گھوڑوں پر گئے والوں کے جیسے پاش پاش ہونے پر کوئی تصور نہیں تھا۔ البتہ تیروں بہت اچھل کود بہا رہا تھا، اس لئے میں نے اس کے گرز کو اس کے سینے پر لے ملا۔ گرز اس کی ٹانگوں سے گرز تاہو زمین سے گر گیا تھا تب میں نے اسے پھینک دیا اور ایک طرف ہٹ گیا۔

حیرت زدہ عورت گھوڑے سے اتر پڑی تھی۔ اور اب وہ آنکھیں پھاڑے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ آہستہ سے بڑبڑاتی۔ کیا تو میں پال ہے؟“

”یہ کیا پرتا ہے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”پھر تو کون ہے۔“ بیشک تو وہ یہاں ہے جیسے کہ کہتا ہے۔ تو نے

کس آسانی سے ان تینوں کو مار ڈالا جو میں پر پھاری تھے۔

”میں بڑے اطمینان سے تیرے اس لشکر کو قتل کر دوں گا ایک نوحہ کی حیثیت رکھتا ہے۔“

”چونکہ تو نے وہی کیا، جو کہا تھا اس لئے اس میں تجھے ذرا لگے کی ہمت نہیں رکھتی۔ بتائیں تیرا کیا کرنا ہے۔ اور کہاں ہے؟“ وہ مسطرا انداز میں بولی۔

”میں ذرا خود اپنا قبیلہ ہوں۔ اور میرے قبیلے میں میرے ملاوہ اور کوئی نہیں ہے۔“

”تب تو میں پال نہیں ہو سکتا، لیکن ستاروں نے تجھ کو ہمارے صوف میں پال کر جو میرے استعمال کی آگ مرگ کرے گا۔“

”کیا تو ستاروں کا شمس ہے۔“ میں نے اس سے پوچھا۔

”ہاں۔ اور مجھ جیسا ستارہ شمس اپنے اہل، یا بیڑا لگا کر تو فوج اٹھانے میں پال نہیں ہے اس بات پر مجھے دکھ اور حیرت ہے۔“

”اور میں تیرا یہ دکھ نہیں ہائے سکتا، مگر تو کون ہے اور کیا نام ہے؟“

”میں استعمال کی دیوی شمس ہوں۔ اور میری پیشانی پر آتش کی تعداد رکھی ہوئی ہے۔ وہ دانت جیسے ہوتے ہوں، اور اس کے الفاظ کو کرنے لگتا۔ استعمال کا کوئی سلاطین سلطنت ہوتا تھا۔ لیکن پھر میں پال کون ہے میں وہ استعمال کر رہی ہے۔“

”میں آتشیری کو نہیں جانتا، میں نے کہا۔“

”مائی گا۔ ستائیں کا ہزاروں خدا، جو مضبوط دیوہ دیوی ہیں، بڑے کو خدائی کے جھوٹے دعوے کرنا ہے اور میدان جنگ سے ہوں لڑنا ہے۔ شجر لڑنا مائیں نے بیڑیوں کے غول پائے ہوتے ہیں اور ان پر ناز کرتا ہے اس کے پرستار پھر میرے ہوتے انداز میں کہا۔ میں اس کے بولنے کے انداز کو راہ تھا، اور پروفیسر۔ کچھ بھی کہو۔ کچھ بھی کہو۔ اس کے بولنے کے انداز میں مجھے بڑی کشش نظر آتی۔ اور حقیقت وہ نفرت کی خوبصورت دیوی تھی۔ اس کے ہونٹ نفرت سے مسکراتے اور مطالع میں مجھے ہوتے دانت بیڑیوں کے دانتوں کی طرح چمکتے اور جھرو متسا اور وہ ایک لڑکھی ٹکڑی سلطنت ہونے لگتی۔“

”میں پال کون ہے، جس کا نام استعمال کر رہی ہو؟“

”ناتان اٹھانے میں پال۔ میں نے اپنے میں ستاروں کی چٹائی گئی۔“

”کہاں ان میں زور پر سب طوطی حکومت کے گا۔ ہاں میں اس کا استعمال کرتی ہوں۔ تاکہ میرا کہنے ہوئے شہر تیروں سے چھٹیوں کو گالہ پراپا استعمال نہ کرانے میں جواب دیا۔“

”کیا وہ متبادر اور دست ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”وہ اس سب کا درست ہے جو اس کی حالت تسلیم کر لیں اور ان سب کا دشمن ہے جو اس سے مرزا کرے۔ وہ ضرور اور میرے گرز سے کا۔ اس کے انتظار میں، میں اپنی ہڈیوں میں رو پڑی ہوں۔“

”ہوں۔“ میں نے ایک گہری سانس لی۔ پھر میرے اپنے میں لڑا لیا نیاں ہے؟“

”میں اپنے اپنے میں تجھے سب کے باجی ہوں، اب تو مجھے اپنے اپنے لگنا۔ تو کون ہے کہاں سے آیا ہے۔“ کیا ارادہ رکھتا ہے؟ غصے سے کہا۔

”اگر تو چاہے تو مجھے اپنے دوستوں کی بات سے لگی۔ ہر منہ کرتیرے اچھا جان مند میرے استوں اسے کہے ہیں، لیکن میں انہیں ہلاک کرنا نہیں چاہتا تھا میں انہیں اس لئے تجھ سے کیا تھا؟“

”گھڑے ہوں پھر کد کد میری سرشت نہیں ہے، تیری دوستی کا لڑا لڑا ہوں گا۔ اور کیا تو مطمئن کرے گا مجھے اپنے اپنے میں؟“

”میری شرف کا کچھ بھی نہ ہوں گی، ہاں تو میں ملے اپنا اطمینان اپنے کرنے۔“ تب ہاں صافہ نادر میں چل۔ میں وہی تھے جو سنگھڑوں کی، اس نے کہا اور اچھل کر گھوڑے پر سوار ہوئی۔ پھر اس نے چند لوگوں کی طرف مطالبہ کر کے کہا۔ ”مرنے والوں کی لاشیں گھروں میں اٹا دو۔ ان کے ہتھیار استعمال کر میں ان کی ضرورت ہے اور وہ ان کی لاشوں سے فیتھ ہیں، اور پھر اس طے جاؤ۔“

اس کے غلام اس کے حکم کی تعمیل میں معروف ہو گئے۔ میں نے اپنے گھوڑے کو تیار کیا۔ اپنا ہتھیار سامان گھوڑے کی پشت پر لا دیا۔ اور پھر خود ہی اس پر سوار ہو گیا۔ پھر کچھ آہستہ آہستہ چٹانی فاصلے طے کر کے لگے۔ ہلار ڈانچ میں ہڈیوں کی طرف تاجو میدان کے انتہائی سرے پر نظر آ رہے تھے۔ پھر آگے بڑھ کر گھوڑے اس تیزی سے لڑنے لگاؤں کہ راستے میں انہیں کھسکا تھا۔ تیری شمس کا سنیہ اور تیرا گھوڑا، تاہم میں اس کا ساتھ لے رہا تھا۔ اور میرے گھوڑے کی سست و رفتاری سے اس کے خدو حال کے نیچے میں کی پڑی تھی۔ اور ایک پیرسوی میں سکا رہا اس کے ہڈیوں کی کھیل رہی تھی۔

تیری طاقت کی طرف تیرے جسم کا وزن کی ہیبت زیادہ ہے؟

اس نے پلٹے پلٹے کہا۔

”کیوں؟“ تجھے کیسے اندازہ ہوا؟“

”تیرے گھوڑے کی سست رفتاری سے۔“

”نہیں۔ یہ جو کہ ہے۔ ان دو اہل ہڈیوں میں اسے گھاس نہیں ملی ہے۔ میرا خیال ہے ان پیڑیوں کی دوسری سمت گھاس کے میدان پر چٹے۔“

”کیا تو ان ملا توڑی اس میں ہے؟“

”ہاں۔“

”تو کہاں سے آیا ہے؟“

”میرے۔“ میں نے جواب دیا اور وہ چمک چمکی۔ اس نے حیرت سے میری طرف دیکھا اور بولی۔

”تو میری راستہ ہے؟“

”نہیں۔ میں نے جواب دیا اور وہ پھر چمک چمکی۔ پھر اس نے فورے مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھا۔

”اگر تو میری ہی نہیں ہے تو پھر کون ہے کسی تیری زمین؟ انسان؟“

”میرے اپنے میں نگہ بند نہ ہو۔ میں وہی ہوں تیرا درست ہوں۔“

”تیرے جسم کی تیری چمک۔ میرے لئے عجیب ہے۔ میں نے نیچے لیے انسان نہیں دیکھے۔ اور میرے یہ انسانی ہاں۔ کیا تیرے جیسے اور بھی انسان دیکھے زمین پر موجود ہیں۔؟“

”شاید نہیں۔ میں نے کہا۔“

”گور تو تمنا انسانی ہے۔؟“ وہ مسکرا دی۔ اور پھر میرے کھلے سے اس کے خدو حال کا اہل ہی بولی گئے۔ وہ ایک نئی حریت معلوم ہونے لگی۔

”میں اور دلکش۔“

”ہاں۔ میں تمنا ہوں؟ میں نے اسے پسند نہ دیکھا میں نے دیکھے ہوئے کہا۔“

”تب تیرا دلچسپ کون تھا؟“

”وقت۔“ میں نے جواب دیا۔

”اور تیری ماں؟“

”کائنات۔“ میں نے جواب دیا۔ اور وہ منہ پر تیری۔ فوکی

”میری تیری باتیں۔ میری کھجوری نہیں تھیں۔ ان کو قیام ہے۔ اور تیرا تیرا رنگ بہت سہلا لگتا ہے۔ تو طاقتور ہے بے پناہ۔ لیکن انسو کو تو میں پال نہیں کر کے اس کا شدید استعمال ہے۔“

”تو آتشیری کو قتل کرنا چاہتی ہے۔؟“

”کتنے کی موت مارنا چاہتی ہوں اسے۔“ اچانک اس کے خدو حال پھر چمک گئے اور اس کے چہرے پر وہی درد کی نظر آنے لگی۔

”میں اسے ہلاک کرنے میں تیری مدد کر سکتا ہوں؟ میں نے پیشکش کی اور وہ چمک کر میری شکل دیکھنے لگی۔ کتنی سست دیکھ رہی۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔

”بیشک، تو مجھے پناہ طاقتور ہے، لیکن آتشیری نے ایک شعلہ لشکر جمع کر رکھا ہے۔ وہ خود میدان جنگ میں نہیں آتا، اس کے سالار فوجی کو دانت میں۔ چنانچہ اسے قتل کرنے کے لئے اسے لشکر کی ضرورت ہے جو پہلے اچانک لشکر کو ناکارے اور جب آتشیری بے یار و مددگار وہ جلتے تو پھر اسے بھی کتنے کی طرف گھیر لیا جائے۔ اور اس کے لئے میں پال ہی ضرور ہے۔ اس لئے تو اس باجے میں نہ سرچ؟“

”ہوں۔“ میں نے ایک گہری سانس لی اور سنبھل گیا۔ ایک بار پھر میں دوردل کے معاملات میں ناگ اٹھا رہا تھا۔ کچھ کی ضرورت پڑی تھی میں حسب سابق بیان اپنا کا کر دیا اور پھر میں اسے کچھ لڑے جاؤں۔ چنانچہ میں خاموش ہو گیا۔ ہم لوگ دو اہل گشت گردانے میں چمکے تھے۔ یہاں تک کہ ہم پیادوں کے نزدیک پہنچ گئے۔ اور پھر ایک تنگ آہ سے سے داہلی ہر کر ہم اپنے قریب پیادوں کے دامن میں غاروں کے ان داہلی پر پہنچ گئے تو قریباً سب میں ٹٹ کے نظر آ گئے تھے۔ بیشک یہ غار یا بجے کے کھلا آدوں سے مکمل طور



لیکن اس وقت پہلی ازمنہ کی کامرٹ ایک مقصد ہے۔ انیسویں کی موت میں دو سال

www.ksfree.pk

www.pdfbo

245







جس کی انک کے تختوں کے شعلے جل رہے تھے۔ اس کی آنکھیں انکاروں کی طرح مڑ رہی تھیں اور اس سے شعلیت جھلکی تھی۔ اس نے اپنا ستون ٹپاؤں زمین پر مارا اور پھر ان کے ہیکار نیچے گری ہوئی غمناک کی طرح ٹپ رہا۔

خون صاف کیا اور پتے زخم پر رکھ کر کپڑا باندھ لیا۔ اس طرح اس کا  
رک گیا تھا۔

شکار کثرت تھا۔ پانی بھی موجود تھا۔ کوئی اضطراب نہیں تھا۔ عشاء کا زمانہ پوری طرح مندمل تو نہیں ہوا تھا۔ لیکن وہ اچھی طرح اٹھ کر چلنے پھرنے لگی تھی۔ یہاں تک کہ چوتھا روز بھی گزر گیا۔ پانچویں دن جب سورج بلند کی پہچان پہنچ چکا تھا۔ تو میدانوں پر رنگا رنگ پتوں نے امانگ جینا شروع کر دیا۔

کا گھوڑا سفید اور زیادہ قد اور تھا۔ باقی اور گھوڑے سیاہ تھے۔ سفید گھوڑے والے ابے جد پر عرب انسان تھا۔ وہ میرے نزدیک آنے کا انتظار کرنے لگے۔ اور جب ان کے مقابل پہنچا تو بہت سی تلواریں تیار سے نکل آئیں۔ سفید گھوڑے والے نے ہاتھ بند کر کے غصیل جو اوائی کر دوک دیا تھا۔ اور اور بزمِ افغانی سے چند گز سے زیادہ نہرہ گیا تھا۔ تب ایک سیاہ گھوڑے والے نے ہاتھ اڑاتے کہا۔



”یعلٰی کی موت اور اس کی شہادت ایک حقیقت ہے۔ ارمیلا کی پینٹ سٹینٹ  
بہادی گئی ہے اور غشاہ رشتی بھر جانباڑوں کے ساتھ ہماروں میں مبعوثی پھر رہی  
ہے۔ وہ تیری مشترک اشیاء اور اسے یقینی تھا کہ تو اپنے دوست کی موت کی کہانی سن کر  
غور و ادھر کا رخ کرے گا۔ تو وہ دل لڑت رہی راہ پر آگئیں لڑنے کے لئے تھی۔  
لیکن اس کے ساتھیوں کی تعداد اس قدر کم ہے کہ جب اس نے تیرا غمگین نظم دیکھا  
تو دہشت سے چٹانوں کی آڑ میں چلی گئی کہ مہادیاشتری کے لشکری بڑوں جو  
راہ کی تلاش میں بھیگنے پہلے رہے ہیں۔ عرفین تھا جو تیرے سامنے آنے کی جرأت  
کر کے تھا، سو میں چلایا۔“

جانتی تھی۔ ہزاروں سے اترتے رہے۔ وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

”ہاں تیرے اس اقرار سے مجھے مسرت ہوئی ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ



بہارہ رنگ کے لہجہ کے چھوڑ دوں گی، اور جس وقت تک ایسا نہ کر لوں گی، زندگی کے تیشات مجھ پر درام ہیں، میں کوئی ایسا کام نہ کروں گی جو میرے لئے لذت بہر ہو۔ اور جس کا تعلق صرف میری ذات سے ہو۔ میں ایسی جوانی کے تقاضے بھی ہوں نہ کروں گی کسی مرد کی آغوش میں بیٹاؤں گی اور اگر میں اشتیاق نہ لے سکیں، تو اس وقت خود کو پس آتھوں گی، تو اطمینان سے کسی پہاڑ کی بلند چوٹی سے نیچے چھلانگ لگا دوں گی؟

میں بال بشتار کے دھتے ہوئے چہرے کو دیکھتا تھا پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراتے ہوئے تھی۔ اور اس نے کہا

لیکن اب تو بے بس نہیں ہے عشق تیرے ساتھ میں بال بختار کے کون ہے جو اس لشکر کے سامنے قدم ہلائے۔ تو مجھے کتری تیرے پوری ہو گئی ہے۔

مقدس میں بال بختار ہے۔ اور حشری کی موت پر جتنی بختار لڑتی آواز میں بولی۔ اور پھر اس کے سامنے ٹھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ اتنے میں نے اپنا گھوڑا احتیاط سے جان کی آٹے نکالا۔ اور فوج میں شامل ہو گیا۔ بلاشبہ مجھے کوئی نہ دیکھ سکتا تھا۔

تیرا وہ قاصد کہاں ہے بختار جو بے حد بے باک اور انوکھی شخصیت کا مالک تھا؟ میں بال سے بے نازک سوال کر لیا۔ یقیناً بختار کے چہرے پر اضطراب کے آثار پھیل گئے ہوں گے۔

”وہ موجود ہے میں بال۔“

”وہ کون ہے۔ کیا ایسا کا باشندہ ہے؟ وہ ہمارا پیہریدہ شخص ہے، مگر وہ ہمیں نظر نہیں آیا۔“ میں بال نے گردن اٹھاتے ہوئے کہا

”وہ وہ ایسا باشندہ نہیں ہے میں بال لیکن بلا کا ہمارا۔ اور بے حد غلغلہ ہے۔ اس کی شخصیت کو ہر منظر پر لے گا۔ بختار نے کہا۔“

”یقیناً اس نے ہماری تعمیر نہیں کی تھی۔ وہ خود کو ناقابل ترمیم سمجھتا ہے اس نے کہا تھا اگر جا رہا تھا اس پر تکرر کرے تو وہ سوجھ چپے تک ان میں سے آدھوں کو کھینچ لے گا کچھ بھی ہو بختار میں اس کی یہ طرہ گفتگو نہ لگتی ہے۔ بذات خود وہ کچھ بھی نہیں دہ جاتی آٹھوں میں مڑا کی سے انھیں ڈال کر گفتگو کرنے والا شخص ہے مگر وہ ہے کہاں؟ ایک بار پھر اس نے گردن اٹھا کر مجھے تلاش کیا، اور میں گھوڑے کو اڑا کر اس کے سامنے پہنچ گیا۔

”آ۔ میں بال نے تیرا نہ تھا ہوں مجھے دیکھا اور بولا۔“ حشری کے لشکر کے کچھ حصے کو نونے اپنے لئے مخصوص کیا ہے حال ہے؟

میرے ہونٹوں پر مسکراتے ہوئے تھی اور پھر میں نے سادہ سے لباس میں وہاں میں کھل کر وقت گنتی نہیں کرتا سردار۔ ہاں میرے کشتوں کے اندر اتنے عظیم ہوتے ہیں کہ ان کی گنتی ناممکن ہے۔“

”خوب۔“ خوب؟ میں بال میں ڈرا میں اس کے انداز کو محسوس کر رہا تھا۔ لیکن میں گرم خون والا نوجوان نہیں تھا کہ اس کے انداز سے سچ پاؤں اور کوئی اقدام کر سکتا ہاں عام حالات میں، میں نے اس سے جو کچھ کہا تھا اس کا عملی تجربہ

نہی پیش کرتی لیکن بختار کی درخواست بھی سامنے تھی۔ اس نے مسکرا کر کہا بختار میں بال بختار کی طرف متوجہ ہو گیا۔ میرے دوست کی فوجوں اور غلوں صورت ہیں۔ اگر تو میری مندرجہ ذیل تیرا گیا ہوں اور دیکھ سکتے ہو بختار عظیم ہے۔ میں حشری کی قوم کو فخر دلاؤں گا، میں نے ایسی مرادوں کا جو ایک مثال بن جاتے گی میں صلاح و مشورہ کرنا ہیں بختار کیوں نہ پہاڑوں کے اس طرف میدان میں ہم ٹیم زدن ہو جائیں۔ اور اس کے بعد آگے بڑھیں۔“

”میرے بھائی بختار، جن کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ گو میں بال کے عظیم لشکر شکیوں جیسے نہیں ہیں۔ ہم انہیں بھی لشکر میں شامل کر کے ان کی فوج آفریں گے۔“

”تھیک ہے۔ ہم نے انہیں خود میں شامل کر لیا۔“

”چنانچہ میں بھی کینز ہوں۔ مجھ سے مشورہ نہ لیا جائے۔ بلکہ مجھے خود اپنے ہاؤ۔“ میں بختار کو تیز نہیں ہے۔ ہمارے دوست کی ہیں ہے۔ ایک حسین شہزادی ہے۔ ہم تیری عزت شہزادیوں کی طرح کریں گے۔ تیرا فیہم ہمارے نیچے کے نزدیک ہوگا۔ میں بال نے کہا۔

اور پروفیسر میں نے اس ادھیر کے قوی پھیل بولنے کی اٹھائی میں ایک ایک گھٹت دیکھی شاید وہ صرف اپنے دوست کا انتظام لینے کے لئے بختار کی مدد میں رہا تھا، مگر خود بختار کا قرب اس کی توجہ حاصل کرنے کا خواہشمند تھا۔ ایک دلچسپ صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔ بختار مجھے بھی پسند تھی اور اس بڑے جلاوطن بھی، لیکن دیکھا یہ تھا کہ بختار کی فیصلہ کرتی ہے۔

اگر اس بڑے کئی میں بھی فیصلہ کرتی تو مجھے کوئی غماص فوج میں نہ تھا یہ اس کا اپنا فعل تھا، ہاں میں اپنی دلچسپیوں کے بارے میں نور کرنا مجھے ان لوگوں کے ساتھ رہنا چاہیے۔ ایسا ہی سے آگے بڑھنا چاہیے۔ کیونکہ ہر حال میں بختار کے بعد دوں اور وفاداروں میں سے رہنا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ بختار جو مجھ سے محبت کا اقرار کر چکی ہے۔ اگر اس وقت کے تحت خود کو بڑے میں بال کے خلیفہ کر دیتی ہے، تو میں نے اس کے دوسرے کا احساس دلاؤں گا اور پھر ان لوگوں کو چھوڑ کر آگے بڑھ جاؤں گا اور اگر معاملات کوئی دھماکا اختیار کرتے ہیں تو وہ میرے لئے دلچسپ ہوں گے، بڑے میں بال کو تو کئی کرنے میں مجھ کوئی شک نہیں تھا۔

لشکر کے رہنما رہا، یہاں میری حیثیت میں ایک نمایاں تبدیلی تھی۔ اس لشکر میں میری کوئی بہت نہیں تھی۔ ایک معمولی سپاہی سے زیادہ کچھ تھا اور پروفیسر مجھے زندگی کا بڑا ہی پسند آ رہا تھا۔ دوسرے سپاہیوں کی مانند میں بھی پہلا رہا اور ہم ایک عظیم میدان میں پہنچ گئے۔ میں بال کا لشکر سناڑو ملان سے آگے تھا۔ بختار کے آدمیوں کو ان میں تسلیم کر دیا گیا۔ اور ان میں ہونٹوں میں دو دواؤں کی نگارہ کرنے لگے۔ درمیان میں بختار اور میں بال کا نیم بختار اس دوران میں بال کے ساتھ رہی تھی۔ اور بختار میری طرف متوجہ بھی نہیں تھی یہی میں بال کے ایک عام سپاہی کے ساتھ ایک عظیم فوج میں ہو گیا۔ میرا ساتھی بختار کو ایک آدمی تھا۔ تندرست و توانا اور جنگجو۔ میدان میں شام ہو گئی میں بال

کے لشکر کے کھانے پکانے کی تیاری کرنے لگے۔ میں بھی ان کے ساتھ مصروف تھا پھر میں نے اور میرے ساتھی نے ایک ساتھ بیٹھ کر کھا لیا۔

میرا ساتھی جس کا نام انا تھا باہر میری طرف دلچسپ نگاہوں سے دیکھنے لگتا تھا۔ کھانے کے بعد اس نے مسئلے کو سامنے لیا۔

”تو تم ان شکست خوردہ لوگوں میں سے ہو جنہوں نے حشری سے شکست کھائی ہے؟“

”ہیں۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اگر ہل کے لشکر میں شامل ہو جاؤ تو اسے شکست نہ ہوتی۔“

”خوب ہے میں تمہاری باتیں اس وقت بھی سنی تھیں جب تم پہلی بار تھلہ کی حیثیت سے آئے تھے، تمہارے ہم کارنگ شیب ہے؟“

”ہاں میری فطرت بھی شیب ہے۔ میں نے کہا

”کیا تم کسی نمایاں خصوصیت کے حامل ہو؟“

”یقیناً“

”کیا تم بے حد طاقتور ہو؟ کیا تمہارے جسم سے ظاہر ہے۔“

”تمہارا خیال درست ہے۔“

”تب تم بھی کی درزش میں بلوم کو لاکار دنا تاکہ تمہارے ذہن سے یہ خیال ہمیشہ کے لئے نکل جائے۔“ بڑے نے مسئلہ کو سامنے لیا کہ اس کے لیے میں اور چہرے پر ہنسنے والی مسکراتے تھی، لیکن میں نے سکھانے سے اس کے الفاظ سننے اور پھر اس کی کون سے پوچھا۔

”بلوم کون ہے؟“

”پہاڑ۔“ بڑے نے بختار سے زیادہ مضبوط نوجوان نہیں ہے۔ وہ بیک وقت آٹھ آدمیوں کو چھڑا دیتا ہے۔“

”تو بڑے۔“ تم میری طرف سے بلوم کو اس کی شکست کا پیغام نہ دینا؟“

”اپنی بات کے ذرا دردم خود ہو گئے؟“ بڑے نے کہا

”اور بلوم کی موت کے ذرا دردم۔“ میں نے جواب دیا

”خوب خوب۔“ دوسرے بختار میں دلچسپ ہوتی ہیں۔ بلوم کی ایک بری مادہ ہے۔ وہ اس شخص کو زندہ نہیں چھوڑا جو اسے لٹا لٹنے کی جرأت کرے، ہاں اس وقت وہ مجھ پر تھا ہے، جس میں بال نے حکم دے۔ تاہم کل کی میں بختار کی اجازت سے بختار کا نام بختاروں کا؟

”تھیک ہے۔“ میں نے کہا۔ اور دل میں سوچا کہ کچھ تو فوج بے خطر تو میرے بلے میں کوئی جانتی ہے لیکن میں بال کو کبھی معلوم ہونا چاہیے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں ایک اور خواہش جاگ اٹھی۔ کیا اس بختار اور میں بال کی گفتگو سنوں۔ دیکھوں تو وہی بختار ہیں بال کی دوستی کی کیا قیمت ادا کر رہی ہے۔ اور اگر ان مقام کی آگ میں مل مرنے کے لئے مجھ سے کئے ہوئے وعدے سے گریزیں اور اس نے خود کو میں بال کی آغوش میں نہ دیا ہے تو پھر ان دونوں کی موت واجب ہے۔“

ہاں پروفیسر۔ پہلی بار جسکر دل میں زخمت کے جذبات پیدا گئے تھے نہ جانے یہ تبدیلی میرے اندر کیوں آئی تھی۔ اس کی وجہ شاید۔ بڑے سپاہی بختار کے علاوہ کوئی دوسری عورت نہیں تھی اور ہر حال بختار ایک بھر پور عورت تھی جو مجھے پھر دل کے دور کی لڑکیوں کی یاد دلاتی تھی۔

چنانچہ جب میرا ساتھی اپنی بات کیا اور اس کے حلق سے کئے ہوئے کبک کی سی آوازیں اچھے لگیں تو میں خاموشی سے باہر نکل آیا۔ ماحول پر سکوت تھا میں بال کے لشکر کے عیون کے بیرونی حصوں پر پھرنے لگے تھے۔ اندرونی حصار میں پھر سے کوئی ضرورت محسوس نہیں کی تھی تھی۔

چنانچہ مجھے میں بال کے نیچے تک راستہ طے کرنے میں کوئی وقت نہ ہوتی میں ہی اندھیری رات تھی۔ میں بال کے نیچے کا دروازہ بندھا ہوا تھا۔ اس میں تاریکی تھی لیکن اس کے نزدیک ہی بختار کے نیچے سے روشنی چھن رہی تھی اور اندر سے گفتگو کی آواز سنائی دے رہی تھیں اس لئے میں ہی مجھے کچھ نہ پوچھ گیا۔ میں نے نیچے کے عقب میں کوئی ایسا سوراخ تلاش کرنے کی کوشش کی جس سے میں اندر جھانک سکوں لیکن کوئی سوراخ موجود نہ تھا۔ تاہم کپڑے سے بنے ہوئے نیچے میں سوراخ بنالیا کوئی شکل کام نہیں تھا میرے تیز نظر نے آٹھ کی راہ ہمارا کردی اور میں نے اندازاً متفکر دیکھا۔

بختار ایک زرد کارگر سی پریمی ہوتی تھی اور میں بال کی لمبی تون دا ناخن مجھے قریب ہی نظر آ رہی تھیں۔ بختار کی گردن بھی ہوتی تھی اور میں بال کہہ رہا تھا۔

”ہل ہمارا گروہ دوست تھا۔ نیکیوں کا شہنشاہ۔ کاش ہم اس سے بے خبر رہتے، کاش وہ زندہ رہتا۔ اگر وہ زندہ ہوتا بختار تو میں اس سے اپنے دل کا حال کہنے میں عار نہ ہوتا۔ اور میں یقین ہے کہ وہ ہمارے جیسے بڑے باپ کی دشمن دیکھنا بھی پسند نہ کرتا۔“

بختار سوال انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

”تم نہیں سمجھیں بختار۔ ہم نہیں اس وقت بختار کے لباس میں دلانا چاہتے کہ ہم بختار کی بجوری سے کوئی ناما نہز فائدہ اٹھانے کی فکر میں ہیں۔“

”میں جانتا ہاں میں بال۔“ بختار کی آواز ابھری۔

”ہم تصور دار نہ ہوں گے بختار کیونکہ تم نے خود ہمارے دل کا حال جاننے کی کوشش کی ہے۔“

”مجھے تجس پیدا ہو گیا ہے میں بال۔ آخر تو کیا کہنا چاہتا ہے۔ بختار نے کہا۔“

”ہم جہاں سے بد ہوئے تھے۔ ہم نے جب آخری بار ملے دیکھا تھا، تو ہم بختار کی بختاروں میں آئی تھی بختار لیکن اس وقت کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جو ان بختار کو تو ایسی تباہ کن بن جائے گی۔ ہم تیرے دشمن سے بے حد تباہ ہیں بختار۔ ہم نے مجھے پہلی بار دیکھا تو ہم حیران رہ گئے تھے۔ میں گمان بھی نہ تھا کہ ان پہاڑوں میں اس قدر بختار پوشیدہ ہے اور پھر ہمارے دل میں تیری جیت ہو گئی۔ ہم مجھے اپنی فکر ناما چاہتے ہیں بختار۔ ہم مجھے حاصل کرنا چاہتے ہیں



تہ میں نے ہشتار کی شکل دیکھی۔ وہ بھی جی آکھوں سے بولے ہیں بال  
کی شکل دیکھ رہی تھی جیسا اس کا اور اس بوڑھے لایا جو تھا لیکن بادشاہ  
بوڑھے نہیں ہوتے۔ وہ جوان ہوتے ہیں اور لڑکوں کو اپنا حق سمجھتے  
ہیں۔ اس لئے میں پال کے نہ مانیں بچے کا لگا لگا ہی تھا پھر ہشتار کے چہرے پر  
انہیں پیدا ہو گئی۔ اور میں اس کی دیکھ کر بولی کہ ہشتار میں جاتا تھا کہ اس وقت  
اس کی نگاہوں میں میرا تصور ہے۔ اسے اپنا مدد دے اور وہ بخوبی دیکھ رہی ہے  
کہ جیسے کس انسان نے صرف اس کے لئے ایک معمولی چیز اختیار کر رکھی ہے  
جب کہ وہ میری حیثیت سے بخوبی واقف تھی اور پروفیسر۔ جوڑا کی جھٹ سے واقف  
ہو جاتے، شاید زندگی بھر دوسرے مرد کا تصور نہ کرے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہشتار کو یہ بھی خیال ہو گا کہ اگر اس نے میں پال  
سے صاف صاف انکار کر دیا تو وہ جیتے مرادے قبول نہیں کر سکتی تو میں پال اس  
کی مدد کرنے سے انکار کر دے گا۔ نہ صرف انکار کر سکتا ہے، بلکہ میں ممکن ہے ڈانٹے  
اس دوران میں گرفتار کر کے واپس لوٹ جائے اور اپنی حرم میں ڈال لے، وہ  
طاقت ور تھا اسے کون روک سکتا تھا۔ چنانچہ میں خوب غور سے ہشتار کی کیفیت کا  
حاکم بنا رہا اور حیرت انگیز اس کی آواز کا انتظار کرنے لگے۔

تہ ہشتار کی آواز ابھی آ رہی تھی۔ "آہ۔ عظیم میں پال۔ کون عورت ہو گی جو  
تیری آغوش میں اپنے سر رکھے گی، کون جیسے عظیم ہشتار کو ہٹانے کی حرکت کرے گی،  
میں کی ایک عورت ہوں لیکن میں پال کی خون آلود لاش پر کھڑے ہو کر میں نے بعد کیا  
تھا کہ جب تک ہشتار کی لاش اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں گی، جب تک اس کے خون  
سے غسل نہ لیں گی پائے دل کی ہر غماز کو سوا دوں گی اور اگر کبھی یہ ہشتار جس حد  
ٹوٹا تو خیر چاہے ہیلوم ہو کہ لوں گی چنانچہ جیسے انتظار کرنا ہو گا میں پال ہشتار  
میرا غم دور ہوئے۔ اس وقت میں تجھے یہ فیصلہ سے آگاہ کر دوں گی اور اس  
وقت تو دل کی مراد پائے گا، اگر تو مجھے یہ بہت نہیں لے سکتا تو میں تجھے اجازت  
دیتی ہوں کہ اپنا خیر بھل اور میرے ہیلوم سے آ کر دے۔

اس کی فوری ہمت میں ہشتار اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تیری  
طلب تو میرے جنون کو تیر کر دے گی۔ میں نے تجھ سے یہ کہہ کر ہشتار کی تیری شرط منظور  
نہیں ہے۔ میں پال نے کہا۔ اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ میں تجھ کی آواز زور  
گھوڑا رام ہو گیا ہے۔ اور ہشتار کا کامیابی سے اسے ٹال چکی ہے۔ ہر چند کہ ایک انہیں  
پیدا ہوئی تھی لیکن میں کس لئے تھا، اس وقت جب ہشتار کی شکل کو دیکھتے ہیں  
گی اس وقت جب میں پال اپنی طلب کر کے تھا تو میں سامنے آؤں گا، اور تب میں  
اس بوڑھے گدھ کو بتاؤں گا کہ ہشتار کا کام کیا ہے۔ ہال مجھے اطمینان ہو گیا کہ  
ہشتار تجھ سے بد عہدی پر آمادہ نہیں ہے۔ وہ جہد کی پابندی کرے گی کیونکہ  
وہ میں پال کی محبوبہ ہے۔ اور میں اس کا محبوب ہوں۔ چنانچہ میں جس بات میں  
سے یہاں تک آیا تھا اسی خاموشی سے واپس اپنے خیمے میں آ گیا۔ ہال بوڑھا ابھی تک  
بیٹھ رہا تھا میں نے سوچا کہ اس کی گردن پر پاکی رکھ کر اسے اس جگہ سے نہ جات  
دلا دوں لیکن پھر میں نے اسے معاف کر دیا کیونکہ ایک فائدہ ایک بگناہ کی زندگی کے

اور پھر میں اس کی کمرہ آوازوں کو نظر انداز کر کے سونے کی کوشش کرنے لگا  
دوسری صبح مجھے میسر نہ آئی یہی چکا تھا۔ اور میں انہیں ملایا ہوا  
انہی گیارہ گیارہ ساتھی مجھے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ اور پھر اس نے مخصوص مشکانہ انداز  
میں پوچھا۔

"ادب۔ کیا بات ہے جیلے۔ کیا رات کی تاریکی نے تمہاری انگلیوں کو ٹھنک  
لیا ہے۔ کیا تمہاری عقل نے تمہیں کوئی تیز مشورہ دیا ہے؟  
"کیوں بول رہے ہو قوف۔ یہ تو نے کیسے تصور کیا۔؟ میں نے سکتے ہوئے کہا۔  
"مکان ہے تم اس لئے دیر تک سوئے ہو کہ ہیلوم کی ورزش کا وقت نکل  
جائے۔ اور تمہاری جان بچ جائے۔"

"یہ بات نہیں چنگیز۔ دراصل تو رات بھر کھڑے ہوئے کر کے کھڑے تھا  
رہا ہے۔ اس لئے میں دیر سے سوکا ہوا ہیکر ساتھی نے میری قوین امیر الفاؤ کا بڑا  
نہیں مانا۔ اور سنا کر اب پھر بولا۔

"تو تیار ہو جا۔ اور میرے ساتھ چل۔ ہیلوم اکھاڑے میں آچکا ہو گا،  
اور ورزش کر رہا ہو گا۔"

میں نے پانی سے ہاتھ دھو کر اور پھر اس کے ساتھ چل پڑا۔ راستے میں  
میں نے ورزش کے بارے میں تفصیل معلوم کی تو بوڑھے نے مجھے بتایا کہ میں پال اپنی  
فوج کو جاکر دو چنبد رکھنے کے لئے اُن سے ورزش کر لے گا، ایک ایک مجھے کہنے  
ایک ایک دن مخصوص ہے کہ وہ کس پاس ہے پناہ لشکر کے تمام سپاہی ایک وقت ورزش  
نہیں کر سکتے، ہال جو مخصوص لوگ ہیں، وہ روزانہ ورزش کرتے ہیں اور ورزش  
کرنے والوں کی کڑائی کرتے ہیں، جیسے ہیلوم۔"

"خوب۔ جیسے خود میں پال اس ورزش کو دیکھتا ہے۔"

"بلاتر۔ وہ اپنے سپاہیوں کو مستعد دیکھتا ہے پناہ ہے، اگر وہ خود  
اپنی نگاہ نہ رکھتے تو وہ کامل ہو جائیں۔ وہ ان کی کوری اور کسی کیف کا  
بھونکورا ڈال کر کہتے۔"

"کیا وہ اکھاڑے میں بیٹھ چکا ہو گا۔"

"نہیں چکا ہو گا تو بیٹھنے والا ہو گا جیسے ساتھی نے جواب دیا اور میں نے  
گردن ہلا دی۔ دلچسپ ہو رہا تھا۔ میرے لئے پسندیدہ۔ اور ہم جیوں کے  
دوسری طرف میدان میں پہنچ گئے۔ جہاں میں پال کے سپاہی ایک ایک لپو لپو دائرے بناتے  
کھڑے تھے اور ان کے درمیان آج کے ورزش کرنے والے جہاں کی کمالات دکھا  
ہوئے تھے۔ ایک بڑی چوکی ایک طرف بنی ہوئی تھی جس پر فرش بچے ہوئے تھے۔ یہ  
یہ چوکی شاید بہت سے کڑی کے محروم کو جوڑ کر بنائی گئی تھی، ہم اس چوکی  
کے عقب میں جا کھڑے ہوئے۔ دوسروں کو تو نے ہمیں راستہ دے دیا تھا۔

تیمیں نے گوتے ہوئے پہاڑ ہیلوم کو دیکھا۔ وہ حیرت جہات میں وہ جا رہا  
تھا لیکن اناس کا ہر حیرت میں نہیں تھا۔ وہ اکھاڑے کے درمیان وزنی پتھر  
اٹھائے ورزش کر رہا تھا، دوسرے لوگ بھی مختلف ورزشوں میں مصروف تھے۔  
یہ پتھر جو اس کے ہاتھ میں محوم رہے ہیں۔ دس آدمی دس لکڑی کے پہاڑ

میرے ساتھی نے بتایا: اور میں گھومتے ہو ہیلوم سفر کرتا ہے اس کی زندگی چند  
ماہ سے زیادہ نہیں ہوتی، اس کی عمر کا کارہ ہو جاتا ہے تب دوسرا سب سے  
مضبوط گھوڑا اس کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح ہیلوم کی زندگی پر دو چنبد  
گھولے کام آچکے ہیں۔

"خوب۔ آج میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس کے کھانڈے کا وزن بھی اتنا ہی ہے۔ اتنا لمبا کھانڈا تو نہ اپنی زندگی  
میں نہ دیکھا ہو گا۔ اور اس کے دل سے ایک وقت کی آدنی جان دیتے ہیں۔"

میرا ساتھی اس کی مدد کر رہا تھا لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ گوشے اس پہاڑ میں  
وہ وقار و مدبر بھی نہیں تھا جو اناس میں تھا۔ اناس میری زندگی کا عظیم  
ترین انسان بنے شک نہ بولنے والی شخصیت، اس کے جسم میں جو بھی طاقت ہو  
لیکن اس کے دل میں بھی ہوتی عظمت اس کے مقابل کو مسخ کر دیتی تھی وہ عظیم  
انسان ہی تھا اور اس کے برعکس یہ چھوڑا شخص، جو زنی پتھروں کو گھما کر خود کو  
دنیا کا سب سے طاقتور انسان سمجھ رہا تھا۔

"کیا خیال ہے جیلے، کیا تمہاری رگوں میں دوڑتا ہوا خون رک نہیں  
گیا، کیا تمہیں اپنی بات کی حماقت کا احساس ہوا ہے میرے ساتھی نے سوال کیا اور  
میں ہنس پڑا۔

"اے بے وقوف انسان۔ کیا اس کی طاقت صرف یہی ہے کہ وہ پتھر گھما  
رہا ہے۔ اگر تو اسے ہی طاقت سمجھ لے تو توں بیش بہا کی بات کی قوت اس پتھر کو متنی  
میں بدل سکتی ہے اور شخص میں اسے اس طرح مانتا ہوں کہ پھر یہ زندگی میں  
کسی کو لٹکانے کی حرکت نہ کرے۔ میرا ساتھی جیت سے انہیں پھاڑ کر مجھے دیکھنے  
لگا شاید میری دماغی کیفیت پر شبہ ہوئے لگا تھا پھر اس نے مضحکہ انداز  
میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اے بے ہمت۔ ساتھی بھی تو صرف ایک رات کے لئے، اور وہ بھی ایسا  
اتنی جلد ٹھیک ہے۔ آج تک اکیلا ہوں پھر اکیلا ہو جاؤں گا۔"

"یقیناً یقیناً۔ آج میں نے مسکراتے ہوئے کہا کہ کیوں اس کی موت کے بعد  
اس کا خیر خالی ہو جائے گا اور وہ مجھ مل جائے گا۔"

"ٹھیک ہے بھائی۔ تو باتوں کا ماہر ہے۔ وہ دیکھ۔ خود میں پال۔  
عظیم حیران اکھاڑے کی سرکڑا گیا ہے۔ آج اس کے ساتھ ہشتار بھی ہے۔ کیسا کہ  
ہو گا تیری موت پر ہشتار کو۔ آخر اس کا ایک اور آدمی جان سے بچا۔"

اس بات نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ اور میں پال اور ہشتار  
کو دیکھ رہا تھا جو پتھر کی چوکی کھڑے آ رہے تھے پھر وہ دونوں چوکی پر جا کھڑے  
ہوئے۔ اکھاڑے میں ورزش کرتے ہوئے لوگوں نے گردن جھکا کر اطاعت کا اعلان  
کیا۔ اور پھر ہیلوم پتھر ٹھیک کر سہنہ لے کر ہوئے میں پال کے قریب پہنچ گیا انا  
نے بھی گردن جھکا لی تھی۔ تب میں پال نے ہشتار کی طرف رخ کر کے کہا۔

"اے دیکھ ہشتار میرے دوست کی ہیں، اس جیسے انسان کی گردن بھی  
میرے لئے جگتی ہے۔ ہال میں دنیا کا واحد شخص ہوں جس کے سامنے یہ گردن

جھکاتا ہے۔ ورنہ کسی سرزمین نے ایسا انسان نہیں پیدا کیا جو اس کا سر جھکا دے،  
اس کی جہات بھی کیا اس سے قبل ایسا جوان دیکھا ہے؟ ہلو ہشتار کیا تھا  
آئیوں میں سے کوئی ہے جو اس کا مقابل ہو؟

"یہ سوال ہے ہشتار؟ جس کا جواب مجھے دینا ہو گا؟ ہشتار نے پوچھا  
کیا مطلب، ہم نہیں جانتے ہشتار۔؟ میں پال نے پوچھا۔

میں کہنا چاہتا تھا میں پال میں نہیں بتانا چاہتا تھا میں نے کسی ایک  
میرا ہشتار غلامی میں دیا ہے، ہال سے معلوم تھا کہ عظیم میں پال جیالوں کی اس  
قدر عزت افزائی کرتا ہے کہ ہیکر ہی تو ہے۔ عظیم میں پال ہی جیالوں کی قدر  
رکھتا ہے کہ وہ خود دوسروں کا دلیر ہے، ہشتار نے ہلائی ہے کہا۔ اور یہ غلامیوں  
نے سن لئے تھے۔ میں ہشتار کی جگہ پر مسکرتے بغیر نہ رہ سکا۔

"تیرا اندازہ درست ہے ہشتار۔ ہال اس جوان کو فوج میں پوری طاقت  
مامل میں اس کی ہر ضرورت، ہر خواہش کی تکمیل ہوتی ہے، اسے دوسروں سے  
ممتاز سمجھا جاتا ہے اور میدان جنگ میں یہ سامنے ادا کر چکا دیتا ہے۔ مگر تو نے  
کون سے سیکرے بات کہی تھی؟

"مجھے وہ کام یاد ہیں رہا میں پال، جو تیرے پاس گیا تھا؟

"ادب ہر شکر بلے والا۔ مگر کیا تو اسے صبح الامان سمجھتی ہے؟ وہ بھولی  
سا انسان میرا کیسے ہو سکتا ہے؟۔ میں بتا۔؟

ہیلوم واپس چلا گیا تھا اور اب وہ بیک وقت پانچ پہلوؤں سے  
زور آزمائی کر رہا تھا۔

"میں پال تو نے صبح الامان کیوں نہیں سمجھا؟ ہشتار نے پوچھا۔

"کیونکہ اس نے اپنی ہی لاف و غزاف کی تھی۔ باقی ہے اس نے کیا کہا؟

نے کہا تھا کہ اگر میں اپنے لیے ہٹے ہوئے لشکر سے جنگ کرنے چھوڑ دوں تو میں جیسے تک  
میرے سپاہی آدھے رہ جائیں۔ وہ جو کچھ بھی خوش قسمت فرد ہے کان الفاظ  
کی اوڑھنے کے بعد زندہ واپس آ گیا لیکن صرف تیرے نام کی وجہ سے۔"

"وہ پناہ طاقت ور ہے میں پال اس کی طاقت ضرور آزمائے گا لیکن  
جنگ میں تو اس کے سپرد بہتر کام کر سکے؟"

"کیا تیرا خیال ہے کہ میں اسے ہیلوم کے مقابل لے آؤں؟ میں پال الحیرت  
سے پوچھا۔

"ہیلوم۔ شاید اس کے سامنے ایک خیر پختہ کی حیثیت رکھتا ہے خفا  
نے کہا۔ اور یہ اس کا تجربہ تھا، غار کی چٹان کا ڈر اس نے میں پال سے نہیں کیا  
تھا لیکن ہر حال وہ اس کی آنکھوں دیکھا واقعہ تھا۔

لیکن اس کے الفاظ سے میں پال کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ چند لمحے سا  
نگاہوں سے ہشتار کو دیکھا رہا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر مسکراتے ہوئے  
کہا۔ "دقت ہے کہ ہیلوم اپنے ہشتار کو زندہ نہیں چھوڑتا۔ یہ اس کا اصول ہے  
اور شاید درست عملی ہے، کیونکہ اس طرح اس کے سامنے صرف وہ آتا ہے جسے  
موت کی آزد ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو ہر کس و کس آکر اسے پریشان کرے، اور میں



خشاہ کے لڑکے دل کو گھیس نہیں لگا سکتا۔ اس وقت ہمارا ایک ایک آدمی تھی ہے  
میں پوری توجہ سے ان کی گفتگوں کا تھا۔ عمر میرا اتنی سا تھی کچھ اور  
ہی گھات لگاتے ہوئے تھا۔ چنانچہ اس نے اپنا کمر بھر کر لٹائے والوں کو اپنی  
طرف توجہ کیا۔ اس کے ہونٹوں کے گوشے جسی سے چکپا رہے تھے۔  
”سوائے جالوسو۔ یہاں ایک ایسا بھی موجود ہے جو بہلوم کی قوت کو  
لگانا چاہتا ہے۔ سوائے کی دلچسپ بات سنو اور وہ میرا سامنی بیٹھی وہی  
قائد جس نے کل لیٹے سناے تھے۔ یہ اس کا تازہ لطیفہ ہے کہ وہ خود بہلوم کا  
مقابلہ جھٹاتا ہے۔ کیا اس کے اس دلچسپ دعوے کی تصدیق کی جاسکتی ہے؟“  
بہلوم نے بے الفاظ سے اور باتوں میں تھا ہے ہوئے تھوڑے تھوڑے  
پھر وہ آہستہ آہستہ میرا سامنی کی طرف بڑھا۔ اس کا چہرہ سیاہ اور ٹھنڈے  
دوبا ہوا تھا۔ اس نے میرے سامنی کے گریبان کے لباس پر ہاتھ ڈالا اور اسے زین  
سے تین ٹٹ اور اٹھ کر اپنے مقابل کر لیا۔  
”تو نے جو کچھ کہا کیا یہ حقیقت ہے۔“ اس نے گرجا دار آواز میں پوچھا اور ایک  
عورت کے لئے میں اس سے زیادہ برداشت کی قوت نہیں رکھتا تھا چنانچہ میں سب  
سے مل آیا۔  
”ہاں یہ حقیقت ہے۔ اس بے وقوف کو چھوڑو۔ میں تیرے سامنے ہوں؟“  
میں نے کہا اور بہلوم نے ٹٹے ہوئے آدمی کو نیچے پیچک دیا اور پھر میری طرف گھور کر  
دیکھا۔ اور پھر میں بال کے سامنے جا کر بڑھا۔  
”عظیم خشاہ۔ کیا تو اسے جہان گیدہ۔ وہی احمق قائد ہے جس نے  
کل تیری شان میں گستاخی کی تھی لیکن تیرے شانے پیش خود پر کر گیا تھا آت پھر  
اس نے ایک حماقت کی بات کہی ہے۔ میں انسان ہوں اور زیادہ قوت برداشت  
میں رکھتا تاہم تیرا حکم ماننے کے لئے اب بھی تیار ہوں۔“  
”یہ لکھا رہے ہے بہلوم۔ اور یہاں ہماری نہیں تیری حکمت ہے اس نے  
مجھے اٹھائے ہیں لاکڑا ہے، ہماری طرف سے اجازت ہے اسے جواب دینے میں بال  
نے کہا اور مسکراتے ہوئے خشاہ کی طرف دیکھا، خشاہ کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ تھی  
تب میں بھی اس کے سامنے پہنچ گیا۔  
”میں بھی اجازت چاہتا ہوں۔ میں نے اسے دیکھے ہوئے کہا۔  
”ہاں۔ یہ اٹھائے کے کھیل میں میری جگہ ہے۔ تاہم میری طرف سے  
ایک ہدایت ہے۔؟ خشاہ نے کہا اور میں بال دیکھی ہے اس کی طرف دیکھنے لگا۔  
”یہ کھیل گدی کے نہیں ہیں بلکہ صرف ایک دلچسپ شغل ہے۔ عظیم میں بال کی گدی  
کا ایک ایک جوان ہمارا مدد رہے۔ چنانچہ میں چاہتی ہوں کہ بہلوم کو قتل نہ کیا جائے تم  
اس بات کا خیال رکھنا۔ یہ میری خواہش ہے۔“  
”اس خواہش کا احترام کیا جائے گا؟“ میں نے گردن جھٹکاتے ہوئے کہا۔  
اور میری بات کو بہلوم اور میں بال دونوں نے سنا۔ میں بال کی مسکراہٹ بھی ہوئی  
اور بہلوم کا چہرہ اور سرخ ہو گیا۔  
”لیکن محو خشاہ۔ میں یہ رعایت دے دوں گا میرے اصول کے خلاف ہے۔“

”تجسس اجازت ہے۔ بہلوم۔ میں بال کے بجائے خشاہ بولی تھی۔ اور میں  
واپسی کے لئے مڑ گیا۔ تب میں نے اپنا اوپری لباس اتار دیا اور صرف زیری پہنے  
لباس میں رہ گیا۔ میرے بازوؤں کی پچھلیاں تڑپ رہی تھیں اور میں اس دلچسپ  
کھیل کے لئے تیار تھا۔ بہلوم بھی موت کی طرف اپنی اور میرے مقابل آگیا۔  
دوسرے تمام پہلوئوں نے اوپر گردن ہاتھ رکھ لئے، ایسا بادل  
کی زندگی میں چند بار ہی ہوا تھا کہ کسی نے ہاتھ اٹکی سے بہلوم کے مقابل آنے  
کی جرات کی ہو۔ ہاں اگر ستم کا مارا کوئی آدمی جائے تو یوں جھجھکا کر اس کی  
موت اسی طرح قدر تھی اور آج بھی ان کی داستان میں کسی کی موت آتی تھی  
لوگ ایک طرف سٹ گئے اور اب اٹھائے میں صرف میں اور بہلوم تھے۔  
”تو اسے بے وقوف انسان سمجھ۔ میں نہیں جانتا کہ خشاہ والوں اس سے  
یا خرد مند لیکن میرے مقابل آکر تو نے موت کو آواز دی، اور انفسوس کہ اب میں  
بھی اسے مار نہیں سکتا۔ بہلوم نے جھکے ہوئے کہا۔  
”گشت اور بڑیوں کے ہاڑ۔ اس وزنی ڈھیر پر مفرد ہونا مناسب  
نہیں ہے۔ میں تیری بنیادیں ہلا دوں گا۔ کائنات محمد دو نہیں ہے اور لاکھوں  
سرستہ رازوں سے بھری پڑی ہے۔ اس میں کیا کیا ہے۔ اس کے بارے میں  
کون جان سکتا ہے۔ ایک سے ایک دور اور اور حیرت انگیز انسان کائنات میں  
موجود ہے۔ تیری حقیقت کیا ہے۔ چنانچہ مفرد ہونا بری بات ہے۔ یاد اس  
کا نتیجہ تو ابھی دیکھ لگا۔  
”تو سمجھ۔“ بہلوم کسی اندھ بھینسے کی طرح گردن جھٹکے آگے بڑھا  
وہ میرے سینے پر ٹکرا کر پیٹھے پر وار میں کام تمام کر دینا چاہتا تھا اور اسے وہ  
اپنے شانے شان جھٹکا تھا کہ پیٹھے پر وار میں دشمن کا ٹکرا دیا جائے، ورنہ ان  
میں اور عام لاکھوں میں کیا فرق رہ جاتا۔  
”مہم تو گویا خیال ہوگا کہ میں اپنی نسبت، جکی بھی جلتے سے کام لے کر  
اس جنگلی سور کا وار چاہاؤں گا۔ اور پھر تو سے ایک طرف ہٹ جاؤں گا لیکن  
اس وقت لوگوں کی خبر سے چھین کر لیں جس جب میں نے وہاں ہاتھ اور لاکھوں  
کی فوج تک کر کو اپنے جسم پر رکھا۔  
لیکن لوگوں نے دیکھا کہ میں وزنی پہاڑ کی مانند اپنی جگہ قائم ہوں اور ایک ہی جگہ  
نہیں ہلا، اور پھر میں نے اس کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھ کر اسے آسانی کے  
پچھے دھکیل دیا۔  
بہلوم نے ایک جھجھکی لی۔ اس کی آنکھوں سے دشت اٹھک رہی تھی،  
ایک بار پھر اس نے اسی انداز میں گردن جھٹکائی اور اس بار اس کا ہاتھ پیٹے  
سے بھی زیادہ شدید تھا لیکن میں تو لکھا لکھا کر مارنے کا عادی ہوں۔ مفرد کو خود  
اس کی شکایت میں ذلیل کر دیتا ہوں۔ میں نے اس بار بھی اس کی ٹکڑی کو اسی انداز میں  
جسم پر رکھا۔ اور اسے پچھے دھکیلتے ہوئے کہا۔  
”یہ کیا مذاق کر رہا ہے بہلوم۔ کوئی مضبوط وار کر۔ یہ تیریں تو میرے  
پیٹ میں گدگد کر رہی ہیں۔“

لوگ ہڈیاں انداز میں نہیں ہنسنے اور پھر اس طرح خاموش ہو گئے جیسے  
سے پہلے کسی منہ میں ہوں۔ اور اس کے بعد کبھی نہ نہیں گئے، ان کی دہی کیفیت  
غلاب ہو گئی تھی۔ یہ سب کچھ ان کے لئے غیر متوقع تھا۔  
اور بہلوم کا چہرہ آگ کی مانند نظر آنے لگا اس بار وہ دونوں بازو  
پھیلا کر میری طرف چھینا، اب وہ مجھے جکڑنے کا خیال رکھتا تھا۔ اس نے سونپا  
مجھے اپنی گرفت میں لے کر پیٹھے سے اور۔ اس نے مجھے اپنے دونوں قوتوں  
جیسے بازوؤں میں لے بھی لیا لیکن اس بار میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کا  
سر پکڑ لیا اور اس کے گرد بازو کی مانند دیا، تو بہلوم نے جھجھکا کر مجھے پیٹھ پر دھکیلا  
نظر ہوا تھا کہ اس کا سر جھک رہا ہے۔ تب میں نے سرے سے پکڑا اور گھما کر  
دور پھینک دیا۔ بہلوم گردن کے بل کر اٹھا لیکن صرف ایک لمحے، دوسرے لمحے ڈالنے  
میں یوں پکڑا تھا۔  
”انسان تھا لیکن سامنی کی آواز بھی صاف سنائی دے رہی تھی۔ خشاہ  
نے چہرے پر پھول کھلے ہوئے تھے اور میں بال کی آنکھیں خیر سے کی ہوئی تھیں  
اب میں بہلوم کو اس کے غور کی مزاحمت کے لئے آگے بڑھ رہا تھا۔ اس  
کے ترسے پڑ کر اس نے اس کا ہاتھ پکڑا اور دوسرا ہاتھ اس کی کمر میں لگا لیا۔  
نے تڑپ کر میری گرفت سے نکلنے کی کوشش کی، لیکن وہ گرفت ہی کیا جس نے کھار  
نکل جائے۔ میں نے بہلوم کو سر سے اونچا اٹھایا اور زمین پر سے مارا۔ ایک زوردار  
دھماکا ہوا۔ بہلوم پھر اٹھ گیا۔ اس کو باریک مانتے جس کے پچھلے پیٹھے میں سر پکڑا  
ہوئے، اور وہ دھلنے ہی اٹھ کھڑی ہوئی ہے لیکن اب اس کی آنکھوں میں  
لڑش تھی اور جسے برہنہ حاسی، ایسا ہے ان کے مقابل کی یہ نہیں تھی جس  
پر کوئی واؤ کا گڑھی نہیں ہوا تھا۔ وہ پریشان تھا کہ کیا کرے۔  
میں پھر اس کی طرف بڑھا اور اس نے وہی انداز میں ہاتھ لگے جیسے  
”کیا خیال ہے۔ صاف گردوں۔“ میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ اور اس  
نے جلدی سے وہاں ہاتھ پکڑ لیا، ایک بار پھر اس نے پوری قوت ختم کر کے  
ٹمک لیا۔ لیکن میں اس بار کھینچ کر دینا چاہتا تھا، میں نے اسے گرفت میں لے لیا  
اور اس بار میری گرفت ابھی تھی کہ وہ نکل نہ سکا۔ میں نے اسے دونوں ہاتھوں پر  
اٹھایا، پھر اس کی دونوں ٹانگیں میں نے گردن میں پھنسا دیں اور اوپری جسم  
نیچے پھوڑ دیا، اس نے خود کو زمین سے مکرانے کے لئے دونوں ہاتھوں کا سہارا  
لیے کی کوشش کی، لیکن پھر کوشش سے سو تھی میں نے اس کی ٹانگیں کو اوچکایا  
اور اس کا سر زمین سے مکر دیا، اور اب میں یہ دلچسپ کھیل مسلسل کھیل رہا تھا۔  
خشاہ نے تجھ سے تجھ سے پیٹ رہی تھی میں بال کا چہرہ ستارہ ہوا تھا اور وہ  
بے بسی سے ہاتھ مل رہا تھا۔ لوگوں کے منہ سے دہی دہی آوازیں نکل رہی تھیں۔  
اور اب بہلوم بھی پیچھے لگا تھا۔ پھر جب وہ سر پکڑا ہوا سامنی میں گیا تو میں نے اسے  
پھوڑ دیا اور وہ دھبے زمین پر گر پڑا، شاید وہ جبے جوش ہو گیا تھا۔  
چاروں طرف سے لوگ دوڑے دوڑے اور قریب آکر اسے دھکے لگائے  
دونوں شکست کھاتی جرت، گزرتھی، میں آہستہ آہستہ خشاہ کی طرف بڑھ گیا۔

اور پروفیسر۔ درحقیقت اس وقت وہ صرف عورت نظر آ رہی تھی  
ایسی اہلی اللہ و ساقی محبوبہ، چوہانے محبوب کی فتح پر نازاں ہو۔ اس نے  
آنکھوں کی آنکھوں میں محبت کا اعتراف کیا اور پھر اسے میں بال کا خیال آگیا۔  
تب وہ ایک دم سنبھل گئی۔ اس کی وہ تاریخی کھیل بھار مسکتی تھی۔  
”عظیم میں بال۔ میرا سپاہی تیری داد کا منظر ہے۔ اس نے پاٹ دار آواز  
میں کہا۔  
”مذہب دلو۔“ بلکہ عظیم مجھے کا متقی ہے یہ شخص۔ کیونکہ وہ ہے جو  
کہتا بھی ہے اور کرتا بھی ہے، بلکہ اس نے بہلوم کو بدترین شکست دی ہے  
اور ہم محسوس کرتے ہیں کہ اس کے بدن میں پوشیدہ قوت ہے اونچی ہے،  
یوں جھکو۔ بہلوم اس کے سامنے شیر خوار بچے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔  
میں بال نے طعوس دل سے عترف کیا۔  
میرا خیال تھا کہ میں بال کو اپنے سپاہی کی شکست پسند آتی ہوگی لیکن  
درحقیقت اس نے اسے طعوس سے اعتراف کیا تھا۔ تب اس نے بل آواز سے کہا  
”میں نے خیال ہے۔ میں نے ہمارے تو قائم ہے۔ تو عظیم ہے۔ تیری عظمت  
کے انعام کے طور پر مجھے اپنی آدھی فوج کا سالار مقرر کر دے۔ اور۔ تو  
نے خشاہ کا حکم مانا۔ اور اپنے شکار کو کوئی اسی اذیت نہیں دی جس سے اس  
کی موت واقع ہو جاتی اس لئے، تیری اس دشمنی کے انعام کے طور پر مجھے  
اپنے خاص صحابیوں اور مشیروں میں شامل کرنے تھے۔ جہاں سے تیری  
حیثیت سے ممتاز ہے گی۔“  
”میں پائل عظیم ہے۔ وہ ہماروں کا قہر ہے۔ خشاہ نے کہا اور میں  
یہ دلچسپ صبح سمجھتی ہوں اور مجھے وہ نمایاں حیرت مل گئی ہو بھی میری طبیعت سے  
میل رکھتی تھی لیکن میرا غایت تھی آگے کا کھیل تو ابھی باقی تھا۔  
خشاہ میں بال کے ساتھ ہی واپس چلی گئی۔ جسے اس سامنی کو کو سامنی  
سوچ گیا تھا جس کے ساتھ میں مقیم تھا، اور میں نے میرا مذاق اڑایا تھا۔ اٹھائے  
سے میں واپس آئی کے نیچے میں گیا تھا لیکن وہ نہ جانتے کہ میں کتنی دور تک میں  
نیچے میں پہنچا کر اسے ہوسے واقعات پر غور کرتا رہا۔ پھر جب مجھے پچھے سے آگیا تو  
باہر نکل آیا۔ تب میں نے دیکھا، میرا سامنی جیسے کے باہر زمین پر گونج چکا ہے  
بیٹھا کچھ سوز رہا تھا۔  
”اوہ۔ تم یہاں کیوں بیٹھے ہو جیلے۔“ اور وہ بڑی طرح اچھل پڑا پھر  
طرح گھبرا کر اٹھا جیسے میں چھٹا مارا کر دے دوںے والا ہوں۔ لیکن جب میں نے یہاں  
کیا تو وہ تعجب نہ لگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔  
”کیوں۔“ تب میں کیا ہوا۔؟“ میں نے پوچھا۔  
”تم نے تم مجھ سے نماز نہیں ہو؟“ اس نے بھلکے ہوئے کہا۔  
”کیوں۔ تم سے نماز ہونے کی کیا بات ہے؟“  
”میں نے ہمارا مذاق اڑایا تھا۔“  
”اوہ۔ اس میں مذاق کی کیا بات تھی۔ تم میرا امتحان لینا چاہتے تھے۔“



میں نے اتھار لے لیا۔

لیکن میں نے تیریں صحت میں پسند کیا تھا۔

تم نے دیکھا مصیبت میں کوئی پسند کیا۔

کیا تم نے دوسری بات بھی سمجھ لی تھی؟

دوسری بات کوئی؟

جب تم خشار کے قاصد بن کر آئے تھے اور تم نے میں پال سکا تھا کہ تم لڑکا قتل نام کر سکتے ہو اور خود قتل نہ ہو سکتے۔

سنو مسٹر دوست میں کوئی بات غلط نہیں کرتا۔ تم جب پاؤ کا دینا

تب تو تب تو تم میں پال کے ہوئے لڑکے پر بھاری ہو۔ لیکن ایک

بات سنو اگر تم دونوں کے ہاتھوں میں تیسرا ہوتے تو کیا اس وقت بھی تم ہیلم

پر قابو پالیتے ہیلم صرف یہاں ہی نہیں ایک اچھا سپاہی بھی ہے۔ میرا خیال

ہے اس کے دھار دار لکھنؤ کے وارے تم یہاں ہی رہ سکتے۔

اور اس کی بات سن کر مجھے بے ساختہ ہنسی آگئی۔ ایک بات بتاؤ رکھ

سپاہی۔ کیا تمہاری ہیلم سے کچھ دشمنی ہے؟

نہیں کی قسم ہرگز نہیں۔

پھر تم اس کی زندگی کے کھانکے کیوں ہو؟

امان کی قسم میں نہیں چاہتا۔

تو سنو۔ اگر ہیلم کو قتل کر دیا تو اس کے دل میں تمہارا استعمال

کرنے کی حسرت آگئی ہو تو اس کے کیل میں تم اعلان کر سکتے ہو کہ میں ہیلم کو قتل

سپاہیوں شہادت لے سکتا ہوں۔ میں اس کے ناقابل ترمیم کھانکے کو خیر کے

ورثت کی کو ذرا شہنی کی مانند ناگوار کر دوں گا میں اس کے تیز رفتاری الی کو اپنے

بیم پر ڈک کر دوں گا میں اس سے ہر طریق جنگ پر جاگ کر نہ تیار ہوں۔

مگر اب وہ تم سے جگہ ڈک سکے گا۔

کیوں؟

کیونکہ تمہاری حیثیت اس سے کہیں زیادہ بڑھ چکی ہے۔ اسے اپ سے آپ

میں تم سے اس بے تعلقی سے مجھے غلط ہیں۔ تم تو یہ افسرانہ ہیچ ہو۔ اس

نہایت کر کھانکے کی کوشش کی لیکن میں نے یہ کہہ کر اس شخص کے گرد نہ بڑھ کر

میں انو امعقول میں اب بھی تیرا دوست اور ساتھی ہوں۔ مجھے میں پال

کی سالاری سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ نام غشائے کے لئے میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں

خشار۔ اس نے میری طرف دیکھا پھر دونوں کی طرف مسکرائے لگا اور

پھر گردن مٹکا دے ہوئے بولا۔ تو یہ غصہ بڑھ جاتی تھی۔ ٹھیک سے بڑے آدمیوں

کی جڑی باتیں۔

تو کل تم اسے میری طرف سے لگا رہے ہو۔ میں نے پوچھا اور اس نے

دونوں کان چپکے اور زور سے کہنے لگا۔

نہیں نہیں۔ شمش کی قسم ہرگز نہیں۔ تم نے یہ سیکر ساتھ ایک بے ادبی بھی

کی ہے۔

وہ کیا؟

جب تم نے اسے شکست دینی تو اسے قتل کر دیں۔ ہیلم ہرگز نہیں

انسان ہے۔ وہ یہ بات بھی نہیں سمجھتا کہ میں نے اسے تم سے مقابلے پر کھانا

سے اور میری جان کی کسی بھی وقت غلبہ میں آجائے گی۔

تم کی موت کرو اگر اس نے تمہارے ساتھ کوئی زیادتی کی تو میں اسے زندہ

نہیں چھوڑوں گا۔ میں نے مسکرائے ہوئے کہا اور وہ خوشی سے کھل گیا اور پھر اچھے

ہوئے بولا۔

تب تم مجھے اپنے معاملوں میں شمول کرو۔ مجھے اپنے ساتھ ہی لگاؤ

یقین جانو تب اچھا اور بعد وہ فدا ثابت ہوں گا؟

نہیں ہے۔ لیکن ایک شرط بھی ہوگی؟

کوئی نہیں۔ جلدی کرو۔

تمہارا خیر میرے خیر سے اتنی دور ہوگا کہ رات کو سوئے ہوئے تمہاری

کے ہوئے بکرے میری آواز نہ سنے پڑے۔

ہاں ہاں۔ ایسا ہی ہوگا لیکن یقین کرو اس میں میری کوئی غلطی

نہیں ہے۔ میں نے بے غشتم سو گیا لیکن اسے لانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن

پلے افسوس وہ زانی اور اس نے میری شمشیر نہ مرنے پنے سے انکا لکھا

سوا کوئی تھی؟ میں نے نہ چسپی سے پوچھا۔

میری محبوب۔ لیکن صرف وہی ایک دن رات کو بھی وہ سیکر ساتھ لگتی

تھی۔ میں کدو سے اسے بچے سے ملے ہوئے تھا۔ اور پھر کسی تیرت پر سیکر

زندگی گزرنے پر کادو نہ ہوئی۔ مجھے بے ساختہ ہنسی آگئی۔ وہ دلچسپ آئی تھا۔ اور

اس وقت تک جب تک خشار کی مہنت حاصل نہ ہو جاتی اس کے ساتھ اچھا

وقت گزرتا تھا۔ میں اس سے کہہ اور لکھو کرنے والا تھا کہ اسی وقت میں پال

خصوصی دتے کے دو سپاہی نظر آئے وہ سیکر سامنے آکر جگہ گئے تھے۔

غلبہ میں پال مجھے طلب کرتا ہے۔ وہ ایک وقت بولے۔ انہی نے

اپنے ساتھی کے کدو سے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

میں چلتا ہوں۔ تم سے جو گفتگو ہوئی ہے اس کا خیال رکھو گا۔

اور میں ان دونوں کے ساتھ چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں سپاہیوں

کے خیمے میں داخل ہو گیا۔ خشار اس کے ساتھ موجود تھی۔ میں پال منظر کا

میں اس کی تعظیم کے لئے جھکوں لیکن سیکر اس کی بات نہیں سمجھتی۔ تب میں پال

کے ہونٹ مسکرائے۔ اس نے خشار کی طرف دیکھا اور خشار نے مسکرائے ہوئے

اس کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور اس محابثت میں میں پال کا غصہ جب ہو گیا۔

تب اس نے خود کو قابو پاتے ہوئے تھوڑی آواز میں کہا۔

تیرا کیا ہے جیلے۔ خشار کا کدو ہے کہ تیرا (۴) معلوم نہیں ہے۔

تو مجھے قوت کے نام سے پکارا کرتا ہے۔

کیا تو سیکر آج ہے؟

ہاں۔

مصری کا باشندہ ہے۔

نہیں۔

میں بھی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ میرا کسے سے قبل تو کہاں رہتا تھا تیرا سب

نہیں کیا ہے۔ تیرا قبیلہ کونسا ہے؟

میں اسے میں پال۔ مشابہت مجھے سیکر سامنے میں جڑ کر رہا ہے۔ وہ حقیقت

ہے۔ اس سے زیادہ دشمن کو معلوم ہو سکا ہے۔ مجھے معلوم ہوگا۔ میں نے خشار سے

وعدہ کیا ہے کہ اس وقت تک اس کے ساتھ رہوں گا جب تک اس کا انتقام نہ پورا

ہو جائے۔ سو میں اپنے وعدے کی پابندی کروں گا۔ اسی لئے میں یہاں ہوں

سیکر کو پوری پابندی مسلط نہ کی جائے۔ مجھ سے کسی غلطی میں کوئی توقع نہ رہی

جائے۔ اسی میں تمہاری بہبود ضرور ہے۔

میں پال غور سے میری گفتگو سن رہا تھا۔ لیکن میری باتوں سے وہ جانا

وہ ناراض نہیں ہوا اور مسکرا رہا۔

خشار تیار تھی کہ وہ خیریت اختیار تو توں کا ایک قسم تو بڑی بڑی باتوں

کو روکنا سکتا ہے اور میں جانتے ہیں کہ میں خشار چھوٹ نہیں ہوتی۔ ہر حال میں

نے مجھے سیکر شایان شان وعدہ دیا ہے۔ کیا تو اس سے خوش نہیں ہے۔

اور اس کی اس بات پر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ میں نے

مسکرائے ہوئے کہا شاید میری بات یقین نہ کرے لیکن میں مجھے ضرور بتاؤں گا

کچھ تو پورے مہر کی بادشاہت کوئی جاری تھی اور اس سے قبل بھی بہت سی

حکومتوں نے اپنے ملک پر حملے کی پیشکش کی تھی۔ لیکن میں پال میں ایک

سیلانی انسان ہوں۔ دنیا دیکھتا پھر رہا ہوں مجھے غمناک اور حکومتوں سے

کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں تو شہنشاہ ہوں کا شہنشاہ ہوں۔ رہا میری فوج میں

شامل ہونے کا سوال۔ تو اگر تو ایسا کرے کہ اپنی ساری فوج کا ایک حصہ بنا

اور دوسرے حصے کے لئے صرف مجھے تنہا رہتے دے تو میری کارکردگی بڑھ

فوج سے کسی طرح کم نہ ہوگی۔

میں پال مجھے اسے میری باتیں سن رہا تھا۔ شاید میری جذباتوں

نے اسے مطمئن کر دیا تھا۔ اس لئے اس کے پاس سے کمر بستہ برقرار رہی۔

اور پھر اس نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

تو نے جو کچھ بھی کہا اس میں کیا جھوٹ ہے اور کیا حقیقت؟ تاہم ہم

تیرے فوجوں کا احترام کرتے ہیں۔ ٹھیک ہے یونہی ہی لیکن میں سیکر سامنے

جان کی ضرورت ہے۔ خالی کال چوہہ ہم نے سیکر سامنے کیا ہے اسے جملے بکھڑ

اس کے بعد اپنے سامنے میں فیصلہ کرنا تیرا کام ہوگا۔ ہاں۔ مجھ نے پوری فوج کو لکھا

دے دیئے ہیں۔ سیکر سامنے افسر سیکر پاس آئیں گے۔ آج رات۔ پانچ بجے پر

کوٹ کریں گے۔ دن کی روشنی میں اپنے افسروں سے مل کر اپنے دستوں کو منظم

کریں گے۔ میں نے گردن ہادی۔ اور میرے سے باہر نکل آیا۔

یوں پرفیسر مجھے بلا راست ایک فوج کی قیادت نصیب ہوئی۔ اس وقت

جبکہ پہاڑیوں میں چلے ہوئے تھے۔ میں پال کے لشکر کے کوچ کو بلا راست سفر

ان کے نزدیک کامیابی کی ضمانت ہو تھا۔ خشار، میں پال اپنے خاص معاملوں

کے ساتھ آگے تھے۔ ان کے دونوں طرف دو دو گھوڑے تھے۔ جن میں سے ایک

پر میں اور دوسرے پر بقید آدمی فوج کا سالار جو ایک دھڑلے سے لگا تھا سوار

تھے۔ یہ گھوڑے رات کو سفر کے عادی تھے اس لئے سو بجے بلند ہونے لگے کسی

گھوڑے نے ایک باغی ٹھوکر نہیں کھائی اور کوئی خوش گوار اور قد میں پیش آیا۔

ہمارا رخ منایوں کی سرزمین کی سمت تھا۔ اور ہم بڑی رفتاری سے

اس طرف بڑھ رہے تھے۔ راستے میں نے کئی گھوڑ سواروں کو دیکھا جو ہمیں

دیکھتے ہی جھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ اور انھوں نے میں پال کے ٹوٹی دل لشکر

کی خبر دی۔ لیکن ایشی شایہ میں پال کی قوت کا اندازہ نہیں لگا سکا تھا

پہنچا اس نے بلی مندر پر پہنچنے کی کھائی اور بڑا کھانہ مقام پر اس کی فوق...

صف آرا ہوئی۔ ایشی رات کی صبح جب ہم بڑا کھانے کے سامنے پہنچے تو منادیوں

طرح ساکت ہو گئے تھے جیسے بی کے سامنے چوہا ان کی ہانگوں میں شاید یہاں

نہیں تھی کہ وہ جھاگ کھاتے۔ ان کے دہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ان کا منہ

کسی فوج سے نہیں بلکہ ایک سمندر سے ہوگا اور جب سمندر سامنے آگیا تو وہ

بھی جان چھوڑے جیسے جھاگے تو کہاں؟ اس سمندر سے چھٹکارا مشکل تھا!

چنانچہ پرفیسر۔ ہماری فوجیں آگے بڑھیں اور منادی فوجوں کو منے میں

لے لیا۔ منادیوں نے غور سے جھیا جھکے دیے۔ اور گھوڑوں سے کدو کرانہ جھگٹے

لگے۔ لیکن۔ فوج معلوم میں پال ان کی جان بخشی پر کادو رہتا۔ اس نے تلوار

بلندی اور میں پال کے فوجی بہتے تو گور پر پڑتے۔ کھیلنے جگہ شروع ہو گئی

منادیوں کو سرنے سے بھی انکار نہیں تھا جیسے تو کو دینا مقدر کچھ چکے ہوں۔

لیکن میں اس جگہ کے خلاف تھا میں نے اپنی تلوار بلند نہیں کی جبکہ

ایک ایک سپاہی غور میں پال اور خشار قتل عام میں مصروف تھی۔ خشار کا چہرہ

چہرہ اور ہم دونوں میں ڈوبا ہوا تھا اور وہ زیادہ سے زیادہ قتل عام کر رہی تھی۔ میں

کس کس کو روکنا چاہتا ہوں ایک طرف جاکھڑ ہوا۔

تب خشار ایک بار سیکر نزدیک سے گوری اور میں نے آگے بڑھ کر

اس کے گھوڑے کی گلاں پکڑیں۔ وحشی لگے پھٹکار رہی تھی۔ اس نے تلپتی

مضبوط تلوار میری طرف کھائی اور پھر مجھے سپاہیوں کے سامنے لگا دیا۔

اور۔ جیلے۔ تم ان لوگوں کو قتل کرے میں حق نہیں لے رہے؟

کیا یہ جگہ کہہ رہے ہیں؟

لیکن یہ ایشی کے فوجی ہیں۔ سیکر بھائی کہتے تھوڑے ہیں۔

خشار نے کہا۔

»جگہ کرنے والوں کو صرف گرفتار کر لیا جاتا ہے خشار انہیں اس طرح

قتل نہیں کیا جاتا۔

لیکن میں ایک ایک منادی سے اپنے بھائی کے خون کا قصاص چاہتی ہوں!

خشار نے کہا اور گھوڑے کو اڑھار لگا کر آگے بڑھ گئی۔ چنگھٹوں میں پوری فوج کا

صفایا ہو گیا۔ اور ہم بڑا قیام داخل ہو گئے۔ سبے ہوئے انسانوں کی ہنسی۔

ہر چہرہ خوف سے زرد۔ میں پال کا گھوڑا بڑا کھانہ بازاروں کی گلیوں اور

میدانوں سے گزرتا تھا۔ غور زوئی اس کے اشارے کے مستقر تھے۔ پھر خشار بھی

اس کے قریب پہنچ گئی اور پھر ایک بہت بڑے میدان میں پہنچ کر میں پال رکا۔

اس نے اپنی تلوار بلند کی اور ایک نام نہان کو چھانکائی۔ مجھے فوجی کی آمد آمد







مہربانی سے اس نے کیا سوچا۔؟  
 اُس نے پہلے مجھے پیشکش کی۔ لیکن آپ میں حکومت نہیں چاہتی، میں کوئی  
 363

الاحقرین استغفر اللہ یہ کیا ہے۔ میں نے اس کی طرف بڑھنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ  
مذہب کا یہی طرف دہرا پڑی تھی۔!

ایک چھوٹی مٹی میں دو روکائی تھی اور وہ جانے کہاں تک چلی گئی تھی، مٹی کے ایک کونے سے گھاس کا میدان، دوڑنے کے پگلیا تھا، اور دوسرے کونے پر پریشیاں چلی

262.







میں دیکھ رہی ہوں کہ تھراہم کو کئی دھات کا بنا ہوا ہے۔ جب تم ایک گرو خوش نوجوان کی طرح بیٹھ کر ہم سے ہم آغوش ہوئے تو تمہارے ہاتھ کی حرارت اتنی دلکش تھی، تم ایک گوشت دوست کے صفات پر جلتے ہو، لیکن جب ان کی گوارسی تمہارے جسم پر چڑھ کر پھٹ رہی تھیں تو میں سوچ رہی تھی کہ تم کسی اور جہاں کی مخلوق ہو۔ یہ کیا راز ہے۔؟

میں پانی کی موت پر تیار ہے کیا مرنا تھا۔؟ میں نے اٹھ کے سوال کو نظر انداز کر کے پوچھا۔ غصے سے اس نے اپنے جسم کا اڑ کیا تاہم اس کے لئے تو ایک طویل اور مستان سنا رہی تھی جس پر شاید وہ یقین نہ کرتی یا پھر یقین کر چکی تھی تو کسی ذہنی الجھن کا شکار ہو جاتی اور اپنے مستقبل پر غور کرنے لگتی اور اس کا مستقبل مجھے معلوم تھا۔ جو ان رتی اور میری آغوش گرم کرتی رہتی۔ پھر بڑی ہمتی اور قوتی میں جاتی میری اس کا مستقبل تھا۔ کیونکہ میری دوری مجھ پر بھی یہی مستقبل رکھتی تھیں۔

میں پانی۔ وہ میرا دشمن تھا۔ لیکن اس نے اپنا حسان کی عظمت وصول کرنا چاہی تھی۔ اور انسان جب غلط راستے اختیار کر لیتا ہے تو اس کی عظمت کی کہانیاں روکھڑے ہو جاتی ہیں۔ دیکھو۔ یہ وہی مغیر میں پانی ہے۔ جو فطرتی کملا تھا۔ اس نے صرف فطرتی شکل دیکھی تھی۔ میں نے غل جاتا۔ فطرت اس کے قدم چڑھتی تھیں۔ لیکن ان کا اسد ہوا کے کپ وہ غلط زمین اختیار کر رہے تھے تو پھر وہ فانی نہ ہوئے۔ اور زمین کا بوجھ بڑھتا جائے۔؟ اس نے پڑھیاں انداز میں اٹھو پھر کیا اڑا رہا ہے۔؟ میں نے پوچھا۔

میں نے سب کچھ چھوڑ دیا ہے۔ اس کے لئے جس کی حقیقت مجھے کبھی معلوم ہوگی۔ تاہم میری پسند میری چاہ جتنی ہے، اس کے علاوہ میں ہر حقیقت فراموش کرنے کو تیار ہوں۔ عشتار اب تہری غلام ہے، اس کے پاس میں تم سوچو گے وہ خود نہیں۔؟ اس نے اداں پھیر کر کہا۔ اور میں نے اس کی کمر میں دونوں ہاتھ ڈال کر اسے زمیں سے اٹھالیا۔

وتم میری ساتھی ہو۔ ہم ساتھ رہیں گے۔ آؤ۔ یہاں سے چلیں۔ دور نکل جائیں۔ گو یہ وادی بہت خوبصورت ہے۔ لیکن مکھ ہے میں پال کا سالار اپنے شہنشاہ کو تلافی کرنا بہادر آٹھلے اور تھیں پھر مصروف ہو کر پڑے۔ اب میں تہیں صرف خدیں مصروف رکھنا چاہتی ہوں۔ اس نے اس کے اپنے گھوڑے کو آواز دی۔ میرا گھوڑا بھی جیسے نزدیک آگیا۔ اور ہم دونوں ان پر سوار ہو کر چل پڑے۔!

منزل معلوم تھی۔ بس جرمز آٹھ گیا۔ پورے ہی میں ہی منزل کی ضرورت نہیں تھی۔ ہم تو صحر گرد تھے۔ زمین جہاں سے جاتے۔ ہم چلتے پھرتے رات ہوئی تو کسی جگہ پناہ دینے کا شکار کرتے، آست بھول کر کھاتے، اور پھر رات کی جین کہانی وہ بڑی جاتی کبھی چاند ہماری سانسوں کا زوار دار بن جاتا۔ کبھی باہریاں ہمیں حیا کا سینہ دکھاتیں۔ لیکن ہم سب سے بے نیاز تھے۔! عشتار کا خیال تھا کہ وہ اپنی جہانی طاقت سے جیسے جیسے برک کا سونامند

گروہ کی اور ایک ان میں ماکا انسان ہوں گا، لیکن ہر رات وہ اپنی کوشش میں کامیاب رہتی۔ اور اس تشفی دہ سے شگفتہ تھا جاتی تھی۔ تب آستہ اس وقت کو خود وہی کی جاتی اپنی شکست خوردگی کی تصور نظر آتی ہے۔ اور جیسے جیسے کی آستہ اب وہ بڑی ہوتی ہے۔ لیکن اس اپنی شکست پر جیسے شرمیلی ہو کر وہ نسبتاً میکے جگہ کے سونے کی مالک تھی۔ کسی کی خدمت ملازی، یا کسی شہنشاہ کا ریشہ تھا۔ میکے جگہ کی وہ فہمیت تھی کہ مجھے تمہاری کا احساس تھا میں باتیں کر سکتا تھا۔ اس کے لئے شکار کر سکتا تھا اور اپنے لئے سکون حاصل کر سکتا تھا۔ راستے میں چند چھوٹے موٹے واقعات پیش آئے بار بار ہمیں شکار مڈا اور جو کچھ رات گزارا پڑی۔ جگہ جگہ جانوروں سے مدد بھی ہوئی۔ لیکن ان انجانوں کو اپنے مقابل کے سامنے میں معلوم تھا۔ وہ مالکا جاتے تھے۔ ان زندگی کا طویل سفر طویل ہوتا رہا۔ اور پھر ایک صبح ہم تھے دیکھا کہ زمین پر کچھ شکار ڈبکا کے دو سر کھائے اسے پھینک گئے تھے۔ اس کا نیلے پانی کی زمیں تھی۔ لیکن پانی میں سے ابوری بھی لٹک کر رہی تھی اور اب پانی اودی سے تا وقت نہیں تھا۔!

مشتار اس کے چپے پر اب بڑھ چکا ہے کچھ پانی کا ٹنڈا سونے لگی تھیں۔ کبھی کبھی نظر آتی تھی۔ آستہ سے اس کا تھا کہ وہ تھک رہی ہے۔ اور میں اس طرف بڑھ رہی ہوں۔ کبھی میں وہ دور پہنچی ہوتی جیسے ہی لگا ہوں سے مجھے سینے لگتی تھی۔ مجھے اس کی کیفیت پر دم نہ آتا تھا۔ لیکن جب رات ہوئی اور میں اپنی آغوش اس کے کتے ہی اندھ کو لے گیا۔ میرے روز قتل۔ تو اس کے چپے سے اس کی داغ بیل جاتے۔ وہ وہی سونے کو نظر آنے لگی کہ وہ ابھی تک میری چاربت۔ میری مروت ہے۔

وہ انسانی آبادی ہے مشتار۔ طویل عرصے کے بعد ہم آبادی کے نزدیک آئے ہیں۔ کیا تم وہاں نہ چلو گی۔؟ کیا کریں گے وہاں جا کر۔ میں انسانوں سے کیا لینا ہے۔ عشتار نے آستہ سے کہا۔

لیکن آگے سے کہے۔ اب ہم کہاں جائیں۔؟ سنو۔ کہ کہانے کے پاس چل پڑو۔ دیکھتے ہیں پانی کی زمیں کتنی وسیع ہے۔!

میرا خیال ہے چند روز آبادی میں گوارا کر وقت کی کیا سبب ہو جائے۔ دیکھیں یہاں کے لوگ کیسے ہیں۔؟ ان کے کیا مسائل ہیں۔؟ وہاں کا طرز زندگی کیسا ہے۔؟

جیسا تم نہ کرو۔ عشتار نے بڑی سے کہا۔ وہ حقیقت وہ لوگ بہت ہی منازل طے کر چکی تھی اور اب اس کے ذہن میں بغیراری بھڑک رہی تھی کہ وہاں کے لوگ بے آبادی کی طرف چل چکے۔

یہ جیسے جیسے لوہاں اور گھٹی ڈالہروں والے لوگوں کی آبادی تھی جو قوی میکے تھے، گزرتے پھرتے تھے۔ اور اپنے فکے بالک تھے۔ انہوں نے

میں اپنی لگا ہوں سے دیکھا۔ اور پھر بہت سے لوگ ہلکے گونجے ہوئے ہیں ان کی لگا ہوں سے کوئی اندازہ نہیں لگا سکا تھا کہ ان کے ہاں ہماری حیثیت پسند ہے یا نا پسندیدہ۔؟

تب دو بڑے آگے بڑھے ہم کے پاس گزرتے تھے اور انھیں شرم و کم ہونے پر تھوڑے۔ اور یہاں کیوں آئے ہو۔؟

ہم آوارہ گرد ہیں۔ عشتار صراحت کرتے ہوئے دھڑکتا تھا۔ کچھ روز اگے ساتھ گزراں کے لوگ پھر یہاں سے گئے اور پچھلے جاتے گئے۔

بھوت ہوتے ہو۔ تم کو ہمارے جاسوس ہو۔ اور معلوم کرنا کہ ہمارے ہاتھ ہمارے ہاتھ کہاں ہوگی۔ ایک بڑے نے توہین آمیز انداز میں کہا۔

یہ سناؤں ہے۔ میں نے کہا۔ اور ہمارا خیال غلط ہے۔ ہماری ذات سے تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ ہمیں کچھ روز اپنے درمیان رہنے دو۔

اپنا ہمناؤ۔ پھر ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔ یا تم کہو گے تو تمہارے درمیان رہ پڑیں گے۔ اور یہاں زندگی گزاریں گے۔

دونوں بڑھوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر کچھ سے پر ہاتھ کے ہاتھ پاں سے دور چلے گئے۔ شاید وہ جہانے ہاتھ پاں سے فہم کرنا لگے تھے۔ چند اور لوگ بھی اس میں شامل ہو گئے تھے۔ کافی دیر تک سر جوئے رہے۔ پھر وہی دونوں بڑھ ہاتھ پاں آگئے۔

ہم نے تمہیں پناہ ماننا قبول کر لیا ہے، اپنی مرد اور عورت گھوڑوں سے آگے۔ ہمارے ساتھ چلو۔ اور جیسے جیسے ہوتوں پر سوار ہو چیل گئی ہیں گردن لٹائی۔ اور گھوڑے کی پشت سے آگے بڑھتے رہے جیسا چار ہمارے تقلید کرتی تھی۔ لیکن وہ شاید یہاں قیامت خیز نہ تھی۔ اس کے دل میں ہرگز جاگ رہے تھے، اور وہ خوش ثابت کیا تھے، اس کا ہم مجھے نہیں ہوا۔!

ان لوگوں نے ہمارے گھوڑوں کی باگیں پکڑ لیں۔ اور بہت سے گھوڑا کا جوم میں کھڑی سے بیٹے ہوئے ایک مکان کی سمت چلے۔ جو ان کے طرز کا بنا ہوا تھا۔!

مکان کا دار و کھول کر میں اندر چلنے کے لئے کہا گیا اور میں مشتار کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ مکان خوب بنا ہوا تھا۔ اس پر رنگین کھالوں سے نقش و نگار بنائے گئے تھے۔ ضروریات زندگی ذرا مختلف، لیکن میڈیاری طور پر بنائی گئی تھیں۔ دونوں بڑھوں نے مسکرتے ہوئے گردن جھکا کر اور پھر ان میں سے ایک بولا۔

یہ میں تو نہ ہوں۔ اپنی ہاتھ۔ سکون دار۔ میں اب رہ رہ کر کہنے کے لئے کہ میں تجھے فراہم کی جائے گی۔ جب تم یہاں آگے آنا ہو تو ہماری جگہ کی سیر کر سکتے ہو۔ ہر جگہ آئے جانے کی آزادی ہے۔ صرف تمہارے گھوڑے ہماری گھوڑوں میں ہیں کیونکہ ہماری اجازت کے بغیر تمہاری جگہ نہ لے کر جائیں گے۔

ایسا ہی ہوگا جیسا تم نے کہا ہے۔ اور تمہارے گھوڑے کہ تم تمہارے لئے تکلیف دہ نہ ہوں گے۔ اور وہ سب گردن ملاتے ہوئے ہمارے نکل گئے۔ میں نے ایک آدھم و بکر پورے ہو کر مسکرتے ہوئے مشتار کی طرف دیکھا۔ لیکن اس کا

بہرہ و سپاٹ تھا۔ میں نہیں سمجھ سکتا تھا۔ کہ تمہیں ان لوگوں میں امر کیا الجھن ہے؟ میں نے کہا۔

نہیں۔ کوئی الجھن نہیں ہے۔ عشتار نے کسی خیال سے پکڑ کر کہا تھا۔

پھر تم پریشان کیوں ہو۔؟

پریشان نہیں ہوں۔ میں تمہاری زندگی کی اس قدر ملای ہو گئی ہوں کہ انسانوں کے جرم سے وشت ہوئی ہے، لیکن تم تو زندہ کرو۔ یہ وشت جلد دور ہو جائے گی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا کہ کوشش کی اور میں نے انھیں بند کر لیں۔ بے شک عشتار نے اپنی زندگی کا طویل سفر کافی حد تک طے کر لیا تھا اب وہ کھنکھس کر رہی تھی۔ لیکن میں آستہ نہیں سمجھتا تھا کیونکہ اس نے

میں نے حکومت چھوڑ دی تھی اور جیسے کہ ساتھ زندگی کا تکلیف دہ سفر طے کر رہی تھی۔! اس میں ان اپنی والوں کے سامنے میں جانا چاہتا تھا جو حقیقت جہاں توڑتے۔ انھوں نے میں وقت پر کھانا دیا۔ اور دیکھا کہ بہت لڑ بھڑ بہت ہوئے۔ بعد میں نے شکار کر کے آئے اور بڑھ کوشت کے کچلے بنزریاں، پیہر اور دودھ استعمال کیا تھا۔ وہ رات میں دوسری دنوں سے مختلف تھی۔ عشتار گلاب سیرا ساتھ دھڑکتے ہوئے تھی اس کا سفید بڑی ڈھیلہ پڑ گیا اور جبکہ گھوشت لٹک گیا تھا لیکن وہ اپنی جگہ کی یاد کر کے بوسے طور پر جہاں غصے کی کوشش کرتی تھی۔ اور اس میں ناکام رہتی تھی۔ لیکن میں نے اسے ناکامی کا احساس نہیں ہونے دیا تھا۔ اور اس کا سے وہ کسی حد تک مطمئن ہو جاتی تھی۔

دوسرے دن صبح اٹھتے کے بعد میں میں نکل آئے۔ چھوٹی چوٹی تک چلیوں اور کڑکڑاؤں کی دھکائیوں کے بازاروں کی یہ بستی تھوڑے عرصے میں پہاں طرزات زندگی بھر پر طور سے موجود تھے۔ ہر آدمی خوش حال و ترقی تھو نظر آتا تھا۔ بچے بوڑھے عورتیں، جوان۔ سب کے سب خوش خرم اور قہقہے لگاتے ہوئے۔!

لیکن ایک بات میں نے خاص طور سے غور کی کہ ہم یہاں بھی چند لوگ سایوں کی طرف سے چلے گئے تھے۔ آگیا وہ ہماری نگاہیں کھینچے تھے۔ مجھے اس بات کی کیا گوارا ہو سکتی تھی۔ یہاں ہر جگہ کی جگہ کے لئے جاسوسی کرنے کو نہیں دیا تھا۔!

اپنی میں کھیل تھا جیسا تھے۔ ایک آدھم و بکر مجھے لوگ ہاتھوں پر کوب کر کے نظر آئے۔ ایک آدمی نے مجھے بلے پس پڑی ہاتھ باندھے ہوئے تھے اور مرکز پر چل رہا تھا۔ چوٹی کا جوم اس کے کچلے لگائے تھے۔ ہاتھوں پر چلنے والا لڑکی کے گھوڑوں میں کھانک کھانک کر نکل رہا تھا

کراٹھوں کی کیا ہو رہا ہے۔ مجھے اس لڑکے پر ہنسی آئی، اور شام میری د



سے سکرادی۔ لوگوں کے لئے دوسرا تماشیاں بن گیا، کیونکہ سب نے ہر بات کو سب سے بہتر سمجھ کر دیکھ رہے تھے، جس پر بلا پیچھے نہیں تھا۔

ایک دفعہ لڑائی کی ہوائی ابھی ابتدائی منزل میں تھی، سب نے قریب ایک اور سیکس سینئر ہاتھ چیر کر دیکھ لی۔ وہ سب کی طرف خوشگفتی اور اس کی جوانی کے گلاب کھلنے کے لئے پھیل رہے تھے۔ میں سکر کر اس کی کراٹ پکھڑا رہا لیکن مشتار نے اچانک مجھے آگے دھکیل دیا۔ اور لڑائی پیچھے ہٹ گئی!

میں نے مشتار کے پیٹ پر ہاتھ رکھا۔ اور ہانک پوری بات میری بھر میں اٹھی۔ مشتار کو اپنے سینے پر لٹا کر اس کے پاس ہتھوڑا دھنپ رہا جتنی تھی کہ وہ ان اور میں لوگوں کی سب سے قریب آسکیں۔ میں نے غور کیا تو مجھے اس کی خوشبو بھانپ کر آئی۔ یہ حقیقت تھی کہ مشتار سب سے زیادہ سیر ہو گیا تھا۔ لیکن میں جہاں ایک سیر ہوا انسان تھا۔ مجھے اس کا شاکر تھا۔ تھا چنانچہ اس کی زندگی میں اسے چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ وقتی طور پر مجھے کوئی اور کی پسند آجائے اور وہ میری خلوت تک پہنچ سکے۔

میں نے بتائی کہ خوب سیر کی۔ اور پھر واپس اپنے مکان میں آگئے۔

دوسرے کھانے کے بعد میں اطلاع دی کہ گستا رو شاکر کھانے پر ہمارا ساتھ پسند کرے گا۔

گستا رو کون ہے؟ میں نے غلط فہمی سے پوچھا۔

گستا رو۔ وہ۔ تم گستا رو کو نہیں جانتے۔ گستا رو خفاشاہ کا خفاشاہ ہے۔ وہ ایک بڑی کامیاب سیر ہے۔ یہاں اس کا حکم چلاتا ہے۔ یہاں کے باشندوں کی زندگی اور زندگی اس کے ہاتھ میں ہے۔ اطلاع دینے والے نے بتایا۔ اور میں نے ایک بخاری سامی لی۔

تو میں ابھی سب سے ہنسا ہوں کہ خفاشاہ موجود ہے، ابی لوگوں سے کہیں بجات نہیں، ہر جگہ موجود ہیں۔

مجھے گستا رو کا مکان نہیں معلوم۔ اس کے علاوہ میں نہیں جانتا کہ مجھے کس وقت وہاں پہنچنا ہوگا۔ میں نے کہا۔

گستا رو کے خادم تمہارے پاس آئیں گے۔ تمہیں اور تمہاری سہیلی بوڑھی عورت کو تیار رہنا چاہیے۔ آٹھ بجے آئے گا اور گستا رو کے باہر نکل گیا۔

میں نے چونک کر مشتار کی طرف دیکھا۔ اس شخص کے الفاظ غریب لگنے کی طرح سن کر رہ گئی تھی۔ میں۔ میں اس دعوت میں نہیں جاؤں گی۔ اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

کیونکہ مشتار؟

میں میں نے کہہ دیا، میں نہیں جاؤں گی۔ وہ جھگڑے ہوئے انداز میں بولی۔

میں جانا چاہیے مشتار۔ ہم ان لوگوں سے منافقت چاہتے ہیں کیونکہ ہمیں یہاں رہنا ہے۔

میں ان سے کوئی منافقت نہیں چاہتی۔ کیونکہ مجھے ان کے اندیشا

نہیں رہنا۔

اندیشہ کہ مشتار۔ میں کچھ روز یہاں گزارنا چاہتا ہوں۔

تم شک کر گئے ہو۔ تم بڑے جوتے جا رہے ہو۔ مشتار نے چمکتے ہوئے کہا۔ اور میرا دل جا کر اس کا ایک زوردار قبضہ لگاؤں۔ لیکن پھر میں نے خود پر جبر کیا اور سمجھ گیا کہ اسے سمجھانے لگا۔ بشکل تمام وہ پہلے پر ہمارا منہ ہونے لگی۔

شام کو گستا رو کے آدمی ہمیں پیش لگئے۔ اور ہم دونوں ان کے ساتھ چل پڑے۔ میں تیار رہاں ہی کیا کرتی تھیں۔ مشتار کے ہم پر پستکی کھال کا پیرسیدہ لباس تھا۔ میں ہی پہنے کی کھال کا ایک چھوٹا سا لباس پہنے ہوئے تھا۔ یہ لباس ہم دونوں نے خود تیار کئے تھے۔ لیکن کافی پرانے تھے اور آبادی میں پہنے کے لئے ہمیں نے لباس کی ضرورت تھی۔

تمام ہم گستا رو کے بہت بڑے مکان میں داخل ہوئے۔ یہ مکان بھی لڑائی کا تھا، لیکن سب سے نفاس سے بنایا گیا تھا۔ ایک بہت بڑے چوٹی دار سے ہم اندر داخل ہوئے تو بے شمار تزیینات نظر آئیں۔ اندر کا منظر بہت عجیب تھا۔ تقریباً نصف چوڑی اور سیرس پتھر بنی فضا میں خوبصورت لکڑی کی بنی ہوئی تزیینات تھیں۔ جس کے دونوں طرف کرسیاں بھی تھیں۔ نیز پر فراخ وقت کا کچل پختہ تختہ پر ہم سے اور کافی چوٹی دار فضا میں لگی ہوئی تھیں، جگہ جگہ کرسی کے ڈول رکھے تھے، جہاں جیسی بھی چھٹی شلاب جری ہوئی تھی، شلاب کے لئے ہوتے تھے بہت سے لوگوں کے ہاتھوں میں تھے جس سے وہ شلاب پر بہت تھوڑی مدت لڑائی ان کی آغوش میں چھلنے کے ساتھ وہ خوش فہم لگ رہے تھے۔

میں غصہ سے چہرہ بڑھ گیا۔ بہتے ہوئے لوگ ایک دم ساکت ہو گئے۔ سب کی نگاہیں مشتار کے اشارے پر تھیں چند ساتھی وہ ہمیں گھورتے رہے، پھر ایک بوڑھا آدمی ہمیں پڑا۔ اور اس کے بعد بے شمار تھپتھپ گئیں۔ میں نے زور نہیں ہوا۔ میں بھی کرسیوں کی طرف بڑھ گیا، اور ہم میں نے ایک کرسی مشتار کے لئے کھینچی اور دوسری اپنے لئے۔ ہم دونوں بھی بیٹھ گئے۔ میں نے ایک کرسی بھی لی، لیکن اٹھائی اور اسے آٹھ سو سے اونچے لگا۔ ایک ساتھی ہمیں مشتار کو بھی شاد کیا۔ لیکن وہ کاموں سے غورانی گھبراہٹ ہوئی تھی۔

میں انسان جنہوں میں ابھی نہیں رہنا چاہتا تھا اور وقت میرا اس بے تکلفی سے اور کھلنے کے انداز سے دشمن انسانوں کو مرعوب کر رہا تھا۔

تو میری طرف سے بہت لگتی۔

اچانک کھڑک چلا گیا۔ دروازے سے ایک آدمی اندر داخل ہوا تھا۔ یہ کافی قوی لیکن تھا۔ اس کے سر پر کسی جانور کے بال لگے ہوئے تھے۔ ہاتھ پر کسی رنگین چمکناشان تھا۔ اور اس کی ایک ہاتھ پر چڑھا ہوا تھا۔

مہاراجے دوا لگتا رو۔ کسی نے دوا لگائی اور گستا رو اس

لگائی کی میز پر چڑھ گیا، اس کے پیروں میں تیل چھڑکے گئے جو تھکے اور اس کے تیلے ہونٹوں پر مسکراتی تھی، پھر اس نے گوشت کی پلیٹ میں پاؤں رکھا اور لگے بڑھا۔ کھانے کی چیزوں پر چلتا ہوا وہ آگے بڑھتا رہا اور سیر کے ایک سیر سے دوسرے سیر تک پہنچ گیا۔ لوگ اس کی زندگی ہونے چڑوں کو اٹھا کر کھاتے تھے۔

اس مفرد انسان کی بات مجھے پسند نہ آئی۔ لیکن ایک ماں جیسی ہاتھ میں تھا، میں نے اسے اٹھڑا رہا۔ مشتار اب نفاس سے ان سب کو دیکھ رہی تھی۔ ایک ایک ٹینگ والے گستا رو کی گلا۔ سیر اور پڑ گئی۔ اور وہ اپنی اکلوتی آنکھ سے مجھے گھومتا لگا۔ اور پھر وہ میز پر چلتا ہوا سیر سے آگیا۔ مجھے گھوڑا رہا۔ اور پھر چونک کر سیر ہاتھ سے مارا چھین لی۔ میں نے تعرض نہیں کیا، کیونکہ گوشت کی رائی میں اب گوشت نہیں صرف ہڈی رہ گئی تھی۔ میں نے اس پر بھی توجہ نہیں دی اور اسے مارا سے مزہ صاف کرنے لگا۔

کون ہو۔ اس نے اتنا ہی سر آواز میں پوچھا۔

مہمان، خدیجی جودل چاہتے سمجھو۔ میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور وہ چونک پڑا۔

اور۔ مہمان، سیر میں آنے والے ابھی۔ تم وجہ ہو۔

نہیں بلایا تھا۔

ہاں۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ہم۔ عیش کرو۔ میں تمہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ تمہارے جسم کا رنگ لکڑی کی ہے، وہ کوکڑھ سے نیچے آگئی۔ پھر زور سے ایک کرسی کھینچی اور بیٹھ لیا۔ اس نے پشت پر ایک ہاتھ اٹھایا اور ایک آدمی نے مجھے ہونے میرا اور شراب کا پیرا ہوا اس کے سامنے رکھ دیا۔ اس نے ڈونگے سے جا رہے شراب نکال کر شنگ لگا لگا لیا، اپنے ہونٹوں کی طرف لے گیا۔ پھر میری طرف دیکھ کر سر کیا۔ اور شنگ میری طرف بڑھا دیا۔

میں نے اس کی دھکیل قبل کر لی اور اس کے ہاتھ سے شنگ لیا۔

اس کے لیے میں نے ساری شراب ملنے میں انہیں لی۔ وہ دوسرے شنگ میں شراب پڑا تھا۔ پھر اس نے اشارہ کیا۔ اور دوسرا سیر سے لکڑی لگایا۔ ابھی تک وہ مشتار کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا، لیکن شراب پیے ہوئے اس نے مشتار کی طرف دیکھا اور پھر اپنی کرسی سے اٹھ کر تھوڑا سا جھکا۔

خاتون۔ اس نے گونٹھ کی اور پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔

اٹھائی ماں ہے؟

کیا۔ میں چونک پڑا۔ اور مشتار کے پیٹ پر کارنگ زور ڈر گیا۔

اور ہٹ کاٹ رہی تھی۔ نہیں۔ تم اسے میری زوی کہہ لو۔ میں نے کہا۔

ہوئی! اس بار اس کے چونکنے کی باری تھی۔ لیکن اس سے قبل۔

کہہ اور کچھ کہنا، اچانک چار پانچ آدمی چھپتے کھڑے اندر داخل ہو گئے۔ وہ اپنی

اونچے چھلانگیں لگا رہے تھے۔ اور انھوں نے جرات سے کھانے کی میز پر پہنچے ہوئے تھے جو صفائی خیز تھے۔ ان کے ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے گول تزیں تھے جن پر کسی جانور کی کھال ڈالی ہوئی تھی اور وہ خوب زور سے انھیں کھا رہے تھے پوسے ہال میں آفراتفری پھیل گئی۔ وہ آجی اور طوفان کی طرح سائے ہال میں پکڑائے پھرتے تھے۔ پھر اچانک وہ کونوں میں کھڑے ہو گئے اور ایک رقصہ برآمد ہوئی۔

لوحان اور حسن رقصہ میں کاڈر فٹ سے کم نہ تھا۔ لباس کی شکل میں اس نے باریک باریک کپڑے کی پٹیاں باندھی ہوئی تھیں، لیکن طوفانی رقص میں وہ پٹیاں اس کے جسم کے پوشیدہ حصوں کو دکھانے میں ناکام تھیں۔

بڑے مہین جہاں ایک ہانک اور بڑی خوبصورت اور شوخ عورت تھی۔ خاص طور سے اس کی پھرتی قابل دید تھی۔ وہ پہلی کی طرف پوسے ہال میں اپنی چھری تھی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی میں اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ طویل عمر کے بے بدراک جوان اور میں شکل نظر کی تھی۔ ورنہ عشتار کے علاوہ اب تو عورت بادی نہیں رہ گئی تھی۔

کاہا اور ابھی اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس کے قص میں سستی آگئی۔ اور اس کی کانٹے جھلی لگ گیا۔ اب تمہارے دھیمے ناچ رہی تھی۔

وہ سیر کے قریب آئی اور ہال میں جوتے لوگوں سے اٹھائی ان کے گنے گنے ہوئے قبضے لگا رہے تھے اس پر آواز سے کہہ رہے تھے۔ تو کر کے کرتے وہ سیر سامنے بھی گئی۔ میری طرف دیکھا۔ اور اس کے پیٹ کی خوشی ایک دم زور سے ہو گئی اس کا قص اور ہم لگ گیا۔

لیاں اچانک اس نے میری اور پھر میری گویاں آگے دوسرا ہاتھ اس نے میت سے پھیرا۔ اور پھر آہستہ سے بولی، اسے نہری دیکھی۔ اسے منے کے لیے اس کے ہنر۔ پھر وہی دونوں جوتے اس نے کانٹے کے انداز کے کہے تھے۔ وہ میری گویاں حرکت ہی تھی۔ سازوں کی دھیمی جی بدل گئی۔ وہ اس کے کانٹے اور قص سے ہم آہنگ ہو گئے۔ اسے دونوں کو قوت دہی کر لینے والے تیار رہے۔ پیسے سونے کی کل اس پر کھڑکھانے کو لیا۔

میں اس کا اجنبی ہے تو۔ کہاں سے آیا ہے؟ وہ سیر کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر کھینچی

وقت، اچانک بے مشتار نے ایک بڑی اٹھائی اور پوری قوت سے رقصہ کی پشت پر ماری۔

رقصہ کی دلخیزی بچ گئی۔ اور وہ زمین پر گر کر رہنے لگی مشتار نے دشمنی شری کی مانند اس پر چھانک لگائی اور اس سے قبل کنگو اسے دیکھیں اس نے بڑی کے گستا رو کے رقصہ کے سکر کے آڑے۔ رقصہ کا چھوڑا گوشت اور خون کا قطرہ نظر آ رہا تھا۔ اس کا ہاتھ قریب ہاتھ اور اس کے خون سے عشتار کا چہرہ بھی سرخ ہو گیا تھا۔

تمام لوگ کھڑے ہو گئے۔ میں سکتے کے عالم میں تھا۔ مشتار کی







وہ رات آرام سے گزری۔ دوسری صبح مشتارہ آئی۔ لیکچر  
 میں نے اسے دہلی سے جھٹک لیا۔ کوئی عورت میرے باغ پر تسلط نہیں کر سکتی  
 تھی۔ دن نکلنے لگا ستاروں نے اپنے قاصد بھیج کر مجھے بلایا۔ وہ شاید مجھے  
 بہت متاثر ہو گیا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا۔  
 "او۔ مگر کسی اونگی بات ہے۔ مجھے اپنے دوست کا نام بھی  
 نہیں معلوم ہے؟"  
 "آوارہ گرد کہو۔ یا پھر جو نام تمہیں پسند ہو۔ میں نے سنا کرتے  
 ہوئے جڑا ہے۔"  
 "کیا مطلب؟ کیا تمہارا کوئی نام نہیں ہے؟"  
 "نہیں۔ میں نے نام کے جھگڑوں سے غور و آواز رکھا ہے۔ ہر شخص  
 مجھے اپنی پسند کا نام دیتا ہے۔"  
 "او۔ شاید تمہارے والدین تمہاری پیدائش کے فوراً بعد مر گئے ہوں گے  
 اسی لئے؟"  
 "میرے والدین شاید میری پیدائش سے بہت پہلے مر گئے تھے یا پھر خود  
 میرے والدین کسی پہلی بیوی تھے۔ اس لئے مجھ کو کوئی تہمتاؤ مجھے  
 کیا نام دو گے؟"  
 "آؤ۔ لے۔ چمکدار اور دلچسپ؟ تمہارے مسکراتے ہوئے کہا۔  
 "مجھے بی نام قبول ہے۔"  
 "میں تمہارے بارے میں بہت کچھ سنا ہے۔ تمہارے علاقے سے بنا  
 مرقی چلے گئے۔ تم ایک جبر و جبرو۔ پرنسپل اور مسند زبانی تھے۔ اندر کیا  
 خول ہے کہ تم بار بار مسند پر بیٹھ جاتے ہو۔ میں نے سنا ہے کہ کوئی بی بی  
 سے کہہ کر تمہیں اپنا سونچنا ناں۔ لڑائی بھڑائی سے کوئی ڈکچپی ہے؟۔ پوچھنا  
 کے فوجیوں سے مقابلہ کرنے میں بہت لطف آتا ہے۔ بڑے بڑوں جیتے ہیں  
 وہ لوگ، مسند پر بیٹھ جاتے ہیں اور دیکھ کر یوں بھٹکتے ہیں جیسے موت تعاقب کر رہی  
 ہو۔ اور جب تم ان پر چار پڑتے ہو تو ان کی تلواروں کے زون بڑھ جاتے ہیں۔  
 وہ اس طرح اٹھیں جلاتے ہیں جیسے کافر کے بے گنہ ہوں۔ اور پھر ان کی ابو  
 اگلی گزین منہ نہ دیکھو کہ کس سے لڑ رہی ہیں۔ نہیں سرخ مسند بہت پسند  
 آئے گا! جس میں آدمی کے گوشت کی شوقین چھلپاں پاگل ہو جاتی ہیں۔"  
 میں خاموشی سے گستاخی باتیں سنتا رہا۔ دشت اور بربریت کے  
 سوا انسان کے پاس کچھ بھی تو نہ تھا۔ انسان ازل سے ہی وحشی ہے پھر فرسار  
 بلکہ خیال میں دنیا کے تمام جانداروں میں یہ عقلمند مخلوق سے خوشگوار اور سب  
 زیادہ وحشی ہے۔ اگر اسے نہ ہانت کے حال میں نہ بکڑ دیا جاتا۔ اگر وہ دنیا کا  
 حکمران نہ ہوتا اور اسے تہذیب کے غلام میں محفوظ نہ کر دیا جاتا۔ تو شاید چنگو  
 میں اس سے وحشی اس سے زیادہ خوشگوار جانور اور کوئی نہ ہوتا۔ جہنم کے  
 لہاں میں بھی اس کی بربریت فروں ہے۔ اس نے غلام بربریت کے کیے کیے  
 طریقے یاد کئے۔ وحشی درمہ و شکار چھپتا ہے، موہا بیت بھڑانے کی

تھکن میں۔ کچھ بیٹ بھڑا اس کی ضرورت ہے۔ سوائے خیر شر جانوروں کے جو  
 نواز گھرا آدمی کے وحشی ہوتے ہیں۔ باقی جانور صرف شکار کرتے ہیں۔ لیکچر  
 بیٹ بھڑانے کے باوجود تباہ کن تھیابا یاد کرتا ہے۔ تاکہ انسانوں کی پوری  
 قتل کو نیت نہ لادو کہے۔ آفریوں؟ یہ دشت نہیں تو اور کیا ہے؟  
 ہر حال۔ میں نے گستاخی کی گنگوشتی۔ اس گنگوشتی کوئی  
 سوال نہیں تھا۔ اس لئے میں خاموش رہا۔ گستاخ کا فی دیر تک مجھے  
 گفتہ کرتا رہا۔ دیر کا کھانا بھی اس نے سب سے سنا کھایا۔ اور جھٹکا  
 میں اس کے ساتھ رہا۔ لڑتے ہوئے اسے دشت بھر میں واپس اپنے مکان کی طرف  
 چل پڑا۔ چلتے وقت اس نے میری حیرت بھگائی۔  
 "آؤ۔ اگر تمہیں تمہاری پسند نہ آئے تو اس کے لئے جب چاہو  
 (انتقال ہو سکتا ہے۔ میری بیٹی کو لیکچر میں خوش آمدید کہیں گی۔"  
 "اگر میں ضرورت محسوس کروں گا سردار تو تم سے کہہ دوں گا۔"  
 "ضرورت ضرور۔ اس لئے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میں واپس اپنے  
 مکان میں آ گیا۔ لیکن اس وقت میں لکڑی کی چھت کے نیچے گزارا کر سکتا ہوں۔  
 اپنے پرانے دوستوں سے ملاقات کی تھی اور مکان سے باہر نکل آیا۔ چاروں طرف  
 تاریکی چلی ہوئی تھی۔ سردار ستاروں و حقیقت پر آدمی نہ تھا۔ وحشی ٹیڈا بونیکے  
 باوجود اس میں کسی قدر انسانیت اور پاس دوستی تھا چنانچہ آج میری لڑائی کرنے  
 والے بھی موجود تھے۔ میں ایک مسلمان لیلے کی طرف چل پڑا۔ چھپکار کی نہ  
 مجھے کوئی ضرورت تھی۔ کسی کی تھی اور نہ کوئی تھی۔ ہاں اگر کسی اور کی زندگی بچانا  
 مقصد ہو تو دوسری بات تھی۔ ذات خود میں، جب یہاں سے جانا چاہتا تو  
 جا سکتا تھا۔ کسی کی حال کی فکر مجھے نہ رہا۔  
 اونچے ٹیڈے پر دیکھ کر میں نے آسمان کی سمت دیکھا۔ ستارے چمکے ہوئے  
 تھے۔ مجھے دیکھ کر مسکراتے گئے، ایسا لگتا تھا جیسے کسی بی بی اس سے بہت کچھ  
 قہر رہی ہو۔ نہ جانے کب؟۔ شاید اس وقت جب میں بھی ان کی مانند غلام  
 میں گوش کرنا تھا؟ اور دوسری کی شعلوں سے بھڑکتا تھا۔  
 میں نے اس سے ماضی کے گریے ہوئے واقعات پوچھے اور انہوں نے  
 مجھے معقول جواب دیا۔ پھر میں نے ان سے مستقبل کے بارے میں پوچھا۔ اور  
 وہ جیسے بچے نہ رہتے۔ انہوں نے مجھے آنے والے واقعات کی کیا کیا سنائی  
 اور میں ان کہانیوں کو نہ بھڑکتا کہنے لگا۔ اساری رات ستاروں میں گزری۔ اور  
 جب انہوں نے لنگھنے سے سوچ کی طرف اشارہ کیا۔ تو میں نے انہیں اور ان کا  
 اودان کی پردہ پوشی سے قبل ہی واپس اپنے مکان کی طرف چل پڑا۔ واپس  
 آئے وقت میں نے دوسرے مسند کے انتہائی برتر پر سفید بادبان دیکھے۔  
 میری نگاہ نے پناہ تیز تھی اور نہ بادبان اس کی طرف پہنچے ہوئے  
 تھے اور صاف نظر آ رہے تھے۔ چند ساعت میں انہیں دیکھنا رہا۔ یقیناً  
 کوئی بڑی کشتی یا جہاز تھا، لیکن کیا۔ بحری ٹیسے اس پر حملہ آور نہ ہوں گے  
 میسز نے یہ وحشی کی بات نہیں تھی۔ زبانی کون کس ضرورت سے کہا

جا رہا ہوگا۔ اگر وہ راستے میں ٹٹ جائے۔ مارا جائے۔ تو یہ کوئی اچھی بات  
 نہیں تھی۔ ہاں اگر وہ مکان کے سپاہیوں نے نئے ساز و سامان کے ساتھ کسی  
 لینڈر کا سینڈ کیا ہے۔ تو پھر ایک دلچسپ جنگ جیتنے میں آئے گی۔  
 ہر حال جہاز بھی اتنی دور تھا کہ دیر تک اس کے دیکھ لئے جانے  
 کا امکان نہیں تھا۔ اس لئے میں اپنے مکان میں واپس آ گیا۔ اور پھر میں  
 آرام کرنے بیٹ گیا۔ صبح ہونے کو تھی جب میری پلکیں جڑ گئیں۔ اور میں  
 سو رہا تھا۔ عارضی نیند۔ جو گہری نہ ہوئی تھی۔  
 اور پھر اس وقت تک گنگوشتی جب میری نیند خراب نہ ہو رہا تھا۔ میں  
 دماغ پر زور دے کر اس شو کی خبر جاننے کی کوشش کرنے لگا۔ اور مجھے وہ  
 جہاز یاد آیا جس کے سفید بلباں گھٹے ہوئے تھے۔  
 او۔ تو وہ مکان کی فوجی جڑ گئے۔ شاید جنگ شروع  
 ہو چکی ہے۔ میں نے اس میں اٹھنا یا اس کو نہ گئے۔ خدا دیکھوں تو ہاں ہر کام کو  
 کیا ہے۔ اور میں اپنے دوست گستاخ کی کیا فکر کرتا ہوں۔ نیند کا اسے  
 مدد کی ضرورت بھی ہے۔ یا وہ دشمن رہا ہی ہے۔  
 چنانچہ میں مکان سے باہر نکل آیا۔ ہر شخص سال کی طرف دوڑ رہا  
 تھا۔ لیکن ان کے ہاتھوں میں تھیابا نہیں تھے۔ اور پھر بچے، بوڑھے عورتیں بھی  
 تھوڑے۔ یہ کیا جڑ ہے؟ میں نے جیسے سے سویا اور پھر میں سال کی طرف  
 چل پڑا۔ سوچ خوب پیچیدہ رہا تھا۔ اور یہاں کے بادبان صاف نظر آ رہے تھے  
 اور ایک بہت بڑا جہاز لگا ہوا تھا۔ اس کے درمیان ایک گول نشان تھا۔ اس کا  
 رنگ سیلا تھا اور درمیان میں ایک سیلے رنگ دھبہ نظر آ رہا تھا۔ سال کچھ  
 لوگ آئے دیکھ کر وحشی سے ہاتھ ملاتے تھے۔ وہ مسرت کا اظہار کر رہے تھے  
 میں نے ایک بڑے کدے پر ہاتھ رکھا اور وہ میری طرف دیکھنے لگا۔  
 "سب کیا ہے؟۔ جہاز کس کا ہے؟"  
 "ہی سارا؟۔ بوزے نے جواب دیا اور میں چپک چپ چلا۔ او۔ میں نے  
 اس کے بارے میں تو سوچا ہی نہیں تھا۔ تو ہی سارا واپس آ گیا۔ گویا یہاں کے  
 احوال میں کچھ تبدیلیاں؟  
 جہاز بہت آہستہ ٹیک کی طرف بڑھ رہا تھا۔ لکڑی کی بیڑیوں کے  
 نزدیک بہت سے جہاز متعقد کھڑے تھے۔ ایک طرف ایک عظیم شاہ جہاز بھی تھی  
 تھی جس کے لشکر کوئی کافی تھی اور وہ خوب لمبا تھا۔ وہ جہاز اس لشکر کے  
 پاس کھڑے تھے اور وہیں ایک پرستار بھی پنہاں لوگوں کے ساتھ موجود تھا۔  
 لوگ جیتے ہوئے۔ لباس اور تھیں اس اچھا چل کر عورتی کا اٹھا  
 کرتے رہے۔ اور جہاز آہستہ آہستہ قریب آ گیا۔ پھر اس پر سے رشتا چلنے  
 گئے جنہیں ایک بچہ لایا گیا۔ رستے جڑی میں چھپنے لگے اور پھر جہاز چرٹی  
 گھمکنے لگے۔ جہاز اب ایک کڑی کڑی رہا تھا۔  
 پھر جہاز بھڑکتی ہوئی تھی۔ پھولوں کے موٹے ہارے ہوئے  
 گستاخ کے پیچھے چلے گئے، ان کے قبول پر خیر صورت لباس تھے اور بالوں میں چھل

لگے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں دیکھی سے دیکھا تھا۔ ہر حال میں عام لوگوں  
 میں کچھ ایسی سارا کے استقبال کی تقریب دیکھتا رہا۔ جہاز پر میری نگاہیں ہی سارا  
 کو تلاش کر رہی تھیں۔  
 جہاز ایک سے لگ گیا۔ پھر وہاں میں ایک دروازہ کھلا۔  
 اور سے آگے آنے والی لکڑی کے بیٹ نام پر کود آیا۔ اس نے ایک  
 لمبا پتھر پھینکا ہوا تھا۔ لیکن وہ میری طرف چلا تھا۔ پوشاں کا قاصد ٹھٹھ سے  
 کمز تھا۔ اس کے سر کے بال جہاز کی طرف آگے ہوئے تھے اور اسے مزید  
 کہنے میں اس کا بھی ہاتھ تھا۔ ہمیں کافی دیر تھیں اور ٹھٹھ کی لکڑی تھیں  
 باقی چہرہ صفا ٹھٹھا۔ رنگت بٹنے کی طرح سرخ تھا۔ اور انھوں نے درندگی  
 کا اظہار کرتا تھا۔  
 "ای۔ گستاخ۔ اس نے گونہ لڑاؤ میں کہا اور اس کے لڑتے  
 باہر چھانکے گئے۔  
 "ہی سارا۔ گستاخ نے دونوں ہاتھ منڈ کرتے ہوئے کہا اور کڑا  
 گستاخ سے بھگتے ہوئے۔ پھر لکڑیاں آگے بڑھیں اور انہوں نے اچھل چل کر بار  
 سی سارا کی گردن میں ڈال دی۔  
 پھر وہ گستاخ کے ساتھ چل پڑا۔ ایسا جرم ان کے پیچھے چل رہا تھا۔  
 میں جانتا تھا کہ گستاخ کے مکان پر چلے گا اور وہاں اس سے عقیدت کے  
 اظہار کے علاوہ اور کچھ نہ ہوگا۔ چنانچہ میں جہاز کے بارے میں معلومات حاصل  
 کرنا چاہتا تھا۔ بلاشبہ بہت جہاز ہوا تھا۔ کسی تعلیم لٹان کی حالت کی مانند۔  
 لکڑی اور لوہے سے بنایا ہوا۔ سیٹھوں آدمی اس سے سفر کر سکتے تھے۔  
 اس کی شکل و صورت بھی بہت عجیب تھی۔ مسافر خود چاروں کے سامنے  
 جب یہ نمودار ہوا ہوگا تو بے شک دل لرز جاتے ہوں گے۔  
 میں جہاز پر کام کرتے ہوئے لوگوں کو دیکھتا رہا۔ کچھ وحشی  
 صفت تھیں تھے، جڑے جڑے تھے اور دوسری چیزیں آتا رہے تھے۔ کافی  
 دیر تک یہی کام ہوتا رہا۔ اور میں ایک مخصوص جگہ کھڑا رہا۔  
 پھر میں واپس چلنے کا ارادہ کیا کہ جہاز کا کپتان کس میں نے عجیب سی کھڑکڑاہٹ  
 سنائی۔ خلاصی ہاتھوں میں تلواریں لے کر بیٹ نام پر کھڑے ہوئے۔ اور اس  
 کے بعد پریشان حال لوگوں کی ایک قطار باہر نکلی۔ ان کے ہاتھوں میں لوہے  
 کی زنجیریں عری ہوئی تھیں۔ ان کے لباس پہنے ہوئے تھے اور ہم بڑبڑ نظر آ رہے  
 تھے۔ صورت شکل سے بھی وہ وحشی نہیں معلوم ہوتے تھے لیکن زبانی کون سے  
 طاقت کے سفید اور خوبصورت لوگ تھے۔ ان کی تعداد بہت کافی تھی۔ میں کہہ  
 دیکھی سے یہ خفیہ دیکھنے لگا۔  
 یقیناً یہ قیدی تھے۔ گستاخ کے الفاظ غصہ یاد آ گئے۔ وہ لوگ  
 سارے کاواہ کرتے تھے جن میں انسانوں کی خرید و فروخت بھی شامل تھی۔ میں  
 نے نوے قیدیوں کی طرف دیکھا اور پھر مجھے نظر آ گیا عورتیں تلاش کر رہا تھا۔  
 قیدی مردوں کے بعد عورتوں کی باری تھی اور فریسی۔ میں نے بے بس اور



لاچاروں کے نغمے کئے۔ چھٹے ہوئے لباس، خشک چہرے، دیرالہ آجڑے  
 آجڑے۔ بڑی بچہ بین لڑکیاں تھیں۔ جو سیدہ لباس سے ان کا کان پر پناہ  
 جھانک رہا تھا۔ بعض کے لباس تو بے قدر بوسیدہ تھے کہ وہ تقریباً بڑبڑہاتی  
 تھیں لیکن ان کی سنسنی بھی مصائب کے بوجھ تلے دم توڑ چکی تھی اور اب ان  
 جسموں کی بڑبڑ کا احساس نہیں تھا!۔  
 اور ان لوگوں کی یہ حالت دیکھ کر اچانک سیدہ دل ہی دل میں ہنسنے لگی  
 مائے نگاہ! خشک ہے، مجھے اس دور کے خشک ہونے کوئی دوسری چیز بھی نہیں تھی۔ میں  
 اب زیادہ تر تماشا خانے رہنما بن کر نکلتا تھا۔ لیکن ان انسانوں کے لئے جو آزاد تھے  
 ایسے مجبور انسانوں کی مدد کرنا جراتی مرضی سے باتھ بھی نہیں ملا سکتے تھے۔  
 غیر انسانی بات تھی!۔

کھاسا تھی ہوں۔ درگت سارو کی جنت مجھے نہیں دے جانے لگی۔  
اور اس معلومات کے لیے مجھے کسی ایسے شخص کی ضرورت تھی جو اس  
کچھ جانتا ہو۔ چنانچہ میرے تجربے کا ذی خناس باپ نے میری سوتیلیا۔ اور میرا  
اخیلا۔ کہنے لگا۔ مجھے اندیشہ تھا کہ میرا عزیز دوست سارو، تو آقا قوں کے پیشانی  
کی موجودگی میں مجھے فراخ روئی نہ کرے۔ لیکن جہاں کما گستاخ کی تھی، پادشہ  
وہ براہ راست کے باوجود بھلائی تھا۔ چنانچہ اس کے کہی کے ذریعے مجھے اس کا  
پیغام ملا۔  
عظیم سارو آگیا ہے۔ آج اس کے اعزاز میں بڑی عزت ہے، ہر ایک  
تمہیں شریک کرنا ہے۔  
مجھے کچھ اس وقت آنا ہوگا۔

لی جاتے آئے اور پڑی تھی۔ پھر اس کی نگاہیں اوپر اُٹھ اٹھیں اور میری  
 لگ بھگ گیا۔ میں نے مشرب کا ایک جارا اٹھایا۔ اور سیگ کے خالی پیمانے  
 میں مشرب آٹھیں دی۔  
 حینہ نے میری طرف دیکھا۔ اور پھر مجھے سے اُس کے ہاتھ سے  
 ایک گر گیا۔ "سہری بھائی"۔ "اُس کے منہ سے نکلا۔  
 "حینہ روتی۔ "میں نے اُس کی گونج بچکے ہوئے کہا۔  
 "یہ سب کچھ اُس کے لئے فیہ متوقع تھا۔ اُسے قہر  
 تھا۔ اُس نے کہا کہ اُس نے تمہارے پاس سے وہاں سے اُٹھ کر اپنے گروں سے  
 لٹ گئی۔ پھر اُس نے کہا۔

اور تم تم اپنے بانی میں کیا کہو گے۔ روئے زمین پر تم جیسا  
دوسرا روزہ ہو گا۔  
کیا تم اسی رسی میں پیدا ہوئی تھیں گشتا؟  
ہاں۔ کیوں؟







”آشوبے!“ میں نے جواب دیا۔  
 ”میں گیسے ہوں۔ اور اس بات کا خیال رکھنا کہ کسی کی ماتحتی قبول نہیں کی ہے۔ البتہ میری وفقی مخالفت کی ضمانت ہے۔“  
 ”تو میری سارا سے بات کروں کہ تم میری ماتحتی قبول نہیں ہے۔“ میں نے رک پر چھایا۔  
 ”یہ بات نہیں ہے۔ اس نے دانت میں کربھے لگے ڈھکیے ہوئے کہا۔  
 ”پھر کیا بات ہے؟“ میں نے حیرت سے کہا۔ اور اس کے ساتھ چل پڑا۔  
 ”میں نے ذاتی طور پر تمہیں یہ بات بتائی ہے۔“  
 ”تو کیا جہاز پر صورت سی سارا کمر نہیں چللا۔؟“  
 ”تم یا تو بہت سیدھے آدمی ہو۔ یا ضرورت سے زیادہ جالاک بننے کی کوشش کر رہے ہو۔ میرا حال میں تم سے پھر گفتگو کروں گا! آؤ میں تمہیں نیا لباس دیدوں۔“ وہ بولا۔ اور میں اس کے ساتھ جہاز چڑھ گیا۔  
 اس نے ایک کہیں سے چڑھنے کے بہت سے عمدہ لباس نکالے۔ ایک بہت خوبصورت لباس مجھے پسند آیا۔ یہ چڑھنے کی بازوؤں سے مکلی اور نیچی جیکٹ تھی۔ اور چڑھنے کا یہی زریں لباس تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ چڑھنے کے فیلڈ ہونٹنگ کے جوتے۔ میں نے اس سے قبل ایسا لباس کبھی نہیں پہنا تھا۔ لیکن... یہ لباس پہن کر میں خود کو کاجنی اجنبی محسوس کرنے لگا۔  
 تھوڑی دیر کے بعد میں لباس پہن کر فائے ہو گیا۔  
 ”قیدیوں کے رہنے کی جگہ کہاں ہے۔؟“ میں نے پوچھا۔  
 ”آؤ میرے ساتھ۔“ وہ گیسے لے کر کہا۔ اور ہم جہاز کی تہ میں جانے والی پڑھیاں ملے گئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد لڑکی کو بہت بڑے بال میں پہن گئے جہاں سخت بدبو پھیلی ہوئی تھی۔  
 ”یہ قیدیوں کا بال ہے۔ اور وہ تمہارا دفتر۔ رات کو تم دفتر میں رہو گے۔ دن کو کبھی سلاخیں بند رکھو گے۔“  
 ”لیکن کیا تمہیں یہاں بدبو نہیں محسوس ہو رہی۔؟“ میں نے کہا۔  
 ”اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ یہ تھوڑی دیر یہاں رہنا پڑتا ہے۔ اور قیدیوں کو۔۔۔“  
 ”عجیب انسان ہو۔ قیدی اور کہاں رہیں گے؟“  
 ”ہوں۔۔۔“ میں نے ایک گہری سانس لی۔ ”گیسے۔“  
 ”کیا بات ہے؟“ میرے لیے کبھی تبدیلی پڑانے چوٹ کرکھ دیکھا۔  
 ”حفاظتی کرنے والوں کو بلاؤ۔ اور پورے بال کو دھواؤ۔ یہاں ذرا بھی بدبو رہی تو میں تم سے جواب طلب کروں گا۔“ میں نے کہا۔  
 ”کیا بکواس ہے؟“ گیسے دباؤا۔  
 ”جو کہہ رہا ہوں کرو۔ ورنہ میں ماتحتوں کو سیدھا کرنا بھی جانتا ہوں۔“

میں نے کثرت سے لہجے میں کہا اور گیسے کی آنکھوں میں خون تر آیا۔ وہ مجھے لہجے سے گھورتا رہا۔ جسے لحاظ سے لے لیا۔ اس کے تم ذمہ دار ہو گے فوراً یہ کام شروع کرو۔ بدبو ہائی رہی تو اس کے لئے تم سی سارا کے سامنے چوٹ ہو گے۔“  
 ”ٹھیک ہے۔“ اس نے جھٹکے دار وار میں کہا اور باہر نکل گیا۔ میں بھی مسکراتا ہوا باہر نکل آیا تھا۔ اس آدمی کو درست کرنا پڑے گا۔ جیسا کہ میں نے پہلا جہاز میں دیا ہے۔ نکلیں یا اور پھر جہاز کے اوپری حصے میں آگیا۔ ہم کام ہو رہا تھا۔ سامان جہاز پر لا دیا جا رہا تھا۔ چاروں طرف بھاگ دوڑ ہو رہی تھی۔ سارا دوسری سارا بھی موجود تھے۔ دونوں نے مجھے پندہ پندہ نگاہوں سے دیکھا اور میں ان کے قریب پہنچ گیا۔  
 ”بہت عمدہ آشوبے۔ تم درحقیقت مجھے جہاز کے کپتان معلوم ہوا۔۔۔“ گستاخوں نے مجھے بہت عمدہ آدمی دیا ہے۔ اور گستاخوں کو مسکرا کر کہا میں اس کی کوئی کیفیت سمجھ رہا تھا۔ چنانچہ موقع پا کر میں نے اس سے کہا۔  
 ”دوسری بار جب جہاز میں آئے گا تب میں شہنشاہی سالاہ یہاں۔ ہنسی اجازت مانگ لوں گا۔“  
 ”میں انتظار کروں گا آشوبے۔“ گستاخوں نے کہا۔  
 ”تقریباً تین گھنٹے تک جہاز پر کام ہوتا رہا۔ قیدی اکیچہ خیر سے رہی تھے۔ میں پھر جہاز پر واپس پہنچ گیا۔ اور پھر میں نے قیدیوں کے بال کا سامان کیا۔ حفاظتی کرنے والے حفاظتی کرکے تھے اور اب بال میں بدبو تھی۔ اسے گیسے۔؟“ میں نے گیسے کو آواز دی۔ اور وہ میرے قریب آگیا۔  
 ”ٹھیک ہے۔ میں تیرے کلمے خوش ہوں۔“  
 ”لیکن میں تم سے خوش نہیں ہوں آشوبے۔ اگر سی سارا کو وہاں میں ملائے تو میں تمہیں جیل کے دروازے پر تیری زندگی بہت کم ہوگی۔“  
 ”مجھے بے ساختہ ہنسی آگئی۔“ اور تو سن لے گیسے۔ میں تیرا مطلب قبول کرتا ہوں۔ میں تیری پہلی غلطی پر تیرے بدلے کمال آؤں گا۔ دوسری غلطی پر تیرے ساتھ باؤں توڑ دوں گا اور تیری غلطی پر تمہیں جیل کے سمن میں پھینک دوں گا۔“  
 ”لیکن سی سارا ہمارے درمیان نہ ہو گا۔“  
 ”بالکل نہیں ہوگا۔ میرا وعدہ ہے۔“ میں نے کہا۔ اور گیسے نے گلوں ہلا دی۔ بے وقت سیاہ فام کی موت سی آئی تھی میں کیا کرتا۔؟  
 ہم دونوں ساتھ ہی باہر آئے تھے۔ اپنی قیدیوں کے ساتھ کی ہائی تھی چنانچہ میرے کوڑا بردار ماتحت میرے نزدیک آئے۔ سی سارا نے سب کو تاراج کیا تھا۔ کلب ان کا سرلوہاں ہوں اور پھر میرے سینے پر نشان بھی موجود تھا۔ چنانچہ میرے اشارے پر کوڑا بردار قیدیوں کے کنبڑے کی طرف بھاگے۔  
 ”میرے سی سارا۔“ میں نے سی سارا کے قریب پہنچ کر کہا۔ اور سی سارا میری طرف متوجہ ہو گیا۔  
 ”کیا بات ہے۔۔۔“

”تم نے قیدیوں کی گھٹائی میرے سر کی ہے۔ یہ قیدی ہم بازار میں اچھے داموں فروخت کریں گے۔ اور اچھی قیمت صرف انہی قیدیوں کی گھٹائی کی جو چاقو وچ بند اور تندرست ہوں۔ کیا لوگ بازار غلام پسند کرتے ہیں؟“  
 ”نہیں۔“ قیدیوں کی پوری حفاظت کی جائے گی۔“  
 ”تب پھر مجھے اجازت دے کہ میں ان کی اچھی قیمت وصول کرنے کے لئے ان کی اچھی دیکھ بھال کر سکوں۔“  
 ”جیسے ایسا ہی کرنا چاہیے آشوبے۔“  
 ”میری راہ تو ذرا دیر چاہئے گی۔“  
 ”کون ہے جو سی سارا کی بخشی ہوئی مراعات قبول نہ کرے۔ کیا کسی نے تیرے ساتھ عدم تعاون کیا ہے۔؟“  
 ”نہیں سی سارا۔ میں مجھے اجازت دے کر آتی تھی۔“  
 ”اجازت ہے۔ قیدیوں کی پوری دیکھ بھال تیرے ذمے ہوگی ان کی پوری ذمہ داری تیرے اوپر ہے۔ اگر کوئی تیری حکم عدولی کرے تو میری اجازت کے بغیر تو اسے سزا دے سکتا ہے۔“  
 ”شکر علیہ شہنشاہ۔“ میں نے گلوں جھکاتے ہوئے کہا۔ اور پھر میں قیدیوں کے نزدیک پہنچ گیا۔ خیرجے کا دروازہ کھول دیا تھا۔ اور قیدیوں کی قطار سر جھکا کر باہر نکل رہی تھی۔ محافظ کوڑے پھٹکا رہے تھے۔ کبھی کبھی کوئی کوڑا کسی قیدی کا بدن بھی چاٹ لیتا تھا۔  
 میں ان کے قریب پہنچ گیا۔ ایک محافظ نے ایک بوڑھے قیدی کو کوڑا اٹھایا تو میں نے اسے عقب سے پکڑ لیا۔ محافظ نے پٹ کر خود بخود نفوں سے مجھے دیکھا اور پھر کوڑا چھیننے کے لئے زور لگایا لیکن میرے ایک جھٹکے سے وہ منہ کے بل نیچے آ پڑا۔ ”کھٹے ہو جاؤ۔“ میں نے اس کی پسلیاں پر ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔ اور وہ دانت پستیا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔  
 ”جب تک کوئی قیدی گڑبڑ نہ کرے۔ انہیں ایک بھی کوڑا نہ مارا جائے۔“ میں نے گلوں کہا۔ اور یہ اچھی آواز تھی۔ یہ ایسے الفاظ تھے جو قیدیوں نے اس سے قبل نہیں سنے تھے۔ بہت سے لوگوں نے گرو زمین اٹھا کر مجھے دیکھا۔ لیکن ان کی قطار چلتی رہی۔ البتہ دوسرے محافظوں نے میرا حکم سن لیا تھا۔ چنانچہ کوڑوں کی پٹھانیاں بند ہو گئیں۔ قیدی بھی شرافت سے چل رہے تھے۔ مردوں کے بعد عورتوں کی باری آئی اور سب ایک ایک کے جہاز کے اندر داخل ہونے لگے اور تھوڑی دیر کے بعد تمام قیدی بال میں پہنچ گئے۔  
 بال کی بدبو ہونی کیفیت دیکھ کر وہ حیران تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ اندر آیا تھا۔ پھر میں نے گیسے کو حکم دیا۔ ”گیسے بال کے اندر کوئی قیدی گروڑ کرے تو اسے میرے پاس پیش کیا جائے۔ کوئی محافظ کسی قیدی کو اپنی مرضی سے سزا دے۔ اس حکم کی پابندی کی جائے ورنہ سزا دوں گا۔“  
 گیسے خاموش کھڑا رہا تھا۔ پھر میں باہر نکل آیا۔ اب تمام کھل

ہو گیا تھا۔ اس لئے سی سارا دھکی کے لئے تیار تھا اس نے گستاخوں کو گلا گلا کر کہا اور گستاخوں نے ہم سب کو پھر سی سارا میرے ساتھ جہاز کی طرف چل پڑا۔  
 ”اس باوجود جہاز پر تیار ہو جیوگی سے میں بہت خوش ہوں۔ کیا تم ہمیشہ میرے ساتھ رہنا پسند کرو گے۔؟“  
 ”جیسا کہ سال کے قیام میں زندگی گزارنے سے بڑی خواہش اور کیا ہو سکتی ہے۔۔۔“  
 ”تم بہت خوش گذار ہو۔ جہاز پر تیار احرام کیا چاہئے گا۔ تمہاری ہر ضرورت خواہ وہ صحت ہو پوری کی جائے گی جبکہ دوسروں کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔“  
 ”میں سی سارا کی فرائض کا قائل ہوں۔“ میں نے کہا اور ہم جہاز میں داخل ہو گئے۔ سی سارا لوگوں کو بدانتیں دینے لگا۔ جہاز کا دروازہ بند کر لیا گیا اور اس میں آگیاں لگائی گئیں۔ اور پھر سے مکمل گئے اور بادیاؤں کے رخ موڑ دیئے گئے۔ غلام تیاروں کے جہاز کو گہرے سمندر کی جانب دھکیئے گئے اور جہاز رست روی سے آگے بڑھ گیا۔ ہم سب ڈیک پر کھڑے وہ ہوتی ہوئی زمین کو دیکھتے رہے۔ پھر میں نے ایک گہری سانس لی اور جہاز کے ایک کسٹان سے کھڑکھڑایا۔  
 اس بار پھر میرے دل میں انسانی ہمدردی جاگ اٹھی اور میں ان قیدیوں کے لئے کچھ کرنا چاہتا تھا۔ مگر میں عام انسان نہیں تھا۔ پھر فیئر لیکن میرے احساسات ان سے مختلف بھی نہیں تھے۔ جب میں اپنے بارے میں گہرے انداز میں سوچتا تو مجھے احساس ہوتا کہ میں جن کے درمیان ہوں ان میں سے نہیں ہوں۔ پھر میں ان جیسا کہ میں ہوں خود کو ان سے افضل کہوں نہ سمجھوں۔ اور میرے ان کو ان سے برتر سمجھتا۔ لیکن اس میں بھی وہ نہیں تھا۔ انسان کی ایک زندگی ہوتی ہے۔ اور اس کے ذہن میں زندگی کے ایسا کتنے ہوتے تھے۔ لیکن میرے پاس یہ تصور نہیں تھا میں ایک دم سب کو نہیں کر لیتا چاہتا تھا۔ میرے پاس تو وقت ہی وقت تھا۔ اور اس وقت کو گزارنے کے لئے زندگی بہت ہی تہیہ بندیوں کی ضرورت تھی۔ اور میں بتا چکا ہوں کہ میری ضرورتیں عام انسانوں سے مختلف نہیں تھیں۔ سو میں اپنے طور پر کچھ دیکھ کر زندگی کو متحرک رکھتا تھا۔ اور انہیں کاموں میں دل لگا رہتا تھا۔ ورنہ جانے میرا کیا حال ہوتا۔  
 چنانچہ اس بار یہ قیدی میرے سامنے تھے جن کی مختصر زندگی ان سے چھین لی گئی تھی۔ آزادی بہت بڑی نعمت ہے۔ پھر فیئر انسان سے یہ بھی چھین لی جائے تو پھر ان کی زندگی کیا رہ جائے۔ میں ان لوگوں کی آزادی واپس دلانا چاہتا تھا۔ اور اب اس کے لئے مجھے کام کرنا تھا۔  
 جہاز کا مغرب باقاعدگی سے شروع ہو گیا۔ تیار رکھ دیئے گئے۔ بادیاؤں میں ہوا بھر گئی اور ان کے رخ درست کئے گئے۔ سی سارا اپنے کام سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں چلا گیا اور میں نے سوچا کہ میں بھی کوئی کچھ کر میرے ماتحت کیا کر رہا ہوں۔ جس وقت میں تہہ خانے میں پہنچا، میرے



سکھا اور نیسے ملتا ہوا ہر طرف کیا۔ اہلین کی سارا اسے سیر کی ماسی پ  
دیا تھا اس نے وہ میری کم مدد کی نہیں کر سکتا تھا۔ ایک بے گھر کی  
بالیوں میں ڈال اور روٹیاں لائی گئیں۔ قیدیوں نے ان لوگوں کو تادیب

پروفیسر کریمن نے ان مخلوق انسانوں کے حالات تین دہائیوں کے اندر کافی بنجواں  
 دیئے۔ اب ان پر جانفروں کے کوڑے نہیں برستے تھے۔ انھیں وقت پر کہا

وہ لڑی پر بیٹھا روتا رہا۔ اور میں اس کے ساتھ پر ہانچ رہے تھے اسے اور

یہ اس وقت ہیں دورِ رکھا۔ ایک عالم کو یہ اپنے ساتھ لایا تھا۔



ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق ایملی کو دوا دے کر میں نے اس کا شہر چھوڑ دیا اور پھر محافظ نے کہا کہ گیشے کو تلاش کر کے سیکر پاس لائے۔ محافظ خاموش سے چلا گیا!

پوگاس تم یہاں آ جاؤ۔ میں نے کہا اور وہ گردن جھکائے سیر کرے میں چلا آیا۔ میں نے ٹونا بو آختر میں برکھ لیا۔ کیا یہ خبریں گیشے نے دینا کیا تھا؟ میں نے پوچھا اور پوگاس نے گردن ہلا دیا۔

ہوں۔ میں نے کہا۔ اور گیشے کا اشتہار کرنے لگا۔ سوئی ویر کے بعد گیشے محافظ کے ساتھ سیکر پاس پہنچ گیا۔ پوگاس اور ٹونے کے خبر کو دیکھ کر اس کا چہرہ پیر کا پڑ گیا تھا۔

گیشے۔ میں نے سہو لیجے میں کہا اور وہ چرنگا ہوں سے مجھے بکھنے لگا! اس شخص نے ان خبر سے مجھے حق کرنے کی کوشش کی تھی۔ قتل کرنے کی کوشش کی تھی؟ گیشے نے حیرت کا مظاہرہ کیا۔ اور پھر اس نے خبر کو سیکر پاس سے خبر کھینچتے ہوئے کہا۔ تب تو اس نے بغاوت کا خبر کیا ہے۔ اسے زندہ رہنا چاہیے! اس نے ہمیں کی سی تیزی سے پوگاس پر وار کیا!

پوگاس نے کھینچ کر پھٹ گیا تھا۔ اور یہ عرف اس کی کوشش تھی۔ روز و وقت میں اس وقت اس کی زندگی بچانے کے لئے کچھ نہیں کر سکا تھا۔ لیکن گیشے پوگاس کو کسی قیمت پر زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ وہ بے وقوف سمجھا تھا کہ ابھی تک اس کا راز نہیں کھلا ہے۔ اس لئے وہ راز کھلتے سے قبل رازدار کو موت کی نیند سلا دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ وہاں پوگاس پر چھپا۔ اس کا خنجر تیزی سے پوگاس کی طرف لپکا۔ پوگاس کا چہرہ دہشت سے سفید پڑ گیا تھا۔ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے موت کی تصویر نظر آنے لگی تھی، لیکن میں برق کی سی تیزی سے اس پر چھپا اور میں نے گیشے کی کلائی پکڑ لی۔

مجھے چھوڑ دو آشوسے۔ میں خدا کو موت کی نیند سلا کر ہی دم لوں گا۔ گیشے نے ایک جھپٹے سے کلائی چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ یہ کام تو میں سیر کر دیتے گیشے۔ تو قوت کر۔ میں خدا کو موت کی نیند سلا کر ہی دم لوں گا! میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور سیکر ڈھونڈنے الفاظ پر گیشے جب چلا۔ اس کا رنگ اور چپکا پڑ گیا تھا۔ کلائی چھڑانا اس کے پس کی بات نہیں تھی ورنہ پوگاس سے پہلے وہ یہ خنجر سیکر سینے میں آسانے کی کوشش کرتا۔ وہ کلائی چھڑانے کے لئے طاقت صرف کرتا رہا اور رانے گھومتا رہا۔ پھر اس کی اچھل کود سے تنگ آ کر میں نے اس کی کلائی پر اپنے پٹنے کی گرفت سخت کر دی، اور تب گیشے کے چہرے پر بے تعلیق کے آثار نمودار ہو گئے۔ اس نے بے بسی سے مجھے دیکھا اور خنجر اس کے بے جان ہاتھ سے نکل کر پڑ گیا!

282 غازی کا فیصلہ تو نہیں، میں کروں گا گیشے۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ

تیسرے کہنے سے میں اس شخص کو خدا تسلیم کر لوں گا؟ میں نے اسے پیچھے دھکا دیا اور وہ گرے گرے گیا۔ اس نے ایک بار کا ہمارا لے لیا تھا اور اب وہ خونخوار رنگا ہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ تو نے مجھ کو کوشش کی تھی گیشے لیکن دیکھ لے تو ناکا کا رہا ہے۔ چنانچہ اب مجھے اجازت دے کر میں سترہ پوری کروں۔

کیوں بھول کر رہا ہے۔ میں نے کہا کیا ہے۔ گیشے دانا۔ پوگاس نے وفاداری سے تیرا حکم بجالانے کی کوشش کی تھی لیکن تیری ہمتی ہے کہ اس کا مقابل میں تھا۔ بہر حال اس کی بہن کو دوا مل چکی ہے اس لئے اب اسے تیری پر دہ نہیں ہے۔

تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا! گیشے نے خوفناک لہجے میں کہا۔ میں اپنا عمدہ پورا کر دوں گا۔ میں نے کہا اور پوگاس کو اشتہار کر کے بولا۔ "محافظ سے کوڑا طلب کرو۔"

پوگاس نے بچا پاتے ہوئے گیشے کی طرف دیکھا اور گیشے نے اپنی انداز میں مس ریز۔ تیرا حکم تو نہیں ملے گا۔

پوگاس۔ "محافظ سے کوڑا طلب کرو۔" اور پوگاس ایک محافظ کے نزدیک پہنچ گیا۔

"آشوسے کوڑا طلب کرتا ہے۔ اس نے کہا لیکن محافظ خاموش کھڑا رہا۔ اس کے پاس کوڑا موجود تھا۔ پوگاس نے میری طرف دیکھا۔

"اسے کوڑا دے دو۔ میں نے محافظ سے کہا۔ لیکن محافظ نے میری طعنے سے منہ پھیر لیا۔ تب میں آگے بڑھا اور محافظ کے قریب پہنچ گیا۔ کوڑا لاؤ۔ میں نے اس سے کہا لیکن محافظ اس طرف کھڑا رہا اور دوسرے لمبے میرا ہاتھ کسی گرز کی طرح اس کی گردن پڑا۔ اور وہی ڈونے کی آواز صاف سننی گئی۔ محافظ کی دلدور پہنچ گئی اور اس کے منہ سے خون کی پھیلاؤ نکل پڑی۔

پوگاس اچھل کر پیچھے ہٹ گیا تھا۔ اسی لمحے گیشے نے سیکر اور جھانگ لگا دی لیکن میں نے صرف محافظ کے ہاتھ سے کوڑا لے لیا تھا، بلکہ خود کو گیشے کی نو سے بچانے کے لئے ایک طرف ہٹ گیا تھا۔ گیشے نے مشعل خود کو ڈھکے سے بچا لیا تھا۔

میں نے کوڑا بھال لیا۔ اور دوسرے کوڑا شاہن شاہن کی آواز کے ساتھ گیشے کے سر پر چلا۔ گیشے ٹھٹھا گیا تھا، لیکن کوئی بس نہیں چلتا تھا۔ کیا کرتا۔ پوگاس نے محافظ کی لاش گھسیٹ کر ایک کونے میں کر دی اور خود ہی وہ کھڑ ہو گیا۔ قیدیوں نے اس سے قبل یہ تماشا بھی نہیں دیکھا تھا۔ گیشے سے سب پرانہ نفرت کرتے تھے۔ ان تک وہ اس کے ظلم سے بے رحم تھے۔ اور ان کی لاش کو توڑ کر لیا گیا تھا۔ ان کے لئے یہ تماشا بے حد دلچسپ تھا۔ میں نے گیشے کے سر پر دوسرا وار کیا۔ اور گیشے نے کوڑا پھینک کر کوشش کی لیکن میں نے ایک جھپٹے سے اسے پکڑ لیا اور گیشے کو فٹہ منہ آگرا۔ دوسرے لمحے میں نے اس کی گردن پھاڑ کر رکھ دیا۔ گیشے زخمی سانپ کی مانند لٹک رہا تھا۔ تب

میں نے اس.... کے گردیاں میں ہاتھ ڈال دیا اور سیکر مضبوط جھکے سے اس کا لباس نیچے تک پھینک دیا۔ دوسرے جھکے میں میں نے گیشے کا اپریل جسم برباد کر دیا تھا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن یکے زبردست لاش اس کی گردن پڑی اور وہ ایک دیوار سے ٹکرا کر نیچے گر پڑا۔ اس کے بدن میں اسے اٹھنے کی ہمت نہ تھی۔ سیکر ہاتھ انتہائی برق رفتاری سے چل رہے تھے، اور گیشے کے بدن پر لگتی کیریں ابھری تھیں۔ میں اپنے ہمد کو پوری طرح بھانپا چاہتا تھا۔ چنانچہ گیشے کے بدن کی کھال جگہ جگہ سے اترنے لگی اور پھر وہ بھون بھون گیا۔

محافظ ایک قطار ہانے کھڑے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھوں میں اب نفرت کے بجائے خوف کے آثار تھے۔ جب سیکر ہاتھ کھینچ کر اٹھتا ہوا تو میں نے ایک گری سانس لی۔ اور محافظوں کی طرف رخ کر کے بولا۔

"آگے آؤ۔" وہ سب بادل ناخواست آگے بڑھ آئے تھے۔

"اس کی لاش اٹھا کر سمندر میں پھینک دو۔ اور گیشے کو یہاں سے اٹھا کر لے جاؤ۔" میں نے حکم دیا۔ انداز میں چند منٹ کا انتظار کیا، باقی گیشے کو لٹھا کر لے گئے تھے۔ میں نے کوڑا ایک طرف پھینک دیا۔ اور قیدیوں کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ اس کے چہرے پر بھی کھلے ہوئے تھا۔ پوگاس جھانگ ہوا سیکر پاس آیا اور پھر وہ سیکر کی طرف چھپتے ہوئے بولا۔

"تو ظلم ہے آشوسے۔ تو ظلم ہے۔ ہم سب سیکر کی گردن پڑا دیں گے۔ لیکن میں تم سے خوش نہیں ہوں پوگاس۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"بے شک میں تم سے ہی بے شکا ہے، لیکن تو مجھے صاف کر چکا ہے آشوسے۔" پوگاس نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔

"میں اس وجہ سے ناراض نہیں ہوں پوگاس۔ بلکہ مجھے اس بات سے اتفاق نہیں ہے کہ اتنے عرصے کی قید میں رہنے کے باوجود اتنے مظالم ہونے کے باوجود تم نے رہائی کی کوئی کوشش نہیں کی۔ اور میری بات کو دھاکے سے کم نہجی پوگاس کا منہ میرے کھلا رہا گیا۔ وہ پانچوں کی طرح میری شکل دیکھ رہا تھا۔

"یہ۔ یہ تو کیا کہہ رہا ہے آشوسے؟ یہ تو۔ کیا کہہ رہا ہے؟" وہاں۔ کم ہمت اور بزدل انسانوں کے لئے یہ تو کبھی بات ہے۔ اگر تم اسے اندر کبھی بہت مالگ اٹھتے تو اس ہانے میں مجھ سے ضرورت نہ کرتا۔ لیکن یہ کام جتنی احتیاط سے کرو گے، تمہاری زندگی اتنی ہی بڑھ جائے گی کیونکہ میں اس سے مجھ سے زیادہ تم واقف ہوں۔ میں نے کہا اور پوگاس کو دہشت زدہ چھوڑ کر باہر نکل آیا۔

محافظ اب مجھ سے خالص معروض ہو گئے تھے اور گراں ہوتے تو کچھ عرصے کے بعد انھیں ہوتا ہی تھا۔ چنانچہ اب وہ میرا ادب کر رہے تھے، میں نے گیشے کے کمرے میں جا کر اس کی حالت دیکھی۔ وہ بہستور پیش تھا اور محافظوں نے اس کے بدن پر کوئی دوا نہیں لگائی تھی۔ میں مسکراتا ہوا باہر نکل آیا اور پھر اسی سارا کی طرف چل پڑا۔ اسی رات باہر کے ایک گوشے میں شب و شراب کی کھلی

سجائے بیٹھا تھا حسین لوکیاں ساز بھاری تھیں۔ چند خادم مڑوب کھڑے تھے اور چند میں اور نیم برسرہ لوکیاں آئے شراب کے جام پلا رہی تھیں۔ میں نے بڑک اس کے نزدیک پہنچ گیا بلکہ دوسرے زندگی میں ایک بار بھی یہ جرات نہیں کر سکتے تھے اسی سارا کی کھلی میں۔ پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ سارا ایک دم رنگ گئے۔ خادموں کے چہرے حیرت و خوف سے چل گئے۔ جا بھرتی ہوئی زندگیوں کے ہاتھ سے جا بھرتے چھوٹے تھے۔ اور باہر اس کی بدلی ہوئی کیفیت پر سارا نے جھپٹ کر کر دیکھا اس کی نگاہ مجھ پر پڑی۔ میں بھی اسے دیکھ رہا تھا۔ سارا کی آنکھوں میں غیور مضبوط طوفان اُٹھ رہا تھا۔ اس نے غصے سے سارا کی آنکھوں سے مجھے دیکھا۔ لیکن میرا چہرہ سہاٹ تھا۔ البتہ میری آنکھوں کی سرواگی سارا کی طرف پلک پڑ تھی۔

"اتنی کیسے۔ تو وہ مرنے کے بل پر قوت حاصل کر سکا ہے۔ میں پہلا ہوں۔ تو کچھوں میں سے ملنے والوں میں سے ہے۔ میں ناقابل طرہ ہوں، خود کو مجھ سے ترنہ سمجھ۔ میں تجھے نہیں ہوں۔ اور سارا کی آنکھوں کے شعلے میں پڑتے گئے۔ میری آنکھوں کی سرواگی نے ان شعلوں کو جھک لیا تھا۔ تب آہستہ آہستہ اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"جاری رکھو۔" اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔ اور سارا نے سیکر پر سے۔ "وہ میرا دوست ہے۔ وہ میری زندگی بھر مولا ہے۔ جاری رکھو۔"

ساز پھر شروع ہو گئے۔ سازندوں، شراب پلانے والوں اور غلاموں کے چہروں کی رونق کوٹ آئی۔ وہ کسی ناخوشگوار حادثے کے لئے تیار تھے لیکن غصہ نکل گیا تھا۔

"آشوسے۔ آ۔ آگے۔ میری ہمنشین قبول کر کے اسے پہلے یہ منصب کی کوئی مل۔ اسی سارا سمندر کا بادشاہ ہے۔ سمندر کی لہریں اس کی عظمت کے گیت گاتی ہیں۔ تو بھی اس کی عظمت کا شاہد ہو کر۔ وہ اپنے اپنی خادوں کو دوستی کا درجہ بخش دیتے ہیں۔ آ۔ آشوسے، میرے پاس بیٹھو۔ گیز۔ اسے شراب دے۔ کہ میرے پاس بیٹھنے کے قابل ہے۔

میں اس کی بھول پر دل ہی دل میں مسکاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اور پھر میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ ایک نازک اندام حسین نے میرے ہاتھ میں جام دے دیا۔ جسے میں نے ملق میں اٹھ لیا۔ اسی سارا ایک دم چمک پڑا اس نے مجھے گھورا۔ اور پھر ہنستے ہوئے بولا۔

"سمندر کا شہر۔ سے خوشی کے آواز بگڑے ہیں۔ پہلے جا اپنے والا خود رہتا ہے۔ تاہم، تو آج اب سے ناواقف ہے اس لئے قیام سزا نہیں ہے اپنے جا کو حائلے جام سے نکرا۔ اور پھر اسی ہے۔"

"اسی سارا۔ تو شراب کی اندر شراب نہیں پیتا۔ یہ مجھے خبر ہے۔

عام تیری شخصیت سے شرمندہ ہوتے ہیں۔ انھیں پھینک دے۔

"تو کیا کہنا چاہتا ہے۔ صاف الفاظ میں کہہ۔" اسی سارا نے پوچھا۔

ہوئے انداز میں کہا اور میں نے شراب کا شکار کیا تھا۔ بوری میں سے شراب اب







بے چین رہتی تھی۔ اور ہر حال میں ایک ضرورت پوری ہو رہی تھی۔ اس لئے  
میں جلدی بھیجے اپنی باتیں گاؤں میں آنے والی شاہ کو کیے منع کرتا ہی سارا  
کو اگر علم ہو جائے تو کیا حرج ہے۔ اس لئے بھی پٹ لیا جائے گا اور یہ چیز  
میں اب سیر و شوق کا کوئی وجود نہیں تھا۔ گیسے ایک کتے کی مانند سیر  
ہیچے دم بلاتا تھا۔ وہ صرف وہ کرتا جو سیر خواہش ہوتی۔ اور آنکھیں بند  
کے کرتا یہ سوچے بغیر کہ مقصد کیا ہے اور اس کی حیثیت کیا ہے۔  
اس کے باوجود میں ان لوگوں پر افسوس نہیں کر سکتا تھا اور کسی طور اپنے  
لازمی سرکے نہیں کر سکتا تھا۔ لوگ اس کڑے پر ہمارے گاہوں سے دیکھتا رہتا تھا۔  
اس نے دوبارہ مجھے تنگ کر کے کہتے تھے کہ تم نہیں کی تھی، لیکن میں اس کی آنکھوں میں  
انکھوں سے سوال کرتا تھا۔  
لیکن ایک شام۔ ایک اتفاق سے کوئی حادثہ نزدیک موجود تھا  
یوگا سیر کے پاس آئی۔ اگر تو مجازت ہے آتا۔ تو میں تیرے تنگ کر دیا۔  
اگر تو نے مجازت نہ دی تو میں بے چینی سے مرادوں گا۔  
کیا بات ہے یوگا س۔  
تیرے الفاظ آج بھی میری روح میں کلکتے ہیں۔ کیا تو بھلا  
کے بانی میں نہیں بتاتے گا۔  
میں اب تیرے استاد کے کتنے لوگ ہیں یوگا س۔  
ہر جگہ۔ کیونکہ سب ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔  
کیا تو ان پر مکمل عبور کر سکتا ہے۔  
ہم سب آزادی چاہتے ہیں آؤ۔ پھر پھر سو کرنے کی کیا بات۔  
ہم نے آزادی کے بارے میں غور بھی نہیں کیا تھا۔ ہم نے غلط ہوا اور اس دنیا کے  
یہ تھا لیکن تیری بلادی ہوئی ہمدردی کی شعور نے ہمارے سینے تنگ دیئے ہیں اور  
اب آزادی کی آواز میں ہمیں گھلانے سے رہی ہے۔  
تیرے پاس یوگا س۔ میں ان جڑی خزانوں میں سے نہیں ہوں۔ میرا لال  
سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں ایک دار و درویش ہوں۔ جن کی کشتی میں ہلکا تھا اور  
اس کشتی کے لوگوں نے میرے وجود کو تسلیم کر لیا تھا۔ وہ مجھے عزت دینے کو تیار تھے  
لیکن میں سارا کا ہوا پہنچ گیا اور میں نے انہیں دیکھا۔ تھانے ہائے میں معلوم کیا۔  
اور یہ وقت میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں نہیں آؤں گا۔ اور یوگا س تم لوگوں  
کے لئے میں اس جہاز پر آیا ہوں۔ تمہاری وجہ سے میں نے سارا سے اپنی انسانی کی  
بڑی تسلیم کی ہے حالانکہ میں اس کے تمام ساتھیوں پر حاوی ہوں۔ میں انھیں انسانی  
شکست سے سکتا ہوں۔ تم سب سے پہلے مجھے شاہین لائٹ و گراف کر رہا ہوں لیکن  
وقت آنے پر تم دیکھ لو گے کہ میں نے غلط نہیں کیا تھا۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ  
تم محفوظ رہو۔ تم میں سے کسی کی زندگی ختم نہ ہو۔ ہم کسی ایسے وقت میں ان پر چڑھ  
گئے تھے جب وہ غافل ہوں۔ اس کا انتقام میں کروں گا۔ تم صرف ان لوگوں  
کو تیار رکھو جو تمہارے ہونا ہوں اور تمہارے شانے پر آزادی کی تلاش میں ہیں۔  
یوگا س عقیدت سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے لرزتی ہوئی

آواز میں کہا۔ اے دیوتاؤں کی شکل کھنڈے والے۔ اے ہمارے لئے نہایت کش  
کرنے والے۔ جسے تم نے ہم پر قدم رکھا ہمارے لئے زندگی کی کشتی میں ہم کو  
سب کو اعتراف ہے کہ تو نے پہلی مداخلت اس وقت کی تھی جب میں دوبارہ  
جہاز پر لیا جا رہا تھا۔ اس وقت ہم نے ایک ہمسافر مارا مٹی اور ہم کو ٹوٹا  
مغفوت ہے۔ جانی جان اول اپنے دل سے ہمارے جرموں پر چڑھتے ہیں۔ پھر ہمارے  
کھانے میں ترمیم ہوئی۔ ہمیں رحم ملے اور ہم نے سچا کر شاید دیوتاؤں کو  
ہماری آواز پر نہ کیا گیا۔ اسے آزادی کی کشتی میں تو ہمیں خود سے دوسرے پانچ  
ہم سے احکامات کی تعمیل کریں گے۔ تو جبکہ گاہم کریں گے۔  
تمہارے پاس مردوں کی تعداد تو تھوڑی ہے۔ ان میں سے جنگ  
کرنے والے کتنے ہیں۔  
ہر شخص تیار ہے۔ شرفیلا زادہ ہے۔ کوئی تیرے حکم سے نفرت  
نہیں کرے گا۔ اس کے علاوہ ہم میں کچھ تیرے ہی ہیں جو جنگ میں ہمارا ساتھ  
دینے کو تیار ہیں۔  
بات مردوں تک ہی نہیں دو۔ اور ہر وقت تیار رہو۔ جب بھی  
میں کوئی مناسب وقت دیکھوں گا تم لوگوں کو اطلاع دے دوں گا۔  
"دو تھے خوش کہیں۔ تو میں مستعد رہنے لگا۔  
وہ بے خوفی نظر کرنے لگا تھا۔ پھر وہ میرے پاس سے چلا گیا اور میں ان کے  
ہائے میں سوچنے لگا۔ میں نے معلوم تھا کہ جہاز کا سفر کتنا باقی رہ گیا ہے۔ اگر  
جہاز اپنی منزل مقصود پر پہنچ جائے اور اس وقت تک میں کچھ نہ کر سکا تو پھر مشکل  
ہو جائے گی۔ اس لئے طویل انتظار کرنا مناسب ہوگا۔ فوری طور پر کوئی  
ترکیب سوچی جائے۔  
انسان کوئی بات سونے سے پروا نہیں۔ تو پھر حالت اکی ساتھ  
دیتے ہیں۔ وقت آئے مواقع فراہم کر دیتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ  
بعض اوقات حالات اور واقعات اس انداز میں پیش آتے ہیں کہ انسان ان  
میں فادیت تلاش کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ لیکن میں وقت گھونٹے والوں میں  
سے نہیں ہوں۔  
اسی شام کی بات ہے۔ مستور پر آؤ موجود تھے۔ سی سارا۔  
خود شے پر کھڑا سمندر کا نظارہ کر رہا تھا۔ میں اس سے زیادہ ناخوش نہیں  
تھا کہ چنانچہ مستور پر موجود لوگ زور زور سے تیرے کھینچے جانے لگے  
کچھ ساتھ میں بھی چوہا چلا تھا۔ سی سارا گردن اٹھا کر پردہ دیکھنے لگا اور پھر  
اس نے دونوں ہاتھوں کا بھونپنا کر پچھ کر کہا۔  
"کیا بات ہے۔"  
"شکار۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔  
"ا۔" سی سارا کے منہ سے خوشی کا شعور نکلا۔ اور پھر وہ چلا  
طرف بھاگتا ہوا دھڑلے لگا۔ میں نے بھی سمندر پر گھبراہٹ دھرائی۔ لیکن سارا کی  
لمبوں کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ دوسری طرف مستور سے ایک کشتی تھی کی  
میرے سے بچے اتر رہا تھا۔ سی سارا کے پاس کچھ دوسرے بھی اٹھنے پر تھے

سب اس شخص کے بچے پیچھے سے کا انتظار کر رہے تھے۔ اور پھر شکار دیکھنے والا  
بچے آگیا۔  
"کس طرف ہے شکار۔" کیا تو نے غور سے دیکھا ہے۔  
"ہاں۔ اس طرف سے ہاں سے چاند نمودار ہوتا ہے۔ اس کے سینے پر  
نظر نہ ہے۔"  
"تجھے دھوکہ تو نہیں ہوا۔"  
"نہیں غلطی ہی سارا۔ مجھے اپنی آنکھوں پر بھروسہ ہے۔  
"کتنے باباؤں کا جہاز ہے۔"  
"مگر اگر تم تین برسے اور تھک دھوئے۔ اس نے جواب دیا۔  
"نہانہ کتا ہوگا۔"  
"چاند کے نمودار ہونے سے قریب ہونے تک کا۔"  
"ہوں۔" سی سارا نے گردن ہلائی۔ "اس کا مطلب ہے کہ جہاز ہے  
خشب ہے اس پر گھبراہٹ اور تڑپتا۔" سی سارا نے کہا۔ اور وہ شخص وہیں تک  
کی بیڑی سے اتر پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اتر چلا گیا اور پھر شکار  
سے مت جانی پہلے لگی۔ بہت سے لوگ باباؤں پر چڑھ گئے تھے۔ اور پھر  
باباؤں کا کھیر پھانے لگا۔ ایک چمک بھار پر زندگی بال اٹھی تھی۔ شخصوں کو  
تھا۔ فزٹا شاموں کو نور کی میاں سہتی۔ وہ لوٹ مار کرنے کے لئے تیار تھے۔  
ہر شخص اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔ تبصیر کرنے کے بجائے تھے۔ جہاز کے  
کناروں پر بوجے بن رہے تھے۔ فزٹا ایک چمک بھار پر زندگی بال اٹھی تھی۔ وہ درختوں  
ان لوگوں کی کارروایاں دیکھ رہا تھا۔ اور یہ انہیں سخت میں ڈوبا ہوا تھا لگتا  
کی گھبراہٹ اور پڑی۔  
"ہے آؤ۔" اس نے مجھے آواز دی اور میں ان کے قریب  
پہنچ گیا۔ تیار ہوا۔ پھر سارا نے کھنڈے والے میں، تو نے ایسے خوب صورت مناظر  
کبھی نہ دیکھے ہوں گے، انسانی فزٹا و گزشت کی علامتیں گھمبیروں کو چھوڑنے والے  
والی ہے اور میں مال و دولت۔ کمانے سے تیار ہوا۔ اور یہ لوگ اب بھی موجود  
ہوں تو ان میں سے سے سے جانتے اپنے لئے پسند کر لیا۔ اور میں۔ غلاموں کا  
انتخاب تو خود کرے گا انہیں گزشت کرنا ہے تو تندرست اور تازہ ہوں۔  
بڑے اور بیمار لوگوں کو قتل کر دینا بہتر رہتا ہے۔ کیا تو ایک ٹوکھو بھونچے ہے؟  
"سی سارا دیکھ گئے۔ میں اس کے لئے کیا کر سکتا ہوں۔"  
"ہاں۔ میں جانتا ہوں تو بے پناہ طاقت ہے۔ وہ لوگ تیری قوت  
کی تائید لائیں گے، لیکن خیال رکھنا۔ جانوں کو بچو۔ تیرے اور بڑھوں کو قتل  
کرنا ہے۔ یا پھر انہیں جو زیادہ بہاؤ کی مناسبت کریں۔ اگر تو بچے ہوئے  
شرٹ لبو کو پسند کرتا ہے تو کھل کی صبح کا سورج تیرے لئے حسین مناظر فراہم  
کرے گا۔ سی سارا بہت خوش نظر رہا تھا۔ میں بھی سکھانے لگا، لیکن میرا  
ذہن بدستور رشتہ میں ڈوبا ہوا تھا۔  
"اور ہاں۔ گیسے کو سخت ہدایت کر دینا۔ ایسے مواقعوں سے

قیدی فائزہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ بھارت نہ کریں ورنہ ہم۔  
دونوں طرف سے پس جائیں گے۔ ابھی میں شکار کی طاقت کا کوئی اندازہ نہیں  
اور سیرے ذہن میں پھیل جاتا ہوں۔ شکر ہے سی سارا شکر  
تو نے میری بڑی شکل خود مل کر دی۔ یقیناً مجھے ایسا ہی کرنا چاہیے۔ میں نے  
دل ہی دل میں سوچا اور پھر طہری سے سی سارا سے بولا۔  
"قیدیوں کے ہائے میں نکلت کر سی سارا۔ وہ تیری قوت سے  
دانت میں۔ میں نے ان کے ذہنوں میں یہ بات بٹھادی ہے کہ سی سارا سے  
تعاون میں زندگی ہے۔ اور اس کا غضب موت کا میرا ہے۔ اور ان میں سے  
کوئی موت کا خواہش نہیں ہے۔ ہاں اس سے قبل وہ دوسلوں اور بھلیوں  
میں مبتلا تھے۔ لیکن میں دھت کے روٹی جڑ جڑ کے خاتمے کا سب سے بڑا ذمہ  
ہے۔ میں نے انہیں آسان کا زہر دے دیا ہے اور اب وہ آسان کے ان  
زہر کے قادی ہو گئے ہیں۔ اس لئے بھارت کا قصور بھی ان کے ذہنوں میں  
نہیں بٹھایا گیا۔  
"اوہ۔ اودھ آؤ۔" تو کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ مجھے جیسا  
تجربہ کہ مجھے تیری حقیقت ابھی تک نہیں سمجھ سکا۔ تیرے جسم میں بے پناہ طاقت  
ہے۔ تیرے دل میں بے پناہ عقل ہے۔ خوب کیا ہے تو نے یقیناً اب وہ  
بھارت کے ہائے میں سے موت سیکھ گئے۔ تاہم تو ان کی بھارتی رکھ۔ اور یہ رکھ  
کے ہائے میں بھی نہیں شہر ہے۔  
"میں عزت افزائی کے لئے شکر گزار ہوں سی سارا۔" میں نے کہا۔  
لیکن دل ہی دل میں میں سوچ رہا تھا کہ فکر تو کر سی سارا بہت کم وقت دے  
گیا ہے جب میری حقیقت تیرے سامنے آئے۔  
جہاز کا کھینچ بدل گیا تھا اور اب باباؤں اسے دوسرے جہاز کی  
طرف لے جا رہے تھے۔ یہ بات دیکھ کر مجھے بھی غصہ کی رات تھی اس لئے  
میں نے شکر کو بھی اپنی خواب گاہ میں نہ داخل نہ دیا۔ میں نے یوگا س کو بھی  
بوسہ دیا رہنے کا شعور دیا تھا اور کہا تھا کہ کمان ہے وہ وقت آگیا کہ جہاز  
انہیں آزادی مل جائے۔ پھر پھر سے جہاز پر گھوم پھر کر میں نے اس کو اپنے  
ہائے میں حلوتہ حاصل کیا۔ سی سارا کے لڑکوں کا اندازہ لگا یا گو یا  
لڑکوں رات میں اپنا کام مکمل کر چکا تھا۔  
اور دوسری طرف سی سارا نے اپنے موہے بنائے تھے، اس کے  
آویز کرکٹوں سے میں تھے، انھوں نے نوکرانہی والے ہائے بھی چمک چمک  
ڈھب کر لئے تھے، وہ پھر سے جہاز کے لئے تیار تھے۔ مستور پر  
تازہ لوگ دیکھ جاتے تھے۔ لیکن۔ اس وقت جب چاند نے  
سر جھپا اور دشمن نے اپنی آمد کا اعلان کیا۔ ایک جہاز پر سارا کی  
پھیل گئی۔ مستور سے اترنے والے سی سارا کو کوئی بڑی جہاز نہ تھی  
تھی۔ اور سی سارا کے چہرے پر نظر اٹھ رہا تھا۔  
"کیا کچھ کہتے ہو۔" وہ دہرایا۔ میں بھی اس کے قریب پہنچ گیا



میں جوت ہونے کی جرات کئے کہ سکتا ہوں ہی سارا۔ اس شخص نے  
 کہتے ہوئے کہا۔  
 دوست! انھوں نے کیا انداز سے ہو گئے تھے۔ انھوں نے اندازہ کیا  
 نہ لگایا۔  
 میں کیا عرض کر سکتا ہوں ہی سارا۔ اس نے کاپتے ہوئے کہا کہ  
 کاچروخ کی طرح شروع ہو گیا تھا۔ پھر اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔  
 "معاذتِ خراب ہو گئے تھے۔"  
 میں پوچھ سکتا ہوں ہی سارا۔ کیا بات ہے؟  
 "یو جاکے جہازوں نے ہمیں گھیر لیا ہے۔"  
 "یو جاکے!" میں چونک کر پڑا۔  
 "ہاں۔ ہمارا دشمن۔ ہمارا سب سے بڑا دشمن۔"  
 "کیسے کہے؟"  
 "سیکرٹنگ فورسز کو توں نے غفلت سے کام لیا ہے۔ انھوں نے ایک  
 جہاز کی اطلاع دی تھی، لیکن اس وقت میں جہاز سمندر میں موجود تھی اور میں غفلت  
 سمندر سے ہماری طرف توجہ نہیں دیا۔ میں یو جاکے جہازوں کے لئے اپنے  
 اور بات ہو گیا ہے کہ وہ صرف جنگی جہازیں ہیں جس سے اس وقت کے علاوہ  
 کچھ نہ ہوگا۔"  
 "لیکن جہاز تو ایک ٹیکہ لگ گیا تھا" اور نتیجہ اس وقت کی یو جاکہ  
 جہازوں پر لگا۔  
 "ہاں۔ یو جاکہ سمندر میں لگا رہی تھی۔ اس نے ہمارے  
 کامیاب پائل ملے۔ اس نے سارا لے لیا۔ اس نے باقی دونوں جہازوں کے  
 ہول گے اور اپنے جہاز پر چڑھا۔ اس نے ہمارے کوسٹ گارڈز کو اس  
 کی طرف بھوکا۔ اور۔۔۔ اس نے سارا خاموش ہو گیا۔  
 "میں جہازوں پر اور وقت بہت زیادہ ہوگی۔"  
 "ہاں۔ سب سے پہلے کوسپی ہوں گے۔ اسے سارا توڑ دینا۔  
 "یہ ایک تجربہ پیش کرنا چاہتا ہوں ہی سارا۔ اگر تو قبول کرے۔"  
 میں نے کہا۔  
 "میں حالات کو تسلیم کر لیتے گا مادی ہوں۔ ہم اللہ کی جہازوں کے  
 اتنے قریب آگئے ہیں کہ اب فرار کا سوال ہی نہیں ہے۔ میں نے اپنی خواب پوشین  
 سمجھ لی ہے۔ اس نے اب ہر تجربہ کرنا ہے کوئی نہ ہو۔  
 "کیوں نہ ہم قیدیوں کی قوت میں حاصل کریں۔  
 "کیا مطلب؟" اس نے سارا جہاز سے بولا۔  
 "لو جاکہ قیدیوں کو جنگ میں استعمال کیا جائے۔"  
 "یہ کیسے ممکن ہے۔ قیدی ہم سے نفرت کرتے ہیں۔ ہمارے لوگوں  
 سے نفرت کرتے ہیں۔ وہ ہمارا ساتھ کیوں دیں گے۔ وہ ہمارے لئے کیوں

لڑیں گے؟ نہیں نہیں! اس سے۔ ہم آنا برا خطروں میں لینے کے لئے تیار نہیں ہیں!  
 "میں انھیں اپنے کنٹرول میں رکھوں گا۔" میں نے کہا۔  
 "نہیں! اس سے۔ میں اس کی اجازت کسی طور نہیں دوں گا۔ میں  
 ہمیں دوسرا خطروں پر پیش ہوگا۔ باہر سے یو جاکے فوجی ہمارے اوپر موت  
 برساتے ہوئے ہیں۔ اگر اندر سے قیدی بھی شروع ہو گئے تو پھر یہاں ہلاکت  
 ہو جائے گا۔ جنگ شروع ہو چکی ہے۔ تم خاص طور سے قیدیوں کی نگرانی  
 کرو۔ اور میں خاموش ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہمارے کونسلر ایک اور خیال  
 آیا تھا۔ کیوں نہ ہی سارا کی بات ہی مان لی جائے۔ قیدیوں کو زیادہ جذبہ  
 بھی نہیں کرنا پڑے گی اور کام میں آسان ہو جائے گا۔ میں یو جاکے فوجی ہی سارا  
 کی فوجوں کا صفایا کر دیں گے اور پھر کچھ لوگ بھی لیں گے۔ یہ خیال زیادہ  
 مناسب تھا۔ چنانچہ میں نے فوری طور پر اپنا پروگرام بدل دیا۔ اور خاموشی  
 سے واپس قیدیوں میں آ گیا۔  
 قیدیوں کے پاس اس وقت کوئی فائدہ نہیں تھا۔ سب کے جنگ  
 کے لئے جمع ہو گئے تھے۔ پوگاں جلدی سے سیکرٹری پیش کیا۔  
 "کیا حکم ہے اس سے؟" اس نے کہا۔  
 "اکام کرو پوگاں۔ یو جاکے جنگی جہازوں نے اس جہاز کو گھیر لیا  
 ہے۔ میرا خیال ہے ہی سارا کی شکست یقینی ہے۔ ہی سارا کو شکست ہو جائے  
 اس کے بعد ہم یو جاکے فوجیوں کا ردہ دیکھیں گے۔ کیا ہمیں یو جاکے باہر  
 میں کچھ معلوم ہے پوگاں؟" میں نے پوگاں سے پوچھا۔  
 "یو جاکہ باہر کون ہے۔ وہ خود کو آسمان کا بادشاہ بتاتا ہے اور  
 اس کا باد و عظیم ہے۔ ہاں وہ ایک غلیظ بادلوں سے۔ وہ صرف ان کو زندگی دیتا  
 ہے جو اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ اس کے ہوں کو سب کو دیتے ہیں۔ باقی لوگوں  
 کی تلاش میں موت ہے۔ اور وہ نظریات کو موت کا حق قرار دیتا ہے اور  
 پھر اس کے عاوض سے وہ اپنی جہت میں ادا انسان اپنی طور پر فخر حاصل کرتے  
 ہیں۔ پڑا ہی جابر انسان ہے وہ۔ اس پاس کے ہر مردوں پر تیار لانا رہتا  
 ہے۔ اس نے اپنے نائب مقرر کر رکھے ہیں جنہیں وہ اپنی قوتیں بخش دیتا  
 ہے اور وہ قرب و جوار کے علاقے کو اس کا مطیع بنانے کی کوشش میں  
 مصروف رہتے ہیں۔ پوگاں نے یو جاکہ کی تفصیل بتائی۔  
 ہوں۔ تو یہ جھٹکتے ہی کہہ نہیں۔ میں نے دل میں سوچا۔  
 بہر حال بڑی ہوشیاری سے کام لے کر ان قیدیوں کی زندگی بچانی تھی۔ میں  
 ان میں گھل مل گیا۔ میں نے پوگاں سے اس کی کہانی پوچھی۔ دوسروں کی  
 داستانیں پوچھیں۔ سب مختلف ملازمتوں سے تعلق رکھتے تھے۔ سب کے سب  
 مظلوم تھے۔ ان پر جسے ستم توڑے گئے تھے۔ ہی سارا وہ حقیت سن کر  
 غصہ کرتا تھا۔ میں نے ان سے ہمدردی کا اظہار کیا اور انھوں نے میرا  
 شکریہ ادا کیا۔ تب میں نے پوگاں سے کہا۔

پوگاں! یہ یقینی اس سے کہ یو جاکہ فوجی باہر ہی سارا کو شکست  
 دیں گے۔ ہی سارا خود بھی ہو کھلا ہوا نظر آتا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسے  
 جنگ جیتنے کی قوت نہیں ہے۔ بہر حال ہی سارا کی شکست کے بعد یو جاکہ  
 آوی ہما پڑا کریں گے اور ہمیں قیدیوں کے حصے سے برآمد کیا جائے گا۔ میں  
 خود ہی قیدیوں میں شامل ہو جاؤں گا۔ تم لوگ ہی کو گے کہ میں بھی قیدی ہوں اس کے  
 بعد ہم یو جاکہ فوجیوں کا ردہ دیکھیں گے اور تب فیصلہ کریں گے۔ کیا خیال ہے؟  
 "درست ہے۔ ہم سب جہاز کی اطاعت کریں گے۔"  
 "میں چاہتا ہوں پوگاں۔ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک کی اپنی زندگی  
 ضائع نہ ہو۔ اس لئے مجھے بہت ہوشیاری سے کام کرنا ہوگا کیا تمہیں اس کو جاننے  
 کا راستہ معلوم ہے؟"  
 "نہیں۔"  
 "تو اس سے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں دکھا دوں۔ یہیں ہوشیاری  
 سے تھوڑے تھوڑے تبصرے میں ہی گناہیں۔ تمہارا چھپے رہیں گے۔ جس سے  
 ہمیں ان کی ہر حرکت پیش آجائے۔"  
 پوگاں میں سے ساتھ چلا۔ راستے میں میں نے اسے اپنی تجویز بتائی  
 ہے پوگاں نے بہت پسند کیا تھا۔ باہر کی فضا اب بہت تھوڑی ہو گئی تھی جہاز  
 ابھی تیر و لی کی زد پر نہیں آئے تھے۔ لیکن آوی نشانہ بنے تیار تھے تھے، خود  
 ہی سارا ایک محفوظ جگہ سے غلٹی کر رہا تھا۔ بلاشبہ وہ ایک نر نشانہ تھا۔ اور  
 اب جب دشمن قریب آ گیا تھا اس کے پیچھے پر خوف یا سراسیمگی کے فدا بھی آتا  
 نہیں تھے۔  
 پوگاں کو اس کو خانہ دکھا کر میں نے واپس کر دیا اور خود جہازوں کی  
 جنگ شروع ہونے کا انتظار کرنے لگا! اور پھر ایک دووں طرف سے جنگی لہریں  
 بھجے گئے۔ بڑی خوفناک آوازیں تھیں ان کی۔ سمندر کی پرشور موجوں سے ہم جنگ  
 بھیسا گیا غریب پہنچے تھے۔  
 اور پھر جنگ شروع ہو گئی۔ تیر و لی کا بارش ہونے لگی۔ فضا میں  
 سے ڈھک گئی۔ بہت سے تیز میزائل تیر و لی سے بھی نکلتے، لیکن میں تو قدرتی طور سے  
 محفوظ تھا۔ البتہ دونوں طرف سے جہیں ابھری تھیں۔ غیر محفوظ اور نشانہ  
 بن رہے تھے اور بڑے سے بڑے جہاز کے ٹکڑے۔ وہ جان تو کر رہے تھے  
 مالا مال ان پر تین طرف سے حملے ہو رہے تھے، لیکن میں نے ایک ہی ٹکڑے کے چوبے  
 پر خوف نہیں دیکھا تھا۔ وہ جہازوں کی طرح غرا رہے تھے۔ زخمی ہو رہے تھے  
 لیکن اپنے زخموں کی پڑاؤ نہ کرتے ہوئے جوابی حملے کر رہے تھے۔ اور میں نے  
 لڑائی کے ابتدائی لمحات میں یو جاکہ فوجیوں کا زبردست نقصان دیکھا۔  
 انھیں گمان بھی نہ ہوگا کہ مقابل ایسے خونخوار ہیں۔  
 جہاز قریب آتے جاتے تھے، اچانک میں نے ہی سارا کے لڑاؤ کو  
 کی ایک اور حرکت دیکھی۔ وہ آگ لگ کر رہے تھے، شاید انھوں نے اس کے

لے چلے ہی انتظار کر رکھا تھا۔ کیونکہ ان کی ان میں خفیہ جہاز آگے اور پھر  
 انھوں نے تیر و لی کے سر کے سیال میں ڈبو کر آگ سے جھلنے اور دشمن  
 کے جہازوں کے بادلوں کی طرف پھینکے۔ اس کا آواز ایک ہوا دستہ معروف  
 ہو گیا۔ دشمن کی طرف سے ابھی یہ کارروائی نہیں شروع ہوئی تھی، لیکن ہی سارا  
 کے تجربے کا سہا پیوں نے جوابی کارروائی کا خیال رکھا تھا، چنانچہ اپنی اس  
 کارروائی کے ساتھ ہی انھوں نے اپنے بادبان گرا کر شروع کر دیے تھے۔  
 میں دل ہی دل میں ان کی ہمدردی کی تعریف کے بغیر نہ رہ سکا۔ بلاشبہ  
 وہ سمندری جنگ کے ماہر تھے اور اس وقت تو اپنے دشمن پر بھاری پڑے تھے تیر و لی  
 جہازوں کے بادبانوں نے آگ پھلائی تھی۔ جو ابھی تھی اس لئے آگ نے دوسری  
 چیزوں کو بھی لپٹ میں لے لیا تھا۔ اب جہاز دھڑا دھڑا چل رہے تھے۔ لیکن  
 ابھی تک یو جاکہ فوجیوں نے خطرناک صورتحال محسوس نہیں کی تھی، وہ اب بھی اسی  
 انداز میں لڑ رہے تھے، ہاں جب آگ نے ان کے ہوں کو ہوا شروع کر دیا اور ان  
 کا سامان بھی اس کی لپٹ میں آ گیا تو وہ گھر گئے۔ اور اس کے بعد ان کے لئے اس  
 کے سوا چارہ نہ تھا کہ سمندر میں گود کر بکری قاتلوں کے جہاز کی طرف بڑھیں، چنانچہ  
 بے شمار لوگ تیار کر سمندر میں کود پڑے۔ لیکن بچے ایک اور قیامت ان کی  
 منتظر تھی۔ یہ آواز غور چل چلی تھیں۔ جو بنگالے کی آوازیں سن کر ہوا پھر آتی  
 تھیں۔ اور پھر وہ بچے گئے والوں کو قدر سمجھ کر ان پر ٹوٹ پڑیں۔  
 اور بڑا ہی خوفناک منظر تھا بڑھیر۔ سمندر میں گرنے والے ہاتھوں  
 کی طرح گئے چار درخت جیسے تھے۔ وہ ایک اور دشمن سے ہر دوزخ ہو گئے  
 تھے، انھیں پانی پر پانڈوزن بھی تیار رکھا تھا، اور اپنے دشمن کے وار سے  
 بچ کر ان پر وار کر رہا تھا۔ چنانچہ میں سوچا جاکے ہی سارا کو ایک اور  
 مددگار فوج میں بھی جو بے ہادوا قوت تھی۔ میں نے اپنی انھوں سے  
 دیکھا کہ ایک بہت بڑی جہلی نے یو جاکہ کے ایک فوجی کی ٹانگ پکڑ لی، اور اسے  
 چبا گئی۔ یو جاکہ فوجی نے پات کر کھانڈ سے اس پر وار کیا اور جھلی کی  
 پشت میں گہرا زخم پڑ گیا۔ لیکن اس نے ایک زبردست جھک دیا۔ اور یو جاکہ  
 کے فوجی کی ٹانگ داغوں میں دبا کر بچے چلے گئی۔ اس نے بہر حال اپنے لشکار  
 کو نہیں چھوڑا تھا۔  
 اور ان حالات میں پروفیسر مجھے اندیشہ ہو گیا کہ یو جاکہ کی قوت  
 کو شکست ہو جائے گی، اب اس کے لئے بڑی مشکل پڑی ہے، لیکن پھر میں  
 نے پانڈو پہنچے ہوئے بھی دیکھا۔ اور پانڈو میں پناہ کی باہمی سمت کے جہاز پر  
 کوئی تجربہ کار نہیں موجود تھا۔ اس نے فوری طور پر اس طرف کی جنگ بند کر  
 اور پوری کوشش کے اپنا جہاز ہی سارا کے جہاز کے بالکل نزدیک  
 لانے کی کوشش کرنے لگا۔ بلاشبہ اب صرف اسی بات کی ضرورت تھی کہ دست  
 بردست جنگ کی جائے۔ اور ہی طریقہ کار کام ہو سکتا تھا۔ جہاز پر آگ تھی  
 سمندر میں پھیلنا تھیں اس سے ہی سارا کے جہاز پر اس کے خون آسنا آسپا۔ لیکن



آخری چال ہی مناسب تھی۔ سی سارا کے فوجی کمزور پڑے تھے۔ لیکن ابھی بھی کوئی خاص افتاد نہیں پڑی تھی۔ اس لئے وہ دشمن کے مقابلے میں پہلے جاکر جوتے تھے۔ جنگ کے بہت سے رٹھ اختیار کئے تھے۔ میں نے بہت سی جنگیں بھی نہیں پرو فیئر لیکن جنگ سے زیادہ دلچسپی تھی، اس میں جنگی چالیں جاری تھیں، صرف وحشت اور ہوا کی ہی نہیں تھی۔ چنانچہ تجربے کا جزل نے اندھا اقدام کیا۔ سب پہلے تو اس نے سی سارا کے جہاز میں ایک زوردار ٹکرائی اور اس ٹکرائی کے بعد سی سارا کے آدمی نواز لے کر ہزار ہا لوگوں کے لئے خود کو بھانپ میں معروف ہو گئے لیکن وہ سب جہازیں اس سے فائدہ اٹھا لیا اور ان کو اپنے دشمنانہ نام میں سی سارا کے جہاز پر چڑھائیں لگائیں، ان کے ہاتھوں میں کھانڈے اور تیر و ہار تلواریں تھیں۔

دوسرے جہازوں اور ایلے جو پیش پیش تھے وہ بھی بچلے۔ سمندر پر چلا گیا۔ لگنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ چنانچہ انھوں نے جہازوں اور جہازوں کے بادبانوں کی مدد سے جہازوں کے قریب سے اور جنگ ایک جگہ کو کر کے لپٹے اس جہاز کے عقب میں آنے کی کوشش کرنے لگے جی سارا کے جہاز سے آگے تھا انھوں نے شدید محنت کے بعد ہر طرح کی کھاتا اور اب سی سارا کے جہاز تک پہنچنے کے لئے بن گیا تھا۔ دوسری طرف تجربے کا جزل نے ان کا کامات کے تحت اس کے سپاہی سی سارا کے سپاہیوں سے دست بردست جنگ کر رہے تھے اور اب سی سارا کے جہاز پر بڑے خونریزی ہو رہی تھی۔

سی سارا ایک ایک آدمی صرفیت ہی گیا تھا۔ ان کی کھال سے خون کی دھاریں بہہ رہی تھیں۔ ان کے بدن اس طرح ہو گئے تھے اور ان کے بولے خون اس طرح بہہ رہا تھا جیسے انھوں نے خون کے سمندر میں غوطے لگائے ہوں۔ بلاشبہ ان میں سے ایک ایک نے یونان کے دن فوجی قتل کئے تھے اور اس کے باوجود وہ مزید لوگوں کو قتل کرنے کے خواہش مند تھے۔ لیکن یہی جملے سے جہازوں پر پہنچے کچھ فوجی سی سارا کے جہاز کی طرف دوڑ پڑے تھے۔ اب تو یہی جہاز ان کی پناہ گاہ بھی بن گیا۔ ان کے اپنے جہاز آگ کے گولے بن گئے تھے اور اس طرح بلے تھے کہ ان کی آگ ان کے ہاتھوں کا تقصیر نہیں کی جا سکتی تھی۔ زندگی سے مایوس زندگی حاصل کرنے کے خواہاں لوگوں کی اس رفتار نے سی سارا کے فوجیوں کے حوصلے بہت کمزور کر دیئے تھے، اور میں نے محسوس کر لیا کہ اب پاس پڑنے ہی والا ہے۔

آخری سال کے سپاہی کتنوں کو قتل کرتے، اگر وہ دی آدمیوں کو مارنے تو گیارہواں آدمی ہر حال انھیں قتل کر دیتا تھا۔ اس طرح ان کی تعداد کم سے کم ہوتی جا رہی تھی۔ اور پھر میں نے سی سارا کو بھی تلوار کے جنگ میں کوڑے دیکھا۔ میں سمجھا تھا کہ آخری وقت آ گیا ہے۔ چنانچہ میں تیزی سے پوگاس کی طرف بھاگا۔

ذہین اور چالاک پوگاس اپنا کام انجام دے چکا تھا اور نوے

جہازوں کی تانہ دم فوج اسلحے سے پس کھڑی تھی۔ میری فوج بھی جو ہر حالت میں مستحکم تھی۔

کیا وقت آ گیا۔ پوگاس نے پوچھا۔

ابھی نہیں۔ کیا تمہارے پاس دو چوڑے کھانڈے ہیں۔

نہ پوچھا۔

یہ فاضل اسلحہ ہے۔ جو ہمارے بعد ہماری فوجیں استعمال کریں گی۔

خواتین۔ نہیں۔ ان کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔ تم تیار رہو۔

میں نے اسلحے کے ڈھیر میں دو فوجی کھانڈے تلاش کرتے ہوئے کہا۔ اور مجھے میری مرضی کی چیز مل گئی۔ میں نے انھیں اٹھایا۔ اور پوگاس کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ ہم دونوں پوشیدہ طور پر باہر نکل گئے۔ باہر کے مناظر دیکھ گئے تھے۔ یونان کے فوجی آخری معرکہ کر رہے تھے۔ انھوں نے سی سارا کے آدمی گھیرے لیے رکھے تھے۔ خود سی سارا بھی ان میں شامل تھا اور بڑی بے جگری سے جنگ کر رہا تھا۔ یونان کی بات تھی۔ چاروں طرف سے یونان کے فوجیوں کی رفتار تھی۔ ایسی شکل میں جنگ کرنا طاقت کے علاوہ کچھ تھا۔ لیکن اس نے تھپا رڈا اپنا پس نہیں کیا تھا۔ ہر حال یہ بے جگری کی بات تھی۔ لیکن یونان کے فوجیوں کی کامیابی نزدیک سے نزدیک تر آتی جا رہی تھی۔ چنانچہ اب وہ صرف جنگ ہی نہیں کر رہے تھے، بلکہ دوسری احتیاجی مزاحمتیں ہو رہی تھیں۔ بہت سے فوجی جہاز کو جلتے ہوئے جہازوں سے دوسرے جانیں کو شعل کر رہے تھے کیونکہ خود ان کے جہازوں کو تباہ ہو چکے تھے اور اس کی جگہ صرف شعل ہی دکھائی دے رہے تھے۔ اس لئے جہاز ان کی امیدوں کا مرکز تھا۔ اسی سے وہ زندگی بچا سکتے تھے اس لئے اس کی حفاظت میں مصروف تھے کہ کہیں یہ بھی آگ کی لپیٹ میں نہ آجائے۔

اور اس میں وہ کامیاب ہو گئے۔ اب سی سارا کے صرف آٹھ دن سپاہی باقی ہو گئے تھے۔ خودی سارا ایک بازو سے محروم ہو گیا تھا۔ لیکن گرتے گرتے بھی اس نے مزید دو آدمیوں کو قتل کر دیا۔ سی سارا کے گرتے ہی یونان کے فوجیوں نے یونان کی اور آخری آدمی کو بھی قتل کر دیا۔ اور جنگ کا فیصلہ ہو گیا۔ فوجوں نے منتشر ہونے کی کوشش کی۔ لیکن ان کے بھرنے والے نہیں روکے۔ آگ کی جنگ عروج تک پہنچ رہی تھی۔ سمندر میں گرنے والے بھی اب جدوجہد ترک کر چکے تھے صرف آدم خور مچھلیوں کا لڑائی تھا جس سے سمندر پٹا ہوا نظر آ رہا تھا۔ خون آلود کپڑے، پانی پر ریت نظر آ رہے تھے۔ کسی بھی کوئی کرناک پیچھے ابھرتی اور پھر کوئی پھل نظر آتی جو کچھ نہ کچھ میرے بعد رہ رہی ہوئی۔ ایک انسانی سر پانی پر پھرتا ہوا نظر آیا۔ لیکن بقیہ جسم موجود تھا اس کے ساتھ ہی ایک پھل کی دم نظر آئی تھی۔ چاروں طرف جیسے جیسے منظر پھیلے ہوئے تھے۔ جزل کے دم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس جہاز پر اور بھی لوگ موجود ہوں گے۔ اور جو نے بھی نہیں پایا تھے کیونکہ جنگی نقطہ نگاہ

سے ایک ایک فوجی کرناک شریک ہونا چاہیے تھا۔ اور جب مہرادی مارا گیا تھا تو پھر فوجی کیا کریں گے۔ اس طرح وہ ایک جیسے گھڑے سے قلعی لڑے تھے۔

جزل کے حکم سے صف بندی ہوئے فوجی ایک جگہ جین ہو گئے اور یوں نے دل ہی دل میں جزل کا شکر ادا کیا۔ اس طرح جزل نے ان کو اندھا معلوم ہونے میں آماتی ہوئی۔ ان کی تعداد ڈیڑھ سو سے زائد نہ تھی۔ یہ بھی رکے بنے تھے حال تھے تقریباً سب ہی کے کہیں زخمیں زخم تھے۔ کچھ آگ سے جلے ہوئے تھے۔ کچھ تیروں کا شکار ہوئے تھے اور پھر وہ بڑی طرح ٹکے ہوئے تھے۔

جلتے ہوئے جہاز اب کافی دور ہو گئے تھے۔

کیا تم ہے آشورے۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا۔ پوگاس نے سرگوشی کی۔

تم نیچے جاؤ۔ اور میری آواز پر تیار رہو۔ میں نے کہا۔ اور پوگاس نے میرے حکم کی فوری تعمیل کی۔ تب میں نے دونوں کھانڈے ہاتھوں میں پکڑے اور تھوکن کے وقت نکل آیا جہاں میں پوشیدہ تھا۔

یونان کے فوجی۔ تم نے سی سارا پر فتح پائی۔ لیکن تمہاری قسمتی نے ابھی تمہارا ساتھ نہیں چھوڑا۔ ابھی اس جہاز پر میں موجود ہوں۔ میں نہیں حکم دیتا ہوں کہ تمہارا سپاہی کر سیکر سلنے جنگ جاؤ۔ اپنی شکست کا اعلان کرنا تمہاری جان بخشی کر دی جائے گی۔

میری آواز ان کے لئے ایک ہلکے سے کم تھی۔ رکے سب بڑی طرح اچھل پڑے تھے۔ انھوں نے حیران نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا اور پھر ایک دوسری طرف دیکھنے لگے تھے۔ تم کون ہو۔ جزل کی قراہٹ ابھری۔

حکمران۔ سردار۔ لا توں۔ آشورے، جزل چاہے سمجھ لو۔ او فیصلہ کرو کہ زندگی چاہتے ہو یا موت۔

کیا تم جہاز ہو۔

تمہاری تم سب پر بھاری ہوں۔ آنا آجائے ہو۔

آؤ۔ آؤ۔ آؤ۔ جزل نے تلوار ہاتھ میں لے کر کہا۔ اس نے اپنی دانست میں چالاک سے کام لیا تھا۔ لیکن اسے ایسے بے وقوف کی امید نہ تھی جو طاقت کے نشے میں اس قدر چرچہ ہو کہ ڈیڑھ سو خونخوار سپاہیوں کے زہرے میں گھس آئے۔ اور انھوں نے میری طاقت پر دل ہی دل میں خوشی محسوس کی ہوگی۔

میں اس کے قریب پہنچی گیا۔ جزل غور سے میرے ستر ہی ہم کو دیکھ رہا تھا۔

تم کہاں کے باشندے ہو۔

جزل کا دل چاہے سمجھ لو۔ یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔ میں نے سکتے ہوئے کہا۔

کیا تم جہاز لوگوں کو شکست دے سکو گے۔

تمہاری تعداد کم سے کم تھی۔ میں تمہاری کوئی حیثیت نہیں کہتا۔

کیا تم سی سارا کے سپاہیوں میں سے ہو۔

نہیں۔ لیکن مجھے شک اس کے ساتھ رہا ہوں۔

تم نے اس کی طرف سے شکستیں کی اور وہ مارا گیا۔

میں آخری جنگ کرتا ہوں جس میں فتح میری ہوتی ہے۔ میں نے جزل کو تنہا جہاز پر تم کیا کر رہے۔

یہ بات تمہارے سمجھے کہ نہیں ہے۔

بہتم سے جنگ نہیں کرنا چاہتے۔ یہ کھانڈے سپہیکے وہ۔ اور ہماری طاقت قبول کرو۔ ہم تمہیں یونان کے دیباہ میں پیش کریں گے۔ وہ ان کے لوگوں کی قدر کرتا ہے۔

لیکن اس شکل میں اسے نقصان ہوگا۔

کیوں۔

اسے اپنا منت چھوڑنا پڑے گا۔ کیونکہ مسیکر سلنے کوئی دوسرا حکمران نہیں ہوتا۔ میں نے جواب دیا اور یونان کے سپاہی غصے میں بھر گئے۔

دانتے قتل کرو۔ اس نے فوجوں کو جزل کی فوج کی ہے۔ یہ پائل ہے۔ یہ دیوانہ ہے۔

فہمک ہے۔ اسے قتل کرو۔ جزل نے لاپرواہی سے کہا۔ اور پھر بے شمار سپاہی مسیکر اور فٹ پڑے۔ ان کی تلواریں کٹا کٹ مسیکر ہم پر پڑیں اور اپٹ گئیں۔ رومے مجھے بہت کمزوروں کھانڈے بھانپے اور ناقابلِ اعتبار قتل کر کے لے گیا۔ میرا ہر وار گولہ کی ایک لائن صاف کر دیتا۔ جزل اس کی لپٹ لپٹنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ لیکن اس کے سامنے کوئی دوسرا چارہ بھی نہیں تھا۔ وہ بد دعا سے متسل ہوئے ہوئے سپاہیوں کو دیکھ رہا تھا۔ اور پھر فوجوں کی آوازیں شاید پوگاس کے کانوں تک پہنچ گئیں۔ وہ بے چارہ مسیکر حکم کا انتظام کر رہا تھا لیکن اسے کیا معلوم تھا کہ میں اعلان سے ان لوگوں کو قتل کر دوں گا سپاہی پوری شدت سے حملے کر رہے تھے۔ اور جزل تھے۔ ان کے سامنے قتل ہونے والا نہیں صرف ماننے والا تھا۔ اور پھر اچانک ٹوٹ کر تیزی سے مارا کھینکے گئے۔ اور سپاہی گھس گئے۔ اس تازہ دم فوج نے ان کے حوصلے بہت کر دیئے تھے۔

اور کچھ بھی مزید یا قیدیوں کو جنگ کرنے میں۔ کیونکہ ان کے مقابلے اب تلوار پلٹنے کے قابل بھی نہیں تھے۔ ان تازہ دم قیدیوں کی وہ ہیبت تھا کہ ان میں سے بہت سے ہاتھ پائے بغیر مر گئے۔ قیدیوں کے لئے اس سے مزید چارہ اور کھانا ہو سکتا تھا۔ انھوں نے نہایت آسانی سے ایک ایک سپاہی کو موت کی نیند سونپ دیا۔ اس طرح یونان کا آخری سپاہی بھی موت کی آغوش میں پہنچ گیا۔ اور کبھی قیدی کو خون کا ایک قطرہ بھی نہ بہا نا پڑا۔

اور اس کے بعد انھیں آزادی کا احساس ہوا۔

آشورے۔ پوگاس نے مسیکر کا یں سرگوشی کی۔ کیا ہم آزاد ہیں آشورے ہ۔



ہاں۔ تم آؤ پھر لوگاس کہتا ہے ساقی آزاد ہیں۔ اسے نہیں باز ہیں  
 فروخت نہیں کیا جائے گا۔ اب ہمارے جسم کو ایک بھی کوڑا نہ چھوئے گا۔ میں نے دلیا  
 دوستوں۔ ہم آزاد ہیں۔ پوچھا کہ اس نے لعلو لگا اور تیری ایک کھٹے کے  
 لئے سکے میں رہ گئے۔ اور پھر ان کی کالہ چاندی سے دانی آڑیں گونجیں۔  
 ہم آزاد ہیں۔ ہم آزاد ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی عورتیں بھی نکل  
 آئیں۔ سبے سب خوشی سے ہلکے ہوئے تھے۔ مردوں نے اپنی اپنی پسندیدہ مخلوق  
 کو پسینے سے پٹا لیا تھا اور عورتوں نے بھی ان کی چاہت کا جواب فراخ دل سے دیا  
 کسی کو اس پر اعتراض نہیں تھا۔ اور میں سکرانی کتا ہوں سے ان آزاد لوگوں کو دیکھ  
 رہا تھا۔ پھر پوچھا کہ کوی میرا خیال آیا؟ اور وہ اپنی جھوٹے ساتھ لئے ہوئے میری  
 طرف پلکا۔ ایک اونچی جھگڑے ہو کر اس نے اپنے ساتھیوں کو پکارا۔  
 سنو۔ میری بات سنو۔ دوستو میری طرف متوجہ ہو۔ اور سب  
 گروہیں اس کی طرف گھوم گئیں۔ اسے کیوں بھول رہے ہو جو ہمارا نجات دہندہ ہے۔  
 اسے کیوں نظر انداز کر رہے ہو جس نے ہمیں اس محبت سے نجات دلائی ہے۔ آؤ۔  
 اس کے قدموں میں جھک جاؤ۔ آؤ اس کی اطاعت کا اعلان کرو۔  
 اور سب میری طرف دوڑے۔ میرا جھون آؤ تھا۔ لیکن ان میں سے  
 ہر ایک نے مستحقہ خون آؤ دم کو ہوس دیا۔ اور مجھ سے محبت کا اظہار کرنے لگے  
 میں نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔ دوستو۔ میں بھی تمہاری خوشی میں ہوا ہر کا  
 شریک ہوں۔ میں پوچھا کہ کوئی تپا کتا ہوں کہ میں ایک آوارہ گرد ہوں۔ تم لوگوں  
 کی بے بسی مجھے اس جہاز پر لائی تھی۔ اور حالات بدلے تھے۔ اگر یہ حالات  
 نہ پیدا ہوتے تب بھی میں تمہیں آزاد کرنے کی جہد کر رہا ہوتا۔ مجھے مرنا ہے کہ تم آزاد  
 ہو۔ میرا جہاز ہمارا ہے۔ آؤ۔ اپنی ضرورتوں سے فارغ ہو جائیں۔ اس کے  
 بعد غور کریں گے کہ ہمارا دوسرا اقدام کیا ہوگا۔  
 ہمیں کام ہے آشوب۔ ہم سب تیری اطاعت کریں گے۔  
 جہاز پر غول اور انسانی لاشوں کے انبار ہیں۔ ان لاشوں کے جسم سے  
 قیمتی سامان نکالیں وغیرہ جو قابل استعمال ہوا کر کر کے لیا جائے اور انھیں سمندر میں  
 ڈال دیا جائے تاکہ پھیلنے کی ضرورت بھی پوری ہو۔ ورنہ مرنے والے لاشے  
 بیماری پھیلا دیں گے۔  
 ہم ابھی کام شروع کرتے ہیں۔  
 عورتیں سمندر سے پانی نکال کر جہاز سے خون صاف کریں گی۔ دس  
 چاندی عورتیں وہاں چلی جائیں جہاں غول کے دفاتر ہیں اور کھانا تیار کریں۔ ہم  
 سب جوکے ہیں۔ اور یہ وہ فیروزہ سب سے بڑے حکام کی تعمیل میں مصروف  
 ہو گئے۔ ہم نے خود بھی ان کے ساتھ کام میں شریک ہونا چاہا۔ لیکن وہ بارہ  
 لوگوں نے ہمت سے انکار کیا۔  
 ہمارے نجات دہندہ۔ تو صرف ہم چھ کو مت کر۔ میں ان کا  
 نے۔ ہمارے ساتھ شریک ہو کر میں شرمندہ و مست کر۔ ہماری گروہیں تیسرے غنیم

احسان سے جھکی ہوئی ہیں۔  
 عزیز دوستو۔ میں صرف تمہاری بہتری کا خواہشمند ہوں۔ میں تم پر  
 حکومت نہیں کرنا چاہتا۔ تو سنو۔ میں مسکروں پر حمل کرنا اپنے دکھ درد  
 خوار کرنے کا ایک نیا طریقہ سوچ رہا ہوں۔ میں تمہیں تکلیف دہنے دوں گا میں  
 نے کہا۔ اور انھوں نے گونجیں جھکا دیں۔ یوں مجھے اطاعت گزار دوست مل گئے  
 اور وہ مسکرا کھات کی تعمیل کرنے لگے۔  
 جہاز پر غول کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ جنگلی پرندے غولوں میں بندھے تھے جی سے  
 تیار گوشت حاصل کیا جاتا تھا۔ ان کے اٹھ بھی کا آتے تھے اور ان کی تعداد  
 بہت زیادہ تھی۔ اس کے علاوہ بنریاں اور دوسری اجناس طویل سفر کے لئے  
 موجود تھیں۔ گویا غول کی کوئی کمی نہ تھی کیونکہ وہی سال کے بے شمار سپاہیوں  
 کے لئے تھی۔ اس کے علاوہ تجار۔ جو دوسری اہم ضرورت تھیں کافی مقدار میں تھے  
 گویا طویل مندری سفر کے لئے کوئی تکلیف نہیں تھی۔ چنانچہ اس طرف سے اطمینان  
 تھا۔ اور اپنی خانے کی ضرورتوں نے غول تیار کر دی۔ اور پھر انھوں نے بڑے  
 اہتمام سے ایک صاف جگہ چن کر ہونے کھانے کا ذخیرہ کر دیا۔ ان کے چھوٹے  
 مرستے ہوئے تھے۔ نہ جانے کتنے عرصے کے بعد انھیں انسانوں کی مانند کھانا  
 نصیب ہوا تھا۔  
 کام کرنے والے رک گئے، انھوں نے پانی سے خوں کا وہ ہاتھ صاف  
 کیے اور ایک جگہ آ بیٹھے۔ میں بھی کھانے میں ان کے ساتھ شریک تھا۔ ان میں  
 سے بہت سوں کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ اور میں ان کی دلی کیفیات  
 محسوس کر رہا تھا۔  
 دوپہر تھیں خوش فہمیں آسوسے۔ تو نے دوبارہ میں انسانوں کی  
 صف میں لاکھ لاکھا ہے۔ ایک آدمی نے گلوگر آواز میں کہا۔ اور بہت سے  
 لوگ باقاعدہ رٹنے لگے، ان میں غولوں کی تعداد زیادہ تھی۔  
 خاموش ہو جاؤ۔ رونے کا وقت گزر گیا ہے۔ جسو۔ اور غی  
 زندگی کی تعمیر کرو۔  
 کھانے کے بعد سب دوبارہ اپنے کاموں میں لگ گئے، اور پوچھ  
 نے واپسی کا احوال سفر طے کر لیا۔ تب کہیں جا کر تمام لاشیں سمندر میں پھینکی  
 جا سکی تھیں اور جہاز کا خون آؤ و قرض صاف ہو سکا۔ اسب اپنے کام سے  
 فارغ ہو گئے تھے۔  
 میں سفر کی ایک سمت متعین کرتی ہے پوچھا۔ دوران سفری  
 ہم فیصلہ کریں گے کہ ہماری آئندہ زندگی کیا ہوگی۔  
 مناسب خیال ہے آشوب۔ پوچھا کہ مجھ سے اتفاق کیا۔  
 چنانچہ آزاد کا عمل منتخب کرو، جنہیں جہاز دانی کا تجربہ ہو۔ یک  
 ان میں کچھ لوگ ایسے ہیں۔  
 میں معلوم کرتے رہتا ہوں۔ پوچھا کہ اس نے کہا اور پھر اس نے غول

سے اس بارے میں پوچھا۔ میں آدمیوں نے خود کو پیش کیا جو ہمارا زانی سے واقف  
 کافی ہے۔ تم لوگ اپنے ساتھی منتخب کرو۔ جو تمہاری ہدایات  
 پر عمل کریں۔ میں نہیں بناؤ۔ جو مخصوص وقت سے اپنا کام انجام دیں۔ ہر قسم کی  
 افراط پر عمل ہو۔  
 تم نے کہا۔ مہربان اپنے آپ کو پیش کر رہا تھا اس لئے یہ  
 کا اسی پوچھا کہ کوئی چلا۔ اس نے تیس مرتبہ آؤ کی منتخب کر کے اور پہلی نم نے  
 اپنا کام شروع کر دیا۔  
 بادبان کھول دیئے گئے۔ ستون ہٹ گئے گئے۔ دو آؤ اور  
 پہنچ گئے۔ اور باقی بادبان کنٹرول کرنے لگے۔ اویہا کے ملتے ہوئے جہاز اب  
 سمندر پر دوڑ رہے تھے۔ خون آؤ کو سمندر و دور و نزدیک سرخ تھا۔ بادبانوں میں  
 ہوا بھر گئی۔ اور پھر منتظر فیصلے کے تھے جہاز کا رخ ایک طرف کروایا گیا۔ باقی  
 لوگوں نے اپنے اپنے آرام کے لئے جگہیں منتخب کر لیں، جس کی انھیں پوری پوری  
 آزادی تھی۔ اب ان پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ پورا جہاز ان کا تھا۔ لوگ اکیلے ایک  
 جگہ بیٹھ جاتے تھے۔ بہت سے لوگ لنگھتے تھے۔ علاوہ ایک خوں آشوبوں  
 گزرا تھا۔ لیکن ان لوگوں کے لئے یہ دن سرت کلاں تھا۔ مجھے بھی دلی خوشی محسوس  
 ہو رہی تھی۔ گویا کوئی مناسب مقام نہیں مل سکا تھا۔ نہ ہی اسے کتاغیں ہوسکا  
 تھا۔ لیکن آزادی کے ساتھ اگر موت بھی آئے تو بڑی نعمت ہوتی ہے۔  
 کیا خیال ہے فریئر؟ وہ بادوں کی دنیا سے واپس آ گیا۔ لیکن  
 پھر غول و فریئر اور فریئر ان کم سمجھے تھے۔ وہ آزاد ہونے والوں کی خوشی  
 میں مشرک تھے اور سوچ رہے تھے کہ اب کیا ہوگا۔ ان لوگوں کے دلوں کا تعین  
 کس طرح ہوگا، کیا جہاز سکون کے ساتھ منزل پر پہنچ جائے گا یا ابھی کچھ اور مصیبت  
 باقی رہ گئے ہیں۔  
 اس نے مسکرتے ہوئے سامنے بیٹھے کم سم لوگوں کو دیکھا۔ اور پھر ان  
 نے انھیں اس دنیا سے واپس لانا مناسب سمجھا اور بولا۔ یوں جہاز پر آزادی کی پہلی  
 رات آگئی، جہاز چلنے والوں کی ذہنی بلنگی تھیں۔ تب سے کہ لوگوں نے اپنی اپنی نم کو  
 پوری طرح جہاز چلانے کے طریقے سمجھ لئے تھے اور اس رات کے میں جہاز صرف نوک  
 رحم و کرم پر چلتے تھے۔ میں نہیں تو نہیں نہیں کہ ان میں جہد ہر کل پرست ہوں۔ سمندر  
 کی تاریکی میں جہاز سمندر کے چمنے میں چل رہا تھا۔ سونے والے سو گئے۔ جاگنے والے  
 جاگئے۔ سب۔ وہ مستوری سے اپنی ڈیوٹیاں نبھاتے ہوئے تھے۔  
 میں بھی ایک مناسب جگہ آرام کرنے لگا۔ لیکن جو خصوصی طور پر میرے  
 لئے بنائی گئی تھی۔ رات تھی۔ اور دن کی روشنی نے منہ چکا یا۔ جاگنے والوں کو  
 یقین نہیں۔ تھا کہ یہ آزادی کی صبح ہے۔ اب ان پر پابندیاں نہیں ہیں۔ کوئی  
 بڑے دن کو تو غول چھوڑیں گے۔ گھونٹنے والے فنا ہو چکے ہیں۔  
 ہر شخص نے اپنا کام بار سمجھ لیا۔ مجھے کسی سے کچھ کہنے کی ضرورت  
 نہیں تھی۔ تب ایک خوبصورت عورت کی لڑکی نے میرے سامنے ناشتہ پیش کیا۔ اس کے  
 ہونٹوں پر بڑی دلنواز مسکراہٹ تھی۔ دوستو لوگوں نے ناشتہ کر لیا۔  
 ہر شخص نے اپنا کام بار سمجھ لیا۔  
 مکان سے اس لڑکی کا طلب گار بھی کوئی نہ ہو۔ لیکن اگر کسی کی کافی کافی  
 ہوئی تو۔ مجھے یقین تھا کہ میری عقیدت میں وہ کچھ کہیں گے۔ لیکن پھر بھی  
 وہ مسکراتے ناشتہ کرتی رہی اور سب خاموش چھائی رہی۔

اس سے پوچھا۔  
 سب کو ان کی جگہوں پر تقسیم ہو رہا ہے۔  
 خوب۔ ہر قسم کے ناشتہ کیا۔  
 نہیں۔ اس نے شرارت سے ہنسنے لڑکھائی جواب دیا۔  
 کیوں۔  
 میرا ناشتہ اس میں شامل ہے۔ اس نے جواب دیا۔  
 اور۔ تب پھر آؤ۔ لیکن کیا پوچھا اس نے تھیں یہ ہدایت کی تھی۔  
 نہیں۔ لیکن کیا تو میری اس جہاز پر حاضر ہے آشوب۔  
 لڑکی کے چہرے کا رنگ بدھ چھوٹا چھوٹا۔  
 بالکل نہیں۔ بلکہ میں تیری اس محبت سے خوش ہوں۔ میں نے اس کا  
 نرم و نازک ہاتھ پکڑ کر اسے نزدیک بٹھائے ہوئے کہا۔ اور اس کا ہاتھ پھونک کر اس کی آنکھ  
 کھلیا گیا۔ تیرا نام کیا ہے۔  
 شیراز۔ اس نے جواب دیا۔  
 بڑا سنیما ما ہے۔ تیرا وطن کونسا ہے شیراز۔  
 ریمانی کی خوبصورت چھوٹی چھوٹی آنکھوں کی تھی۔ مرقوق میں رات وقت  
 گزرا۔ اور پھر میرا باپ جہاز پر مجھے رابطے کے ہمارے ساتھ جہاز پر بحری قوتوں  
 نے حکم کر دیا۔ میرا باپ بول رہا تھا اس لئے میرے سامنے اسے سمندر بند کر دیا۔ اور  
 مجھے قیدی بنالیا۔ اس نے آؤں ایسے میں جواب دیا۔  
 جھک کر شیراز۔ گویا مجھے دقت کی یاد کو ذہن سے نکال دینا  
 چاہیئے۔ یا اعلیٰ اناؤ۔ زندگی گزرنے کے لئے پیش رو ہے۔  
 میں نے دقت سے سمجھ کر لیا ہے آشوب۔ اور جواب میں کوئی  
 فکر نہیں ہے۔ تو ہمارے ساتھ ہے۔ اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ اور فریئر  
 لڑکی کا ہاتھوں میں سے صرف عقیدت نہیں تھی۔ اس کی گہری خوبصورت آنکھیں  
 کچھ اور کمر تھیں۔ تب میں نے دوسری لگا ہوں سے اس کا جائزہ لیا۔ حالات  
 نے اس وقت انھیں میری رعایا بنادیا تھا۔ مجھے چاہیئے تھا کہ ان میں سے کسی کو اپنے  
 قسمت میں لائوں۔ وہ چاہے میرا کیا ساتھ دے سکیں گے۔ لیکن جہاز پر اب  
 رومانی موسم شروع ہو گیا تھا۔ خون کی فضا چھٹ گئی تھی۔ رنگینیاں اور ضرورتیں  
 ابھر آئی تھیں۔ خودی سارا کی عورتیں بھی ہونے لگیں۔ سب ہوں کا شکار ہو گئی تھیں۔  
 ایک بھی زنجیری بھی جو میرا ساتھ نہ تھی۔ صرف یہ قیدی عورتیں تھیں۔ اور پھر ان کی  
 تعداد بہت زیادہ تھی۔ مردوں کے مقابلے میں کم تھے۔ اگر ایک عورت بھی یک۔  
 ایک کے لئے نہیں آجائے تب بھی بہت کچھ باتیں۔ اور ان کا کوئی نہ کوئی  
 مصروف بہ حال ہوتا۔  
 مکان سے اس لڑکی کا طلب گار بھی کوئی نہ ہو۔ لیکن اگر کسی کی کافی کافی  
 ہوئی تو۔ مجھے یقین تھا کہ میری عقیدت میں وہ کچھ کہیں گے۔ لیکن پھر بھی  
 وہ مسکراتے ناشتہ کرتی رہی اور سب خاموش چھائی رہی۔



”مجھے اپنے ہاں سے نہ ہٹاؤ گا آٹھ سو۔“ اس نے ہنستے سے کہا۔  
 ”دوسروں کو اس سے تجھے سیکھنا ہے میں نے یہ معلوم ہوا۔“  
 ”مگر میری حقیقت جاننا چاہتی ہوں۔“ وہاں رہیں پر نہیں آتے۔  
 وہ اساتذہ سے کمرانی کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود اگر تو خود کو دیکھتا ہے تو میں  
 یقین کر لوں گی۔“

”میں نے کسی کے سامنے خود کو دیکھا نہیں کہا۔“  
 ”لیکن وہ سب تجھے نہات کا دیوتا سمجھتے ہیں۔ تیری صورت ہمیں  
 جس دن سے نظر آئی، ہمارے دل چمکے۔ ہماری تخلیقوں کا ایک ایک کر کے  
 مکمل فائدہ ہو گیا۔ کیا تو کسی بھوری دعا ہے۔“

”تیری باتیں مجھے پسندانی ہیں شیراز۔“ میں جھجھکیا انسان ہوں۔ ہاں  
 میسرانہ کے خصوصی تو ہیں میں جو مجھے دوسروں سے جدا کرتی ہیں اور انھیں  
 قوتوں سے کام لے کر میں نے تمہاری مدد کی ہے۔“

”اگر تو انسان ہے تو میری آندھ کیوں نہ کروں۔“ تمہارے دل میں  
 سب سے بڑا اور آدمیوں میں سب سے زیادہ جس ہے۔ تیرا جن کو سونے کی طرح  
 چمکدار ہے اور تیرا چہرہ چاند کی طرح دمکتا ہے، اگر تو انسان ہے تو میں تجھے ایک  
 عورت کی حیثیت سے سنبھالنے کی ہوں اور تیری گرم آغوش کی طلب کار ہوں۔ اور  
 اگر دیوتا ہے تو میری بھرتی پرستی کرتی رہوں گی۔ اگر میں تیری پسندیدہ عورت  
 نہیں بن سکتی تو صرف مجھے اپنے قریب آنے دے اپنی خدمت کرنے کی اجازت  
 ہے۔ میں اس سے آگے کچھ مانگوں گی۔“

”تو بہت چالاک اور بے مروتی گھنہ رہے شیراز۔“ لیکن اگر ان کے  
 کوئی اور تجھے پسند کرے تو اس کی کتنی بھی برکتیں دیکھ لو گا۔“

”آزادی سے پہلے۔“ ہمارے ذہنوں میں جس وقت کا تصور ضرور تھا  
 لیکن وقت کی بچی نے ہمیں اس طرح پسا تھا کہ ہم سب کچھ بھول گئے تھے۔ چنانچہ  
 یقین کر کے کسی بالائی مخلوق نے مجھے کوئی پتہ نہیں دیا۔ میں سنواری ہوں اور  
 میرا جسم کسی کی نگاہ سے اودھ نہیں ہے۔“

”آؤ شیراز۔“ دوسروں کی خبریں۔ ”میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھتے  
 ہوئے کہا۔ اور میرے ہاتھ کے اس سٹوش پر کمرہ دیکھ کر ساتھ آگے بڑھ آئی۔“

پوگاں اس اختلافی امور میں حیرت تھا۔ بہاڑ پلانے والی تم مستعدی  
 اور بہاڑنگ روی سے سمندر کے پتے پر رہ رہا تھا۔ شیراز میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے  
 آگے بڑھتی رہی اور میں گاہوں کا جائزہ لیتا رہا۔ کسی کی نظر وں میں کوئی اعتراض  
 نہیں تھا۔ سب نے شیراز کے اس مقام کو تحسین کی نگاہوں سے دیکھا تھا۔ تب میں نے  
 ایک گہری سانس لی۔ گویا مردوں میں اس کا کوئی عاشق نہیں ہے۔ وہ گئی بات عورتوں  
 کی۔ تو کچھ نے شیراز کی انان میں سے کچھ اور میری طلب گار ہوں۔ لیکن۔  
 جو آگے بڑھ کے جا اٹھا۔ ”چنانچہ ذہنی طور پر میں نے شیراز کو قبول کر لیا۔ ابھی  
 اس کا اظہار مناسب نہیں تھا۔ لیکن شیراز کی گردن خود انشاؤ سے تن گئی تھی۔“

”مجھے پتہ ہے کہ تمہارا کچھ نہ ہو گا۔ سب لوگ اپنے اپنے کاموں پر مہم  
 تھے اور اپنے طور پر خوش و خرم تھے۔ گوان میں سے ہر۔۔۔ ایک ایک دستہ  
 تھا اور اس داستان میں ہم داد و دہ اور کچھ نہیں تھا۔ لیکن ہر طرف ایک  
 چھوٹی شکیبائی کے احساس کو محسوس کرتی تھی اور جب اس بڑی شکیبائی سے ہمنا ہوتی تھی  
 تو انسان خود کو سب سے ہلکا چمکنا محسوس کرتا ہے۔ یہ کیفیت ان لوگوں کی تھی۔ انھیں  
 نے قید و بند کی شدید صعوبتیں چھوئیں۔ سخت مشکلات میں گرفتار رہتے تھے۔ انھیں  
 ماموں میں رہتے تھے۔ انھیں نہیں معلوم تھا کہ ان کا مستقبل کیا ہو گا۔ ان کا اظہار  
 میں بے چارہ کروہ اپنا وطن اپنے لوگوں کو قبول گئے تھے، انھیں صرف اپنا وجود اور  
 اور اب جب ان کا وجود تاریکیوں سے محسوس کیا تھا تو وہ اس طرح خوش تھے جیسے  
 اب اور کوئی غم نہ رہا ہو۔“

پوگاں جہاز پکڑنے لگانے کے بعد میں وہیں اپنی قیام گاہ پر گیا۔ شیراز  
 ملنے کی طرح میرے ساتھ تھی۔ ”آٹھ سو۔“ اس نے آہستہ سے سرگوشی کی اور  
 سوا لہر لگا ہوں سے آگے دیکھنے لگا۔ ”میسر ہاں سے تو نے کیا سوچا آٹھ سو۔“

”تو کیا چاہتی ہے شیراز۔“

”تیرا قریب۔“ تیرا اس۔ ”اس نے میرا کی سے کہا۔“

”کیا ابھی اس کا وقت گیا۔“

”کیا تو میری زندگی کی ضمانت دے سکتا ہے آٹھ سو۔“ کیا تو اس  
 کو سمجھتا ہے کہ یہ جہاز کسی دوسرے سامنے کا شکار نہیں ہو گا۔ کیا یہ طوفان کی لہروں  
 میں نہیں آ جائے گا۔ کیا یہ جہاز اپنی پوری قوت سے اس پر نہیں چڑھ دے گا۔ اور  
 ہم سب کو لگ میں زندہ نہیں ملائے گا۔ اگر تو ان تمام باتوں کی ضمانت دے  
 تو میں انتظار کر سکتی ہوں۔ اس وقت تک، جب تک۔ تو چاہے۔ اس نے کہا۔

مجھے اس لڑکی کی دیوانی پر ہنسنے لگی۔ ”انکی تھی۔“ بڑی بڑی معمولی قسم کی تھی  
 نے ہنستے ہوئے اس کے شانے سے اٹھ کر گھبراہٹ اور گھبراہٹ کر اپنے قریب کر لیا۔

”چاند کا انتظار کر شیراز۔“ ایک بیان سہل جانے لگا۔ ”میں نے کہا۔“

اور شیراز نے بے چارگی سے گڑبگڑ دی۔

”سوچو! سلطان پتھا جب پوگاں میں پکڑا ہوا تھا۔“ اس نے کہا۔

”تو چور ہو۔“ اس میں تنگ کیا۔

”دوسرے لوگ جن میں میں بھی شریک ہوں، اپنا مستقبل معلوم کر رہے  
 ہیں۔“ پوگاں نے سمجھا کہ مجھے پتہ ہے کہ۔

”مستقبل۔“ میں نے جیت سے کہا۔ ”اپنے مستقبل کے بارے میں  
 خود کو پوگاں۔ میں اس میں جہاز امداد گار ہوں گا اور میں۔ میں جس میں سارا کچھ  
 اس کی غلامی سے نجات دلانا چاہتا تھا۔ سو میری خواہش پوری ہوگی۔“ اب تم

پہاڑا دو۔ میں تمہارا مددگار ہوں آقا نہیں۔ تم میں سے ہر ایک اپنے مستقبل کے فیصلے  
 کے لئے آزاد ہے۔ مجھے صرف یہ بتانا کہ میں تمہارے لئے کیا کروں۔“

پوگاں کا چہرہ خوشی سے شرمشک ہو گیا۔ وہ شہرت و جوش سے اٹھ کھڑا ہوا۔

اور پھر اس نے مسکرتوں میں جھٹکتے ہوئے کہا۔ ”تو حقیقت میں مجھے آٹھ سو۔“  
 تو حقیقت وہ تو ہے۔ میں نے ان کے ہاتھوں کو میری سیموں کی خوشبو کی تھی میں  
 نے انھیں تیرا ہاتھ آٹھ سو سے صرف ہم پر مہربانی کی ہے۔ وہ ہم سے کئی ہفتے  
 کا طلب گار ہیں۔ وہ ہمیں اپنے غلاموں میں شامل کرنا نہیں چاہتا۔ لیکن  
 وہ بغیر غم کے آٹھ سو سے اس کا منشا معلوم کیا جائے۔ اس سے پوچھا جائے  
 کہ ہم اس کے کس کام آ سکتے ہیں۔ اور آٹھ سو۔ وہ دل و جان سے اس کیلئے  
 تیار تھے۔ وہ تیرا ایسے ہی عقیدہ مند ہیں۔ وہ تیرے ہر کام آگے کے لئے تیار ہیں۔  
 ”اُن سے کہہ دو پوگاں۔“ اُن سے کہہ دو تیرے دوست کو آٹھ سو۔  
 ”اُن کا اظہار ہے۔“ وہ انھیں اپنا ساتھی اپنا دوست سمجھتا ہے۔ وہ کبھی انہیں سے  
 کسی پر جبر نہیں کرے گا۔ وہ ان کے ہر مسئلے پر ان سے تعاون کرے گا۔ وہ کبھی  
 جبر کرنے کا قائل نہیں ہے۔“

”یہ بات تو اس نے اپنی زبان سے کہہ ہے آٹھ سو۔“ ان کی ستر تلی  
 کا ٹھکانہ ڈر پگا۔ ”پوگاں نے درخواست کی۔“

”میں تیار ہوں پوگاں۔“ تو سب کو ایک جگہ بیٹھ کر۔ ”میں نے کہا۔  
 اور پوگاں نے خوشی سے اٹھ کر چل گیا۔ سوچ نے تھارت کی کمری تھی ”جب پوگاں کے  
 مرد عورتیں ایک جگہ بیٹھ کر کھانا کھاتے رہتے تھے۔ میں ان کا سادہ لوح انسانوں  
 کے درمیان ایک بلند جگہ بیٹھ گیا۔ اور پھر میں نے انھیں مخاطب کیا۔

”میسر اپنے دوستوں سے کچھ سوچو۔“ ”میسر سمجھو۔“ پوگاں نے  
 مجھے بتایا ہے کہ تم۔ ”میسر ہاں میں کئی غلامی میں مبتلا ہو۔ تمہارا خیال ہے،  
 تمہاری سارا کے غلام سے نجات دلانے کے بعد میں۔ اپنا غلام بنانا چاہتا ہوں  
 تو تمہارا خیال غلط ہے۔ ”میسر سمجھو۔ میں تو خود تمہارا غلام ہوں۔ تمہارے ہر کام  
 کے لئے والا۔ ”میسر لائق میری وقت کوئی کام محسوس کرو مجھے تھا کہ۔ میں تمہارے کام  
 آؤں گا۔ میں تم سے پہلے کبھی کچھ ہوں۔ میں تم سے الگ نہیں ہوں۔ ”میسر  
 ضروریات تم سے ملتا ہے میں ہیں، میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں۔ میں تمہارے  
 ساتھ تو رہ سکتا ہوں۔ تم پر حکومت نہیں کر سکتا۔ تم۔ اپنے اپنے طور پر آزاد  
 ہو۔ تم اپنی مرضی کے ایک ہو۔ میں وہی کروں گا جو تم چاہو گے۔ تو سنو۔ میری  
 طرف سے دل کے تمام خواہشات نکال دو۔ میں تم میں سے کسی پر جبر نہیں کروں گا!

”اں۔ میں تمہارے دستان پسینے والی ہاتھیں کو دیکھنے میں ملتی بجانب ہوں گا کہ یہ  
 سب کی حفاظت کے لئے ہوگی۔ میں تمہارے مسائل کے حل کے لئے اپنی خدمات  
 پیش کروں گا۔ ایک دوست کی حیثیت سے۔ سو۔ جہاز سفر ایک ایک دن خود  
 تم ہو جائے گا۔ اس کے بعد تمہاری مرضی ہوگی۔ تمہارا چاہو، جاسکے۔ ”میسر  
 دیکھنے کا حق نہ کروں گا۔ اور سو۔ ہم تمہارے سینے پر ہاتھیں ڈالیں۔ میں زمین  
 کتنی دور ہے۔ تم اس جہاز کو اپنا گھر بھی بنا سکتے ہو۔ زندہ رہنے کی تمام ضروریات

موجود ہیں۔ میں ان کی فراہم نہیں ہے۔ لیکن زندگی میں کچھ اور بھی ضروریات ہوتی  
 ہیں۔ یہاں مرد کی ضرورت عورت۔ اور عورت کی ضرورت مرد بھی موجود ہے۔  
 انسانیت کے دائرے میں۔ جس کے دور سے ہٹ کر اگر تم ایک دوسرے سے متاثر  
 ہوئے ہو، تو پھر یہاں زندگی سے مستقبل کے فیصلے کر سکتے ہو، کہ اس سے زندگی میں  
 وہ افی رچی ہے۔ لیکن یہ تمہاری خواہشات پر مبنی ہے۔ اگر اس کی ضرورت محسوس کرو تو  
 پھر جب پہلی زمین آئے، تو تم جہاز چھوڑ دو۔ جہاں جانا چاہے چلا جائے۔ کسی کوئی  
 پابندی نہ ہوگی۔ ہاں کچھ ایسے بھی ہوں گے جس کے پاس کوئی راستہ نہ ہو گا۔ سو دوسرے  
 انھیں ہمارا دینا چاہیے تو پناہ لیں۔ اور اس بات پر۔ ”میں غامض ہو گیا۔  
 مردوں کے چہرے جو تیرا ستر سے شرمشک ہو گئے تھے۔ مردوں کے کپڑوں  
 پر شرم کے تاثرات جاگ اٹھے تھے، لیکن انھوں نے بھی وہ بھی نہ تھیں۔ ظاہر ہے جب نوٹ  
 سے آزادی آتی ہے تو زندگی کے تقاضے ابھرتے ہیں۔ یہ تقاضے کسی دوسرے خوف کے  
 تابع ضرور ہو سکتے ہیں، لیکن وہ نہیں ہو جاتے۔“

مردوں نے جوئی ستر سے غصے سے لگائے اور عورتیں جیسے ہوئے  
 امداد میں سرگم لگیں۔ ”سو۔“ پوگاں کے منہ کے سینے پر سب کو آواز ہے اور  
 جب زمین کے آگے تو وہ اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں گے۔ اس فیصلے نے زندگی  
 دواں دواں کر دی تھی۔ ہر جگہ سے دل کھل گئے تھے، اور ہمازی اس چھوٹی سی  
 دنیا میں کچھ اور خوشیوں نے جنم لیا تھا۔ قہقروں اور سب سے مذاق میں ہنسا اُڑی،  
 یہاں تک کہ ایک جہاز مسرت اور چرچہ لگ گیا۔ تاکہ وہاں ڈوبتی ہی ہمارے  
 اور دنیا میں ہی ہوں گی مٹا جائے۔ دوسرے لوگوں نے بھی اپنے اپنے جہاز  
 کا انتخاب کر لیا تھا۔ خود پوگاں اس ایکسانی میں میں دھیر دھیر کر کے بیٹھ پڑا یا  
 اور گردن جھکا کر سر کر لے گا۔

”تمہارا انتخاب مرد ہے پوگاں۔“ میں نے مسکرتے ہوئے داوری۔  
 رات کے کھانے کے بعد جب میں اپنی قیام گاہ میں۔ اپنے بستر پر چڑھا  
 تو مجھے پہلے سے بستر میں کوئی اور وجود تھا، جسے دیکھ کر میں حیرت گیا۔ اس نے  
 سحر پاؤں تک ایک کپڑا اوڑھا ہوا تھا۔ لیکن کپڑے کے نیچے سے ایک سنوائی  
 جسم کے خطوط ایک دلکش چٹائی کھا رہے تھے۔ ”میں نے ان خطوط کو نہا۔ او  
 یہ شیراز کے علاوہ کسی اور کے نہ تھے۔ امان بھری لڑکی اپنا حق، اپنی جنت قبول  
 کرنے آگئی تھی۔ ”میسر ہنزون پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”دووانی۔“ صدیوں پرانے بوڑھے کیلئے یہ  
 کچھ بھی نہیں ہے۔ لیکن جیسو نے سے دل کو توڑنا لگا ہے۔ میں نے دل میں سوچا۔  
 اور مسر داتا اس کی طرف بڑھ گئے۔ اس کے جسم میں جیسے بیدار بھر گئیں۔ اں  
 نے گہرا کر جیسو سے چادر اُٹ دی۔ اور عین اسی نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔  
 ”یہ تمہارے بستر میں کیوں بٹھیرا ہے۔“ میں نے شرارت سے اس کی  
 طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”اسی اجازت سے آٹھ سو۔“ وہ کپکپاتے ہنزون سے بولی۔  
 ”میری اجازت۔“ میں نے حیرانی سے کہا۔



ہاں۔ تم نے کیا تھا کہ تم میں سے جو۔ تم ہاں سے دوست ہو جا کر آقا نہیں۔ اور میرے خاں جاز دی تھی کہ میں سے جو چاہے ایک دوست کو پسند کرے۔ سو میں نے ایک مرد کو پسند کر لیا ہے۔ شیراز نے مجھے باندھ لیا اور میں اس کی شرافت اور جلال کی بات کہی۔

خوب۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ میری پسند کرنے کا پابند ہے۔ چلو ٹھیک ہے۔ تم نے میرے لیے بہتے ہوئے حقوق خوب استعمال کئے اور سونے اپنے باندھ میں باقی انشائیہ کو بھی نہ بڑھ کر۔

دوسری بات ہے جو خوشگوار تھی۔ بہت سے چستے تھے۔ میری خوشی میری بات تھی۔ اس نے وہ سیرت منوں تھے۔ لیکن کچھ ہوتا تھا کہ کھلے تھے۔ اور جو تھیں ہی تھیں کیونکہ ان کی تعداد زیادہ تھی اور وہ مردوں کے محروم رہ گئی تھیں۔

میں نے زندگی سے ان کے ہاں سے سوچا۔ لیکن ان کے لئے میرے پاس کوئی حل نہیں تھا۔ سوائے اس کے کہ میں خود اپنی خدمات انہیں پیش کر دوں۔ لیکن میں بھی جانتا تھا کہ یہ خدمات پابدار تو نہیں ہو سکتی تھیں۔ اس کے علاوہ شیراز اب کسی دوسری عورت کی خدمت سے تفریق کیسے برداشت کر سکتی تھی۔ پورا دل سے اسے نہیں چھوڑا۔ باقی کچھ نہیں تھا۔ اور اس کی بات کر میں نے شیراز سے اس ہاں سے میں ذکر کیا۔ شیراز نے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ تم لوگوں کی تکلیف دور کروں۔ اس جہاز پر چھنے لوگ میان کے ساتھ ہیں اپنے سالن ہیں کیا تم ان کا اعزاز کرتی ہو۔

ہاں آتشوے۔ اس نے جذبات میں ڈوب کر آواز میں کہا۔ اس وقت وہ کسی دوسرے مسئلے پر غور کر رہی تھی کیونکہ وہ ایک مسئلے میں بھی غور کر رہی تھی۔ اگر جہاز پر موجود کسی بھی فرد کے لئے کوئی مسئلہ پیدا ہو جائے تو یہی طور پر جانے لگے۔

میں نے کہا۔

بستر لے پیدا ہو گیا ہو۔ اسے میں کس سے مل کرنے کے لئے کہوں۔ اس نے سوال کیا۔

میں سمجھتی ہوں۔ شیراز نے جڑی پہلی ہوئی۔ میں نے ذہنی طور پر اسے کیوں کر کے لئے اس کی ضرورت کا احترام کیا اور جب اسے سکون مل گیا تو پھر اسے اسی شکل پر یاد کر لیا۔

میں نہیں اپنے مسئلے کے لئے بھانوں کا شیراز۔ لیکن تم جذبات سے دور رہ کر اس پر غور کرو گی۔

اسی کہا گیا ہے آتشوے۔ وہ حیران ہو کر ہوئی۔

تم نے دیکھا ہے شیراز۔ جہاز پر موجود فوجیوں کے مابین اور اپنی پسندیدہ ادا کیوں کو اپنا لیا ہے۔

ہاں۔ اور سب بہت خوش ہیں۔

لیکن جو ناخوش ہیں؟

کیا مطلب؟

میں ان لوگوں کی بات کر رہا ہوں جن کے لئے ضرور جو ہیں۔

اودہ۔ ہاں۔ بہت سے چستے ہیں۔ وہ میں کیونکہ انہیں کسی نے پسند نہیں کیا۔

کیا مجھے ان سے ہمدردی نہیں ہونی چاہیے؟

لیکن تم ان کے لئے کیا کر گے؟

تمہارا کیا خیال ہے شیراز۔ زمینیں آجائے کے بعد تم کیا کرو گی؟

میں۔ میں۔ شیراز گہرائی میں کیا کر دوں گی آتشوے۔ سیرت سامنے کو کوئی راستہ نہیں ہے۔ اس کے بعد مجھے جہان سے ہاتھ کی خدمت ہو گی۔

تو میرے سونو شیراز۔ میں نے تہذیبی طور پر جواب نہیں دیا تھا۔ خود میری طرف متوجہ ہوئی تھیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب یہ ہے کہ تم مجھے پسند نہیں ہو۔ میں نہیں پسند کرنے لگا ہوں۔ ہاں میں جانتا تھا کہ میری طرف متوجہ ہونا۔

کیونکہ۔ میں۔ جانتا کہ میری دہریہ میں اس کو سن ہو گی۔ مگر میں نے تمہیں اتنا۔ میں نہیں۔ لیکن کیا تم میری صفات کو پسند کرتی ہو۔ سو میں نے دنیا کے ہندوؤں کے لئے خود نہیں ہوں۔ مگر یہ ہے کہ وہ دوسروں کو میری عورت کی خدمت میں۔

شیراز نے خود زہر دیا ہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ میرا اس نے سہے ہوئے لیے میں کہا۔ تو کیا تم مجھے جہاز دے آتشوے۔ مجھے تم کو دے گے۔

نہیں۔ میں نہیں ہرگز اپنے ساتھ رکھ سکتا ہوں۔ مگر ایک شہر پر مجھے وہ شہر منظور ہے۔

سو اوپر ذکر کے جواب دو۔ کیا تم اپنے دل میں اس قدر وسوسہ پاتی ہو کہ اپنی پسندیدہ باتوں کو دے کر دے۔

تمہاں سے لئے میں سب کچھ کر دوں گی آتشوے۔

تو تمہیں صرف یہ کرنا ہو گا کہ میری موجودگی کو نظر انداز نہ کرنا۔

میں نہیں سمجھتی۔

میں کسی کے لئے کچھ کرنا چاہوں۔ اور وہ بات تمہیں پسند نہ ہو تو اسے برداشت کرنا۔

میں ایسا ہی کر دوں گی۔

صرف برداشت کر دوں گی۔ بلکہ میں میری ہمدردی کر دوں گی اور تمہاری چیزیں شکن آلود ہو گی۔

میں تمہاں سے حکم کی تعمیل کر دوں گی۔ شیراز نے مجھ سے جلدی کے قصور سے بے حد خوفزدہ ہو گئی تھی۔ میں نے کہا۔

تو سونو شیراز۔ جو لوگ ان مردوں سے محروم ہیں۔ اگر ان میں سے کچھ

ہیکے قریب آنا چاہیں تو تمہیں اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ انہیں خوش رکھنا بھی میرا فرض ہے۔ میں نے کہا۔ دل کا حال تمہیں کیا بتاؤں پر و فیر۔ بول مجھ کو۔ میری نگاہوں کے سلسلے میں سامن تھا اور میں اس کا ہر جہاز۔ اس کی انفرنگ اس کی طرف بھی پیرا کر رہی تھی اور اپنی طرف سے بھی سرچھ کر رہی تھی۔ ہاں وہ جہاز پسند کرے۔ ان سے سروکار نہ تھا جہاز بقتاب کرتی۔

لیکن شیراز کے لئے میرا یہ فرض تکلیف دہ تھا۔ تمام عقل بھی رکھتی تھی۔ اس نے سوچا کہ میں اس کا محکم نہیں ہوں۔ میں نے تو ان سب پر احسان کیا ہے۔ اس لئے اس نے عقل سے کام لیا۔ اظہار تھی، توفیق تھی، جذبات سے بھر پور تھی، لیکن حالات سے بھی واقف تھی۔ اس نے میری باتوں پر غور کیا اور پھر حوصلہ سے سانس لے کر ہوئی۔

تم سمجھ رہا آتشوے۔ اور سمجھ رہا گھبراہٹ میں حقیقت کو جذب کرتی ہیں۔ میں تمہاری راہ کا ایک حقیر نہ کہوں۔ تمہارا کیا کیا کر سکتی ہوں لیکن اس کے بعد میری کیا حیثیت ہو گی۔

میں نہیں بتا چکا ہوں۔

کیا۔ مجھے تمہاری خوشی ملنی ہے گی۔

ہاں۔ میں حقیقت میں تمہارا رہوں گا۔

جب مجھے منظور ہے۔ لیکن اگر جہاز دو تو ایک درخواست کرنا۔

غور۔

میں تمہاری رازدار رہوں گی۔ میں ان کی بھی رازدار رہوں گی۔ یوں وہ میری احسان مند بھی رہیں گی اور یہ بھی محسوس کرتی رہیں گی کہ آتشوے سے حال میں میرا ہے۔ اس طرح وہ تمہاں سے اوپر تھانے کے کوشش کر رہی گی۔

نہیں۔ میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا۔ یہ صورت حال مجھے پسند نہیں آتی نہیں تھی۔ اکثر ان دلچسپیوں سے بھی روشتا نہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ میں نے اسے جہاز دے دی۔ دوسری۔ بلکہ ان کے دلوں کا حال بھی تمہیں ہی معلوم کر دے گی شیراز۔ ہاں ان میں سے کوئی ایسی ذمہ داری عورت پسند نہ کرے۔

تب مجھے خوشی سے منظور ہے۔

یوں یہ بات گزری۔ دوسری صبح وہ روزمرہ کے معمولات تھے۔ اہم سامنے بیٹھ کر سمجھ رہا تھا۔ دیکھ کر اس کا حال تھا کہ کائنات میں صرف اس جہاز کا وجود ہے یا اس پر موجود انسانوں کا۔ باقی سب سندر ہے۔ صرف سندر۔ سرت اور کے لوگ وہ روزمرہ کے اہلکار دیتے بہتے تھے اور ان میں کوئی خاص بات نہ تھی۔

اسی دوسری ملاقات۔ ابانیہ سے ہوئی۔ یہ لوگ اس کی بہن تھی۔ وہ اپنی جگہ پہنچ گئی تھی اس کی روک اس کے لئے لوگ اس سے سیر اور قریب کیا تھا اور جب میں نے دوا دلائی تھی۔ یہ بھی محروم لوگوں میں سے ایک تھی اور دوسروں کی طرح خیر خواہ۔

اس وقت میں جہاز کے ایک کونے میں بیٹھ کر اس کے ہر دہر کا جائزہ

لے رہا تھا کہ ابانیہ کے قدموں کی بہت مستانی تھی۔ میں نے بات کر دیکھا تو وہ لکڑی کے تھیں میں ایک خوش رنگ سیٹل نے لکڑی تھی جس سے ہلکی ہلکی جھانک رہی تھی۔

اودہ۔ ابانیہ۔ میں نے خوش خلقی سے کہا اور اس کی سنگینی ہوئی سیاق و سباق میں میری طرف اٹھ گئیں۔ چلے لے وہ میری طرف دیکھتی ہی نہ جلتے اس کے ذہن میں کیا خیالات تھے، لیکن میرا یہ دیکھ بھل۔ اور جہاز سے ہونے والا یہاں اپنے ہاتھوں پر ابنا برتن میری طرف ڈھالائی ہوئی ہوئی۔

۔۔۔۔۔

میرا خوش رنگ ہے۔ کیا تم نے میرے لئے تیار کیا ہے۔ میں نے برتن اس کے ہاتھوں سے لیتے ہوئے کہا اور اس نے معصومانہ انداز میں گروں ہلا دی۔ تب میں تمہارا شکر ادا کر رہا ہوں لڑکی۔

میں اب اپنے گھر میں تھی۔ تو رہنا تھی۔ یہ میرا پسندیدہ شہر ہے۔ میرے دل میں خواہش تھی کہ میں اپنی پسندیدہ چیزیں پیش کر دوں۔ اس نے کہا۔ اور میں نے برتن منہ سے لگا کر اس شہر کو بچھا۔ بلاشبہ بے حد ترقی تھا۔ اس میں گوشت اور برتن کے پرزے شامل تھے۔

تمہارا پسندیدہ شہر ہے۔ میں نے توفیق کی اور اس کی اچھلی میں خوشی کی چمک لہرائی۔ میں گھونٹ گھونٹ کے شور بٹاتا رہا اور پھر چمک کر بولا۔ اودہ۔ یہ شور بٹاتا میرے کہ میں نہیں اس میں شریک کرنا چاہوں گا۔

ہم کوئی حلقہ نہیں ہے۔ کیا تم اسے سیرک ساتھ مینا پسند کر دو گی؟

تم تو سیرک سامنے میں بہت کچھ معلوم کئے آتشوے۔ وہ ہنسنے سے بولی اور میں چمک کر اسے دیکھنے لگا۔

میں نہیں سمجھا ابانیہ۔

میں نہیں سمجھا بھی نہیں سکتی۔ اس نے اسے اس کی لکڑی اور ایک طرف چل چڑی۔ سیرک نے اس کی یہ کیفیت سمجھنا مشکل تھا پر و فیر۔ کیسی پر لطف بات تھی۔ یہ جہاز عشق کا جہاز نہیں تھا انسان کی جلدی حالت کو بھول جانے کا مادی ہوتا ہے۔ چند روز پہلے ان کی کیا حالت تھی لیکن اب ہر روکی اور ہر نوجوان عشق کے چکر میں تھا۔ مجھے نہیں آتی۔ لیکن ابانیہ۔ اس کی عمر بھی بہت کم تھی۔ شیراز سے بھی کم۔ جو اس کے خدخال میں تھے۔ لیکن سیرک تو یہ سیرک جسم کے سامنے اس کی جانی حیثیت کچھ بھی نہ تھی اور پھر میں۔ میں اب اس جہاز پر میں جوت کی حیثیت سے ہر کچھ میری عظمت کو دیکھ رہی تھی۔ معمولی معمولی لڑکیاں سیرک حوصلے کے خواب دیکھنے لگی تھیں۔

اس نے ایک گہری سانس لے کر پر و فیر فرزانہ اور فرزانہ کی طرف دیکھا۔ اور پھر چمک کر بولا۔ اودہ۔ تمہاری اچھلی کی جی تمہاری چمکان کا اظہار کر رہی ہے پر و فیر۔ میرا خیال ہے آج کی داستان میں ہلکے۔ باقی کل۔







نکاح میں اٹھ کر مجھے دیکھا اور دوسری صورتوں کو دیکھنے لگی۔ چہرہ اٹھ کر  
میں نے ایک آنکھ سے اس کا چہرہ دیکھا تھا۔ میں نے دیکھا تھا۔ اور پھر  
میں نے آہستہ سے کہا۔  
"آج رات کو۔ اپنی خلوت میں اپنی خواب گاہ میں تیرا انتظار  
کروں گا ابانہ۔"

وہ سو سو چلی۔ لیکن میں اپنے الفاظ کو ہر اکڑ کے بڑھ گیا تھا۔  
اور مجھ میں دوسروں کی طرح یہ گم ہو گیا۔ مجھے یہ یقین تھا کہ میری کسی لڑکی کو  
رات کی دعوت دلا اور وہ میری دعوت کو نظر انداز کرے۔ ایسا کبھی نہیں  
ہوا تھا۔ میری بات میری طویل زندگی میں بھی نہیں ہوئی۔

چنانچہ اس رات۔ جب میں اپنے بستر پر ملازمہ کی کسی کمرہ کا انتظار  
کرتا تھا۔ کوئی آیا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے سکرانی  
ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ اور پھر چمک چلا۔  
"تو وہ شہزادہ تھی نہ ابانہ۔ وہ ایک اور لڑکی ہوتی تھی، جس کا  
میں شکل آشنا تھا۔ وقت کا تو میں تھا۔ تم۔ اب میں نے کہا اور اس نے  
گردن جھکا لی۔"

"تم کہاں کیوں آتی ہو۔" میں نے اس سے پوچھا۔ لیکن اس کے  
ہونٹوں سے آواز نہ نکلی۔ میں اس کی ہنسنے والی چہرہ پر دیکھتا تھا۔  
لڑکی بالکل خاموش تھی۔ دوسری لڑکیوں کی طرح وہ بھی جوان اور صاف تھی۔  
میں سارا نے ایسی ہی لڑکیوں کا انتخاب کیا تھا۔ جو میرے جوان ہوں۔ خوبصورت  
ہوں۔ اور ان کی عمدہ قیمت مل سکے۔ میرے حال لڑکی کی خاموشی ایک ہی کہانی  
دوہرا رہی تھی۔ زندگی کی کہانی ضرورت کی کہانی۔ جس کے علاوہ کائنات میں  
اور کوئی کہانی نہیں ہے۔

آج نہ ہی کل وہ میری ہنسنے میں منور شامل ہوئی۔ حالات ایسے  
ہی ہو گئے تھے چنانچہ کل کے بجائے آج میں نے اسے قبول کر لیا۔ اس بات  
سے سوالات بیکار تھے۔ ایسے سوالات جن کے جواب یہ تھے کہ وہ خود  
کو خفیہ محسوس کرے، چنانچہ میں نے بوجہ بدل لیا اور اس کی بخوبی کے نیچے ہاتھ  
لگاتے ہوئے پوچھا۔

"تم ناراض کیا ہے۔"  
"اتنا۔" اس نے جواب دیا۔  
"ہاں پر تمہارا کوئی اور عزیز موجود ہے۔"  
"تمہارے سوا کوئی نہیں۔" اس نے جذبات انگیز آواز میں جواب دیا۔  
"تم میرے سب کچھ ہو۔ تم میرے محبوب ہو۔" اس نے اسی انداز  
سے جواب دیا۔

"ہوں۔ لیکن تم نے اچانک بیان آنے کا فیصلہ اس طرح کیا۔"  
"میری دل خواہش تھی۔ لیکن۔" شہزادہ نے اس سے پہلے کہ وہ منظر نظر  
میں بھی تھی۔ میں دل پر جبر کر کے رہ گئی، یہاں دوسری لڑکیوں نے اپنے محبوب

اور مردوں نے اپنی موبائیں منتخب کر لی تھیں۔ میری قسمت میں یہ نہ تھا۔  
لیکن۔ کچھ دیر قبل کی شہزادہ ابانہ کی گفتگو نے میرے اندر جرات پیدا  
کر دی ہے۔ اس نے بتایا۔  
"اوہ۔ کیا ان دونوں کے درمیان کوئی گفتگو ہوئی تھی؟ میں نے  
دلچسپی سے پوچھا۔

"اے۔ ابھی تھوڑی دیر قبل۔ ان کے درمیان ایک ایسی گفتگو  
ہوئی تھی میں نے مسٹر اندر بیان آنے کی جرات پیدا کر دی۔"  
"کس گفتگو ہوئی تھی۔" مجھے بتاؤ شہزادہ۔  
"ابانہ شہزادہ ابانہ تھی۔ شہزادہ نے اس کا رات روک لیا۔ اس نے  
پوچھا کہاں جا رہی ہو ابانہ۔ تو ابانہ نے اسے فستے بتا دیا کہ تمہارے پاس۔"  
"کیوں۔" شہزادہ نے سوال کیا۔

"اس نے کہا کہ اس نے مجھے اپنی خلوت میں طلب کیا ہے۔" ابانہ نے جواب  
دیا۔ "شہزادہ ابانہ۔ اس کے پاس نہ جاؤ۔ وہ کسی کامروا نہیں ہے۔"  
کیا فائدہ۔ میری حیثیت سے عبرت حاصل کرو۔ میں نے ایک ماٹ اس کے  
ساتھ گزاری۔ اور اب زندگی بھر کی مرد کی آغوش مجھے سکون دے سکے گی  
وہ آگ ہے۔ اس کی قوت روح کو بھی بک کر خاک کر دیتی ہے اور پھر وہ  
ٹھکرا دیتا ہے۔ ہمیشہ کیلئے۔ اور اس کی بخشش ہوئی آگ ہم کو بھی کھنکھاتی  
رہتی ہے۔ وہ کسی کامروا نہیں ہے ابانہ۔ وہ تو آسمان سے اترا ہوا

دو بتابہ جہاز ایک دن چائے درمیان سے چلا جائے گا۔ اور پھر کبھی اس  
نہیں آئے گا۔ ہم سگتے رہیں گے۔ نہ جا میری بہن اس کے پاس نہ جا۔  
وہ بے جی سے ٹھکرا رہا تھا ہے۔ میں ٹرپ رہی ہوں۔ صرف مجھ سے  
ہمزدی کر۔ خود اس آگ کا تماشا نہ دیکھ۔ اور شہزادہ رہنے لگی، تب  
ابانہ جو نوخیز ہے۔ المخریہ، ہم گئی۔ اور رگ گئی، اس نے تمہارے  
پاس آنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اور اب دونوں ایک دوسرے سے بھڑکی  
کر رہی ہیں۔ اتنا رات نے ملکی ہی نہیں ہے کہا۔

لیکن میں سنجیدہ تھا۔ مجھے انہیں ہونے لگی تھی۔ میں نے اتنا  
کی طرف دیکھا اور پھر اس سے بولا۔ "تم نے یہ گفتگو کیسے سنی اتنا۔"  
"اتفاق ہے۔ میں بھی اسے سنا کر رہی تھی۔"  
"لیکن تم نے ان کی گفتگو سے عبرت کیوں نہ حاصل کی۔"

"کیونکہ میری سوچ ان سے مختلف ہے۔" میں نے دل میں کہا  
آرزو تھی۔ میں یہی کہتا تھا کہ تھی۔ لیکن ناقابل حصول تھی۔ میں نے  
اس گفتگو کو پڑھا۔ میں نے سوچا۔ اس رات تم ابانہ کے منظر ہو گے۔ لیکن  
نہ پہنچے گی۔ اور تم انتظار کرو گے۔ میں نے سوچا۔ پسند کا حصول تو زندگی  
میں کر دیتا ہے، اس کے بعد موت بھی آجائے تو کیا حیثیت رکھتی ہے۔ ساری  
زندگی کی عمر اس ایک رات کا حصول ہے۔ اگر زندہ رہنا ہو تو ابانہ  
زندگی اس لذت کے احساس میں گزار دو۔ وہ پیش تو نہ ہے گی۔ سگتے کے بھی

انداز ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ پاتے کی آرزو میں سگتے ہیں۔ کچھ کھونے کے غم  
میں۔ دونوں کی حیثیت ایک ہوتی ہے۔ پھر یا کر کہیں نہ لگا جائے ناگوار  
طبع، اس کا کم باقی نہیں ہے۔"

اور میں اس کی گفتگو پر چمک چلا۔ غیر معمولی قوت تھی۔ گہری  
سوچ کی مالک۔ اور اس کی بات مجھے پسند آئی۔ میں نے اپنی خوش اس کے  
لئے وا کر دی۔ "میں اس رات کے لئے نہیں پسند کرتا ہوں اتنا۔ تم اس سے  
بہتر ہو۔" اور وہ میری آغوش میں جا گئی۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی طرف  
لکھن اور آخری رات ہے۔ وہ جی سوداگر تھی۔ چنانچہ اس نے زندگی کی  
بازی لگا دی۔ اور اس رات میں وہ کچھ حاصل کر لیا چاہا جو اس کی منزلت تھی۔  
چنانچہ اس نے رات کے آخری لمحات میں بھی مجھ سے سوئے دیا۔ اس کی بس  
ایک ہی آرزو تھی۔ یہ رات اس انداز سے گزرتے۔ کہ دوسری صبح اس میں  
زندگی نہ ہو۔ اور اس کی۔ آرزو پوری ہوئی۔

اس کی یہ کیفیت تھی۔ اگر میں غیر معمولی انسان نہ ہوتا تو میری  
بھی یہی کیفیت ہوتی چاہیے تھی۔ جس کو نہ جانے کوئی قوت متح کر کے وہ میری  
خواب گاہ سے باہر نکلی۔ چلتے وقت اس نے مجھ سے کہی نہیں کہا تھا اس کا  
چہرہ زرد تھا۔ وہ حال تھی، لیکن اس کے ہونٹوں پر ایک فاختہ مسکراہٹ  
چمکی ہوئی تھی۔ لیکن یہ دن۔ واقعات کا دن تھا اس کا پیکلہ دن میں  
زندگی کی رفتار دست نہ رہی۔ ہوا یوں کہ مسئول پر چڑھے ہوئے لوگ  
اچانک چمکنے لگے۔ اور ان کے الفاظ صاف سنائی دیتے تھے۔  
"زمین۔ زمین۔"

اور یہ الفاظ سن کر سب ہی چمک پڑے تھے۔ سب ایک جگہ  
جمع ہو گئے تھے۔ اور سب کی گردنیں اوپر اٹھی ہوئی تھیں۔ ان کی حالت  
اسی طرف متوجہ تھی۔  
"زمین۔ زمین۔ زمین نظر آرہی ہے۔" اوپر والوں نے

نیچے والوں کو آواز دی۔  
"کون سے رخ پر۔" پوگاس نے پوچھا۔  
"بوجھ سے سوج بلند ہوا ہے۔" جواب ملا۔ اور نظروں  
بیک وقت سوج کے طلوع ہونے کی سمت مڑ گئیں۔ لوگ زمین تلاش  
کرنے لگے۔ لیکن خود میری بنیانی نے بھی کامیابی حاصل نہ کی۔ یا پھر سڑک  
کی بلند موجیں ہماری نگاہوں کے سامنے حاصل تھیں۔

تب آگے میں اور پیچھے پوگاس مسئول کی بیڑی سے اتر جانے  
لگے۔ اوپر والے دوسری بیڑی سے نیچے آئے تھے کیونکہ مسئول پر چڑھو  
انہوں نے زیادہ وزن ڈالنے کے حق میں نہیں تھے۔  
تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں مسئول پر کھڑے اس بھوری  
لیٹر کو دیکھ رہے تھے جو صاف نظر آرہی تھی۔ پوگاس کو اس بارے میں  
کوئی خبر نہ ہو۔ میں بخوبی پہچان گیا تھا کہ وہ زمین ہی ہے۔ اور

یہاں سے جہاز والوں کی زندگی کا ایک نیا باب کھلے گا۔ نہ جانے وہ کیسی  
زمین ہے۔ وہاں کون لوگ آباد ہیں۔ بات صرف یہی نہیں تھی کہ زمین  
زمین مل گئی تھی۔ ممکن ہے وہ بھی گستاخو کیسی سردار کی زمین ہو  
اور وہاں مشکلات ہماری منظر ہوں۔

لیکن دوسروں کے ذہن میں اب بھی یہ بات نہیں پیدا ہوئی  
ہوگی۔ وہ تو زمین کے تصور سے خوش ہیں اور یہ خیال باندھے ہوئے ہیں  
کہ میں ہند میں جے گا ہی پر اس انشل کے دروازے کھل جائیں گے اور وہ اپنی  
اپنی مرضی کے مطابق جہاں چاہیں گے، منہ اٹھا کر رخت سفر باندھیں گے۔  
"وہ زمین ہی ہے آتشوں۔" پوگاس نے خوشی سے زندگی ہوئی  
آواز میں کہا۔

"ہاں پوگاس۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن کیا تم اتنی دور  
سے اس زمین کو پہچان سکتے ہیں۔"  
"میں نہیں جانتا۔" آتشوں نے۔  
"ہم زمین پر ضرور اتریں گے آتشوں۔ لیکن جس اس کی مشکلات  
کا بھی خیال رکھنا ہوگا۔"

"مشکلات۔" پوگاس کی بوجھ میں اب بھی کچھ نہیں آیا تھا۔ وہ  
دیوانہ بھی دوسروں کی مانند صرف زمین نظر آتا ہے نہ خوش تھا۔  
مکیم اس کے لیے اس میں وثوق سے کہہ سکتے ہو کہ وہ ہنٹوں کی سر زمین  
نہ ہوگی۔ ممکن ہے وہاں ایسے لوگ آباد ہوں جو وہاں ہمارے قیام کو پسند نہ کریں۔  
"اوہ۔" پوگاس کا چہرہ آفریں۔ اب اس نے بھی جھمکی سے اس  
مسئلے پر غور کیا۔ چند لمحے سوچا پھر بولا۔ "ہاں۔ میں ممکن ہے کہ وہ اسی  
زمین نہ ہو جہاں ہمارے لئے آرائشیں مینا ہو سکیں۔ لیکن کیا اس تصور کے ساتھ  
ہم اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھ جائیں گے۔"

"ہرگز نہیں۔" یوں تو ہم کسی بھی زمین کے بارے میں وثوق سے کچھ  
نہیں کہہ سکتے۔ میری ملازمت یہ ہے کہ ان زمین کی کئی مشکلات کے لئے خود کو  
پوری طرح تیار کر کے ہمیں اس طرف کاروبار کرنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم خوشی  
میں اگر مشکلات کا شکار ہو جائیں۔"

"تو درست کہتا ہے آتشوں۔ میں تمام خطرات کے  
کریں چاہیے۔ لیکن یہاں بھی تو ہماری رہنمائی کر رہیں کیا کرنا چاہیے۔"  
"جہاں کے تمام جوان تیری بات مانتے ہیں پوگاس۔ تو ان میں ایک  
برتر شخصیت لکھا ہے۔ ان لوگوں سے گفتگو کر کے انہیں ہر مشیہ اور کئی خطرات  
کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رکھ۔" اچانک پاس بہت سی تیار موجود ہیں۔ ممکن ہے  
ان کے استعمال کی ضرورت آجائے۔ زندگی گزارنے کے لئے ہر لمحے سپر گری کے  
فن سے آشنا رہنا ضروری ہے۔

"میں تجھ سے متفق ہوں۔ کیا میں ان منظر نگاروں میں جاؤں اور  
انہیں ان باتوں سے آگاہ کر دوں۔" پوگاس نے پوچھا۔



ہاں۔ بادلوں کے رخ بھی تبدیل کرانے میں تیز رفتاری سے اس طرف سفر کرنا چکا تھا کہ آسمان کے ٹپوں ہونے سے قبل اس زمین پر اتر کر اس کا جائزہ لے سکیں۔

ہنگام تیزی سے واپس پلٹ پڑا۔ اور پھر وہ اسی تیزی سے ٹھیکہ لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد سامنے جہاں اس کے گردیم تھے اور وہ اس میں ہدایات سے آگاہ کر رہا تھا۔ میں نے ان لوگوں کے چہرے پر بے چارہ مسرت دیکھی۔ سب تیزی سے کھڑی ہو کر اس میں مصروف ہو گئے تھے۔

بادلوں کے رخ بدل دیتے گئے۔ اور پھر وہ ان لوگوں کے توجہ بٹھانے کے لیے توجہ مرکوز کر کے تیز رفتاری سے سفر کر رہے تھے۔ سواری میں مصوری کیریمق رفتاری سے واضح ہوتی گئی۔ میری تیز نگاہیں اس زمین کا جائزہ لے سکتی تھیں۔ مجھے اس پر درختوں کے جھڑے نظر آ رہے تھے۔ بھوکے کنارے سناٹا تھا اور وہاں انسانوں کے نقوش موجود نہیں تھے۔ بہت دور ہونے کے باوجود میں نے اندازہ قائم کیا کہ اگر زمیں آباد نہیں ہے۔ آبادی ہے تو درختوں کے دوسری طرف ہے اور یقیناً وہاں ایسے لوگ آباد ہیں جو ابھی جدید تر گیوں سے روشناس نہیں ہوئے ہیں۔ اور میں ایسے لوگوں سے خوب واقف تھا۔ خاصہ سیریسک علاقہ اور کون انھیں جان سکتا تھا۔

جہاز زمین کی طرف چلتا رہا۔ جہازوں میں بے حد خوش و خروش تھا۔ میرا دین متصادم خیالات کا شکار تھا اور میری توقع سے بہت پہلے جہازوں نے جہاز کو ریت کی زمین پر پہنچا دیا۔ اب سب لوگ اس زمین کو توجہ سے دیکھنے لگے تھے اور دیکھنے والے دیکھ رہے تھے۔ خوشی سے ہلکے ہلکے میں میں دیکھ رہا تھا اور بہت دور تک دیکھ رہا تھا۔ میں اپنے خیالات پر اٹھ کر طویل و عریض زمین پر کسی جہاز کا وجود نہیں تھا۔ انسان تو کہاں جاؤ گی نہیں نظر آ رہے تھے۔ ہاں درختوں کی کثرت تھی جن میں نارل، تار اور دوسرے درخت بھی نمایاں تھے۔ کھجوروں کے درختوں کی بھی بہت سی تھی۔ گویا زندگی گزرنے کے لوازمات موجود تھے۔ سوائے پانی کے۔ پانی مجھے نظر نہیں آ رہا تھا۔ اور سیریسک زمین میں یہ علاقہ آباد نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی آتی تھی کہ یہاں پانی موجود نہیں ہے۔

جہاز پر اب بھی پانی کا بہت بڑا ذخیرہ موجود تھا۔ لیکن اتنا بھی نہیں تھا کہ کوئی مستقبل انتظام نہ ہونے کے باوجود زندگی گزارا جاسکے۔ ان حالات میں یہ بیکار زمین تھی۔ لیکن بالکل بالائی بھی نہیں تھی۔ درختوں کی نمو بھی آخر کی چیز سے ہوتی ہوگی۔ کم از کم زمین کے نیچے ایسا پانی ضرور موجود ہے جو درختوں کو زندہ رکھنے میں مددگار ہو سکتا ہے۔ درخت یہ علاقہ سرسبز ہوتا۔ بالآخر جہاز اترنے پانی میں پہنچ گیا جہاں سے وہ آگے میں بڑھ سکتا تھا۔ اور اظہار بازوؤں والے جہازوں نے جو چوڑ دیئے۔ میں نیچے اترنے لگا اور پھر ان کے درمیان پہنچ گیا۔ انھوں نے مجھے اپنے دنیا نمایاں جگہ دیدی تھی!

اب کیا حکم ہے آشورے۔ ہم تیسری زمین کی منتظر ہیں؟ ہوگا اس نے آگے بڑھ کر کہا۔

سواری کی روشنی میں ابھی کافی جاں باقی ہے۔ تمام درختوں کے جہاز تھپتھپاؤ سے سنبھل کر سرسبز ساٹھ آئیں۔ میں اس زمین کا جائزہ لو لگا۔ پانچ جہازوں کی مسلح ٹولیاں زمین میں پھیل کر آتی تھیں۔ وہ جہازوں سے انھیں دیکھا جائے۔ اس کام کے لئے دو آدمی سبز کپڑوں پر چڑھ جائیں، جہاں سے وہ ان ٹولوں پر چڑھ سکیں اور باقی جہاز تھپتھپاؤ سے پس جہاز پر منتظر رہیں تاکہ کوئی خطرہ پیش نہ ہو تو فوری طور پر اس سے ہٹنے کی سہی کر سکیں۔ عورتیں حسب معمول خوراک وغیرہ کی تیاریوں میں مصروف رہیں اور ایک خاص ہدایت اور یاد رکھی جائے۔ وہ یہ کہ فوری طور پر پانی کا استعمال کم سے کم کر دیا جائے۔ تاکہ کم قابل استعمال پانی تیار نہ کر لیں۔

دیکھا تمہارا دینہ آشورے کی ہدایات سمجھ گئے۔ ہوگا اس نے دوسرے لوگوں کی طرف رخ کر کے کہا۔

ہاں۔ ہم نے سن لیا۔ ہم ایسا ہی کریں گے۔ جی ہدایت میں ہے۔ سب تک وقت کہا۔ اور پھر میں نے اس زمین کا انتخاب کیا جہاں میں ہوگا شامل نہیں تھا۔

دیکھئے کیا حکم ہے آشورے۔ ہوگا اس نے پوچھا۔

تمہارا جہاز پر سہارہ ضروری ہے ہوگا اس نے۔ تمہارا جہاز زمین پر ہلانے لے رہی ہے۔ ہم نہیں مانتے اس کی کیفیت ہے۔ یہاں کسے حالات ہائے منظر ہیں۔ اس لئے جہاز ہمارے لئے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ ہم ان لوگوں میں سے زمین اور منظم شخصیت کے مالک ہو۔ اس لئے تم بہتر طور پر اس کی نگہبانی کرنا چاہئے۔

جو حکم آشورے۔ ہم تیسری زمین کی منتظر ہیں؟ ہوگا اس نے پوچھا۔

دوسرے پانچ جہازوں کی ٹولیاں بھی ختم ہو گئیں۔ اور پھر وہاں کوئی اور کسے ریت کی زمین پر آ گئے۔ میری نرم ریت میں پاؤں چسپاں تھے۔ ریت شفاف تھی۔ اس پر کوئی نشان نہیں تھا۔ اگر ریت پر نشان ہوں گے بھی تو ان کی ترتیب بجا کر ہوتی ہوگی۔ ریت بلند یوں کی طرف کی تھی جہاں ہم پہلے پہل پہنچ کر رہے تھے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ ریت کی جھڑی پر پہنچ گیا جہاں سے ڈھلان شروع ہوتے تھے۔ ہمارے اس علاقے کی صفائی کی ذمہ داری اپنے لاکھوں پر تھا۔

تمہی۔ اس لئے درختوں کے سوکھے ہوئے پتے اور دوسری چیزیں بہت قرب سے آگے لائیں۔ میں سمجھتی تھیں۔ ڈھلان پر پہنچنے پہلے ہماری نگاہ ایک چمچ پر پڑی۔ شاید وہاں بھی کچھ تھا۔ اچھا ناسا جھٹکا موٹا جھٹکا معلوم ہو رہا تھا۔ اس میں بعض کا کوئی نشان نہیں تھا۔ شاید بہت پرانا تھا۔

ہم اس کے قریب پہنچ گئے اور غور سے اسے دیکھنے لگے۔

ساخت سے تیار ہو کر وہاں پہنچ کر انھیں۔ بلکہ کسی جہاز کے کابینہ پر۔ لیکن اتنا چڑا چڑا۔ اس دور میں کچھ نہیں تھا۔ میں نے ابتدائی دور میں بہت بڑے بڑے جانور دیکھے تھے۔ ان کے اور بھی عجیب و غریب، لیکن جہازوں وقت گزرتا رہا۔ وہ جانور محفوظ ہوتے گئے۔ شاید ان کی مشکلات کم کرنے کیلئے حکم قوت نے انھیں فنا کر دیا تھا۔ ورنہ اگر وہ باقی ہوتے تو دنیا کی ترقی میں بہت بڑی رکاوٹ ہوتے۔

میں نے پچھتو اس جانور کی ساخت کا پتہ لگایا۔ اور پھر غور کرنے لگا کہ پھر تمہارا پتہ کیا ہو سکتا ہے۔ اگر یہ زیادہ پرانا نہیں ہے تو اس سراسر زمینی پر اس کی موجودگی کسی بھی ممکنہ طور کی علامت تو نہیں ہے۔ کیا ایسے ہی دوسرے جانور بھی یہاں موجود ہو سکتے ہیں۔

میسٹر آواز سے پھر تمہارا پتہ پڑا نہیں تھا۔ ہم میں غائبے ساتھیوں سے اس کے بارے میں کوئی شکوک نہیں کی اور آگے بڑھ گیا۔ باقی لوگ منتشر ہو گئی تھیں۔ اور میں سیدھا درختوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔ بے حد کھٹے کھٹے تھے۔ جن کے درمیان راستہ تلاش کرنا بھی مشکل تھا۔ لیکن میں نے مشکلات کی پرواہ کی تھی۔ ہاں ان لوگوں کا خیال غور تھا۔ جو سیریسک ساتھ تھے۔ اس لئے میں نے انھیں پشت پر رکھا تھا اور خود آگے چل رہا تھا۔ سواری میں اب بھی زندگی تھی۔ دشمنی درختوں سے جہاں بھی تھی اس لئے زمین بھی صاف نظر آتی تھی۔ اس کے علاوہ سیریسک کان موکھے ہوئے پتوں کی چاپ پر بھی لگے ہوئے تھے۔ لیکن یہ کوئی جھگڑا نہ تھا۔

لیکن خاموشی تھی۔ نظر ہر کوئی خاص بات نہیں تھی۔ لیکن میرا تجربہ کہتا تھا کہ کوئی خاص بات ضرور ہے۔ اس جتنے میں جانوروں کی کمی۔ ہم موجود کسی خاص بات کی علامت ہے۔ سوائے جہاز کے کوئی اور جانور کے اور کوئی جانور نہیں نظر آ رہا تھا۔ ان جانے اس کی کیا وجہ تھی۔

وجہ نامعلوم تھی۔ میں درختوں میں آگے بڑھتا ہوا سیریسک خاموش تھے۔ شاید وہ اس پر سراسر ماحول سے خوفزدہ رہتے تھے۔ بہت دور کھٹے کے باوجود درختوں کا سلسلہ ختم نہ ہوا۔ ہاں آگے جا کر یہ سلسلہ زیادہ گھٹا نہیں تھا۔ بلکہ پھر بڑھ گیا تھا۔ لیکن اتنا لڑنے کرنے میں کافی وقت لگ گیا تھا اور جاک بک یوں محسوس ہوا تھا۔ جیسے سورن کا گولہ ایک جگہ سے سمندر میں گر پڑا ہو۔ ایک ہی تاریکی پھیل گئی تھی۔

تب میں نے سوچا کہ اگر میں تنہا ہوتا تو دن کی روشنی کی بات کی تاریکی کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ لیکن سیریسک ساتھ دس جہازوں کی زندگی کا سوال ہے۔ ان کی زندگی کو خطرات پیش آسکتے ہیں۔ اس لئے آج کی ہم جہاز ترک کر کے جائے اور باقی کام کل پر چھوڑا جائے۔ چنانچہ میں نے واپس کا حکم دیا اور لوگوں نے اطمینان کی سانس لی۔ شاید وہ لوگ خود بھی یہی چاہتے تھے۔ واپس کا سفر بہت تیزی سے کیا گیا۔ کیوں کہ ہم جلد سے جلد ان درختوں سے ٹھکرا جانا چاہتے تھے۔

اور پھر تیسری جگہ پہنچے یا واقعے کے ہم درختوں کے درمیان سے نکل آئے۔ ویسے میں اس سراسر زمین کے بارے میں زیادہ پرستش نہیں تھا۔ حالات تباہ تھے یہاں فطرت موجود تھی۔ میرے لئے تمام فطرت بے خبر تھی۔ لیکن ان لوگوں کی زندگی کی حفاظت پر صاف میرے ذمہ آتی تھی۔ ہم جہاز پر پہنچ گئے۔ دوسری ٹولیاں بھی واپس آ گئی تھیں۔ وہ آگے اپنے ساتھ بہت سے ڈھلان پر چڑھ گئے تھے۔ اور انھیں صاف کر دیا گیا تھا۔ یہاں پہنچنے پر انھوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ سب میں گھیر کر کھڑے ہو گئے تھے۔

تم میں سے کسی نے کوئی خاص بات معلوم کی؟ میں نے پوچھا۔

کوئی خاص بات نہیں خجالت و دہندہ۔ سوائے ایک کے۔ ایک ٹولی کے آدمی نے کہا۔

وہ کیا؟

میں اپنی ٹولی کے ساتھ جنوبی سمت گیا تھا۔ ہم لوگوں نے کافی تیز رفتاری سے سفر کیا تھا۔ راستے میں ہمیں ہمارے کچھ بڑے جانور تھے لیکن ایک ازہر چرخہ کا سا جسم کی گردن سلامت تھی لیکن اس کی نگاہیں ہم کی ڈھلان تک چلائی گئی تھیں۔ عجیب حالت تھی اس کی؟ خوب! میں نے دیکھی ہے کہا۔ تھکے خیال میں وہ چمچہ کٹنا پڑا ہوگا!

زیادہ نہیں۔ کیونکہ کثیر کی گردن کا گشت مڑ رہا تھا۔ ہوں۔ کوئی بہت بتاتی تھی تم نے؟

جنوبی سمت!

ٹھیک ہے۔ کل اور کجاڑہ میں تھے۔ میں نے اس علاقے پر کسی خاص جوش یا جذبہ کا اظہار نہیں کیا۔ اور سب منتشر ہو گئے جہاز پر موجود لوگوں کے اطمینان کی کوئی فرق نہیں آیا وہ اسی طرف اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے جس طرح سمندر میں سفر کرتے ہوئے رہتے تھے۔ پھر رات کے کھانے کے بعد میں نے انھیں کچھ اور ہدایت دیں۔ احتیاطاً میں نے وہ آدمیوں کو سوجھ اور پڑا اور آٹھ آدمیوں کو ہمارے کناروں پر سے لے لے لیا۔ ان کے ان کے اوقات خوراک کیے۔ پوری رات کے لئے چادر باریاں ترتیب دی گئی تھیں جن میں اپنے اپنے وقت پر پرو دیا تھا۔ میں نے انھیں خصوصی ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

چونکہ یہ سراسر زمین ہمارے لئے نئی اور بالکل اجنبی ہے لیکن یہ یہاں کی رات۔ یہاں بے لالہ درختوں کے لئے شکار کا وقت ہو سکتا ہے یہاں وحشی لوگ آباد ہیں جہاز کو دیکھنا چاہئے گئے ہوں، اور رات کی ٹانگ میں ہوں۔ اس لئے بہرہ مننے والی پارٹی کی پوری پوری ذمہ داری ہے کہ وہ جاگ کر وہاں ہوشیاری سے قرب دھار کے ماحول پر نگاہ رکھیں اور اگر کوئی خطرہ پیش آئے تو شہر جا کر سب کو رشتہ کر لیں۔ اس کے علاوہ ہم نے لالہ اپنے اپنے ہتھیاروں کے ہلکے سبکی کی فوری ضرورت پر اپنی ہتھیار







نہایت کی برقی حقیقتوں کے لئے مار نہیں معلوم کئے تھے۔ لیکن ان حالات میں یہ ممکن بھی نہیں تھا۔ میں اس سے گناہ کر اپنے شامل نہیں شروع کر سکتا تھا بہر حال میں نے انھیں ایک بڑی مصیبت سے نکلایا تھا۔ لیکن ابھی ان کی زندگی کو کوئی مناسبہ نہیں مل سکتی تھی۔ اور انھیں دریاں یا چوڑی دریاں کی ممالک تھیں۔ اس لئے میں چاہتا تھا کہ انھیں کوئی ٹھوس راستہ مل جائے۔ اور وہ اس پر عمل کر لیں۔

پتہ کی زمین سے ہوتی رہی۔ جہاز لگا ہوں سے اور چل گیا اور اب مرکز دیکھنے سے نظر نہیں آتا تھا۔ پھر مجھے شیر کا وہ ڈھانچہ نظر آیا جس کے ہاتھ میں جہاز والوں نے تپایا تھا۔

میں اس کے قریب پہنچ کر کہ گیا۔ بلاشبہ انھیں پہنچتی۔ جسم کا قفسہ سارا گوشت غائب تھا۔ لیکن یہ گوشت گل کر مٹی نہیں بنا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ اسے چلایا گیا ہے، کیونکہ جہازیں بھی اسی انداز سے چلی جاتی تھیں جیسے انھیں کسی نے چلایا ہو۔

جنگل کا کوئی جانور اتنے مضبوط جسم سے نہیں کھتا جو شیر کی جہازیں چلا سکے۔ میں نے اسے دیکھتے ہوئے سوچا۔ اور پھر یہ اندازہ بھی نہیں لگا سکتا تھا کہ یہ کامرہ شیر کے ساتھ کیا گیا ہے، یا جڑی شیر کا جہاز وہ زندہ تھا۔ بہر حال دلچسپ صورت حال تھی۔ کیا جنگل میں ایسا کوئی غلطی بھی ہو جو ہے جو شیر تک کو غلط نہیں دلائے؟

مگر وہ کونسا جانور ہے؟ کتنا بڑا ہے؟

اس کے ہاتھ میں ہاتھ ضروری ہے۔ میں نے اپنی ہتھیلی شروع کر دی۔ شیر کا منہ کھل جائزہ لینے کے بعد میں نے اس کے قریب ہوا میں دیکھا۔ وقت یہ تھی کہ ہوا میں سے انھیں بگاڑتی رہتی ہے شیر کے ڈھانچے کے نزدیک بھی رت ہوا تھی، اس پر کوئی نشان نہیں تھا تب میں نے درختوں کی سمت دیکھا۔ اور پھر اس انداز سے درختوں کی طرف چل پڑا۔ میں نے وہ مسدود اختیار کی تھی جو شیر کی سمت آتی تھی۔ درختوں کی جانب چلتے ہوئے میرا ذہن ایک خاص انداز میں سوچ رہا تھا۔ شیر کی لاش کی موجودگی ظاہر کر رہی تھی کہ یہاں جانور کا جھڑپ ہے۔ لیکن کیا ان جانوروں نے جنگل مٹا کر لیا ہے؟ کیوں؟ کیا ان جنگلات میں کوئی ایسا وجود وجود ہے جس سے وہ خوفزدہ ہیں؟ لیکن وہ ایسا کونسا جانور ہے جو شیر کے لئے بھی بہت نکتہ ہے؟

مجھے ایسی کاش تھی۔ وہ ضروری ہے کہ بعد میں درختوں کے پاس پہنچ گیا۔ اور یہ دیکھ کر میری ہمت نہ ہٹی کہ وہ درختوں کے دریاں ایک پگھلائی ہوئی موجود ہے۔ گویا یہ درختوں کے اندر جانے کا راستہ تھا۔ میں اسی راستہ پر چل پڑا۔ تب میں نے کچھ اور سہارا دیکھ کر نظر کیے۔

مجھے اندازہ ہوا کہ یہ راستہ قدرتی نہیں ہے۔ یہ ایسا تھا کہ جیسے کوئی پناہ نامہ شے یہاں سے گزری ہو۔ اور اس کے جہاز کی حرکت سے یہ راستہ

بھی گیا ہو۔ درختوں کی شاخیں ٹوٹ ٹوٹ کر گئی تھیں۔ سو کہ درخت چوکی تھیں۔ یہ شاخیں یقیناً اس وجود کے ہاتھ میں آئی ہوں گی اور ان کے انھیں مولیٰ تنے کی مانند توڑ دیا ہوگا بول بول کر کہ جہاز ہاتھ بندھا دیکھتے انکشافات ہوئے تھے۔ بات صرف شاخوں تک ہی محدود نہیں تھی، درخت بھی اکٹھے ہوئے تھے۔ خون ناک وجود نے انھیں جڑ سے اکھاڑ پھینکا تھا۔ آخر وہ کونسا جانور ہے۔ جس کا قد سیم طاقتور اور خوفناک ہے۔ اور اگر جنگل میں اس جانور کا وجود ہے۔ تو پھر۔ وہ جہاز کے کوڑا زناں کے لئے خوفناک بھی ہے۔ کیا ان حالات میں اس سبز میں پرفہر کے ہاتھ میں سوچا جاسکتا ہے؟

ہاں، اگر وہ مسکھلنے آجائے۔ تو پھر میں اس کے ہاتھ میں کوئی فیصلہ بھی کر سکتا تھا۔ اب مجھے اس کی کاش تھی اور میں ایسی کاشی شے کو خوف انداز میں نہیں کر سکتا تھا۔ اسے ملاش کے بغیر میں سے جانا بھی میرے لئے ممکن نہیں تھا۔

میں آگے بڑھا ہوا۔ دیکھوں تو۔ ان درختوں کا انتظام کیاں ہوتا ہے۔ بولی میں نے درختوں کے دوسری طرف کا طریقہ سطر کیا۔ لیکن دلچسپ بات تھی کہ یہاں میں نے کسی حیوان کے جھٹ سے جانور کو نہیں دیکھا تھا یہاں تک کہ پھر بھی موجود نہیں تھے سوائے شہرٹ الارض کے، جو مجھے نہیں دیکھ سکتے نظر آتے تھے۔ شاید وہ بھی یہاں رہا پسند نہ کرتے۔ اگر وہ سست رہا اور نہ سمجھ نہ ہوتے۔

تب۔ ایک لمحہ مجھے درختوں کے دوسری طرف کی زمین نظر آئی۔ درختوں کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا اور پھر قیسر۔ کیا یہ خوبصورت زمین تھی۔ قدرت نے اس دنیا کو جس کے دریاں ایسے نقوش دیئے تھے۔ جو انسان کا دل موہ دیتے تھے۔ سبز زمین۔ خوبصورت گھاس سے لدی ہوئی۔ کوئی سوچ بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اس دنیا کے دوسری طرف ایسا بڑا دار و گھا۔ چوٹی چوٹی پہاڑیاں۔ جو کسی وسیع علاقے میں پھیلے ہوئے مکانات معلوم ہوتے تھے۔ اور سب سے خاص بات یہ تھی کہ وہ کافی دور ایک خوبصورت منی گنگنا تھی جو گزری تھی نہ جانے یہ ندی کہاں سے آتی تھی اور کہاں گئی تھی۔ تاہم جگہ بھی میں منظر سے بے ہوا تھا۔ اس زمین کے قریب سے گزرنے والے جہاز سے متوجہ بھی نہیں کئے تھے کہ درختوں کے دوسری طرف قدرت کا ایسا ہی پوشیدہ ہوگا۔

تو اس میں میں نے میرا دل لیا پھر قیسر۔ اور میں نے سوچا کہ یہاں تو کافی سے قیام کیا گیا جاسکتا ہے۔ اس خوفناک غریب کے تصور کو نظر انداز کرتے ہوئے یہاں کے حق سے لطف اندوز نہ ہونا ہونا ہوتا ہے۔ اور نہ۔ دیکھا جائے گا۔ میں کس سے خوفزدہ ہو سکتا ہوں۔ دیکھا جہاز والوں کی مخالفت کا سوال۔ تو یہ قدرتی بھی میں ہی قبول کر لوں گا۔ اور میں نے مزید آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ جانا بھی کہاں۔ اور وہ

مک کے منافس میری نگاہ میں تھے۔ چنانچہ میں نے ایک نزدیک پہاڑی پر بڑھ کر سناظر دیکھے اور پھر پہاڑی سے اتار آیا۔ میں جہاز والوں کے لئے ایک اور خوشخبری کے لئے جا رہا تھا۔

واپسی کے سفر میں بھی کوئی خاص بات نہ تھی۔ مجھے تو اس منظر میں لو کو وقت کا احساس بھی نہیں ہوا تھا۔ لیکن جہاز والے میرے لئے سخت چین تھے، کیونکہ جب میں واپس پہنچا تو سوچ کا آثار شروع ہو گیا تھا۔

پہلو گاس وغیرہ مجھے دفعت سے دیکھا اور خوشی کے لئے لگانے لگے۔ وہ میری زندہ سلامت واپسی سے بہت خوش تھے، پوچھا کس جہاز سے لو کو میری طرف لپکا اور سیکر قریب پہنچ گیا۔

۱۰۔ آٹھ۔ درختوں کی گہرائی۔ زندہ سلامت اٹھ گیا ہے۔ ہاتھ لئے اس سے زیادہ مرتے کی اور کوئی بات نہیں ہے۔ تم جیسے پریشان تھے پوچھا۔

۱۱۔ صحت میں۔ بلکہ جہاز کے دوسرے لوگ میری اس بات سے ناخوش تھے کہ میں نے آٹھ کو تنہا رہا درخت کے ناقبت امر جی کا شہرٹ دیا۔

۱۲۔ ہاں۔ وہ مجھ سے واقف ہیں اور تو بھی؟ میں نے انہیں بتاتے دیکھا اور پوچھا کہ ساتھ جہاز پر پہنچ گیا۔ سب لوگوں نے مجھے گھیر لیا تھا۔

۱۳۔ کیا تو نے درختوں کے دوسرے سرے کا جہاز لیا آٹھ سے۔ کیا زمین پر درختوں کے علاوہ بھی کچھ ہے۔ کیا یہاں آبادی کا وجود ملتا ہے؟

۱۴۔ ت سے لوگوں نے مجھ سے سوال کیا۔

۱۵۔ پھر میں نے ان سے تصورات کے بالکل پکس سے دیکھو۔ ان کو یہاں سے کام لانا نہیں دیکھ سکتے۔ اسے دیکھ کر سیکر نے کہا میں کچھ خیالات جسے میں جوہا سے نے خوشگوار نہ ہوں گے، لیکن میں انھیں کہاں سے ملنے پیش کرنے سے باز رہوں گا۔

۱۶۔ ہاتھ ہاتھ میں تو جو کچھ سوچے گا وہ یقیناً ہاتھ میں حق میں بہتر لگا۔ میں یقیناً ہے آٹھ سے۔ بہت سے لوگوں نے ایک وقت کہا۔

۱۷۔ تو پہلا اس سرزمین کے ہاتھ میں ہاں ہو سکتا۔ اور تو ان کے دیکھو۔

۱۸۔ ایک طویل وریض میدان ہے جس کے طول وریض ہاتھ میں میں نے میدان لگا لگا سکا ہوں۔ اور نہ تو کوئی اندازہ لگا سکتے۔

۱۹۔ میدان؟ بہت سے لوگ یک وقت بولے۔ اس میدان میں ہاتھ آٹھ سے۔

۲۰۔ سر سبز گھاس، درخت، پہاڑیاں۔ اور شہنشاہ پانی۔

۲۱۔ پانی۔ سب خوشی سے چہرے پر۔

۲۲۔ ہاں۔ زندگی گزارنے کا سب سے اچھا ذریعہ۔ دوستو۔ کیا تم ایک اور طویل سفر کئے تیا ہو۔

۲۳۔ ہم تک چکے ہیں آٹھ سے۔ اسی وقت کہ میں بے تک ہمارے ہاتھ کوئی راستہ نہ ہو۔

۲۴۔ تمہارا خیال بڑا ہے۔ آبادیاں یونہی نہیں ہیں۔ انسان کسی جگہ

جمع ہو کر زندگی گزارتے ہیں۔ شہر کی طرح تشکیل پاتے ہیں۔ تم وقت ملا تو کب با شندہ ہو۔ اگر تمہاری زمین پر جانے کا تصور کرو۔ تو یہ ناممکن بھی ہو سکتا ہے۔ نہ جانے تم کہاں سے کہاں جا سکو۔ دیکھتے دیکھتے لوگ سب سے سست ہو جائیں۔ اور کتنے موت کا شکار ہو جائیں۔ یہ زمین ہمارا استقبال کرنے کو تیار ہے۔ میری رائے ہے کہ یہاں آبادی تشکیل دو۔ زندگی گزارنے کے لئے۔ یہ زمین ہماری بہترین معاون ہوگی۔ ہاتھ سے زندگی کی ضرورت موجود ہے، غذا حاصل کرنے کے ذرائع اور عورت۔ یہی انسان کی بنیادی ضرورت ہے اس زمین کو آباد کرو۔ یہاں کیفیتی آبادی کرو۔ اور اس کو ایک تعلیم آباد کرو۔ میری باتوں پر سب غور کرنے لگے۔

۲۵۔ ابھی فیصلہ نہ کرو۔ کل ہم درختوں کے دوسری سمت چلے گئے۔ اس جگہ کو دیکھیں گے۔ اس دوران تمہاری موتوں سے مشغول نہ کرنا۔ تمہیں اگر کبھی مل جائے۔ کوئی جتنی فطرت مل جائے۔ وہاں تم اپنے دست سے ہوا میں کے ہاتھ میں سوچو گے۔ وہاں ہماری موت سے سیکڑوں انھیں لینے ہوگی لیکن یہاں آباد ہونے میں کوئی وقت نہیں ہے۔

۲۶۔ ہم تیری رائے پر عمل کرنے کے لئے تیار ہیں آٹھ سے۔ لیکن کیا تو یہاں ہاتھ ساتھ ہے گا۔ پوچھا۔

۲۷۔ ہاں۔ اس وقت تک جب تک تم اطمینان سے زندگی گزار رہے نہ چلے جڑو۔ تمہارے راستے کی ساری مشکلات دور نہ ہو جائیں۔ یہاں صحت کوئی ایسا اثر نہ اختیار کر لیں جو ہاتھ سے لئے دوسرا راستہ متنبہ کرے۔

۲۸۔ میں نے رات سے آٹھ سے۔ ہم اپنی عورتوں سے گفتگو کریں۔

۲۹۔ میں نہیں بہت بات کر چکا ہوں۔ میں نے سیکر کے ہوتے کہا اور پھر میں نے ان سے سب مشورے کیے۔ لیکن میں نے ایک بات باقی رکھی اور وہ تھی اس الونے غریب کا تصور۔ یہاں تو میں نے کہا تھا کہ میں نے ایک اور طریقہ دیکھا نہیں ہے۔ کوئی ایسی جگہ میں ضرور موجود ہے جس کی وجہ سے فطرت نے بھی یہ جنگل چھوڑ دیا ہے۔ لیکن۔ ہاتھ ہے ان کے لئے یہ شے ناقابل فہم ہو لیکن میری موجودگی انھیں اس سے بچانے لاسکتی تھی۔ تو وہ صرف اس بات کا شکار کوئی ایسی شے یہاں موجود ہے تو وہ ان لوگوں میں سے کسی کو نقصان نہ پہنچائے۔ بہر حال اس کا فیصلہ وقت کرے گا اگر جہاز کے لوگ یہاں قیام کرنا چاہیں گے تو میں انھیں مجبور نہیں کروں گا اور خوشی سے جہاز کے لئے کر کے انھیں جانے کی اجازت دے دوں گا۔ رہا یہ سوال۔ تو میں تو اس کے ہاتھ میں جانے بغیر یہاں سے جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

۳۰۔ جہاز کے لوگ آپس میں صلاح مشورے میں مصروف تھے۔ اور میری سطر کے کرا رہا۔ رات کے کھانے کے بعد وہ جہاز پر سیکر کا انتظام کرنا لگا۔ میں کے ہاتھ میں پوچھا کہ مجھے اس سوال کیا۔ اور میں خود جانتا تھا کہ وہ لوگ جان لیں۔ اور میں نے اسے علم نہیں رکھا۔ پوچھا کہ مجھے پتہ چلا۔

۳۱۔ پھر سیکر کے ہاتھ سے نظام سے معلوم ہوتا ہے آٹھ سے۔ کہ تو



ابھی اس علاقے سے زیادہ مطمئن نہیں ہے۔

تیرا خیال درست ہے، آتشوں سے۔ میں نے جواب دیا۔

تو یہاں کیا خطر محسوس کرتا ہے۔ کیا یہاں آبادی بڑھ رہی ہے؟

میسٹر خیالی سے دھڑکنے والی آواز کی آواز نہیں ہے۔

کیا انسان یہاں تک پہنچ نہیں سکے؟

مکان ہے ایسا ہی بڑا۔ یہاں ممکن ہے وہ یہاں زندگی گزار سکے ہوں۔ میں نے جواب دیا۔

کیا یہاں خطرناک جانور موجود ہیں؟

بظاہر نہیں۔ ویسے میرا خیال بھی یہ ہے کہ یہاں جانور موجود نہیں ہیں۔

ہاں۔ مجھے بھی ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔ پوگاں نے کہا۔

لیکن میں نے یہاں شہر کی حالت بھی دیکھی تھی۔

اور وہ۔

جس کا مطلب ہے کہ جانور یہاں موجود تھے۔ یہاں تک کہ موجود ہوں اور ان علاقے سے خوفزدہ ہو کر کہیں دور جا رہے ہوں۔

خوف کی وجہ۔ پوگاں نے کہا۔

شہر کی حالت بڑھ کر تھی کہ اسے کسی نے پناہ طاقتور جانور سے

شکار کیا ہے۔ اس جانور نے اس کی ہڈیاں چاؤنی ہیں اور ایسا جانور معمولی بڑا ہوگا۔

اور۔ گو یہاں اس کا وجود ہے۔

ہاں جانوروں کے نہ ہونے کا سبب وہ وجہ بھی ہو سکتی ہے۔

لیکن ایسی کہانتیں ہو سکتی ہیں۔

ہاں ہی کے۔ میں نے جانا پناہا ہوں۔

تب تو میں بھی اس سے خطرہ دہشت ہو سکتا ہے۔ پوگاں نے

مناظرہ بھی کیا۔

یقینی طور پر پوگاں کھل دیا تھے۔ اس نے اس سے قبل اس بات سے غور

گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ میسٹر دوست! اس نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا۔

اگر تم میں سے کوئی بھی شخص کسی پرستانہ کا شکار ہو گیا تو مجھے شدید دکھ ہوگا۔ میری

ایک سڑک ہے۔

وہ کیا آتشوں سے؟

ہاں۔ اگر میں نہیں بتا چکا ہوں کہ یہاں کسی ایسے وقت کے وجود کا

اسکا ہے جو اسے ہم سے باہر ہے۔ ممکن ہے اس سے میں نقصان بھی پہنچ

جاتے۔ بہت سے ملنے دلتے ہیں۔ اول تو یہ کہ اس سبب زمین کو پسند کر کے

یہاں آباد ہو جائے۔ اور یہاں پیش آنے والے خطرے سے بچنے کے لئے خود

کو تیار رکھو۔ دوسرا اس سے ہے کہ یہاں یہاں سے آگ لے جاؤ۔ اور

خسرت کے سہلے آگ لے کر اس کا تار مار کر دو۔ مجھے ان دونوں باتوں میں

کسی پر اعتراض نہ ہوگا۔

میں نہیں بتا چکا ہوں۔ اگر تم یہاں زندگی گزارنا پسند کرنا۔ تو

یہ میری بھی پسندیدہ بات ہوگی۔ دوسری صورت میں میں نہیں کہیں اس میں خطرہ

کہیں گا۔ کیونکہ میری سرشت میں شامل ہے کہ کسی بڑے جانور سے بچو اور

اور۔ تو کیا تو۔ کیا تو۔ اگر تم یہاں سے جانے کا ارادہ

کر لیں۔ تو کیا تو اسے ساتھ نہ ہوگا۔

نہیں۔ کیونکہ یہ زمین مجھے پسند آتی ہے۔ اور اس وقت تک

تلاش کے بغیر میں یہاں سے نہ جا سکتا ہوں گا۔

پھر اسے جانے کا کیا سال پیا ہوتا ہے۔ پوگاں نے مضمرہ

بجھے میں کہا۔

نہیں پوگاں۔ یہ صرف ہماری مرضی پر منحصر ہے۔

اور ہم صرف تیری قربت چاہتے ہیں۔

دوسروں سے مشورہ کرو پوگاں۔ تمہاری زندگیوں کو خطرات

بھی پیش آسکتے ہیں۔

ہماری زندگی کو سخت خطرات لاحق تھے بلکہ ہماری زندگی ہی

کہاں باقی رہ چکی۔ وہ تو تیری مرضی پر منحصر ہے۔ اگر تو اسے ساتھ لے

تو ہم ہر خطرات کا مقابلہ کریں گے۔

پھر بھی میری خواہش ہے کہ تم دوسروں سے مشورہ کرو۔

میں تیری خواہش کا احترام کروں گا۔ پوگاں نے کہا اور پھر

میسٹر پاس سے چلا گیا۔ پوگاں کو اس خط سے آگاہ کرنے کے بعد بھی

اعیان ہو گیا۔ اب سب لوگ اس سے آگاہ ہونے کے بعد فیصلہ کریں گے

اور ساری ضروریات میسٹر اوپر ہی نہ ہوگی۔

میں اعیان سے اپنی خواب گاہ کی طرف چلے آیا۔ اور یہاں

میں دشمنی کی کہاں بھی شروعات ہوتی ہے پروفیسر میں خیریت کی باتوں پر

کہنے لگا کیا خوب پروگرام بنایا تھا تو یہ موت اور زندگی کے

تھے۔ میری ضرورت پوری کرنے کا انھوں نے خوب انتظام کیا تھا۔

بظاہر اپنی ضرورت محسوس کرتی تھیں۔

دیکھنا یہ کہ میری اس رات کی ساتھی کون ہے۔ اور

کان تھوڑی کی آہٹ تلاش کرنے لگے۔ زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ میری

کے دروازے پر کسی کے قدموں کی چاپ پائی دی تھی۔

کون ہے۔ آج۔ میں نے کہا۔ لیکن آنے والا آگیا۔

تب میں خودی آگے بڑھا اور اس کے سامنے پہنچ گیا۔ اس رات کی میں

کو دیکھ کر میں ہلکا سا ہوا۔ وہ ابھی تھی۔ پوگاں کی بہن ابانہ۔ پوگاں

جسم نے مجھے کچھ جھلکے کی کوشش کی تھی۔

ناراض ہوا بانیہ۔ میں نے پوچھا۔

میں ناراض نہیں ہوں آتشوں سے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

پھر خاموش کیوں ہو۔

تو تو مجھ سے ناراض نہیں ہے۔

نہیں ابانہ۔ میسٹر ناراض ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

میں نے تیری حیثیت کا غلط انتخاب کیا تھا آتشوں سے۔ وہ کسی

سی لے کر بولی۔ میں نے تجھے خود میں سے ایک جانا تھا۔ میری بے وقوفی

تھی۔ تجھے شاید یاد نہ ہو۔ تو نے مجھ پر کیا ہو۔ اس وقت۔ جب

ہم بچروں سے کھلے جا رہے تھے۔ سی سارا کے ایک خونخوار جانور کا کھانا

میری طرف آٹھا۔ ایک جیسے حکم سے رک گیا۔ ہم اس وقت جانوروں کی

حیثیت میں تھے آتشوں سے۔ لیکن اس کے باوجود میری تیری ہر بات نظر انداز نہ

کر سکی۔ میں نے تجھے دیکھا اور اگلے انسان میری تکلیفوں میں ایک اور

تکلیف کا اضافہ ہو گیا۔ میسٹر دل نے تیری محبت کا اعلا کر دیا تھا۔

میں نے اس تکلیف کو بھی دوسری تکلیفوں میں شامل کر دیا۔ پھر تو بار

محافظ کی حیثیت سے میسٹر سامنے آیا۔ میں نے تجھے دیکھا۔ اچانک مجھے

محسوس ہوا کہ ہماری سرپرستی ایک مہربان شخص کر رہا ہے۔

پھر میسٹر بانیہ نے تجھے قتل کرنے کا فیصلہ کیا۔ مجھے

نہ تھا کہ یہ سازش جیسے غلط ہو رہی ہے۔ میں تیری تو میری آتشوں سے

ناکام رہا اور تو نے اس پر نہ صرف میری بلکہ میری دو بچی کر دی۔ اگر وہ

دو بچی دی ہوئی نہ ہوتی آتشوں سے تو میں ٹھیک ہوتی۔ ان تمام باتوں کو

سلنے لکے تو میرا تصور بھی کم ہو جاتا تھا۔ ہاں۔ میں نے نادانی کی کہ تو سے

اپنی محبت کا جواب چاہا۔ مگر اب مجھے احساس ہو گیا ہے آتشوں سے۔ تو اس

ہے۔ سن آتشوں سے۔ میں ان غمگینوں میں اس لئے شامل ہوئی تھی کہ ایک

تجھے دل کا حال کہوں۔ میری خوشی پوری ہو گئی ہے۔ تو میرا دوق ہے۔

میں صرف تیری بھاری ہنرنا چاہتی ہوں۔ اگر میری باتیں مانگ لیری ہوں تو

مجھے صاف کرنے۔ اگر میرا وجود تیرے لئے اچھن بن جائے تو مجھے جانے

کی اجازت دے دے۔

میں نے اچھا بچہ خود سے اس دینی تیلی لڑکی کو دیکھا۔ یہ بھاری

میرا ساتھ کیا ہے سکتی ہے۔ لیکن ایک رات کی محبت اسے مجھ سے دوں

تو کیا حرج ہے۔ وہ امیدیں بیکار کی ہے۔ ہاں یہ ممکن تھا کہ بعد کے

میں اسے ایک خاص حیثیت بخش دوں۔ اس لئے میں نے اس کا دل

توڑا۔ اور کہا۔ تو اگر پسند کر سکتا ہائی۔ تو یہ رات میسر ساتھ گزار

میں حاضر ہوں آتشوں سے۔ اس نے کہا۔ بتا میں تیری کیسا

خدمت کروں؟

کیا میرا اصل تیری خواہش نہیں ہے۔

ہے آتشوں سے۔ بشرطیکہ تیری عظمت بڑھ نہ

بدول سے کہا۔ اور وہ میری شکل دیکھنے لگی۔ پھر اس نے میسر جیسے

نہ جانے کیا اندازہ لگایا۔ وہ آگے بڑھی۔ اور میسر سامنے ٹھہر کر بولی۔

میں حاضر ہوں آتشوں سے۔ اس نے کہا۔ اس کے پسندیدہ

سے تاثرات تھے۔ میں نے اس وقت ان تمام تاثرات کو نظر انداز کر دینا ہی

مناسب سمجھا۔ یہ لڑکی پہلے بھی اچھن بنی تھی اور اس وقت بھی اچھن

ثابت ہوئی تھی۔ چنانچہ میں نے اس اچھن کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں۔

مجھ نے اس کے پسندیدہ رنگ کی کھانسی دیکھی تھی اور

اس نے بلی تیلی کی۔ نام اس کی کو دیکھ کر پروفیسر نے تیری شہر زندگی

ہی ہوئی تھی۔ میرے جانی طور پر کسی ہی ہو۔ حیثیت عورت ایک طاقتور مقام

رکھتی ہے۔ اور ابانہ بھی دوسری غمگینوں کی مانند طاقتور تھی۔

پھر وہ لپٹی گئی۔ اور وہ آرام کرنا۔ پھر جب شہر پوری

طرح ابھرائی۔ تو میں باہر نکلی آیا۔ جہان کے لوگ پوگاں کی مگرانی میں اپنے

کاموں میں مصروف ہو گئے تھے۔ میں نے بھی چند ضروری باتوں پر غور کیا تھا۔

شکار جہاز پر جو دو سامان کیا اسے جہاز پر چھوڑ دیا جائے۔ یا اس کی حفاظت

کیلئے کہ لوگوں کو چھوڑا جائے۔

لیکن میسر خیالی ان میں سے تمام مردوں اور عورتوں کو اس کی

رہائش کی جگہ دکھا دی جائے گا کہ بعد میں کو بھی وہ اس کے ذہن میں

مسئلہ کے گئے۔ جہاں جہاز کو اس کے حال پر چھوڑنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ہاں سے

مضبوطی سے شکار انداز کرنے کے لئے میں غور کر رہا تھا۔ سوچ میں خوب

چمکا اٹھی تھی۔ جب جہاز کے لوگ کھیل کھانے سے پس ہو کر جہاز سے اترے

ایک لمبی قطار تھی۔ سامنے آگے سے مرد دیکھے ان کے وہاں عورتیں اور بچی

آگے مرد و بچہ تھے۔ اور ان سب کی رہائی میں کر رہا تھا۔ میں انھیں

اسی حالت میں باہر لے جاتا تھا۔ جو رات کل میں نے دریافت کیا تھا۔

دقت اب بھی ہو سکتی تھی۔ اور ان میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔

ہم ناموشی سے فاصلہ کرتے تھے۔ بالآخر وہ ان کے وہاں کا طوطی

سفر ختم ہو گیا۔ اور جب ہم نے راتوں کے دوسری طرف قدم رکھا۔ تو

کوئی نہ تھا جس کے منہ سے یہیت و تعجب کی آواز نہ آئی ہو۔ کون تھا جس کی

آنکھوں میں پسندیدہ اور قدرت کے آثار نہ ابھرتے ہوں۔

حیثیت۔ انجیز۔ دیوتاؤں کی قسم دیتے انگریز۔ پوگاں نے کہا۔

یہ یقیناً دیوتاؤں کی سسر زمین ہے۔ اس کے برابر کھڑے

ہوئے شخص نے کہا۔

یہاں مضمرہ۔ اس دوران غلطی میں اس جگہ کا وجود حسرت انگیز

ہے۔ یہ صبر آدمی نے کہا۔

اس زمین کو دیکھ کر۔ آتشوں سے۔ کون ہے جو یہاں سے

جانے کے بائیں میں ہو گیا۔

لیکن ان سب کی لئے یہاں ضروری ہے۔ لیکن ہے کچھ ہوں جو

ہم سے متفق نہ ہوں۔ میں نے عرض کیا۔



ہاں۔ میں سب معلوم کروں گا۔ کیا ہم آگے بڑھیں؟  
 آؤ۔! میں نے کہا۔ اور سب نگاہیں اس پر جم گئے۔  
 پروفیسر جیت بکیر گھاس تھی۔ مغل کی طرح نرم اور خوشگوار سب کی عیب  
 کیفیت تھی۔ وہ اس خطے کے قس کے سر میں گرفتار تھے اور راضی تھے  
 آگے بڑھ رہے تھے۔ چوٹی چوٹی پہاڑیوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے  
 ہم خوبصورت زمینی کے زین پر بیٹھ گئے۔  
 اور ندی کے شفاف پانی کے نیچے چمکدار سنگریزوں کو دیکھ کر  
 عورتیں دیوانی ہو گئیں۔ ان میں سے بہت سی عورتیں ان نرنگے سنگریزوں کو  
 چٹختے لگیں۔ بہت سے لوگ ندی کے پانی کو پکھنے لگے۔ تب اعلان کیا گیا کہ  
 ندی کا پانی انتہائی تیز اور خوشگوار ہے۔  
 اس کے قریب وجہ کی زمین قابل کاشت ہے۔ ہم اس پر عمدہ  
 فصلیں اگا سکتے ہیں۔ اب لوگ اس نے کہا۔  
 یہ خیال ہی قیام کے لئے یہ مناسب ترین جگہ ہے۔ تم سب بڑی  
 کی یہ دیوار دیکھ رہے ہو۔ اگر اس دیوار کو پشت پر کر کے اس کے دائیں میں کھدائی  
 بنائے جائیں تو یہ محفوظ ترین جگہ ہوگی۔  
 "یقیناً۔ ندی یہاں سے قریب ہے۔ درخت یہاں سے زیادہ  
 دور نہیں ہیں۔ اور پھر سمندر بھی قریب ہے۔ سمندر سے ہم چھپچھاپ حاصل  
 کر سکتے ہیں۔ پانی اور غذا دونوں چیزیں موجود ہیں۔ کیا خیال ہے۔ میں  
 باقاعدہ دو سو گروں سے گشتگو کروں؟"  
 "ہاں۔ ابتدا کرو۔ تاکہ یہاں کام شروع کریں۔"  
 "بہتر۔ اب لوگ اس نے کہا اور پھر وہ ایک چتر پر بکھرا ہو گیا۔ اور  
 اس نے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ "منو۔ جہاز کے لوگو سنو۔ نجات  
 دہندہ کی جہاز سے تم سے کچھ گشتگو کرنا چاہتا ہوں۔" اور سب لوگ  
 اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔  
 "میں تمام مردوں۔ تمام عورتوں سے مخاطب ہوں۔ دوستو،  
 یہ جگہ کیسی ہے؟"  
 "بہت خوبصورت۔ بہت حسین۔" سب نے جواب دیا۔  
 "تو پھر سو سو مسکراتی ہو۔ ہم لوگ مختلف قبیلوں مختلف  
 علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمارے دوسرے بھائی بھی تھے۔ لیکن کسی مارنے کسی  
 کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا۔ ان میں سے سب سے گئے۔ باقی جو بچے بچے  
 میں تھے۔ میں ہر سر کر کے ہوں گے۔ گویا اب ہماری زندگی ان کی نگاہ میں  
 نہ ہوگی اگر غور کریں تو ہم سب کی ساری چیزیں ہر گز کر کے تھے۔ ہماری کوئی  
 حقیقت تھی۔ ہم غلام ہوئے۔ اور جیسے آقا جہاں چاہتے ہیں۔ ہمیں کہتے۔ یوں  
 ہم بھی انہوں سے نہ مل سکتے تھے۔ کیا یہ درست ہے؟"  
 "یقیناً۔" اس بار بھی تمام آوازیں اُٹھیں۔  
 "دوستو۔! سمندر بیکار ہے۔ اس میں آبادیوں کا کوئی نشانہ

نہیں ہے۔ وہ طوفانوں کا مرکز ہے۔ کوئی بھی طوفان ہمیں مندر میں نہ بکھڑا  
 ہے۔ کیا یوں زندگی کھو لینا چاہتے ہیں؟"  
 "ہرگز نہیں۔" جواب دیا۔  
 "ہم آبادیوں کی تلاش میں سمندر میں سرگرداں رہ سکتے ہیں لیکن  
 یوں ممکن ہے ہر گز کسی ساری قدر میں جانیں۔ اور ممکن ہے پوری زندگی  
 سمندر میں بھٹکتے ہوئے گزر جائے۔ اور پھر یہاں سمندر پر زندگی نئی طوفان  
 ہو سکتی ہے۔ غدا ختم ہو جائے گی۔ پانی ختم ہو جائے گا۔ اور اس کے  
 بعد نہایت اطمینان سے زندگی ختم ہو جائے۔ تو ہماری زندگی کا یہ المناک نشانہ  
 مناسب ہے۔"  
 "ہرگز نہیں۔ ہم یوں مرنا نہیں چاہتے۔"  
 "تب پھر میری۔ اور نجات دہندہ کی رائے ہے کہ ہم اس  
 خوبصورت خطے کو اپنا نیا وطن بنائیں۔ ہمارے آباؤ اجداد بھی یہی کرتے آئے  
 ہیں۔ انھوں نے گروہ بنائے جن میں عورتیں اور مرد شامل ہوتے تھے اور  
 ویرانوں کو آباد کیا۔ اولادیں پیدا کیں اور شہر تشکیل ہو گئے۔ ہمارے  
 پاس بھی عورتیں ہیں۔ جو ہم سے محبت کرتی ہیں۔ ہماری اپنی ہیں۔ یہ خطہ  
 زمین خوبصورت ہے۔ ضروریات کی دولت سے مالا مال ہے۔ یہاں پانی  
 موجود ہے۔ قابل کاشت زمین ہے۔ سمندر ہے جہاں سے چھپچھاپ حاصل  
 کی جا سکتی ہیں۔ جب سب کے موجودہ توہم کیوں نہ آئے اپنا پناہ جائے۔  
 کیوں نہ یہاں ایک نئی زندگی کا آغاز کیا جائے۔"  
 لوگ ایک لمحے کے لئے خاموش ہو گئے۔ ان کے چہروں پر کشمکش  
 ابھری۔ انھوں نے آدھی سے ایک دو سسکی طرف دیکھا۔ پھر ان کی نگاہیں  
 اطراف میں بھٹکتے لگیں۔ اور خوبصورت ماحول نے ان سے سفارش کی۔  
 تب یکے بعد دیگرے آوازیں اُٹھنے لگیں۔  
 "سمندر میں بھٹکتے گئے جہاں اس آبادی کو اپنا پناہ ہے۔"  
 "سمندر میں موت سرگرداں ہے۔ میں اسے سول کا اندازہ نہیں ہے۔"  
 "ہم میں سے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہاں جان لیں گے۔"  
 "ممکن ہے کوئی دوسری ایسی چیز ہو۔ اور ہم اس کے لئے  
 کتنا افسوس لیتے رہیں۔"  
 "ہمیں یہ زمین اپنا لینا چاہیے۔"  
 "آوازیں چاروں طرف سے ابھری تھیں۔ تب لوگ اس عورت  
 کی طرف متوجہ ہوئے۔ "میں عورتوں سے بھی ان کی رائے معلوم کروں گا۔" کچھ عورتیں  
 بھی ہمارے ساتھ زندگی گزار رہی تھیں۔ کیا وہ اس خطے کو آباد کرنا پسند کریں گی؟  
 "کیا تمنا ہے دہندہ ہمارے ساتھ قیام کرے گا۔؟" یہ ابائی کی آواز  
 تھی۔ "ہاں۔ اس نے ہماری مدد کے لئے خود کو وقف کر دیا ہے۔  
 وہ ہمارا ساتھی ہے۔"  
 "تب ہم میں سے کسی کو اعتراض نہیں ہے۔ ہم خوشی سے یہاں قیام

کرتے گئے۔ اور پھر سب عورتیں ایک رائے ہو گئیں۔ تب لوگ اس نے  
 مردوں سے کہا۔  
 "یہ خطہ زمین بے حد خوبصورت ہے۔ لیکن ہر خوبصورت چیز کا حصول  
 آسان نہیں ہوتا۔ یہاں کی خوبصورت زندگی حاصل کرتے ہیں میں کوئی رکاوٹ نہیں  
 ہے۔ لیکن ممکن ہے میں کچھ تکالیف سے دوچار ہونا پڑے۔ ممکن ہے  
 یہاں کچھ بھیاں شہر طرارت پوشیدہ ہوں۔ ہمیں ان سے بچنے کے لئے بھی تیار  
 رہنا پڑے گا۔"  
 "ہم بزدل نہیں ہیں۔"  
 "تب کیا ہے دوستو۔! اس بار میں نے گفتگو میں دخل دیا۔ ہم  
 یہاں ایک شاندار زندگی کا آغاز کریں گے۔ اور ممکن ہے بعد کی تاریخ میں چند  
 لوگوں کی یہ آبادی ایک شہر بن کر اُٹھے۔ میری طرف سے اس شاندار  
 فیصلے کی مبارکباد قبول کرو۔"  
 "ہمیں قدم قدم پر تیری رہنمائی کی ضرورت ہوگی نجات دہندہ۔"  
 لوگوں نے کہا۔  
 "میں وعدہ کرتا ہوں۔ اس وقت تک تمہارے ساتھ رہوں گا جب  
 تک تم ایک پُر سکون زندگی گزارنے کے قابل نہ ہو جاؤ۔ میں نے کہا۔ وہ سب  
 خوش کے لئے دھڑکے لگے۔  
 یوں پروفیسر میری زندگی کا ایک اور دور شروع ہو گیا۔  
 یہ دور میرے لئے اپنی ہی تھی۔ میں اس سے قبل بھی ایسے کھیل چکا تھا  
 میں نے اور بھی بستی آباد کر لی تھیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ میں پلٹ  
 کر دوبارہ ان بستیوں کی طرف نہیں گیا۔ لیکن انسان کبھی اتنی بڑی چیزیں  
 چلا ہے۔ اسی لئے وہ دوسری جاندار مخلوق سے افضل ہے۔ اس کے لئے  
 پروفیسر نے اس کے بعد وہی نئی راہیں خود بخود تلاش کر لیا ہے۔  
 کون ہمارے پروفیسر میری آبادی کو بستی بنائیں اب کس کس نام کے  
 شہروں میں تبدیل ہو گئی ہوں۔ تو میں نے ان لوگوں کو بھی رائے پڑا دیا۔  
 ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔ تیس دن بعد والے مضبوط چھپاؤں سے قریب جہا  
 کے درخت کاٹے گئے۔ ان کی چھپاؤں کو مضبوط رسیاں بٹ کر اوڑان کو  
 لکڑیوں میں منسوج کر کے انہیں دوسری لکڑیاں پسٹا کر پہاڑی کے دریا  
 میں جوئے جوئے لیکن آرمہ مکانات بنائے گئے جو لوگ اس کی رہنمائی ہیں  
 سائے مرد کچھ عورتوں کے ساتھ تیسرے کرتے رہتے تھے۔ میں بھی ان کی مدد  
 کر کے مضبوط درخت گرانے میں میکر کوئی نئی نہیں تھا۔  
 اوڑان رفتہ رفتہ وہ میری حیثیت انگریزوں سے واقف ہوئے  
 تھے۔ اب ان کے ذہنوں میں یہ بات پیدا ہوئی جو جاری تھی کہ درحقیقت کوئی  
 غیر معمولی شے ہوں۔ میں مضبوط تھوں کو درختوں میں پسٹا کر ان پر پانی ٹپ  
 صرف کرتا اور دیکھتے دلتے درختوں کی بے کسانہ حیرت و خوف سے دیکھتے  
 تناور درخت جڑوں سے اکھڑاتے اور وہ انگشت بندھاں رہ جاتے۔ پھر

انہی درختوں کو کڑھے پر لٹکا کر ان کے سلسلے لٹاوا تھا۔ اور وہ ان کے  
 جوئے جوئے جھٹکے کر کے نہیں معروض ہو جاتے۔ اس کے علاوہ میں نے  
 ایک کام اور کیا تھا۔  
 میں نے ایک جہاز میں گھس کر اس میں ایک غلیظ نشانہ الا قیمر  
 کر لیا تھا۔ اور درختوں کی شکل لکڑیوں کی کی نہیں تھی۔ چنانچہ یہ الا ایک  
 بننے کے اندر اندر سکھ ہو گیا۔ اور ان کے شعلے آسمان سے بائیں کرتے  
 لگے۔ آگ میری بھی ضرورت تھی، لیکن اس کے روشن کرنے کی ایک دوا  
 تھی۔ وہ یہ کرات میں بھی دور دور تک روشنی ہے۔ اور قریب وجہ کے  
 ماحول پر نگاہ رکھی جا سکے۔  
 اس پراسرار وجود کے تصور کو میں ابھی تک فراموش نہیں کر سکتا تھا۔  
 اور اس سے ہوشیار رہنا چاہتا تھا۔ گو اس کے بعد اس کا کوئی نشانہ  
 نہیں ملا تھا۔ ایک چاند جہاز تھا۔ اب پہاڑ کے دامن میں جوئے جوئے  
 خوبصورت مکانات مکمل ہو گئے تھے۔ ہر جہاز کے پاس ایک مکان تھا۔ اور  
 وہ اس میں بہت خوش تھا۔ جہاز کی غلا۔ اس میں موجود دو عورتیں۔ ابھی کافی  
 دنوں تک ساتھ رہ سکتی تھیں۔ لیکن مکانات مکمل ہونے کے بعد میں فوری  
 طور پر انھیں غزا کے دھوکے سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔  
 چنانچہ ایک رات لوگ اس سے گفتگو کر کے میں نے کاشت کی تہی  
 شروع کر دی، اور دوسرے دن سے کاشت کاری شروع کر دی گئی۔ میری  
 ولایت کے مطابق زمین تیار کی جانے لگی۔ ایک بننے کے اندر اندر میں  
 وہاں بیچ ڈلوایا۔ یوں یہ کام بھی مکمل ہو گیا۔  
 اس کے ساتھ ہی دوسرے کام بھی ہوئے تھے۔ میری پرستار  
 لڑکیوں نے میری ایک بھی رات غالی نہیں جانے دی۔ مردوں کو اس کا علم  
 تھا۔ لیکن اسے اعتراض ہو سکتا تھا۔ ذہنی پہلی لڑکی اب میری توقع کے  
 خلاف بے حد جاندار ثابت ہوئی تھی۔ اور میں اس پر خصوصی توجہ دیتا تھا جس  
 کی وجہ سے وہ بہت مسرور تھی۔ اب لوگ ایک نئے نئے اصول کے تحت  
 کام کرتے تھے۔ سب کے پھوٹان کی ذمہ داریاں تھیں۔ کچھ سمندر سے چھپچھاپ  
 پکڑ کے لاتے تھے۔ کچھ کھیتوں پر کام کرتے تھے، کچھ مکانات کو درست کرتے  
 تھے۔ ہر شخص سرور تھا۔  
 بہت سی عورتیں حاملہ ہو گئی تھیں اور ان کے پیٹ بھٹکتے آہستہ  
 تھے، جن کی عورتیں تھیں وہ بہت خوش تھے اور اپنے آنے والے ہماروں  
 کے لئے تیاریاں کر رہے تھے۔  
 یوں پروفیسر آجھ چاند گزرتے گئے۔ اب سب ایک چکر لگ کر  
 تحت زندگی گزار رہے تھے۔ لیکن چکر کے سلسلہ اکھڑا ہوا۔ جہاں کچھ لوگ  
 ہوتے ہیں وہاں کچھ سسٹے بھی اکھڑے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں میں ابھی میں  
 جوئے جوئے جھٹکے بھی ہوئے تھے۔ لیکن دشمن کسی نہ کسی سے نہیں  
 کی تھی۔ جھگڑے طے کر دیئے جاتے اور پھر۔ پہلے کی سی نفسا پسدا



ہو جاتی۔ لیکن اس بار ایک نیا سلسلہ پیدا ہو گیا تھا۔ ہاں پرانے  
مسائل حل ہو گئے تھے۔ لیکن ہاں کا مسئلہ باقی تھا۔ کوئی چیز ایسی نہیں تھی جس  
بائیں تیار کئے جاسکتے۔ لوگوں کے جسموں پر جو ہاں تھے وہ بے نتیجہ بن  
چکے تھے۔ جانور بھی موجود نہیں تھے، جن کی کھالیں کام آسکتیں۔ نہ ہی ایسے  
درخت تھے جنہیں کسی حیثیت سے ہاں کے حصوں کا زور دینا جاسکتا۔  
مندرت تو ان انسان ہاں کے بغیر بھی جی سکتے تھے، لیکن انہوں نے  
وہ موسم سے محفوظ رہنے کے لئے ہر حال ہاں کی ضرورت رکھتے تھے۔ اور جو کچھ  
ایک بات پر ہوا تھا۔

پشکا نے کچھ پچھے ہوئے لباسوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ جنہیں وہ  
اپنے پیدا ہونے والے بچے کے لئے محفوظ رکھنا چاہتی تھی۔ لیکن ان میں  
درو کا لباس بھی تھا۔ اور جو درو کا کوس، اپنے ہونے والے بچے کے لئے  
ہاں کی ضرورت تھی۔ چنانچہ دونوں میں سے کچھ ہاں اور نوٹ چھپا چھپ کر  
بچے کی اہلیان تک دو دوں گھر گھر لٹا ہو گئیں اور وحشی بیوں کی طرح رونے  
لگیں۔ دونوں کے چہروں اور جسموں پر خشکی آگئی۔ تب ان کے مردوں  
کو اطلاع ملی۔ اور وہ بھی ایک دوسرے کے متعلق آگئے۔ دونوں نے  
تھپتھپا رہا تھا۔ لیکن لوگ اس سختی سے مداخلت کی اور کسی ناخوشگوار  
واقعہ کو نہ ہونے دیا۔ معاملہ میسر ملنے پیش کیا اور میں بھی موت نہیں  
گم ہو گیا۔ درحقیقت پروفیسر۔ مجھے بچوں و دیرو کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔  
لیکن ہر حال میں ان کے اسامات بچتا تھا۔

کوئی بات نہیں آئی۔  
ہاں۔ ہاں کا حصول مشکل ہے۔ میں نے پھیلائی ملازم کیا۔  
لیکن پیدا ہونے والے بچوں کی زندگی کے لئے وہ ضروری ہے۔  
تب میسر وہ زمین میں ایک ترکیب پائی ہے۔ لوگ اس۔  
وہ کیا۔  
اپنا لباس آکر دو لوگ اس۔ میں نے کہا۔  
مہ۔ میں نہیں سمجھا آئوے۔  
تمہاری عورت کہاں ہے؟  
اگر میں موجود ہے۔

جاؤ لوگ اس۔ کل صبح ہم ایک نئی رسم کا آغاز کریں گے، سب  
پہلے تم۔ اور تمہاری عورت پسر عام لباس آکر ہیں گے اور پھر تم سب  
کرو گے کہ وہ لباس کا استعمال اس وقت تک کے لئے ترک کروں جب تک  
ہم ہاں حاصل کرنے کے قابل نہ ہو جائیں۔ جمع شدہ ہاں تو ہاں میں لے لے  
جائیں اور ان سے ان بچوں کے لباس تیار کئے جائیں جو پیدا ہوں گے، یہ لباس  
وہ بچے اس وقت تک استعمال کریں جب تک وہ موسم کی خلیاں برداشت  
کرنے کے قابل نہ ہو جائیں۔ اور پھر وہ ہاں دوسرے۔ کے لئے کہ وہ

جائیں۔ ہاں اگر ہاں کے کچھ نمونے عورتوں اور مردوں کے زیریں جسم  
پر رہتے دینے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن خاص طور پر زیادہ درو  
نکتہ میں سیکھیں گے۔ لیکن اس طرح کم از کم لوگ برائی برداشت کرنے  
کے مادی ہو جائیں گے۔  
لوگ اس کی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس کے بڑوں پر کھڑے  
انہری اور وہ میری طرف دیکھنے لگا۔  
کیا سوچ رہے ہو لوگ اس۔  
ہاں اس برائی کے اثرات پر غور کر رہا تھا آئوے۔  
اس کے پاس میں نے سوچ لوگ اس۔ انسان کی تبدیلی  
انڈاز میں ہوتی تھی۔ میں نے وہ دور بھی دیکھا ہے۔ اس دور میں یا  
آسانیات تھیں۔  
میں نہیں سمجھا آئوے۔ لوگ اس نے تنجب سے کہا۔  
میں نے تو قبیلہ بھانے کی کوشش نہیں کی لوگ اس۔ ورنہ تم  
سمجھ جاتے۔  
براؤر مجھے ان مایوں کا مطلب بتاؤ آئوے۔  
میں نے جو کچھ کہا ہے اس کا مطلب وہی ہے۔ میں نے انسان  
کا ابتدائی دور دیکھا ہے، جب وہ پہاڑوں میں رہتا تھا۔ برہنہ پھر تھا  
اور جہیز اس کا کوئی واسطہ نہیں تھا۔  
تم نے۔ تم نے۔؟ لوگ اس نے جیسے دیکھا۔  
ہاں لوگ اس۔ تم میری عمر کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ تمہیں یقین  
نہیں آئے گا۔ میں صدیوں سے زندہ ہوں۔ میں ہر صدی میں رہا ہوں۔  
تم مجھے صدیوں کا بھیا کہتے ہو۔  
بڑی جیتور انجینئر بات کہتی تو نے آئوے۔ لیکن تو جھوٹ  
نہیں بولتا۔ یہ کیسے ممکن ہے۔؟  
میسر جہنم صدیوں کی معوبتیں جھلی ہیں۔ میں فولاد سے  
زیادہ سخت ہوں۔ آگ سے جہنم کی خوراک ہے۔ میسر تجربے کو کوئی چٹائی  
کر سکتا ہے۔ آئوے غرور دیکھ۔ اور یقین کر کے کہ میں نے غلط نہیں  
کہا ہے۔ لیکن میرا راز تجھ تک ہے تو ٹھیک ہے۔ اس طرح دوسرے  
لوگ بلاوجہ مجھے مافوق الفطرت سمجھنے لگیں گے اور اپنا اور میرا وقت برباد  
کر دیں گے، لیکن تجھے جاننے کی ضرورت ہے تاکہ تو میری بات پر گردن نہ جھک  
سوچ میں نہ چڑھایا کرے۔  
میں نے اس کا بازو پکڑ کر اسے کھڑا کر دیا۔ اور پھر اسے اپنے  
ساتھ لے کر چل پڑا۔ میں شہر زندہ ہوں آئوے۔ شاید تو مارا  
ہو گیا۔ اس نے میسر ساتھ چلتے ہوئے کہا۔  
نہیں۔ میسر جہنم کو آگ کی طلب محسوس ہو رہی تھی اس  
ساتھ ہی اگر تو میسر ہائے میں جان لے تو یہ اچھی بات ہوگی۔

آگ کی طلب۔؟ لوگ اس اور حیرت زدہ ہو گیا۔ تب میں نے  
ناموشی اختیار کی۔ اور پھر میں اسے لئے ہوئے دیکھتے ہوئے لاؤں کے پاس  
پہنچ گیا۔ لوگ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔  
ایک عریض عرصہ گزارنے کے بعد میں خلیاں تلاش کرتا ہوں آگ کی  
حالت میسر جہنم کوئی زندگی نہیں دیتا ہے اور میری طویل زندگی کا راز ہے  
میں تجھے اس کا ثبوت دینے جا رہا ہوں۔  
تو کیا تو آگ سے متعلق کچھ آئوے۔؟ لوگ اس نے حیرت  
سے آنکھیں پھاٹتے ہوئے کہا۔  
ہاں۔ میسر دوست میرا انتظار کر۔ میں نے کہا اور اس سے  
قبل کہ لوگ اس مجھے رکھنے کی کوشش کرے میں نے دور کر دیکھتے ہوئے لاؤں  
چھپا لگا دی۔ خوفناک شکل میری طرف پکے۔ اس کے ساتھ ہی لوگ اس  
کو لہو و زنجیر سنائی دی اور میں اس چلا۔ لوگ اس کے خیال میں حسین  
اور مدبر آئوے۔ ہینے کے لئے ان سے جدا ہو گیا تھا۔ وہ ایک عرصہ رہنا  
سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ شاید اس رہنما کے دماغ کی کوئی کلید میلی ہو گئی  
تھی۔ یہ پاگل نہیں تو اور کیا تھا۔  
لیکن آگ۔ میری صدیوں کی دوست۔ میری ریش کو نکل رہی  
تھی۔ میسر جہنم میں لطیف قوت سموری تھی۔ اور روشن آگ میں ہانکوں  
کی طرح نہ چارے کٹاے۔ پھر پھر لوگ اس نے مجھے دیکھا تو میں شعلوں کو  
اپنے جسم پر۔ آٹھا۔  
ہا آئوے۔ آئوے۔ اس کی دو جی ہوئی آواز انہری  
ہاں اچھی واپس جاؤں گا۔ میسر دوست۔ میرا انتظار کر۔  
میں نے جہنم کو کہا۔ لیکن میری آواز بھی اسے سمجھ نہ سکی ہوگی۔ میرا  
بہت ہی اُسے نظر کاواہر محسوس ہوا ہوگا۔ ہاں اس وقت اس کی حالت  
قابل دید تھی، جب میں پانچ کی طرح دھمکتا ہوا سبز جلنے کے اس کے پاس  
پہنچا۔! میسر آگ سے جو آئی رہی تھی۔ میں طاقت کے  
لئے میں مست ہو رہا تھا۔  
آ۔ شو۔ رے۔؟ لوگ اس کی دماغی قوتیں جواب دینے لگیں  
میسر بیان کی تصدیق ہے میسر دوست۔ میں تیرا ساتھی  
ہوں۔ میری آنکھوں میں صدیاں سجی ہوئی ہیں۔ میں نے ارتقا کی  
بے شمار منزلہں گھمیں۔ اس لئے میری بات بلاوجہ دھماکا لیا کر۔  
سو رہی ہونا چاہیے جہنم نے کہا ہے۔ آ۔ واپس چلیں۔  
اور پھر لوگ اس رکھنے لگے قہقہوں سے سیکھتا تھا وہ اپنے پیٹ پر۔  
لیکن وہ بار بار میسر کو کالیں کرنے کے لئے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس نے  
کئی بار آتے دھتے مست۔ کہ کچھ بات ہو رہی تھی۔  
اس بات کو لوگ اس پر کچھ گہری ہو گئی۔ مجھے نہیں معلوم  
لیکن اس بات۔ میں کنوارا تھا۔ آگ کے غسل نے میری

شخصیت کا غبار دھوا تھا۔ اور میری تو کچھ اصل باتیں تھیں۔  
اس صبح لوگ اس چہرے پر اس حاضر ہو گیا۔ اس کی نگاہوں  
میں بے پناہ عقیدت تھی۔ اس نے میسر کے لئے جھکتے ہوئے کہا۔ کیا تو مجھے  
اجازت نہیں دے گا آئوے۔ کہ میں لوگوں کو بتاؤں کہ جیسے ہم اپنے جیسا  
انسان سمجھتے تھے۔ وہ انسان نہیں دیوتا ہے۔ ہاں میں ان سکون  
نکھروں کو میں نے دیکھا کہ وہاں لیا ہے اور کیا وہ اس بات سے خوش  
نہ ہو جائیں گے کہ وہ دیوتا کی ہم نشینی میں ہیں۔؟  
نہیں لوگ اس۔ ایسا کوئی کام نہ کرو۔  
کیوں۔؟  
اس لئے کہ میں دیوتا نہیں ہوں۔ ہاں میں نے نہیں اپنے  
پائے میں جو کچھ بتایا ہے اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں ہوں۔ اس لئے  
مجھے دوسروں کی نگاہوں میں وہی رہتے دو۔ جو میں ہوں۔!۔  
لیکن اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھنے کے بعد میں تجھے  
عام انسانوں میں کس طرح شامل رہتے دوں آئوے۔ اگر کسی نے  
کبھی نادانستی میں تیرے ساتھ کوئی گفتگو کی، تو وہ میسر کے لئے ناقابل  
برداشت ہوگی۔

جہاں سے لوگ اس کے دل کا اس جیسا رہا ہوں۔ ایسا کرو  
اور پروفیسر۔ اب کیا حال تھی کہ لوگ اس کی عورت میں جہنم سے پہلے  
کہے جانا اس دن میں۔ لوگ اس کے تمام لوگوں کو قتل کر لیا۔ اس نے اپنی  
عورت کو اپنے ذہن کا کھرا کر لیا تھا۔  
سو لوگو۔ جنہیں علم کے غمیر غمات و منہرہ جہنم نے دی  
سوچا ہے، جو پھر ہوا اور میں جہاں نوشیاں، جہاں نے آسانیات پوشیدہ  
ہوں۔ اور سو۔ اگر وہ کچھ کہے اور اس کی تعمیل نہ کی جائے تو یہ غمات  
و منہرہ کی غلطی سے اخراج ہے اور اس کے نافرمان بھی خوش نہیں رہ سکتے،  
جہنم مرت فائدہ پہنچا گیا ہوا اور نقصان کی ایک بات بھی نہ کی گئی ہو تو کیا  
تہیں غمات و منہرہ کے غمیلوں پر اعتماد کیا ہے۔؟  
آئوے ہمارا چچا دوست ہے۔ سب نے بیک زبانی کیا۔  
تو یہ اس کا جہنم ہے۔ ہماری دشواریوں کا حل ہے کہ کئی سے  
لباس کا استعمال اس قدر کر لیا جائے کہ ہم اپنا لباس اپنے بچوں کے لئے محفوظ  
کر دیں۔ اور نوبت غمات و منہرہ کی تجویز ہے کہ اس سے ہائے بچوں کی ضرورت  
پوری ہوگی اور میں اپنی نسل ختم نہیں کرنی چاہے گی۔  
لوگ اس نے تجویز دہرائی۔ اور جہنم شرم سے تھمتا اٹھے۔  
میں جانتا ہوں کہ تجویز درست ہے۔ اور وہ جہنم سے نہیں  
ہوں گے جو اس پر عمل کریں۔ یوں سب پہلا انسان ہیں اور دوسری میری عورت  
ہے، جو غمات و منہرہ کے کچھ پر عمل کرتے ہیں۔ لوگ اس نے اپنا لباس انکار کر  
تھوڑوں میں ڈال دیا۔ اس کے زیریں جسم پر صرف چند دھجیاں رہ گئیں۔ اس

313



کے ساتھ ہی اس عجیبی صورت کو اشارہ کیا جو ایک حسین جسم کی مالک تھی۔ سوچو  
نے انھیں بڑکے پلے اپنا اوپری جسم برزیا اور اس کے بعد وہ بھی صرف  
ایک دھجی میں رہ گئی۔

سب کی آنکھیں جھک گئیں۔ اس تہذیب کی ضرورت تھی لیکن  
جمواریاں انسان کی فطرت تبدیل کرتی رہتی ہیں اور وہ، وہ بننا جاتا ہے جو  
وہ نہیں ہوتا۔

لیکن ابھی برسرِ ہونے والے عرف دو تھے اور بہت عرصے تھے وہ۔  
تب پوگاس نے میری طرف رخ کیا کہ کہا: "میری راہ میں تو نے شکل مائل کر دی  
ہے آؤ۔ میں بہت محنت ہوں کہ انھیں پیروی نہیں کی۔ اور تیرے قدموں میں  
عرف دو لباس ہیں۔ لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر ان میں سے کوئی بھی تیرے جسم  
کی تعمیل کرے تب بھی تو میرے جسم پر لباس نہ دیکھے گا اور میری عورت کے۔  
" نہیں۔ نجات و بندہ کے جسم کی تعمیل سب پر فرض ہے۔ اکیلے ملنے  
آواز سنائی دی۔ اور یہ فیور میرے جسم کی تعمیل کرنے والی سب عورتیں تھیں۔  
اور ان کے اقدام نے دونوں میں بھی حرکت کی۔ ہاں ایک بات چپکے سے بتا دیا  
کہ تعمیل کرنے والے دوسرے کوں میں پہل کرنے والی بیوی عورتیں تھیں۔ اور جب  
ایک ایک عورت برسرِ ہوتی تو ان میں مرد بھی شامل ہوتے گئے۔

ہنسے مکرانے، جھپٹے، خراٹے، روکی لباس آتے تھے۔ بڑا عجیب  
مقرر تھا کسی کے بے رحم جسم کو دیکھ کر دوسرے ہنس دیتے، وہ ایک دوسرے کی جانب  
دیکھتے خراٹے، پھر دیکھتے اور مکرانے۔ یوں سب برسرِ ہونے لگے۔  
وہ ایک نادوں بھی بات تھی۔ ابانہ میری آغوش میں تھی۔  
رات کے من سے تارا جو کہ مریحانی میں محل آئے تھے اور ہم نے ایک ادھی  
پہاڑی منتخب کی تھی۔

تو یوں پرسکون مل گیا۔ اور اس کا اڑا چاہی پوہ بچوں کے  
لے لباس تیار کئے گئے۔ اور اب سب خوش تھے۔ پھر جب پہلی عورت کے ہاں ایک  
نقصی سی غلطی کے جنم لیا تو خوشیوں کی لہر دوڑ گئی۔ یہ تھی زندگی کا آغاز تھا اور کسی  
لوہکی تھی غلطی غلطی، بس غیبِ مالا میں زندگی پائی تھی۔

یوں اس آبادی کی ابتدا گئی۔ لوگ بظاہر خوش تھے۔ انھوں نے  
ملنے دینا سکے لیا تھا لیکن حالات کو کہاں تباہ ہے۔

اجانک جانے کا ہونے لگا۔ ایک آواز سنائی۔ ایک اونچی اور پراسرار آواز  
جذبات کا ہوت آ گیا۔ ہم چونک پڑے۔ کیونکہ آواز ہم سے  
دھجی اور اس کی صورت وادی کے پراسرار دیوانے تھیں۔ اس سے قبل ہم نے کوئی  
انجی آواز نہیں سنی تھی۔

ابانہ میری آغوش سے نکل گئی۔ میں خود اس کی طرف متوجہ نہیں تھا  
"آؤ۔" اس نے حیرت سے کہا

"ہوں۔"   
"کیسی آواز ہے۔" وہ تعجب سے بولی۔

"چراغ منڈھ ہوئے مکرئی کے خول۔ جن سے ایسی آوازیں پہلے ہوتی  
ہیں۔ لیکن یہ خول انسانی ہاتھوں سے بنے ہیں۔" میں نے جواب دیا  
"تو کیا۔" اس وادی میں جانے ملا وہ بھی انسان بنے ہیں۔  
ابانہ حیرت سے بولی۔

سے قبل میں نے اس بات پر غور کیا تھا۔ قرب و جوار میں ایسے  
انساناں تلاش کئے تھے۔ لیکن ایڈینا میلوں دور کے علاقے میں  
انسانی وجہ کے نشانات نہیں ملے تھے۔ مگر آوازیں۔ ان  
آوازوں کے بانی میں، میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ انسانی ہاتھوں سے ہی  
پیدا ہو رہی ہیں۔ میں نے جواب دیا۔

ابانہ کے جسم پر غور کرنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں ہلکی  
کی پرجا بیاں نظر آنے لگیں۔ پھر وہ اڑتے ہوئے پیچھے ہٹا۔ "لیکن۔ اب۔  
اب یہ انسان کہاں سے آگئے؟"

میں نے اس کی بات کو کوئی جواب نہیں دیا۔ خوف نے دہشت سے تیرے  
جو کہ نہیں گئے تھے۔ خوف انھیں ہوتا ہے جن میں زندگی کا خوف ہو۔ میں نے انہیں  
کا بڑا بچہ اور اسے اٹھا دیا۔

"ہاں۔ میں وہاں چلنا چاہیے۔ میں دوسرے لوگوں کو آگاہ کر دینا  
چاہیے۔" ابانہ نے کہا۔ میں نے ابانہ کی شکل بھی مینے اٹھنے کا یہ مقصد  
نہیں تھا۔ میں تو صورتحال معلوم کرنے کے لئے جانے والا تھا۔ لیکن ابانہ کا  
خیال بھی تھا۔ پوگاس اور دوسرے لوگوں کو ہوشیار کرنا بھی ضروری تھا۔  
اڑتی ہے کہ وہ بھی دھسول کی آواز نہیں گئے اور یہ ہوجا گئے۔ ایک شکل  
میں وہ کوئی احمقانہ نام بھی کہتے ہیں۔ مثلاً وہ منج موران آوازوں کی طرف  
پہل پڑیں اور لقمہ ان اٹھیں۔ نہ جانے ان لوگوں کی آمد کتنی ہے اور نہ جانے  
وہ کس ارادے سے اس علاقے میں آئے ہیں؟

"آؤ۔" میں نے بانی سے کہا اور وہ میرے ساتھ پہل پڑی۔

اور ہمارا خیال درست ہی نکلا۔ پوگاس دوسرے چند لوگوں کے  
ساتھ ایک بلند ٹیکر پر کھڑا تھا اور آوازیں سن رہا تھا۔ چونکہ چاندنی چنی ہوئی تھی  
اس لئے اس نے ہم دونوں کو دیکھ لیا اور پھر وہ جلدی سے ٹیکر سے اتر آیا۔  
"تو نے یہ آوازیں سنیں آؤ۔"   
"ہاں۔ میں سن رہا ہوں۔"

"کیا یہ انسانی ہاتھوں سے بنے ہوئے مکرئی کے خول سے نہیں  
بلند ہو رہی؟"

"تیرا خیال درست ہے۔" میں نے تائید کی۔  
"لیکن۔ لیکن اس علاقے میں تو ہمارے سوا انسان نہ تھے۔"

"مگر۔" سے آگئے بولے۔ "کہاں سے آئے ہیں اور کس ارادے سے  
آئے ہیں؟ معلوم کرنے میں جا رہا ہوں اور تیرے پاس اس لئے اب بھی پوگاس  
کا کہناں کو ہوشیار رکھنا۔ ان کی تلاش میں جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ میں جارا ہوں۔

اور اگر ان کا رخ اسی طرف ہے تو یقیناً میں ان سے پہلے یہاں وہاں آجائوں گا اور  
اس کے بعد مجھے ہدایت دیں گا۔ اور اگر کوئی خطرہ ہیں ہے اور کوئی اور  
معاہدے، تو میرے اسے اسے کٹانے کی حیثیت سے دیکھوں گا اور فکر کرنا۔ میں  
خط سے پہلے ضرور تجھے آگاہ کر دوں گا۔"

"جو کچھ آؤ۔" ابانہ نے گردن جھکا کر کہا۔ علاوہ ابانہ سے  
ادکات پر کیے تو میں کالہا کر سکتا تھا۔ اپنے دل میں تو وہ مجھے سناؤں سے اڑا  
ہوا دیو تسلیم کر چکا تھا۔ "کیا میں تیرے لئے تمھارے آؤں آؤں؟"

"ہاں صرف یہ کہنا۔" اس کے علاوہ مجھے اور کسی شے کی ضرورت  
نہیں ہے۔ میں نے کہا اور پوگاس میرا لہجہ ڈالے آیا۔ "ابانہ نے میرا زور بڑھا دیا  
"میں بھی تمھارے ساتھ چلوں گی آؤں۔" وہ سرگوشی کے انداز میں بولی

"تم۔" میں نے سچ کہا ہے ہونے ملازمی اٹ دیکھا۔  
"میں ضرور چلوں گی آؤں۔ میں ضرور چلوں گی۔ اس نے یہ سب  
بازو پر گرفت سخت کے مکرئی بچوں کے سے انداز میں کہا اور اس کا یہ انداز مجھے  
پسند آیا تھا۔ تب میں نے گردن ہلک کر اس کی پشت پر چھپائی اور وہ مطمئن ہو گئی۔

"چلو۔" تم اگر چاہو۔ تو بلند مقامات سے حالات پر نگاہ رکھو۔  
میں چلتا ہوں۔" میں نے کہا اور ابانہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ خود  
پوگاس کی بھی خیال نہیں تھا کہ وہ اپنی پہلی کے بانی سے کوئی سوال کرے چنانچہ  
میں آگے بڑھ گیا۔ ابانہ میرے ساتھ تھی۔ سچ پھر پھر فیور تو یہ دہلی مجھے بہت  
پسند تھی۔ اس سے قبل کی بے شمار عورتیں بھی اپنے اندر خصوصیات رکھتی تھیں۔

لیکن اس کی کمٹی میرے لئے بہت دلکش تھی۔ مگر کے کاٹ سے بھی وہ کتنی  
جمانی طور پر بھی وہ بہت چھوٹی لگتی تھی۔ اس کی اوڑوں میں نہیں تھا۔ وہ  
بچوں کی طرح خند کر رہی تھی

چنانچہ اپنی اس پسندیدہ لڑکی کو لے کر میں ان آوازوں کی سمت چل  
پڑا۔ یہ سب کان ہواؤں کے رخ پر ان آوازوں کی سمت تلاش کر رہے تھے اور  
مجھے یقین تھا کہ میں نے صحیح رخ اختیار کیا ہے۔

"سفر با بھی ہو سکتا ہے ابانہ۔" میں نے راستے میں کہا۔ کیونکہ  
آگے بڑھنے کے بعد مجھے محسوس ہوا تھا کہ ہمارا میں ان آوازوں کو قریب لے آئی  
ہیں۔ ورنہ یہ اتنی قریب کی آوازیں نہیں ہوتیں۔

"تم ساتھ آؤ آؤ۔" وہ جوت مجھ سے ملازمی بولی۔  
"لیکن تم تھک جاؤ گی۔"

"تمھارے ساتھ مجھے تھکوں گی نواہ زندگی بھر چلتے رہو۔" وہ ناص  
روانی گفتگو کر رہی تھی۔

"عزیز کرو۔"

"کرنا۔" میں نے اسے دھوکے سے کہا اور اس کے اس طریق کے  
جلب میں میرے ہونٹ پر مسکراہٹ چھل گئی۔

"میں نہیں بہت پسند کرتے کہ ابانہ۔" میں نے کہا۔  
"عزیز کرو۔"

دفعاً مجھے ابانہ کا خیال آیا۔ پھول سی نازک لڑکی جس نے

"دوسری لڑکیوں سے زیادہ۔"  
"ہاں۔"  
"شیراز سے مجھ زیادہ۔" اس کے پیچھے میں خوشی تھی۔  
"ہاں۔ ہاں۔"

"اور سب سے۔" میرا مطلب سب سے سب سے بھی زیادہ۔ اس کی  
معصومیت ابھرتی۔

"میں کچھ چاہوں۔ یہاں موجود تمام لڑکیوں سے زیادہ۔" میں نے  
جواب دیا۔ اور وہ چلتے چلتے گگ گگ۔

"ہائے آؤ۔" ایک باجی بھی بات کہہ دو۔  
"آؤ۔" میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹے ہوئے کہا۔ اگر وہ لوگوں کی تھلا

مسئلہ تیری ہوتی تو میں اس کی اس اور کو نظر انداز کرنا۔ اور اپنی اس صورت کو  
جو اس میں ابانہ کو سخت مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا۔ لیکن جتنی آوازوں کا

تسلل ہر قسم کے جذبات پر حاوی تھا۔ میں ان کے بانی سے جان لینا چاہتا تھا۔  
یہ وہاں، لیکن جت غیر ملکہ، جہاں میں نے ان لوگوں کو آگاہ کیا تھا، جو زندگی کی  
تاریکیوں میں جھپک رہے تھے۔ انھوں نے میرے اوپر اچھا کیا تھا۔ انھیں میرے

اوپر بھروسہ تھا۔ میں نے ایک لفظ کہا اور وہ اس پر چل کر گئے پھر میرے ہونٹوں  
چنانچہ میں بھی ان کے راستے کی ہر مشکل دور کرنے پر آمادہ تھا۔ اور انھیں  
ہر آفت سے بچانے کے لئے اپنی صلاحیتیں صرف کر دینا چاہتا تھا۔

اور یہ اپنی آوازیں۔ ان آوازوں کا کارزار جانا ضروری تھا۔  
کون جہم۔ کیا چاہتا ہے کہاں سے آیا؟ اس کا مطلب تھا اس علاقے

کو دیکھنے کے لئے میں نے جہاں تک کا سفر کیا، وہ کافی دھکا تھا۔ مجھے کچھ اور  
آگے دیکھنا چاہیے، وہاں یہاں سے گگ آئے تھے۔

میں آگے بڑھتا رہا۔ ابانہ میرے قدموں سے قدم مل رہی تھی۔  
چاند ہمارے ساتھ سفر کر رہا تھا اور ہوائیں ان آوازوں کی سمت بتا رہی تھیں۔

وہ حقیقت آوازیں ہمارے انداز سے۔ یہاں دوسری تھیں۔ لیکن جہاں سے آگے  
سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔

سفر۔ طویل سفر۔ ہم چلتے رہے۔ لیکن شیطانی آوازیں  
ہنوز دور تھیں۔ کتنی بار میں نے سوچا کہ کہاں ہے میں نے کوئی غلط سمت اختیار

کی ہو۔ لیکن صدیوں ششکان۔ اس قدر دھکا تو نہیں کھا سکتے تھے۔  
سمت درست تھی جس کی تصدیق ہو گئی۔

اب آوازوں میں تبدیلی ہو گئی تھی۔ وہ زیادہ واضح اور زیادہ قریب  
سنائی دینے لگی تھیں۔ چاند اپنا سفر ختم کر چکا تھا۔ نہ جانے ہم کہاں مکمل کئے

تھے۔ بے شک اس کی بھی دور جہاں میں اس سے قبل آیا تھا۔ ابھی ملائے شروع  
ہو گیا تھا۔ پہلا بھی اختیار کر رہے تھے۔ بہرہ ختم ہوتا جا رہا تھا۔ اور اب

پیروں کے نیچے چیل زمین تھی۔  
دفعاً مجھے ابانہ کا خیال آیا۔ پھول سی نازک لڑکی جس نے

315



میری خدمت میں میرے ساتھ آنے کی کوشش کی تھی، جس نے کہا تھا کہ سفر  
کتنایا طویل ہو، وہ میرا ساتھ دے گی اور وہ میرا ساتھ دے رہی تھی، لیکن  
رات بھر کے فاصلے — کیا وہ تھک گئی ہوگی!

ہرگز جاؤ۔ میں سننے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں نے کہا اور پھر  
میں نے ان آوازوں پر کان لگا دیتے، اور آہستہ آہستہ ان کے بول بھری سمجھ میں آنے  
لگے۔ گمانے والے کہہ رہے تھے۔

”لکڑی کے ستون سے بندھے ہوئے لوگوں کو دیکھ رہی ہو؟“  
”اور ہاں۔ تبت تو وہ عظیم طاقت۔ زندہ ہے۔ نظر آنے والی ہے۔“ وہ کہتے ہوئے انداز میں بولی۔

ہوئیں آگئے۔ اور سچوہ یک وقت چھینے لگے۔ "اے آزاد انسان! کہیں آزاد کرو۔ دیوتاؤں کے لئے ہمیں آزاد کرو۔ ہم زندگی بھر تمہارے اس نام نہ نہیں گئے" میں نہیں آزاد کروں گا۔ دیتو۔ لیکن کیا تم نہیں کہتے ہیں کہ آزاد کرو۔



تھی اپنی مرضی سے جسے ساتھ لے گئی تھی اس نے کچھ بول ہی نہیں سکتی تھی۔ لیکن اوپر اگر وہ زمین پر بیٹھ گئی۔

”سنو“ میں نے انہیں سے ایک کو مخاطب کیا۔ کیا یہ بڑا کچھ دور کے علاقے میں غوراک کا کوئی بندہ رست ہو سکتا ہے۔ یہ بڑی عورت بھوک سے اور بھوک سے مدحال ہے۔

ان لوگوں نے کچھ سوچا جسے ہوئے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر ان میں سے دو آدمی بیک وقت بولے۔ ”یہ جانا ہوں۔“

”تم دونوں جاؤ۔ اور کوئی بندہ رست ہو سکے تو ضرور کرو۔“

ان دونوں نے گردن ہلا دی۔ اور پھر وہ ایک سمت دوڑ پڑے۔ میں ان کے بھاگنے کے انداز کو دیکھ رہا تھا۔ وہ یقیناً دنیا کے سب سے تیز ترین دوڑنے والے تھے۔ تصویر دیکھ کے بعد وہ لگا ہوں سے اچھل ہو گئے۔

”وہ غوراک کہاں تلاش کریں گے؟“ میں نے کہا۔

”انہیں ٹیل سپارڈ ہوں۔“ ان کے لئے غوراکش گٹر ٹیل جانتے ہیں۔ انہیں سے ایک نے جواب دیا۔

”لیکن جیسار۔“ ان کے پاس تھپا کہاں ہیں؟“

”اوہ۔ ہم دوڑ کر ان غوراکشوں کو پکڑ سکتے ہیں۔ وہ دونوں یہ ہم بخوبی کر سکتے ہیں۔“

”خوب۔“ میں نے تعریفی لہجہ میں ان کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں اس انداز میں دوڑتے ہوئے غائب ہوئے تھے۔ اس سے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ جتنے میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ لیکن ایک اور خیال بھی تھا۔ لیکن یہ وہ لوگ اس طرح زندگی بچ جانے کو شہیت نہیں ہیں اور وہ اس کے لئے کوشش کریں۔

سوچ بلند ہو رہا تھا۔ گواہ میں ابھی زیادہ وقت نہیں دیا ہوئی تھی لیکن اندازہ ہوتا تھا کہ جب سوچ بلند ہوگا تو بہت سی مشکلات نہ کھول دیں گی۔ میں صرف ابانیہ کے لئے فکر مند تھا۔ جو درحقیقت ایک مسئلہ ہی تھی۔ اگر میں اسے ساتھ نہ لانا تو بہتر تھا۔ بہر حال جو کچھ ہو چکا تھا۔ اسے مٹا نہیں جاسکتا تھا۔ مجھے جانے والوں کا انتظار کرتے رہے۔ پھر زیادہ نہیں گزری تھی کہ وہ دونوں واپس آئے نظر آئے۔ ان کے ہاتھوں میں پارسیا ہ بوش تھے۔ جو زندہ تھے۔ انھوں نے ان کی ہانگیں پکڑی ہوئی تھیں۔ بال اس سے اندازہ ہو گیا کہ وہ لوگ وفادار تھے۔

”غوراکش آگئے تھے۔ لیکن اب نہیں جھوٹے کا مسئلہ تھا۔ تاہم میرے ہاتھ میں ایک اور بات تھی۔ میں نے ابانیہ کی طرف دیکھا۔ ”ابانیہ“

”آشورے۔“ اس نے اسی جیتے جاگتے لہجے میں کہا جیسے اسے

”نہیں۔“

”کیا تم کچھ غوراکش کا کھانا کھاؤ گے؟“

”کچھ؟“ آشورے۔ مگر۔ مجھے تو بھوک نہیں ہے۔

”اگر میں تم سے کھوں ابانیہ۔ کم ہنر گوشت کا کچا گوشت کھاؤ گے تو کیا تم انکا کرو گے؟“

”نہیں۔“ آشورے۔ ”وہ مجھے انداز میں بولی۔

”تب ٹھیک ہے۔“ میں نے کہا اور وہ غوراکش کھالوں۔ اس کے بعد ہم دوسرا غوراکش لے کر آئے۔ میں نے کہا اور وہ غوراکش ہو گئی۔ گواہی اس کی بھوک انتہا کو نہیں پہنچتی تھی۔ لیکن اصل میں یہ کسی دھن کی دھن بات نہیں کی تھی۔ وہ پانچوں سے بڑے تھے۔ اس علاقے سے مکمل بھاگنا چاہتے تھے۔ انہیں انھیں یہاں دھن کے کوشش کرنا تو ممکن ہے وہ میری بات نہ ملتے۔ وہیں انھیں ہاتھ سے نہیں کھانا پانا تھا۔ دوسری بات یہ کہ میں پراسرار اور غوراکش کرنا چاہتا تھا جو جانے کیا تھا۔

”بہر حال۔“ یہ علاقہ میں نے ذہنی نشیہ کر لیا تھا۔ میں دوبارہ بھی یہاں آسکتا تھا۔ اس وقت ابانیہ کو واپس بھیجا دینا ہم مسئلہ تھا۔ کیونکہ یہ حال وہ میری پسندیدہ عورت تھی۔

”نہایت قدیم کالان نامیوں نے دیکھا تھا۔“ ابانیہ نے۔ لیکن میں نے ان کے سامنے ابتدائی دور دیا۔ میں نے ایک زندہ غوراکش کی دونوں ہانگیں پکڑیں اور اسے دیوار سے چیر دیا۔ خون کی دھار بہنے لگی۔ جس سے میں نے منہ لگا دیا۔ میں مزے سے غوراکش کا خون پی رہا تھا۔ وہ لوگ بھی اچھل پڑے تھے۔ جو میرے لئے غوراکش لائے تھے اور ان کی ہانگیں میں دھشت ابھرتی۔ پھر میں نے دانتوں سے غوراکش کی کھال ادھیری اور اسے تھوکر دیا۔ اس کے بعد بیکار آلائش صاف کر کے میں نے غوراکش کی ہڈیاں تک چبا دیں۔

”اور پھر ابانیہ کی طرف دیکھا۔ وہ سب سے بڑے انداز میں سکڑی تھی۔ تب میں نے دوسرے غوراکش کی ہانگیں چیریں اور ابانیہ نے کھانے بند کر کے خون سے منہ لگا دیا۔ اس کے چہرے کے نقوش بچنے ہوئے تھے، لیکن یہ اس کا محبوب ہی نہیں ہوئی تھا۔ اس نے اس سے بھی وہی کیا جو میں نے کیا تھا۔ البتہ میں دیکھنے والوں نے منہ چھپے تھے۔

”لیکن یہ حال ابانیہ کے جسم میں غوراکش کی تھی۔ تصویر دیر میں اس کی حالت بہتر ہو گئی۔ تب میں نے سچے دوسرے کھنڈر۔ ادکیا اور ان سے ان کے نام پوچھے۔

”ایہو۔“ وہ کہے۔ اور ایسے ہی دوسرا نام تھے ان لوگوں کے۔

”میں نے ان سے پوچھا۔“ اب تمہارا ارادہ ہے دوستو؟“ کہاں جانا چاہتے ہو؟

”ہم پانچوں کسی اجنبی بستی کی تلاش میں نکلیں گے۔ اگر ملے شیونام کے ہاتھ لگ گئے تو دوبارہ ہم اسے ساتھ ہی سلوک کیا جائے گا۔ اور اگر نہیں مل گیا تو۔۔۔ بہر حال جو دو تانوں نے ہمارے لئے طے کیا ہے۔“ ہانف نے کہا۔

”تب پھر کیوں تم میرے ساتھ شریک ہو۔“ میں نے انہیں اپنی بستی میں لے جاؤں گا۔“

”تمہاری بستی۔“ وہ پانچوں چوک پر تھے۔

”ہاں۔“ جنگلوں کے کنارے جہاں پانی کی وسیع و عریض پاد پھیلی ہوئی ہے۔ ہماری بستی ہے۔

”اوہ۔“ وہ۔ تم وہاں رہتے ہو۔ لیکن وہ علاقہ تو۔۔۔ غمور کا ہے۔ ہمارے لوگ تو ادھر کا نام سنگر کا پستے ہیں۔ سننا ہے۔ یہی وہاں مل سکتے جاتا ہے۔ وہ خوفزدہ انداز میں بولے۔

”ہاں۔“ میں دہن رہتا ہوں۔ لیکن تمہارا۔۔۔ نمون ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ چلو تم میرے ساتھ چلو۔ تمہیں وہاں۔۔۔ نمون بھی نہیں ملے گا اور تم ملکہ سے بھی محفوظ رہو گے۔

”کیا تمہارے ساتھ دوسرے لوگ بھی رہتے ہیں۔“ وہ کہنے لگا۔

”ہاں۔“ اور ہم میں سے کسی کو شیونام نے نقصان نہیں پہنچایا۔

”میں نے جواب دیا۔ وہ سب ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔ پھر بولے۔

”کسی اجنبی بستی کی تلاش میں چلنے کے بجائے اگر تمہارے ساتھ ہی چلیں تو تمہارے۔“ ہاں ہم سب تیار ہیں۔ ہم تمہارے غلام ہیں۔ تمہارے لئے سب کچھ کریں گے۔

”تب پھر آؤ۔“ میں نے کہا اور واپسی کا سفر شروع کر دیا۔ وہ سب ہمارے ساتھ تھے۔ اور ہماری رفتار بہت تیز تھی۔ میں نے ابانیہ کو حسب معمول کنے پر بلا دیا تھا۔ اور وہ مجھ سے۔ اور دوسرے لوگوں سے شرمناک تھی۔

”تمہاری بستی کہاں ہے۔“ راستے میں میں نے پوچھا۔

”بہت دور۔۔۔ نمون کے سائے سے دور۔ وہ بھی ادھر کا رخ نہیں کرتا۔“

”کیا تم کاشت کرتے ہو۔ زمین سے اناج اور کھانے پینے والے پھل؟“

”ہاں۔“ ہم اپنی غذا خود پیدا کرتے ہیں۔

”کیا تمہارے ہاں دو وہ دینے والے موش ہیں؟“

”ہاں۔“ وہاں کا دو دوا استعمال کرتے ہیں۔

”خوب۔“ تب میں نے انہیں کہنے لگا۔

”الانہو۔“ ان کا شمار شکل ہے۔

”کیا تم مکان بن کر رہتے ہو۔“

”ہاں۔“ ہمارے مکان کھڑی سے بنائے جاتے ہیں۔

”خوب۔“ اس کا مقصد یہ کہ تم ترقی یافتہ ہو۔ کیا تمہاری بستی مال دور دور ہیں۔“

”ہاں۔“ وہ پہاڑوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ سب ملکہ شیونام کے علاقہ ہیں۔ ان میں سے ایک نے جواب دیا۔

”ملکہ شیونام کس قسم کی عورت ہے؟“

”وہ بہت بڑی باوجود ہے۔ اس کا تعلق براہ راست دیوتاؤں سے

ہے۔ اس کے قدم و جلال سے سب سے زیادہ ہیں۔ ہم سب نکلے چاند کی پہلی رات اس کے روشن کرتے ہیں۔ اس کے بعد پورے ایک ماہ تک وہ مقدس تاریکیوں میں رو کر احکامات جاری کرتے رہے۔ لیکن اسے ایک ایک بات کا علم ہوتا ہے۔ تاہم کیا اس کے لئے روشن ہیں۔ وہ سب کچھ دیکھ لیتی ہے۔

”کیا تم لوگوں کو کسی قسم کی سزا ملتی ہے؟“

”ہاں۔“ ہم تمہاری تھے۔ اور تمہارے بعد پانچ قیدی نمون کے لئے تختہ بھوکے جاتے ہیں۔ اس بار ہماری باری آگئی۔

”تمہاری کیوں تھے؟“

”ہم نے مقدس جگہ کی توہین کی تھی۔“

”جگہ کون ہے؟“

”جگہ بہت سے ہوتے ہیں۔ جگہ سب ملکہ کے غلام۔ وہاں پر ان کے محافظ ہوتے ہیں اور ملکہ انہیں کے ذریعے احکامات صادر کرتی ہے۔“

”تم نے جگہ کی کیا توہین کی تھی؟“

”ہم پانچوں ایک ہی مٹی پر کام کر رہے تھے۔ ایک جگہ ادھر کھلا۔ ہم کاموں میں ایسے مصروف تھے کہ ہم اس کے سائے سجدہ نہ کرنا بھول گئے۔ پس ہمیں قید کر لیا گیا۔“

”اوہ۔“ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ میں انہی کے حالات سمجھ رہا تھا۔ ”کیا ملکہ کا کوئی شوہر نہیں ہے؟“

”نہیں۔“ اس کی شادی نہیں ہوئی۔ وہ ہمیشہ کنواری رہتی ہے اور جب وہ مہر کا ہے تو جگہ اس کی لاش تاریک قید خانے میں لٹھکتی ہیں۔ پھر وہ دیوتاؤں سے دوسری شیونام بنتے ہیں۔ اور مقدس روٹی میں عورت کو طے دینے لیتے ہیں۔ وہی شیونام بن جاتی ہے۔

”بہت دلچسپ۔ بہت عمدہ۔“ کیا تمہارے ہاں سپاہی بھی ہوتے ہیں۔“

”محافظ۔“ ہاں محافظ ہوتے ہیں۔ اور یہ دی تھے۔ ہر شیونام کے حوالے کر گئے تھے۔

”اب۔ نمون کی بات کرو۔ وہ کون ہے؟ کیا ہے؟ کیا تم میں سے کسی نے اسے دیکھا ہے۔“

”نہیں۔“ میرا اسے دیکھنے سے قبل ہماری آنکھوں کی بینائی چھین لی۔ وہ بہت خوفناک ہے۔

”تم نے اس کے بارے میں سننا ہے؟“

”ہاں۔“

”کیا سننا ہے۔“ مجھے بتاؤ۔“

”وہ سپاہی کا پہاڑ ہے۔ چلتا ہے تو درخت اکھڑ کر گر پڑتے ہیں۔ اگر جب سے تو بھیلان چکے لگتی ہیں۔ اس کے دو ہاتھ ہیں۔ دو پاؤں ہیں۔ وہ انسانوں کی مانند دیکھ سکتا ہے۔ سن سکتا ہے۔ دور سکتا ہے۔ بہت خوفناک ہے۔ وہ بہت خوفناک ہے۔“ وہ کہنے لگا۔



اور سبک دھن میں گلاباٹ ہونے لگی۔ وہ سیاہی کا پہاڑ ہے۔ چلتا ہے تو درخت اکھر گر پڑتے ہیں۔ کچلے ہوئے درختوں کے درمیان راستہ میں خود دیکھ چکا تھا۔ کیا۔ نیموں وہی پراسرار وجود تھا جس کا مجھے شبہ ہوا تھا۔ لیکن وہ مجھے کیوں نہیں نظر آیا۔ آج تک وہ کہاں روپوش رہا۔ اور وہ ہے کیا شے۔؟

لیکن یہ خوفزدہ لوگ اس سے زیادہ اُس کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتے تھے۔ ملکہ شیونا کے بارے میں بھی انھوں نے جو کچھ بتایا تھا وہ بہت دلچسپ تھا۔ بھلا میں اس جادوگرنی سے ملے بغیر کیسے رہ سکتا تھا لیکن اپنی دلچسپیوں اور اپنی تفریحات سے زیادہ مجھے پوگاں اور اس کے ساتھیوں کی فکر تھی۔ وہ خوفناک بلا جسے یہ لوگ۔ نیموں کا نام دیتے ہیں کسی وقت سند کی جانب رخ نہ کرے، اگر وہ ادھر نکل آئی تو میری آبادی ہوئی خوبصورت بستی آج بچ جائے گی۔!

ہم چلتے ہیں۔ اور ہمارا علاقہ شروع ہو گیا۔! دیوتاؤں کی قسم۔ یہ نیموں کی سرزمین ہے۔ خوف کا دیوتا یہیں رہتا ہے۔ اس کے بارے میں یہی کہا گیا ہے۔! ایسا بولنے کہا۔

ایک بات بتاؤ واکے۔! میں نے واکے سے کہا۔ اور وہ میری طرف متوجہ ہو گیا۔ نیموں متناہیں ہے۔ یہ کب زندہ ہے۔؟

صدیوں سے۔ ہماری نسلیں اسے دیکھتی آئی ہیں۔؟ کیا اس کی کیفیت بھی شیونا جی تو نہیں ہے۔ ایک مرجاتا ہو تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہو۔؟

نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اسے موت نہیں ہے۔ وہ تنہا ہے ایک کے علاوہ کبھی دوسرے کو نہیں دیکھا۔ وہ کبھی نہیں مرتا۔ کبھی نہیں سڑتا۔ یہی ہمارے بڑوں کی پیش گوئی ہے۔

ہوں۔ میں نے گہری سانس لی۔ دُور سے سمندر کی نم ہوائیں آنے لگی تھیں۔ میں اپنی بستی کے قریب پہنچ رہا تھا۔ ابا نیا اب بھی سیر کندھے پر تھی، اور خوب مزے میں تھی۔ لیکن اس بے وقوف کا خیال تھا کہ شاید میں نے اس کے لئے تکلیف اٹھائی تھی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے پروفیسر کے بعض اوقات مجھے یوں بھی نہ رہا تھا کہ وہ میرے کندھے پر سوار ہے۔

بستی کے قریب آتی ہی اُس نے چلنا شروع کر دیا۔! آشورے! آشورے۔! مجھے اتار دو۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ میں بستی میں ایسے نہیں داخل ہوں گی۔

کیوں۔! میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ میں۔! میں لوگوں پر نہیں ظاہر ہونے دینا چاہتی کہ میں اتنی کمزور اور بوی ہوں۔! اُس نے شرارتے ہوئے انداز میں کہا اور میں نے اسے نیچے اتار دیا۔ دُور سے ہمارے ساتھیوں نے ہم کو آتے دیکھ لیا تھا۔ پوگاں زور زور سے چیخا ہوا

ہماری طرف دوڑا۔ اور واکے وغیرہ ہم گئے۔

دیوتاؤں کی قسم۔ نیموں کی سرزمین میں بھی انسان بستے ہیں۔ کیا یہ تنہا ہے ساتھی میں آشورے۔؟

ہاں۔ یہ سبک ساتھی میں۔ میں نے جواب دیا۔ پوگاں وغیرہ دوڑتے ہوئے ہمارے نزدیک پہنچ گئے تھے۔ دوسرے لوگ حیرت سے نئے آنے والوں کو دیکھ رہے تھے۔ انھیں تعجب تھا کہ میں ان اجنبی انسانوں کو کہاں سے پکڑ لایا۔ اور بغیر رستی کے یہ قیدی کیسے ہیں۔ لیکن کسی نے ان کے سامنے کوئی سوال نہیں کیا۔

تب میں نے پوگاں سے کہا۔ پوگاں۔ فی الحال یہ ہمارے ہمارے ہیں اس کے بعد ممکن ہے یہ ہمارے ساتھی بن جائیں۔ ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔!

پوگاں نے میری ہدایت دوسروں تک پہنچادی۔ واکے وغیرہ کے ممنون ہو گئے تھے۔ ابا نیا اپنے مکان کی طرف چل پڑی اور ہم سب ہمالوں کے ساتھ۔! تھوڑی دیر کے بعد میرے پاس صرف پوگاں اور دوسرے چند ذہین لوگ رہ گئے تھے۔

کیا یہ ڈھول والوں میں سے ہیں آشورے۔ کیا تو نسا وازوں کا راز معلوم کر لیا۔؟

ہاں۔ یہ انہیں میں سے ہیں اور آوازوں کا راز بہت ہی دلچسپ ہے۔ میں نے کہا۔

ہمیں بتاؤ آشورے۔ ہم بھی ان کے بارے میں جاننے کے لئے سخت بے چین ہیں۔ پوگاں نے کہا۔

کیا تمہیں اس ویلانے میں۔ ان اجنبی لوگوں کی موجودگی سے حیرت نہیں ہوئی۔ جبکہ ہم دُور دور تک انسان تو کجا، جانور بھی تلاش کرنے میں ناکام رہے تھے۔

ہاں۔ ہمیں سخت حیرت ہے۔

دراصل۔ ہم نے تلاش کا دائرہ محدود رکھا تھا۔ اگر ہم مزید کچھ دُور چل جاتے تو ہمیں ایک دلچسپ آبادی مل جاتی۔ یہ ملکہ شیونا کی حکومت ہے، اور اس کے بارے میں مجھے ان لوگوں سے جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے میں نے من و عن وہ تفصیل ان لوگوں کو بتادی، جو مجھے واکے اور دوسرے لوگوں سے معلوم ہوئی تھی۔ میں نے بغیر پس و پیش کے پراسرار نیموں کے بارے میں بھی بتا دیا۔ اور ان لوگوں سے کہہ دیا کہ نیموں کسی بھی وقت ہمارے لئے خطرہ بن سکتا ہے۔!

پوگاں تشویش میں مبتلا ہو گیا۔ اُس کی آنکھوں سے ٹکاندہ جھلک رہی تھی۔!



اسے دلچسپ ترین داستان کے بغیر واقعات دوسرے حصے میں ملاحظہ فرمائیں